مصائبِ آلِ احمدؑ



مؤلف

شیخ الاسلام علامہ سید موسیٰ جوادی

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ آزاد حسین مشہدی

مصائبِ آلِ احمدؑ

مؤلف

شیخ الاسلام علامہ سید موسیٰ جوادی

مترجم:

حجۃ الاسلام علامہ آزاد حسین مشہدی

مصحح

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری
ریسرچ اسکالر اسلامک یونیورسٹی قم ایران

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20 - غزنی سٹریٹ - اردو بازار - لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

کتاب : مصائبِ آلِ احمدؑ

مولف : شیخ الاسلام علامہ سید موسیٰ جوادی

مترجم : حجۃ الاسلام علامہ آزاد حسین مشہدی

مصحح : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری

پروف ریڈنگ : چوہدری محمد عمران، چوہدری کاشف علی

فنی تعاون : چوہدری محمد عمران حیدر

تعداد : 1000

اشاعت : 2018ء

ہدیہ : [redacted] روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

عرضِ ناشر

عزائے آلِ احمدؑ میں مری زندگی گزر جائے

محمدؐ و آلِ محمدؑ کی ثنا و عزا ہر ذی شعور شخص کے وجدان کا حصہ ہے، کیونکہ خدائے متعال نے انہی ہستیوں کی وجۂ تخلیقِ کائنات قرار دیا ہے۔ ان ہستیوں کے فضائل و مصائب کا تذکرہ عبادت کا درجہ رکھتا ہے اور عبادت بھی ایسی کہ جو دیگر سب عبادتوں کی اساس ہے، ورنہ تمام عمر کی سجدہ ریزی رائیگاں، بلکہ ابلیسیت ساں ہے۔ ان خاصانِ خدا کے دکھ، درد اور حزن و غم کا احساس، ادراک اور انعقاد عقیدتی، اخلاقی، سیاسی اور اجتماعی ہر لحاظ سے انسانی زندگی پر انمٹ اثرات مرتب کرتا ہے۔

یہ محض وقائع نگاری یا غم خواری ہی نہیں بلکہ صبر و رضا اور قربانی و ایثار کی روشن ترین آیات کی تفسیر بھی ہے، کیونکہ اِن حجج الٰہی کی زندگیاں قرآنِ مجید کی اتباع کی عملی تفسیر ہیں۔

احمدؐ و آلِ احمدؑ نے ہمارے لیے اپنی پاکیزہ سنتوں کا نظام قائم کیا۔ خصوصاً گریہ و عزا اور مصائب کے حوالے سے دیکھا جائے تو اِن مقدس ہستیوں نے عترت کی افتخار آمیز موت کو عین حیات جانا اور ذلت کی حقارت آمیز زندگی کو عین مرگ و نابودی سمجھا۔ انہوں نے خاک و خون میں غلطاں ہونے اور زہر سے مسموم ہونے کو حیاتِ ابدی کا ذریعہ سمجھا اور دینِ خدا کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں تک کا نذرانہ پیش کر دیا۔ اور یہی نہیں اس سلسلۂ نور نے دین کی سرفرازی کے لیے اپنے گھر بار لٹوا ڈالے، اپنے معصوم بچے ذبح کروا لیے اور بے پردگی، اسیری و دربدری کے شدائد تک برداشت کیے۔ ان مظلومِ کائنات ہستیوں پر گریہ و عزا اور آہ و بکا ان کی مظلومیت کی حمایت اور ظالم کے ظلم سے نفرت کا بین ثبوت ہے اور اس اشک باری و ماتم کی بارگاہِ ایزدی میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ جیسا کہ روایات سے

ظاہر و باہر ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے مصائب میں گریہ و ماتم سنتِ انبیاء اور روشِ ملائکہ ہے۔ مظاہر فطرت اور نظارہ ہائے قدرت ان کے رنج و ملال میں رنجیدہ و ملول نظر آتے ہیں اور عادل و توسط خدائے ذوالجلال کے حضور سے اس کا اجر کثیر پاتے ہیں۔

بقول شاعر:

گوہرِ اشک عزا جب سرِ محشر پہنچے
بے بہا شے کوئی ایسی سرِ بازار نہ تھی

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اُردو زبان میں مصائب معصومینؑ کا بہت کم سرمایہ موجود ہے اور اگر کچھ ہے بھی تو اُس کا موضوع محض کربلا ہے۔ جبکہ مدینہ و نجف، کاظمین و بغداد اور قم و سامرہ وغیرہ کے والیوں کے مصائب سے اکثر مومنین پوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔ ہم نے چودہ معصومینؑ کے مصائب پر اس سے قبل سوگنامۂ آلِ محمدؐ کا ترجمہ پیش کیا جو عزائی ادب کے قارئین میں بہت مقبول ہوا اور اب اس موضوع کو مزید وسعت دینے کے لیے مصائب آلِ احمدؐ جو کہ سوگنامہ آلِ محمدؐ کا ترجمہ ہے حاضرِ خدمت ہے۔

یہ کتاب مستطاب نہایت نادر روایات اور غم و آلام کے بکھرے ہوئے پہاڑوں کا مجموعہ ہے جو معصومین علیہم السلام پر ٹوٹے۔ ہم نے اس ترجمہ کو رواں رواں اور خوب صورت بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں مترجم موصوف حجۃ الاسلام مولانا آزاد حسین کی محنت بھی لائقِ تحسین ہے۔ اس پر نظرِ ثانی ہم نے خود کی ہے اور پھر مزید تصحیح و تہذیب کے لیے اس موضوع کے ایک اور ماہر جناب پروفیسر مظہر عباس صاحب کی خدمات بھی حاصل کی ہیں جنھوں نے شعر و ادب سے مزین کر کے اسے مزید پُر تاثیر بنا دیا ہے۔ ہم سب محمدؐ و آلِ محمدؐ کی اس عزائے باصفا کے صلہ میں دنیاوی سعادت اور اُخروی نجات کے طالب ہیں۔

ریاض حسین جعفری

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین لاہور

تقریظ

ہر کہ در این بزم مقرب تر است

جامِ بلا بیشترش می دہند

بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے حقیقی چراغ اور دائمی نجات کے ضامن محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ حقیقی اور اصلی ستارے یہی ہستیاں ہیں جیسا کہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ رسولِ خدا سے روایت فرمائی ہے کہ ہم نے فجر کی نماز آپ کی اقتدا میں ادا کی تو نماز کے بعد آپؐ نے فرمایا: جب بھی لوگوں کو سورج کی روشنی نہ ملے تو چاند کی روشنی سے استفادہ کریں اور جب چاند کی روشنی میسر نہ ہو تو فرقدان یعنی دو بڑے نورانی ستاروں سے استفادہ کرو۔

جابرؓ کہتے ہیں میں کھڑا ہو گیا اور پوچھا: حضورؐ! سورج سے آپؐ کیا مراد لے رہے ہیں۔ فرمایا: سورج سے مراد میں خود ہوں۔ خداوند کریم نے جب ہمیں پیدا کیا تو ہماری منزلت ان ستاروں جیسی قرار دی گئی یعنی جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے بصورتِ دیگر یہ کائنات کبھی ہمارے وجود سے خالی نہیں رہتی۔ جابرؓ کہتے ہیں پھر میں نے آپؐ سے پوچھا: چاند سے کیا مراد ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: چاند سے مراد میرا بھائی اور جانشین علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔

پھر عرض کیا: یہ فرقدان کیا ہیں؟ جواب ملا: حسنؑ و حسینؑ۔ پھر حضورؐ نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد فرمایا: یہ تینوں (ہستیاں) اور میری بیٹی فاطمہؑ میری عترت ہیں جو کبھی قرآن سے جدا نہیں ہوں گے، حتیٰ کہ مجھ سے حوضِ کوثر پر آن ملیں گے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر آئمہ اطہارؑ بھی تشریعی طور پر نور پاش ستارے

ہیں اور آئمہ طاہرینؑ کی قبورِ مقدسہ بھی ضوفشانی کے مراکز ہیں۔ زمین کے جس جس حصے کا انسلاک ان نورانی ہستیوں سے ہوا وہ اشرف بقاع اور بقعۂ نور بن گیا۔ مدینہ و نجف، کربلا و کاظمین، سامرہ و مشہد اس کی روشن مثالیں ہیں۔ یہ زمین و آسمان کے درمیان ملائکہ کی گزرگاہیں ہیں۔ انہی ہستیوں کی مناسبت سے خداوند متعال نے کئی جگہوں پر ستاروں کی قسمیں کھائی ہیں اور ان ستاروں کی ضوفشانی کے مصداق اِن کے چاہنے والوں (شیعیان اور محبان) کے دل ہیں جو روزِ روشن کی طرح منور ہیں۔ معصومؑ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ہمارے شیعہ ہم میں سے ہیں جن کی خلقت ہماری خلقت سے بچ جانے والی مٹی سے ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ہماری خوشی میں خوش اور ہمارے غم میں غمزدہ ہوتے ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ رضائے آلِ احمدؐ کی طرح عزائے آلِ احمدؐ بھی ہمارا فطری تقاضا ہے۔ ہاں البتہ ان مقدس ہستیوں کے ایامِ خوشی اور ایامِ غم شرعی حدود میں رہتے ہوئے منانا ہمارا فرض ہے۔ یعنی جھوٹی روایت بیان نہ ہو۔ مقامِ آئمہ کی تنقیص نہ ہو، ہر قسم کے غلو سے پرہیز کیا جائے۔ بیہودہ رسومات ہرگز نہ منائی جائیں۔ ہماری نظر غمِ اہلِ بیتؑ کو منانے کے ساتھ ساتھ ان کی مقدس تعلیمات پر بھی ہونی چاہئیں اور جیسے وہ چاہتے ہیں ویسے اُن کا غم منانا چاہیے۔

محمدؐ و آلِ محمدؑ کے مصائب و آلام پر گریہ و ماتم اُن سے محبت کے اظہار اور ظلم کے خلاف احتجاج کا بہترین طریقہ ہے کیونکہ یہ عزاداری رضائے خدا کے حصول کے لیے برپا کی جاتی ہے۔

خاصانِ خدا سے مودت کا ذریعہ ہے اور ظالموں اور جابروں کے ظلم کا پردہ چاک کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ ہماری آنکھوں سے بہنے والے آنسو ہمارے احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں اور اس کے جواب میں امامؑ فرماتے ہیں: خدایا! وہ لوگ جو ہماری عزاداری بپا کرتے ہیں، ہم انہیں تیرے حوالے کرتے ہیں یعنی تو اُن پر اپنی خاص رحمت فرما۔

الحمدللہ! ہم اُن مظلوموں کے عزادار ہیں جن پر مظلومیت کو بھی ناز ہے۔ جنھیں بغیر جرم وخطا کے شہید کیا جاتا رہا، جنھیں زہر ستم سے مسموم کیا گیا اور جن کا خون بغیر کسی جواز کے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں بہایا گیا۔ کسی کو حالت نماز میں قتل کیا گیا، کسی کو دیوار و در میں دبایا گیا، کسی کو حالت سجدہ میں ذبح کیا گیا، کسی کو زندانوں میں محبوس رکھا گیا، کسی کو طوق و رسن پہنا کر درباروں اور بازاروں میں پھرایا گیا۔ کسی کو بھوک اور پیاس میں تڑپایا گیا۔

کتاب مستطاب مصائب آلِ احمدؐ سوگنامہ آلِ محمدؐ کے بعد اس وسیع موضوع پر حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم کی دوسری کاوش ہے جس میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے مصائب و آلام کو مجموعاً بیان کیا گیا ہے۔ کتاب ہذا نادر و نایاب روایات کے ایک ذخیرہ پر مبنی ہے۔ اس کا ترجمہ مولانا آزاد حسین نے کیا ہے جو نہایت خوش آیند کاوش ہے۔ ناچیز نے بھی اس کی اصلاح میں کسی قدر حصّہ ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی محنتوں کو قبول فرمائے اور صراطِ مستقیم پر قائم و دائم رکھے۔

پروفیسر مظہر عباس چودھری

حرفِ آغاز

لکھ رہا ہوں لغت مودّت کا
معجزہ ہے یہ رب کی رحمت کا
رو رہا ہوں میں آلِ احمدؑ کو
یہ بھی انداز ہے عبادت کا
(مظہر)

خداوندِ منان کا لاکھ لاکھ شکرگزار ہوں کہ اس نے مجھ بندۂ ناچیز وحقیر پر بہت بڑا احسان کیا اور توفیق عنایت فرمائی کہ آلِ احمد علیہم السلام کے کچھ فضائل ومصائب قلم بند کر کے ان مقدس ہستیوں کے چاہنے والوں کی خدمت میں پیش کروں، تاکہ وہ ان کے بلند وبالا مقامِ ولایت وامامت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معرفت حاصل کرسکیں کیونکہ ۔

ایسے اعلیٰ ہیں محمدؐ کے گھرانے والے
یہ جو چاہیں وہی منظورِ خدا ہوتا ہے
(احمد سجاد عابدی)

مصائب آلِ احمدؑ ایسی کتاب ہے جس کے مطالب شیعیانِ علیؑ اور اہلِ سنت والجماعت کی معتبر کتاب سے لیے گئے ہیں، تاکہ یہ کتاب قارئین نسلِ نو کی توجہ اپنی طرف جلب کرسکے، لہٰذا یہاں پر اس بات کی طرف توجہ دلانا نہایت ضروری ہے کہ اگر کتاب ہذا کے بعض مقامات پر دیکھا جائے کہ اس میں منقول روایات شیعہ کتب میں نہیں پائی جاتیں

ہیں تو حاشیہ (footnote) میں دیے گئے حوالہ جات دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ علمائے اہلِ سنت کی کتب سے لی گئی ہیں، تا کہ حقائق بہتر طور پر واضح اور روشن ہو سکیں۔

ہاں علمائے اہلِ سنت بھی آلِ احمدؑ کے اُن مصائب سے کنارہ گیری نہیں کر سکتے جن تک شیعیانِ علیؑ نے رسائی حاصل کی ہے کہ جن کا خمیر آئمہ اطہار علیہم السلام کی محبت و عقیدت سے گوندھا گیا ہے۔ بزرگ علمائے کرام جو شرافت و فضیلت کے عمدہ نمونے ہیں اُنھوں نے اپنی پوری کی پوری زندگیاں آلِ احمدؑ پر نثار کر دیں، ہم بھی اُن کی پیروی کرتے ہوئے اپنی عمر آئمہ اطہار علیہم السلام کے علوم و کمالات کی نشر و اشاعت میں گزارنا چاہتے ہیں اور آلِ احمدؑ کے دیوانوں کی خدمت میں ہدیۂ ناچیز پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں تا کہ اُن کے وجودِ ذیجود کی خوشنودی میسر ہو سکے۔

تذکر

میں نے بعض آئمہ اطہار علیہم السلام کے مختصر حالاتِ زندگی میں اُن کے مصائب اس لیے ذکر نہیں کیے، کہ اکثر و بیشتر قارئین اُن سے آگاہ ہیں، لہٰذا ضرورت محسوس کی ہے کہ اُن کے بجائے کچھ دیگر مطالب ذکر کروں تا کہ طلابِ کرام بالخصوص اور ذاکری کرنے والے حضرات بالعموم استفادہ کر سکیں۔

امید کرتا ہوں کہ تمام مومنینِ کرام اس کتاب سے استفادہ کریں گے اور اس کا ثواب آئمہ اطہار علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ کے نام ہدیہ کریں گے (تا کہ اُن کے وسیلۂ جلیلہ سے ہماری نجاتِ اُخروی کا سامان ہو سکے)۔

والسلام

کاش یہ لطف بھی خدا کر دے　　مجھ کو نعلینِ آئمہؑ کر دے
میرے اللہ آلِ اطہرؑ کو　　ہر گھڑی میرا رہنما کر دے

(مظہر عباس)

مقدمہ

تعریف ہے اُس خدا کی جس نے اپنے کمزور بندے پر لطف و کرم کیا کہ ایک ادنیٰ سی کتاب خاندانِ عصمت و طہارتؑ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، تا کہ میرے اور میرے والدین کے لیے ذخیرۂ آخرت قرار پائے ان شاء اللہ!

ابھی تخلیق کے شور و غل نے سکوت ازلی کو نہ توڑا تھا، زمان و مکان وجود میں نہ آئے تھے کہ حُسنِ مستور اُلوہیت کا پرتو متجلی ہوا کہ جس سے ایسے انوار وجود میں آئے جن کی قداست و طہارت کا احاطہ الفاظ و گفتار سے ممکن نہیں۔ حکمتِ الٰہی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ زمان و مکان کی تخلیق سے قبل اپنی ایسی رحمت کاملہ کو وجود عطا کرے، جس کی عالم ہستی کو احتیاج تھی۔

ہاں اُنھی انوار مقدسہ کی تخلیق تھی کہ جنھیں خلق کرنے کے بعد خالق نے فخر سے فرمایا:

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ (سورہ مومنون:۱۴)

"کس قدر بابرکت ہے وہ خدا جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے"۔

وہ عالم ہستی کا سرمایہ، وجہ تخلیق کائنات، مسجودِ ملائکہ اور کائنات کے الٰہی و ملکوتی اور مربی و اُستاد ہیں کہ وہ عصمت کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ اپنے دل میں گناہ کی فکر تک نہیں کرتے اور نہ ہی اُنھوں نے کبھی مسیرِ وحی سے اِدھر اُدھر قدم رکھا ہے۔

اُن کے وجودِ مقدس سے صانع کا کمالِ قدرت نمایاں ہے۔ ایک طرف وہ اس قدر متواضع تھے کہ اپنے زمانے کے پست ترین افراد کے ساتھ بیٹھتے تھے اور دوسری طرف مقامِ یُوحیٰ اِلَیَّ کی بلندیوں پر فائز تھے کہ عالمِ امکان کی حدوں میں تمام کائنات اُن کے احاطۂ

قدرت میں ہے۔

جب کبھی کوئی بات کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اعلان فرما دیتا ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى

"وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے"۔ (سورہ نجم: ۳-۴)

جب کوئی کام کرتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورۂ انفال: ۱۷)

"اور پیغمبر آپ نے سنگریزے نہیں پھینکے ہیں، بلکہ خدا نے پھینکے ہیں"۔

جب وہ اپنا دستِ مبارک کسی کے ہاتھ میں دیتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (سورۂ فتح: ۱۰)

"اُن کے ہاتھ کے اُوپر اللہ کا ہاتھ ہے"۔

اُن کے کمالِ علم کے بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (یٰسین: ۱۲)

"ہر شے کو ایک روشن امام میں جمع کردیا ہے"۔

روایات میں امام مبین سے مراد آئمہ طاہرینؑ کی ذواتِ مقدسہ کو لیا گیا ہے جنھیں پروردگارِ عالم نے اپنے علوم کا محل و مرکز قرار دیا ہے۔ (مترجم)

ان کی بے نظیر مودّت و محبت آیہ کریمہ قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورۂ شوریٰ: ۲۳) "آپؐ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس تبلیغِ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت کرو" کے مطابق رسالت عظمیٰ کے ہم وزن ہے۔

ان کے حیران کن القابات کا قرآن میں ایک رنگ ہے مثلاً كَلِمَةُ اللّٰهِ خَلِيفَةُ اللّٰهِ، بَقِيَّةُ اللّٰه اور وَلِيُّ اللّٰه ان کے بلند مقام و مرتبہ کی حکایت ہے۔ چہاردہ معصومینؑ

اللہ تعالیٰ کی کتابِ ناطق ہیں، اگرچہ ظاہری طور پر عام لوگوں کی مانند ہیں، لیکن باطنی طور پر کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی شباہت نہیں ہے۔ چودہ کے چودہ کا ایک ہی رنگ ہے۔ وہ خلقت اور مظاہرِ الٰہی کے کامل ترین نمونے ہیں، وہ اپنی پیشانیٔ نیاز خدا کی بارگاہ میں اس طرح جھکاتے ہیں جس طرح خدا انھیں دیکھنا چاہتا ہے، چونکہ ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

"میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لیے خلق کیا ہے"۔ (سورۂ ذاریات، آیہ ۵۶)

زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود، اُن کی نگاہ میں ایک چھوٹے سے زندان اور غم کدے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ المختصر:

کتابِ حق کو جب از ابتداء تا انتہا دیکھا
قصیدہ ہر ورق پر آلؑ کا لکھا ہوا دیکھا

(مرزا افسر حسین قزلباش)

سید موسیٰ جوادی

آغازِ سخن

گریہ کے مراتب سے میں واقف ہوں ازل سے
کرتا ہوں یہی آلِ محمدؐ کو میں ہدیہ
(مظہر عباس)

گریہ کی قسمیں

① رقتِ قلب
② دلی طور پر دکھ ہونا
③ آنکھ میں آنسو
④ آنکھ سے آنسو کا باہر نکلنا
⑤ آنکھ سے آنسوؤں کا بہنا
⑥ آئمہ اطہار علیہم السلام کا گریہ کرنا

① رقتِ قلب: رقتِ قلب اس رنج وغم سے عبارت ہے، جو آئمہ علیہم السلام کے دشمنوں کی طرف سے انہیں پہنچائے گئے، مصائب پر ہوتا ہے البتہ گریہ کا پہلا مرتبہ ہے۔

دشمنوں تم نے جو آزار دیے آلِ نبیؐ کو
رقتِ قلب مرے ساتھ ہے لحہ لحہ

② دلی طور پر دکھ ہونا، دردِ دل: معصومین علیہم السلام پر آلام ومصائب کی بھرمار سے مومنین کو جو شدید دکھ اور تکلیف ہوتی ہے اسے دردِ دل کہتے ہیں۔

اُلفت آلِ نبیؐ میں جو مجھے بھایا ہے
دردِ دل آج تلک وہ مرا سرمایہ ہے

③ آنکھوں میں آنسو: یعنی آنسو آنکھ سے باہر نہ نکلیں، بلکہ کاسۂ چشم کے اندر ہی گھومتے رہیں۔ گریہ کی یہ قسم رتبہ میں پہلی دو قسموں سے بالاتر اور بہتر ہے۔

کسی مظلوم کا جب نام آئے
مری آنکھوں میں آنسو تیرتے ہیں

④ آنکھ سے آنسو کا نکلنا: اگر آنکھ سے ایک آنسو باہر نکل آئے تو گریہ کی مذکورہ قسم حاصل ہوتی ہے۔ گریہ کی یہ قسم رتبہ میں مذکورہ بالا تینوں اقسام سے بہتر ہے۔

پھر تذکرۂ شاہ کا پہلو نکل آیا
دل ایسا دُکھا آنکھ سے آنسو نکل آیا

⑤ آنکھ سے آنسوؤں کا بہنا: گریہ کی اس قسم سے مراد یہ ہے کہ معصومین علیہم السلام کے سوگ میں آنکھوں سے قطرات کا مسلسل جاری ہوتا ہے۔ گریہ کی یہ قسم رتبہ میں چوتھی قسم سے بالاتر ہے۔

مرے دل میں یہ کس پیاسے کا گھر ہے
بہتے جاتے ہیں آنسو چشم تر ہے

⑥ آئمہ اطہارؑ کا سا گریہ: اس قدر آنسو بہائے جائیں کہ چہرے، داڑھی اور سینے پر جاری ہو جائیں۔ گریہ کی یہ قسم مذکورہ تمام اقسام سے افضل ترین ہے۔

یاد آلِ نبیؐ آرہی ہے
آنسو کی جھڑی لگ گئی ہے
یہ گھرانا ہے کیسا گھرانا!
جس پہ گریہ میں بھی زندگی ہے
(مظہر عباس)

گریہ کے آثار

گوہرِ اشکِ عزا جب سرِ محشر پہنچے
بے بہا شے کوئی ایسی سرِ بازار نہ تھی

(جابر جوراسی)

آثارِ رقتِ قلب

رقتِ قلب کی صورت میں ہر سانس پر تسبیح کا ثواب دیا جائے گا جیسا کہ حضرت صادقِ آلِ محمد امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

نَفَسُ الْمَهْمُومِ لِظُلْمِنَا تَسْبِيحٌ وَهَمُّهُ لَنَا عِبَادَةٌ ، وَكِتْمَانُ سِرِّنَا جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۷۸)

''جو شخص ہمارے اُوپر ڈھائے جانے والے ظلم کی وجہ سے مغموم ہو اُس کا سانس لینا تسبیح ہے، اُس کا ہمارے لیے غمگین ہونا عبادت ہے اور جو شخص ہمارے خاندان کے اَسرار چھپاتا ہے اُس نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہے''۔

حضرت امام صادق علیہ السلام اسی حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

يَجِبُ اَنْ يُكْتَبَ هٰذَا الْحَدِيثُ بِالذَّهَبِ

''واجب ہے کہ اس حدیث کو سونے کے پانی سے لکھا جائے''۔

بقولِ شاعر:

غمِ حسینؑ کے اشکوں نے کی مدد اپنی
ہمارے سجدوں کا محشر میں جب حساب ہوا

(جاوید برقی)

آثارِ دردِ دل

آسمانِ امامت کے چھٹے تاجدار حضرت امام صادق علیہ السلام مسمع نامی شخص سے

فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللّٰهُ دَمعَتَكَ (ہمان، ص ۲۹۰)

"اللہ تعالیٰ تیری آنکھ کے آنسو پر رحم کرے"۔

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ خدا رحمت کرے اس آنکھ پر جو ہمارے غم میں آنسو بہاتی ہے۔

ایک اور مقام پر آپ نے مسمع سے فرمایا:

يَامُسمِعُ وَمَا مِن عَينٍ بَكَت لَنَا اِلاَّ نُعِمت بِالنَّظرِ اِلَى الكَوثَرِ وَسُقِيَت مِنهُ

"اے مسمع! جو بھی آنکھ ہمارے غم میں آنسو بہائے گی وہ حوضِ کوثر کو دیکھنے سے بہرہ مند اور سیراب ہوگی"۔

وَ اِنَّ المُوجَعَ قَلبُهُ لِيَفرَحَ يَومَ يَرَانَا عِندَ مَوتِهِ فَرحَةً لَا تَزَالُ تِلكَ الفَرحَةُ فِي قَلبِهِ حَتّٰى يَرِدَ عَلَينَا الحَوضَ

"جس کسی کو ہمارے غم میں دلی طور پر تکلیف پہنچے وہ جان کنی کے وقت ہماری زیارت کرے گا اور اُسے خوشی نصیب ہوگی۔ یہ سرور ہرگز اُس کے دل سے رخصت نہیں ہوگا، یہاں تک کہ وہ حوضِ کوثر پر ہمارے پاس آئے گا"۔ (بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۰۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۹۳)

تھا بہت بھاری مگر کوثر کا پلہ اُٹھ گیا
قطرۂ اشکِ عزا رکھا جو کوثر کے قریب
(حبیب شاربی)

آثارِ اشک چشم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آئمہ اطہار علیہم السلام کے مصائب پر آنسو بہانے

کے آثار کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَمَا بَكَى اَحَدٌ رَحمَةً لَنَا وَلِمَا لَقِينَا اِلَّا رَحِمَهُ اللّٰهِ قَبلَ اَن تَخرُجَ الدَّمعَةُ مِن عَينِهٖ (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۰)

''جو شخص ہمارے اوپر آنے والے مصائب کی وجہ سے گریہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی آنکھ سے آنسو جاری ہونے سے پہلے اُس پر اپنی رحمت و مغفرت نازل کرتا ہے''۔

آنکھ میں آنسو کے آثار

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

يَا فُضَيلُ! مَن ذُكِرنَا عِندَهُ فَخَرَجَ مِن عَينَيهِ دَمعٌ مِثلَ جُنَاحِ البَعُوضَةِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ ذُنُوبَهُ وَلَو كَانَت مِثلَ زَبَدِ البَحرِ (ہمان، ص ۲۸۲)

''اے فُضیل! جس کے سامنے ہمارا تذکرہ کیا جائے اگر اُس کی آنکھ سے آنسو جاری ہو جائے، اگرچہ وہ مکھی کے پَر کے برابر ہو، اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف کردے گا، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں''۔

آنکھ سے آنسو نکلنے کے آثار

رویا ہے کب حسینؑ کو جی بھر کے آدمی
اب تک یہ حق ہوا ہے ادا کم بہت ہی کم
(مشکور حسین یاد)

معصومینؑ سے نقل شدہ روایات کے نقطۂ نظر سے اس شخص کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے جو اہلِ بیت علیہم السلام کے سوگ میں آنسو بہاتا ہے۔ ہمارے مولا و آقا حضرت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مسمع نامی شخص سے فرمایا تھا:

فَلَو اَنَّ قَطرَۃً مِن دُمُوعِہٖ سَقَطَت فِی جَھَنَّمَ لَاَطفَأَت حَرَّھَا حَتّٰی لَا یُوجَدُ حَرٌّ (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۲۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۹۲)

"اے مسمع! اگر ہمارے سوگ میں بہائے جانے والے شخص کے آنسو کا ایک قطرہ جہنم میں ڈالا جائے تو وہ آتشِ جہنم کو اس طرح سے ختم کر دے گا کہ اُس میں تپش باقی نہیں رہے گی"۔

آئمہ معصومینؑ کا گریہ

اَشکِ غمِ سرور جو گریں دیدۂ تر سے
قیمت میں سوا ٹھہریں گے وہ لعل و گہر سے

(ساحر زید پوری)

آنسوؤں کے سیلاب کے حیران کن آثار ہیں۔ اس قسم کے گریے کا اجر و ثواب قابلِ اندازہ نہیں ہے۔ معصومین علیہم السلام اکثر اوقات گریہ فرماتے اور اُن کی مبارک آنکھوں سے اشک جاری و ساری رہتے۔ آئمہ اس قدر گریہ فرماتے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو جاتی۔ اسی قسم کے گریے کے بارے میں ثامن الحجج حضرت امام رضا علیہ السلام نے ریان بن شبیب سے فرمایا:

یَابنَ شَبِیبٍ! اِن بَکَیتَ عَلَی الحُسَینِ عَلَیہِ السَّلَامُ حَتّٰی تَسِیلَ دُمُوعَکَ عَلٰی خَدَّیکَ غَفَرَاللّٰہُ لَکَ کُلَّ ذَنبٍ اَذنَبتَہٗ، صَغِیرًا کَانَ اَو کَبِیرًا، قَلِیلًا کَانَ اَو کَثِیرًا

(منتخب طریحی، ج ۱، ص ۵۷۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۹۲)

"اے پسر شبیب! اگر تو میرے جد حسین علیہ السلام پر اس طرح سے گریہ کرے کہ تیرے آنسو تیرے چہرے پر جاری ہو جائیں تو اللہ تعالی

تیرے تمام گناہ معاف کر دے گا جو تو نے انجام دیے ہیں خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، خواہ کم ہوں یا زیادہ"۔ ①

نامِ حسینؑ پر اشک

غمِ شبیرؑ کے آنے کے دن ہیں
سراپا اشک بن جانے کے دن ہیں
(تصور زیدی)

مرحوم مجلسی اور بہترین کتاب "دُرّ ثمین" کے مؤلف اللہ تعالیٰ کے فرمان فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (بقرہ: ۳۷) "پھر آدمؑ نے پروردگار سے کلمات کی تعلیم حاصل کی" کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب ساقِ عرش پہ پیغمبرؐ اور آئمہ علیہم السلام کے اسماء دیکھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انہیں اس طرح تعلیم دیے:

یَا حَمِیدُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ ، وَیَاعَالِیُ بِحَقِّ عَلِیٍّ ، یَافَاطِرُ بِحَقِّ فَاطِمَةَ سَلَامُ اللّٰهِ عَلَیهَا، یَامُحسِنُ بِحَقِّ الحَسَنِ وَالحُسَینِ وَمِنكَ الاِحسَانُ (نفس المہوم، ص ۲۲-۲۳۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۱۱۳)

جب حضرت آدمؑ نے امام حسین علیہ السلام کا اسمِ مبارک اپنی زبان پر جاری کیا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور شکستہ دل سے کہا: اے میرے بھائی جبرئیلؑ! جب

---

① امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے جو پہلے انجام دیے ہیں۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان یہ خیال کرے کہ میں پہلے گناہ کا مرتکب ہوتا ہوں پھر امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری کروں گا، تاکہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف کر دے گا۔ یہ حدیث گناہ گار کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی ہے، بلکہ گناہ سے روکتی ہے اور امید بخشش کی راہ دکھاتی ہے، شاید امام کی مراد یہ ہو کہ اس سے توبہ کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔

میں نے پانچویں ہستی کا نام لیا تو میرا دل پھٹ گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: وہ آپؑ کے فرزند دل بند ہیں، اُن پر ایسے مصائب آئیں گے کہ اُن کے سامنے ہر مصیبت چھوٹی نظر آئے گی۔

حضرت آدمؑ نے کہا: اے جبرئیلؑ! مصائب کیسے ہیں؟ فرمایا: امام حسین علیہ السلام قتل ہوں گے، جبکہ اُن کا کوئی مددگار اور ساتھی نہیں ہوگا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل اور حضرت آدم علیہما السلام نے اُس عورت کی طرح گریہ کیا جس کا جوان بیٹا مر چکا ہو۔

سہل مت سمجھ لینا ذکرِ تشنگی کرنا
آنکھ بھیگ جاتی ہے ہونٹ جلنے لگتے ہیں
(تصور زیدی)

ازالہُ وہم

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ مجلس پڑھنے کا سلسلہ مُلا حسین واعظ کاشفی (متوفی: ۹۱۰ھ، کتاب: روضۃ الشہداء کے مؤلف) کے زمانے سے شروع ہوا ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ بہت سی احادیث اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ آئمہ علیہم السلام کے سوگ میں مصائب پڑھنے کا سلسلہ صدیوں سے جاری و ساری ہے اور جاری و ساری رہے گا۔ یہاں تک کہ ظہورِ اسلام سے صدیوں پہلے انبیاءؑ نے آئمہ اطہار علیہم السلام کے غم میں مصائب پڑھے ہیں۔ زمین، آسمان، انسان، جن اور فرشتوں تک نے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم میں آنسو بہائے ہیں۔ یہ سلسلہ تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہے گا۔

لوگ کہتے ہیں عزا خانہ غمِ شبیرؑ کا
اس سے اچھا نام کیا ہوگا میرے گھر کے لیے
(عرفی لکھنوی)

روایات میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا اس لیے زیادہ نام لیا گیا ہے کیونکہ

كُلُّهُم مِن نُورٍ وَاحِدٍ ہیں اور حضرت سید الشہداءؑ کے مصائب سب مصیبتوں پر بھاری ہیں۔ پس اگر کوئی شخص حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتا ہے تو گویا کہ اُس نے چہاردہ معصومینؑ پر گریہ کیا ہے۔ اگر کوئی شخص پیغمبر اکرمؐ یا مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام یا سیدہ کونین حضرت زہراء علیہا السلام پر گریہ کرتا ہے تو گویا کہ اُس نے حسنین شریفین علیہما السلام کی عزاداری برپا کی اور اُن کے سوگ میں آنسو بہائے ہیں۔ اس بات پر شاہد درج ذیل روایت ہے:

عبداللہ بن فضیل سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے پوچھا: اے فرزندِ رسولؐ! پیغمبر اکرمؐ کی رحلت اور حضرت امیر المومنین علیؑ، حضرت زہراء رضیہ اور حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہم السلام کی شہادت کے ایام کے مقابلے میں روزِ عاشور کیوں زیادہ غم واندوہ اور گریہ وزاری کا دن ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام کا روزِ شہادت سوگواری کے تمام ایام سے عظیم تر ہے۔ پانچوں کے پانچوں اصحاب کساء تمام مخلوقِ خدا سے افضل تر ہیں۔ جب رسولؐ خدا دنیا سے رحلت فرما گئے تو حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ علیہا السلام، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام باقی تھے۔ لوگوں نے اُن کے ساتھ مل کر عزاداری برپا کی اور سیاہ لباس پہنے۔ جب حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو شہید کیا گیا اور حضرت امیر المومنین علی، حضرت حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام کے ساتھ لوگوں نے مل کر عزاداری برپا کی اور سیاہ لباس پہنے۔ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے عزاداری منائی اور سیاہ (ماتمی) لباس پہنا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تو پنجتن پاکؑ میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا تھا، پس لوگوں پر واجب تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد سیاہ لباس پہنیں اور عزاداری برپا کریں۔ گویا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا دنیا سے رخصت ہونا اُن (آلِ عبا) تمام کے رخصت ہونے کے مشابہ ہے، اسی وجہ سے ان کا روزِ شہادت

غم واندوہ کا عظیم ترین دن قرار پایا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۶)

ہم کو نہ یقیں آئے گا بینائی پہ اُس کی
وہ آنکھ جو اشکِ غمِ شبیرؑ کو ترسے
اے اہلِ عزا فاطمہؑ رومال لیے ہیں
اشکِ غمِ سرورؑ کی گھٹا ٹوٹ کے برسے

(ساحر زیدپوری)

حضرت ابراہیمؑ کا امام حسینؑ پر گریہ

بس شہید کربلا کا غم ہمیں درکار ہے
ساری خوشیاں تم خریدو درہم و دینار سے

(شورش لکھنوی)

حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض ذبح کرنے کے لیے گوسفند نازل کیا تو اُسے ذبح کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر وہ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرتے تو اُنہیں زیادہ ثواب ملتا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیمؑ! تم میرے بندوں میں سے کسے زیادہ دوست رکھتے ہو؟

حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی: اے پالنے والے! محمد مصطفیٰؐ کو سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔

پھر دوبارہ وحی نازل ہوئی کہ تم اپنے آپؑ کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا اُنہیں (محمدؐ)

حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا: اُنہیں۔ پھر سوال کیا گیا: اُن کے بیٹے کو زیادہ پسند کرتے ہو یا اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو؟

حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا: ان کا فرزند میرے نزدیک محبوب تر ہے۔ اس وقت وحی نازل ہوئی کہ محمدؐ کے بیٹے حسینؑ کو سرزمینِ کربلا پر بھوکا پیاسا شہید کیا جائے گا۔ یہ سن کر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اُسی وقت حضرت ابراہیمؑ کو خطاب ہوا: اے ابراہیمؑ! فاطمہؑ کے بیٹے حسینؑ پر گریہ کرنے کا ثواب اس قدر ہے گویا کہ تم نے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہو۔ (روضۃ الشہداءؒ، ج۱، ص۲۹)

کتاب ''منتخب طریحی'' میں تھوڑے سے تعارف سے روایت نقل ہوئی ہے کہ جب حضرت جبرئیلؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر ڈھائے جانے والے ظلم کو یوں نقل کیا کہ فرزندِ زہراءؑ کو گوسفند کی مانند ذبح کیا جائے گا تو فَجَزَعَ اِبرَاھِیمُ لِذٰلِكَ ابراہیمؑ نے بڑی بے تابی سے گریہ کیا۔ (منتخب طریحی، باب۲)

اُمتِ محمدؐ کیوں افضل تر؟

غمِ حسینؑ نے اُن کا حساب بھی لکھا
ہماری روح میں جو جذب ہوگئے آنسو
(تصور زیدی)

سَأَلَ مُوسٰی بن عِمرَان : اِلٰھِی بِمَا فَضَّلتَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰی سَائِرِ الاُمَمِ؟

قَالَ: بِعِشرِ خِصَالٍ: قَالَ وَمَا تِلكَ الخِصَالُ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَلصَّلٰوةُ وَالصَّومُ وَالجُمعَةُ وَالحَجُّ وَالجِھَادُ وَالجَمَاعَةُ وَالقُراٰنُ وَالعِلمُ وَالعَاشُورٰی (معالی السبطین، ج۱، ص۹۱)

''حضرت موسیٰ بن عمرانؑ نے سوال کیا: اے میرے پروردگار! اُمت محمدؐ کو دوسری اُمتوں پر کس چیز کی وجہ سے فضیلت عطا کی گئی ہے؟

وحی ہوئی: دس خصلتوں کی وجہ سے۔

حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا: وہ دس چیزیں کون سی ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ (۴) جمعہ (۵) حج

۶ جہاد ۷ جماعت ۸ قرآن ۹ علم ۱۰ عاشورا

قَالَ مُوسٰی: یَارَبِّ وَمَا العَاشُورَا؟ قَالَ: اَلْبُکَاءُ وَالتَّبَاکِی عَلٰی سِبْطِ مُحَمَّدٍ وَالْمَرْثِیَّۃُ وَالْعَزَاءُ عَلٰی مُصِیبَۃِ وُلْدِ الْمُصْطَفٰی (معالی السبطین، ج ا، ص ۹۱)

''حضرت موسیٰؑ نے کہا: اے پالنے والے! عاشورا کیا ہے؟

فرمایا: سبطِ پیغمبرؐ (امام حسینؑ) پر رونا یا رُلانا اور فرزندِ مصطفیٰؐ کی مصیبت پر سوگواری اور مرثیہ خوانی کرنا''۔

پھر فرمایا: اے موسیٰؑ! میرے بندوں میں سے جو بھی روزِ عاشورا روئے یا دوسروں کو رُلائے اور عزاداری برپا کرے، اس پر بہشتِ جاوید واجب ہوجاتی ہے۔ میرے بندوں میں سے جو کوئی بھی خاتم المرسلینؐ کے فرزند کی محبت میں کھانا وغیرہ دیتا ہے یا درہم و دینار خرچ کرتا ہے تو دنیا میں ستر (۷۰) برابر اُس میں برکت ڈالتا ہوں، علاوہ ازیں اُسے بخش دوں گا، اُسے بہشت میں جگہ دوں گا، اُس کے گناہ معاف کردوں گا۔

مجھے میری عزت و جلالت کی قسم! روزِ عاشورا جس مرد اور عورت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے حتیٰ کہ ایک قطرہ، اُس کے نامۂ اعمال میں ستر شہیدوں کا ثواب لکھوں گا۔

خونِ انبیاءؑ ہم رنگ خونِ حسینؑ

وقارِ آدمؑ دوراں کی آبرو رکھ لی ۔۔۔ خلوصِ عیسٰیؑ ذیشاں کی آبرو رکھ لی
جلالِ موسیٰؑ عمراں کی آبرو رکھ لی ۔۔۔ خلیلؑ و نوحؑ و سلیمانؑ کی آبرو رکھ لی

ہے کون خامسِ آلِ عباؑ حسینؑ حسینؑ
ہے کون فاتحِ کربلا حسینؑ حسینؑ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ثَارَ اللّٰہِ

''اے خونِ خدا! تجھ پر سلام ہو''۔

گذشتہ انبیاءؑ نے اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے سے قبل فرزندِ زہراء سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب پر نازل ہونے والے مصائب میں سے کچھ نہ کچھ مصائب ضرور دیکھے ہیں۔ وہ بھی کسی دوسری سرزمین پر نہیں، بلکہ مکہ مکرمہ جیسی سرزمین پر جو خانۂ خدا ہے اور مدینہ منورہ جہاں پر روضۂ رسولؐ، چار آئمہ علیہم السلام، اُن کے اصحاب اور پرہیزگار لوگوں کی قبریں ہیں۔ وعدہ گاہِ عشق و آزادی سرزمین کربلا میں جہاں پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقدس خون بہایا گیا۔ انبیاء علیہم السلام کا خون بھی جاری ہونا چاہیے، تاکہ کل کو وہ جنت الفردوس میں یہ کہہ سکیں کہ اے خونِ خدا! سرزمینِ کربلا میں ہمارا خون تمہارے خون کے ہم رنگ ہوگیا ہے۔

انصاف بھی یہی ہے کہ تمام کے تمام بالخصوص انبیاء الٰہی سید الشہداء حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کے غم میں شریک ہیں، لہٰذا سرزمینِ کربلا میں خونِ انبیاء علیہم السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشابہ ہے۔ یہاں پر بطورِ مختصر چند ایک مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت آدمؑ

آدمؑ بھی تھے سنت پہ حسینؑ ابن علیؑ
خوں اُن کا بہا، سانس رُکا کرب و بلا میں

روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اُترے، اُنہوں نے اپنی زوجہ حوا کو نہ پایا تو اُن کی تلاش میں تمام زمین کا چکر لگایا، جب اُن کا سرزمینِ کربلا سے گزر ہوا تو ان میں طاقت نہ رہی، اُن کی سانس سینے میں رُک گئی، جس مقام پر فرزندِ زہراءؑ شہید ہوئے ہیں، اسی مقام پر وہ کسی سبب کے بغیر پھسلے اور گر گئے، ان کے بدن سے خون جاری ہوگیا، اُنھوں نے سر آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا: اے میرے پالنے والے! کیا مجھ سے کوئی اور اشتباہ ہوگیا ہے؟

وحی نازل ہوئی: اے آدمؑ! تجھ سے کوئی اشتباہ نہیں ہوا، لیکن اسی مقام پر تیرا بیٹا

حسینؑ ظلم وستم سے شہید ہوگا۔ تیرا خون یہاں پر اس لیے نکلا ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ کے خون کے ہم رنگ ہوجائے۔ (منتخب طریحی، ج۱، ص۴۸)

حضرت ابراہیمؑ

عشقِ حسینؑ عشقِ محمدؐ کا نام ہے
دل پارۂ رسولؐ ہے پیکرِ حسینؑ کا

رُوِیَ عن اِبرَاهیم مَرَّ فِي أرضِ كَربَلاء وَهُوَ رَاكِبُ فَرَسًا فَعَثَرَت بِهٖ وَسَقَطَ اِبرَاهِيمُ وَشجَّ رَأسَهُ وَسَالَ دَمُهُ ، فَاَخَذَ فِي الاستِغفَارِ وَقَالَ: اِلٰهي ، اَیُّ شَيءٍ حَدَثَ مِنِّي؟ فَنَزَلَ اِلَيهِ جِبرَئِيلُ عَلَيهِ السَّلَامُ وَقَالَ...... هُنَا يُقتَلُ سِبطُ خَاتَمِ الاَنبِيَاءِ وَابنُ خَاتِمِ الاوصِيَآءِ فَسَالَ دَمُكَ مُوَافِقَةً لِدَمِهٖ (منتخب طریحی، ج۱، ص۴۹)

''روایت نقل ہوتی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھوڑے پر سوار کربلا سے گزرے تو گھوڑے کے پاؤں پھسلے، حضرت ابراہیمؑ گرے، آپؑ کا سر زخمی ہوا، اُس سے خون نکلا تو اُنہوں نے استغفار کی اور عرض کیا: اے پالنے والے! مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہوئی ہے؟ اسی وقت حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا: یہاں پر خاتم الانبیاء محمدؐ اور خاتم الاوصیاء علیؑ کے فرزند (حسینؑ) شہید ہوں گے، پس یہاں پر تمہارا خون اس لیے جاری ہوا تاکہ وہ خون حسینؑ کا ہم رنگ وہم جا ہوجائے''۔

حضرت نوحؑ

کتاب ''کنز الغرائب'' میں مذکور ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پوری

دنیا کا چکر کاٹتی ہوئی جب سرزمینِ کربلا پر پہنچی تو وہاں پر رُک گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے خالقِ کائنات کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے معبود! یہ کون سا مقام ہے اور یہاں پر کشتی کے رُکنے میں کیا حکمت ہے؟

وحی نازل ہوئی، یہاں پر آخری پیغمبرؐ کے فرزند قتل ہوں گے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر اہلِ بیت پیغمبرؐ خاک وخون میں غلطاں ہوں گے۔

حضرت نوحؑ نے کہا: اے جبرئیلؑ! اُن کا قاتل کون ہے؟

جواب ملا کہ ان کا قاتل ایسا شخص ہے جس پر ساتوں آسمان اور زمین لعنت بھیجیں گے، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے بھی چار مرتبہ اس پر لعنت بھیجی۔ (منتخب طریحی، ج ۱، ص ۴۹۔ روضۃ الشہداء، ج ۳۰، ص ۲۱)

امام حسینؑ چشمِ مومن کے اشک

یوں مری سانسوں کو صحت کی دوا دے دی گئی
دل کی رگ کو غمِ شہ کی غذا دے دی گئی
دے کے چرکے خنجرِ بدعت کو بسمل کر دیا
چشمِ تر کو تیغِ قاتل کی ادا دے دی گئی

(انور نواب لکھنوی)

عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ الْحُسَيْنُ! اَنَا قَتِيلُ الْعَبْرَةِ وَالْحُسَيْنُ عَبْرَةُ كُلِّ مُؤمِنٍ (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۰)

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: میرے جد حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں آنسوؤں کا مقتول ہوں، اور حسینؑ ہر مومن کی چشم کے آنسو ہیں"۔

امام رازی تحریر کرتے ہیں: اے عزیزو! خاکِ کربلا ایسی خاک ہے جس میں

شہادت کا بیج بویا گیا ہے اور محبانِ اہلِ بیت علیہم السلام کی آنکھوں کے آبِ زُلال کی طلبگار ہے، کیونکہ مَن بَکٰی عَلَی الحُسینِ وَجَبَت لَہُ الجَنَّۃُ'' پس جو کوئی بھی اپنی آنکھ کی نمی سے خاکِ کربلا پر پانی بہائے گا تا کہ سرزمین شہادت و سعادت میں جو بیج بویا گیا ہے وہ پروان چڑھے تو جب وہ دنیائے فانی سے جائے گا تو اس کا پھل اُسے جنت کی نعمتوں اور نسیمِ بہشت کی صورت میں ملے گا۔ اس پر جنت واجب ہو جائے گی، کیونکہ جب بھی محرم کے ایام آتے ہیں تو تمام محبانِ اہلِ بیت علیہم السلام غمِ شہداء کو زندۂ جاوید کرتے ہیں اور اولادِ رسولؐ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔ (روضۃ الشہداءؑ، ص ۱۲)

غمِ حسینؑ میں جو شخص اشکبار نہیں
کوئی بھی اس کی شفاعت کا ذمہ دار نہیں
(بہار لکھنوی)

سید الشہداءؑ پر ارض و سما کا گریہ

ہمارے سامنے آتا ہے جب بھی نامِ حسینؑ
تڑپنے لگتا ہے دل شیون و بکا کے لیے
(رئیس آغا بشر)

اصبغ بن نباتہ سے نقل ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں جب ہم جنگِ صفین کے موقع پر سرزمینِ کربلا سے گزرے تو امیر المومنین علی علیہ السلام اپنی سواری سے اُس مقام پر اُترے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جانا تھا اور آپؑ نے فرمایا:

یہ وہ مقام ہے جہاں پر اُن کے اُونٹ بیٹھیں گے، اُن کے کوچ کرنے کا مقام بھی یہی ہے، اُن کے خون بہانے اور اہلِ بیت علیہم السلام کے جوانوں کو شہید کرنے کی جگہ یہی ہے اور یہی وہ میدان ہے کہ جہاں زمین و آسمان ان پر گریہ کریں گے۔ (ینابیع المودۃ، ج ۲، ص ۱۶۷۔ عقد الفرید، ج ۳، ص ۳۷۹۔ الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۲۸۲۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۱۱۲)

حضرت علیؑ کا خواب

صبر ہے حسینؑ سے صابر کا امتحان درکار
تو پھر یہ دائرۂ امتحاں کشادہ ہو
(بلال کاظمی)

اعثم کوفی نقل کرتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ صفین سے واپسی کے وقت کربلا میں فرمایا:

جب میں نے جنگِ صفین سے واپسی کے وقت سرزمینِ کربلا کو تکیہ بنایا تو میں نے خواب دیکھا کہ آسمان سے سفید چہروں والے لوگوں کی ایک جماعت نازل ہوئی، اُنہوں نے ہاتھوں میں سفید جھنڈے لیے ہوئے تھے اور تلواریں حمائل کی ہوئی تھیں اور سرزمینِ کربلا کے اردگرد خط کھینچا۔ میں نے کھجور کے درخت دیکھے جو اپنی شاخیں زمین پر مار رہے تھے۔ میں نے خون سے پُر ایک ندی دیکھی کہ جس میں اپنے بیٹے حسینؑ کو گرا ہوا دیکھا۔ وہ بلند آواز سے فریاد کر رہے تھے لیکن کوئی بھی اُن کی مدد کو نہیں آیا۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام اس قدر روئے کہ آپؑ بے ہوش ہو گئے اور لوگ بھی گریہ و زاری کرنے لگے۔ جب امیرالمومنینؑ ہوش میں آئے تو جنابِ حسینؑ سے فرمایا:

اے میرے بیٹے! صبر کرو اور ثابت قدم رہو، آلام و مصائب ہمارے دوستوں کے نصیب ہوں گے۔

اعثم فرید کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: ظالم احمد مصطفیٰ، رسولؐ خدا کے بیٹے کو یہاں پر قتل کریں گے اور اُن کا ناحق خون اس سرزمین پر بہائیں گے۔ (الفتوح، ج ۴، ص ۵۰۵-۵۰۶)

حضرت جبرئیلؑ کا اطلاع دینا

وہ ارضِ پاک جہاں دفن ہیں امام حسینؑ
طواف جس کا وظیفہ ہے انبیاءؑ کے لیے

اسی کی خاک سے پُتلا بنا تھا آدمؑ کا
یہ وجۂ سجدہ بنی تھی ملائکہ کے لیے
(رئیس آغا بشر)

اِبنُ سَعد عَن عَلِی عَلَیہِ السَّلَامُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ: اَخبَرَنِی جَبرَئِیلُ اِنَّ اِبنِی الحُسَینِ یُقتَلُ بَعدِی بِاَرضِ الطَّفِ وَجَآءَ نِی بِھٰذَا التُّربَۃِ وَاَخبَرَنِی اَنَّ فِیھَا مُضجَعَہُ
(مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۱۱۱)

"ابن سعد کاتب واقدی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتا ہے کہ رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا:
جبرئیلؑ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرے بعد میرے بیٹے حسینؑ کو سرزمینِ طف (کربلا) پر شہید کردیں گے، اور وہ میرے لیے اس زمین سے تھوڑی سی خاک بھی لے آئے، اور ساتھ یہ بھی خبر دی کہ اُن کا مرقدِ مطہر اسی سرزمین (کربلا) پر ہوگا"۔

غمِ حسینؑ میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا گریہ

فراقِ جسم و جاں کے بعد بھی وہ لوگ زندہ ہیں
دعائیں دی ہیں جن کو مادرِ شبیرؑ و شبرؑ نے

منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے جب شہادتِ حسینؑ کی خبر اپنی بیٹی فاطمہؑ کو سنائی اور ان پر آنے والی مصیبتوں کا تذکرہ کیا تو حضرت زہراءؑ نے سخت گریہ کرتے ہوئے پوچھا: بابا جان! یہ مصیبت کب نازل ہوگی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ مصیبت اس وقت آئے گی جب میں، تم اور علیؑ اس دنیا میں نہ ہوں گے۔ جب یہ سنا تو ان کے رونے میں اضافہ ہوا اور کہا:

اے بابا جان! میرے بیٹے حسینؑ کی مظلومیت پر کون گریہ کرے گا؟ ان کے لیے

کون عزاداری برپا کرے گا؟

آپؐ نے فرمایا: میری اُمت کی عورتیں میرے اہلِ بیتؑ کی عورتوں پر گریہ کریں گی اور ان کے مرد میرے اہلِ بیتؑ کے مردوں پر گریہ کریں گے۔ وہ ہر سال عزاداری منائیں گے۔ یہ سلسلہ ہر سال نسل در نسل تا قیامِ قیامت چلتا رہے گا۔ تم میری اُمت کی عورتوں اور میں اپنی اُمت کے مردوں کی شفاعت کروں گا۔ جو کوئی بھی میرے بیٹے حسینؑ پر گریہ کرے گا، اسے ہاتھ سے پکڑ کر بہشت میں داخل کروں گا۔ (بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۳)

حسینؑ جنابِ زہراءؑ کی نگاہ میں

ہے شور ترے کوچ کا جس دن سے وطن میں
پیارے میں اُسی دن سے تڑپتی ہوں کفن میں
(انیسؔ)

عَنِ الصَّادِقِ عَلَیهِ السَّلَامُ: إِذَا كَانَ يَومُ القِيَامَةِ نُصِبَ لِفَاطِمَةَ قُبَّةٌ مِن نُورٍ، وَيَقبَلُ الحُسينُ مَاشِيًا وَرَاسُهُ فِي يَدِهٖ فَإِذَا رَأَتهُ فَاطِمَةُ شَهِقَت شَهقَةً عَظِيمَةً فَلَا يَبقٰى فِي ذٰلِكَ المَوقِفِ مَلَكٌ وَلَا نَبِيٌّ اِلَّا بَكٰى لِبُكَائِهَا
(منتخب طریحی، ج ۱، ص ۳۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: روزِ قیامت حضرت فاطمہ علیہا السلام کے لیے نور کا ایک ستون نصب کیا جائے گا۔ امام حسینؑ پیدل اس کی طرف آئیں گے اس حال میں کہ اُن کا سرِ مبارک (خود) اُن کے ہاتھ میں ہوگا۔ جب بتول عذراؑ کی نگاہ اس سرِ مبارک پر پڑے گی تو آپؑ بلند آواز سے آہ بھریں گی۔ پس اس وقت میدانِ محشر میں کوئی بھی فرشتہ یا نبی ایسا نہیں ہوگا جو شافعۂ محشر حضرت زہراءؑ کے گریہ کرنے کی وجہ سے گریہ نہ کر رہا ہوگا“۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام بالخصوص ان کی جاں گداز مصیبت پر نہ صرف یہ کہ ابتدائے دنیا سے لے کرتا قیام قیامت عزاداری برپا ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی بلکہ روزِ قیامت بھی عزاداری امام حسین علیہ السلام منائی جائے گی۔ تمام انبیاءؑ، اولیاءؒ اور فرشتے حاضر ہوں گے اور آلِ احمدؐ کے سوگ میں بلند بلند آواز سے نالہ وفریاد کریں گے اور جوانانِ جنت کے سردار کے غم میں آنسو بہائیں گے۔

شہداء کربلا کے غم میں اشعار کی اہمیت

مسافرت میں انوکھا سفر حسینؑ کا ہے
وطن کو چھوڑ کے ہر دل میں گھر حسینؑ کا ہے
(گلزار بخاری)

شیخ صدوقؒ اپنی اسناد سے ابی عمارہ اور وہ ابی عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اے عمارہ! میرے سامنے امام حسینؑ کے غم کے اشعار پڑھیں۔ میں نے پڑھے، آپؑ نے گریہ کیا۔ خدا کی قسم! میں مسلسل شعر پڑھتا رہا اور آپ گریہ فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے اندرونِ خانہ سے بھی رونے کی آوازیں سنیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے عمارہ! جو کوئی بھی میرے جدّ امام حسینؑ کے بارے میں اشعار پڑھے گا اور پچاس افراد کو رُلائے گا حتیٰ کہ اگر ایک شخص کو بھی رُلائے گا یا پھر اپنے آپ کو رونے کی ترغیب دے گا، اس پر بہشت واجب ہو جائے گی۔ (بحار، ج ۴۴، ص ۲۸۲۔ مع المجوم، ص ۶۰)

بقول جاوید برقی:

غم حسینؑ کے اشکوں نے کی مدد اپنی
ہمارے سجدوں کا محشر میں جب حساب ہوا

پہلی فصل

نبی اکرمؐ کے فضائل

واللہ عجب شانِ شہنشاہِ رُسل ہے اس گلشنِ ایجاد کا پہلا وہی گُل ہے
اس شاہ کے اوصاف کا کونین میں غُل ہے سب جزو کل اجزا ہیں اُسی کے وہی کُل ہے

ہر چند کہ ہے وہ خلفِ آدمؑ و حواؑ
پر حق نے کیا ہے شرفِ آدمؑ و حواؑ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ ، بَارِئِ الخَلَائِقِ اَجمَعِینَ ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عَبدِ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَحَبِیبِہٖ صَفِیِّہٖ وَحَافِظِ سِرِّہٖ وَمُبَلِّغِ رِسَالَاتِہٖ ، سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَولَانَا اَبِی القَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاهِرِینَ المَعصُومِینَ ، وَلَعنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعدَائِهِم اَجمَعِینَ

رسولِ معظمؐ، پیغمبر محترمؐ کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ انھیں شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی وجہ سے عقل و فکر اور قلم و بیاں نے ان کے فضائل و اوصاف کے مقابلے میں کئی بار اپنی ناتوانی و بے بسی کا اظہار کیا۔ ہم اس کتاب میں اس الٰہی بحر بیکراں سے تھوڑی سی نمی حاصل کرتے ہیں اور سرور کائنات کی فضیلت کے کچھ نمونے بطور اختصار بیان کرتے ہیں۔

ایمانِ حضرت عیسیٰؑ

بس زُہد نبیؐ زُہد سے عیسیٰؑ کے نہ کم تھا
اور عیسیٰؑ و مریمؑ کی طرح ان میں کرم تھا
(میرانیس)

عَن اِبنِ عَبَّاس قَالَ: اَوحَی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِے عِیسٰی، یَاعِیسٰی اٰمِن بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰه عَلَیهِ وَآلِهٖ وَسلم وَمُرمِن اَدرَکَهُ مِن اُمَّتِكَ اَن یُؤمِنُوا ، فَلَولَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقتُ اٰدَمَ وَلَولَا مُحَمَّدٌ وَمَا خَلَقتُ الجَنَّةَ وَالنَّارَ ، وَلَقَد خَلَقتُ العَرشَ فَاضطَرَبَ فَکَتَبتُ عَلَیهِ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَسَکَنَ (مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۱۵)

''حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ یاعیسیٰ! محمدؐ پر ایمان لے آؤ اور اپنی اُمت کے ان لوگوں سے بھی کہہ دو کہ ایمان لے آئیں کہ جب انھیں پائیں کیونکہ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں آدمؑ، جنت اور جہنم کو خلق نہ کرتا۔ جب میں نے عرش کو خلق کیا تو اسے قرار نہ تھا لیکن جب اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر کیا تو اسے سکون و قرار مل گیا''۔

این خانہ باشد ، سنگر دین محمدؐ این جا شود تبلیغ آئین محمدؐ
بانام نبی مزین کن سخت تا خالق بیمہ کند جان وتنت

''یہ گھر دین محمدؐ کا مضبوط قلعہ ہے، یہاں سے آئین احمدؐ کی تبلیغ ہوتی ہے۔ نام نبی سے اپنی گفتگو کو خوبصورتی عطا کرو تا کہ تمہارا خالق تمہاری جان اور تن بدن کا بیمہ کرلے''۔

حضرت موسیٰؑ اور اُمت محمدؐ

اُس نور کا کیا وصف کروں میں کہ وہ کیا تھا
بس نورِ خدا ، نورِ خدا، نورِ خدا تھا
(میر انیسؔ)

عَن عَلِی علیه السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه: اِنَّ مُوسٰی

سَأَلَ رَبَّهُ فَقَالَ: يَارَبِّ اجْعَلْنِي مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: يَامُوسٰى، إِنَّكَ لَا تَصِلُ إِلٰى ذٰلِكَ (مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۱۶)

"امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے اپنے پروردگار سے التجا کی کہ اسے اُمت محمدؐ سے قرار دے، پس ان کی طرف وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! تم اس تک نہیں پہنچو گے یعنی تمہاری عمر اس قدر طولانی نہیں ہے کہ حضرت محمدؐ کا زمانہ پاؤ اور ان کے اُمتی قرار پاؤ"۔

ما در ملکوت عشق ناپیدائیم بر خامۂ صورت آفرین شیدائیم
خورشید محمدؐ است، در چرخ وجود وان ذرہ کہ در حساب ناید مائیم

"عشق کی بادشاہی میں ہم نایاب ہیں، ہم خدا کی اس بے مثال صورت کے شیدائی ہیں۔ کائنات کے اندر محمدؐ کا وجود خورشید ہے، ہم وہ ذرہ ہیں جس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی"۔

محمدؐ تمام سے افضل

سب معجز تھے اُسؐ میں ہر نبیِ سلف کے
پہچانا کسی نے نہ سوا شاہ نجف کے
(میر انیس)

مقاتل بن سلیمان سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو تمام انبیاءؑ پر فضیلت بخشی ہے اور ان کی اُمت کو تمام اُمتوں پر برتری عطا کی ہے۔ یہ سب کچھ اس فضل و منزلت کی وجہ سے ہے جو خاتم المرسلین کو اپنے خالق کی بارگاہ میں حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام جلد اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے اور میدانِ محشر میں حاضر ہوں گے۔ (مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۱۴)

بود نامِ سما واتیش احمد | کہ در ناسوت خوانندش محمد
محمد حامل اسمای اعظم | کہ خاکِ در گہش عرش معظم

''آسمان پر ان کا نام احمدؐ ہے اور زمین پر انہیں محمدؐ کے نام سے پکارتے ہیں۔ محمدؐ اسمائے معظم کا حامل ہے، ان کی درگاہ عرشِ معلّیٰ ہے''۔

بقول شاعر:

م ، ح ، م ، د کی مدحت
فن کے اوجِ کمال کی مدحت

پیغمبر اکرمؐ کا اصحاب سے سوال

عَن اَنس بنِ مَالِكٍ اِنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهُ يَومًا لِاَصحَابِهِ هَل تَدرُونَ مَن اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً ا فِي الدُّنيَا؟ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعلَمُ ،قَالَ: اَشَدُّهُم بَلَاءُ الاَنبِيَاءِ ثُمَّ الصَّابِرُونَ (الحسن تمیمی، ص ۵۹)

''انس بن مالک رسولِؐ خدا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ دنیا میں کون سے لوگ مصائب و مشکلات میں گرفتار ہوتے ہیں؟
انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔
حضرتؐ نے فرمایا: سب سے پہلے انبیاءؑ اور ان کے بعد صابرین سب لوگوں سے زیادہ مصائب و مشکلات میں گرفتار ہوتے ہیں''۔

درحقیقت جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے کہ دوسرے لوگوں کی نسبت انبیاءؑ اور صابرین کو مشکلات کا زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے، البتہ یہ بتاتا چلوں کہ جتنی مشکلات رسولؐ خدا کو پیش آئی ہیں کسی اور نبی کو نہیں آئیں۔ آپؐ نے بچپن سے لے کر بعثت تک بے شمار

مشکلات کا سامنا کیا، اس کے بعد تبلیغِ رسالت اور تحکیمِ نبوت کے لیے پے در پے جنگیں لڑیں، نیز آپ کو اپنے پیاروں کے داغ ہائے جدائی بھی دیکھنے پڑے۔

بردباری و عزمِ راسخ

اللہ نے رتبے تو محمدؐ کو یہ بخشے ہیں سارے رسولوں سے زیادہ شرف اُن کے
ہر چند کہ سب موردِ آفات و بلا تھے پر ایسے مصائب بھی کسی نے نہیں دیکھے

کیا کیا نہ دیئے رنج انہیں اہلِ جفا نے
آرام نہ پایا کبھی محبوبِؐ خدا نے
(میر انیس)

آنحضرتؐ کے دیگر فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ آپؐ نے مصائب و مشکلات کے مقابلے میں اس قدر صبر واستقامت سے کام لیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بطورِ مستقیم مخاطب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف:۳۵)

''اے رسولؐ! صبر کرو جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے''۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو صبر اور عزمِ راسخ کی وصیت کی گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا صبر سے مراد عزم و ارادۂ اصطلاحی ہے یا عزمِ عرفانی؟

① عزمِ اصطلاحی: اصطلاح میں لفظ عزم صبر اور محکم ارادہ کے معنی میں ہے۔ بعض پیغمبروںؑ کو اس وجہ سے اُولوالعزم کہا جاتا ہے کہ اُن کے ارادہ میں ذرہ برابر تزلزل پیدا نہیں ہوتا بلکہ تبلیغ دین اور اسے حیات بخشنے میں انہوں نے عزم بالجزم اور صبر کثیر سے کام لیا ہے۔ مذکورہ مطالب کے پیش نظر آغازِ خلقت سے لے کر آج تک صبر واستقامت اور عزم بالجزم کے اعتبار سے اُولی العزم پیغمبروں میں سے کوئی بھی خاتم الانبیاءؐ کی منزل پر فائز نہیں ہے۔

④ عزمِ عرفانی: نفس کو عبادتوں اور ریاضتوں کی انجام دہی پر اُبھارنے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے صبر و تحمل اور استقامت سے کام لینے کا نام عزمِ عرفانی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران:۱۵۹)

''جب امور میں ارادۂ قطعی کرو تو خدا پر بھروسہ رکھو''۔

صاف سی بات ہے موضوعِ بحث مشکلات و شدائد کے مقابلے میں صبر و استقامت کرنا ہے، البتہ صبر و استقامت کے بارے میں بطورِ مستقیم مخاطب تو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، لیکن عام لوگ بھی اس حکم میں شامل ہیں کیونکہ قرآن و احادیث میں متعدد مقامات پر ہے جو کہ یہاں پر موردِ بحث نہیں ہیں۔ البتہ یہ معلوم ہے کہ پیغمبرانِ الٰہی صبر و بردباری اور شدائد و مشکلات کو برداشت کرنے کے بعد ہی بلند مقام پر فائز ہوئے ہیں۔ من جملہ ان مشکلات میں سے ایک راہِ خدا میں شہید ہونا ہے۔

آفتابِ اسلام کا سببِ شہادت

جب ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں جنگِ خیبر واقع ہوئی تو اُس وقت ایک یہودی عورت نے آپؐ کو کھانے میں زہر دے کر مسموم کیا۔ جناب صفار معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے بیماری کی حالت میں فرمایا: آج گوشت کا وہ لقمہ کھانے سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے جو میں نے خیبر میں تناول کیا تھا۔ ہاں کوئی بھی پیغمبر یا اس کا وصی نہیں مگر یہ کہ وہ شہید ہوگا۔

راوی کہتا ہے: وہ عورت مرحب کی بھتیجی زیب بنت حرث تھی کہ جس نے آنحضرت کو زہر سے مسموم کیا۔ اس نے گوسفند کی اگلی ران میں بہت زیادہ زہر ڈالا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ پیغمبر اکرم کو اگلی ران کا گوشت بہت پسند ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۱۱۱)

ملک الموت کا زہراؑ سے اجازت مانگنا

ابن عباسؓ کہتے ہیں: رسولؐ خدا حالتِ بیماری میں تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش ہوئے تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ جنابِ فاطمہ زہراؑ نے پوچھا: کون ہو؟ اس نے کہا: میں ایک غریب شخص ہوں، رسولؐ خدا کی احوال پرسی کے لیے حاضر ہوا ہوں، کیا آپؑ اجازت مرحمت فرمائیں گی کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوسکوں؟

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: رسولؐ خدا مریض ہیں، خدا آپ پر رحمت فرمائے، آپ لوٹ جائیں۔

مسافر شخص (ملک الموت) نے دوبارہ دروازے پر دستک دی اور کہا: میں ایک مسافر ہوں اور پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اجازت چاہتا ہوں۔ اس دوران رسولؐ خدا ہوش میں آئے تو فرمایا:

فاطمہؑ جان! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ غریب شخص کون ہے؟

آپؑ نے عرض کیا: نہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ ملک الموت ہے، خدا کی قسم! آج تک اس نے کسی سے کبھی اندر آنے کی اجازت نہیں مانگی ہے۔ اس کا مجھ سے اجازت طلب کرنا اس مقام و منزلت کی وجہ سے ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاصل ہے۔ جنابِ فاطمہ زہراء علیہا السلام نے اسے اجازت دی۔ حضرت جبرئیلؑ نسیم سحری کی مانند خانۂ رسولؐ میں داخل ہوئے اور کہا:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھلِ بیتِ رسُولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم

''رسولؐ خدا کے خاندان پر سلام ہو''۔

خوارزمی کہتے ہیں: ان موارد میں سے ایک مورد جہاں پر اللہ نے اپنے حبیبؐ کو تمام انبیاءؑ و اولیاء پر برتری عطا کی، یہ تھا کہ جب ملک الموت ان کی روحِ مقدس کو قبض

کرنے آیا تو ان کی اجازت کے بغیر اندر داخل نہیں ہوا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے رسولؐ خدا کو ان کی روح قبض کرنے یا نہ کرنے میں اختیار دیا۔ (مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۱۸)

پس یہاں صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کی عظمت واضح ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت عزرائیلؑ کے سوال کا جواب دینے والی آپؑ ہی تھیں، لہٰذا جب حضرت عزرائیلؑ گھر میں داخل ہوئے تو فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھلِ بَیتِ رَسُولِ اللّٰہِ

''سلام ہو خاندانِ رسولؐ خدا پر''۔ (کشف الغمہ، ج ۲، ص ۳۵۔ انوار البھیہ، ص ۱۶-۱۷)

بابا کے سرہانے جنابِ زہراءؑ کا گریہ کرنا

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ جنابِ فاطمہ زہراء علیہا السلام نے پیغمبر اکرمؐ کے بستر کے پاس سخت گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَاکَربَاہُ لِکَربِکَ یَا اَبَتَاہُ

''بابا جان! آپؐ کے رنج و غم کی وجہ سے آہ و فغان''۔ (ہائے آپ کا رنج و غم)

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب سیدہ طاہرہ زہراء علیہا السلام روئیں تو پیغمبرؐ خدا نے اس قدر گریہ فرمایا کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔

میں نے عرض کیا: (رسولؐ خدا!) کس چیز نے آپ کو رُلایا ہے؟ (بیت الاحزان، یزدی، ص ۷)

گریہ رسولؐ خدا

ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَبکِی لِذُرِّیَّتِی وَمَا یُصنَعُ بِھِم مِن بَعدِی وَمَا یَفعَلُونَ بِھِم

شِرَارُ اُمَّتِی (بیت الاحزان یزدی، ص ۵۔ منتہی الآمال، ص ۱۸۷)
اپنی آلؑ کے لیے گریہ کرتا ہوں کہ میرے بعد میری اُمت کے شریر ترین لوگ انھیں کیا کیا تکلیفیں پہنچائیں گے؟"

اس کے بعد اپنا رُخِ انور ابن عباسؓ کی طرف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں فاطمہ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ فریاد کریں گی اور کہیں گی: اے بابا جان! میری مدد کو آئیں، آپ کی اُمت میں سے کوئی بھی ہمارا مددگار نہیں ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کی یہ بات سن کر فاطمہ علیہا السلام نے بہت گریہ کیا۔ اس کے بعد رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

اے زہراءؑ جان! صبر سے کام لیں کہ سب سے پہلے آپؑ میری ملاقات کو آئیں گی۔

پیغمبرؐ کی وصیت

رسولؐ خدا نے جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے فرمایا: آج کے بعد مجھے کسی قسم کا کوئی غم نہیں۔ اے فاطمہؑ! پیغمبرؐ کی جدائی پر گریبان چاک نہ کرنا، رخسار پر طمانچے نہ مارنا، واویلا نہ کرنا۔ آپؑ گریہ کرتے ہوئے وہی کچھ کہیں جو پیغمبرؐ نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کی جدائی پر کیا۔ آنکھیں آنسوؤں کی بارش برسائیں گی اور دل کو تکلیف پہنچے گی لیکن میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو پروردگار کے غضب کا موجب ہو۔ اے ابراہیمؑ! تمہاری جدائی پر میرے غم کی کوئی انتہا نہیں۔ (کحل البصر، ص ۱۹۳)

آفتاب کے پاس دو ستارے

شیخ مفید علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں: امیرالمومنین علی علیہ السلام رسولؐ خدا کے بستر کے پاس تھے۔ جب رسولؐ خدا کے جسدِ مطہر سے مفارقتِ روح کا وقت قریب ہوا تو آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

میرا سر اپنی گود میں رکھیں کیونکہ حکمِ الٰہی آ گیا ہے، جب میری روح میرے بدن سے نکلے گی تو اسے اپنے ہاتھ میں لینا اور اپنے چہرے پر ملنا، اس کے بعد مجھے قبلہ رُخ لٹانا، مجھے غسل خود دینا، کفن خود پہنانا۔ ① سب سے پہلے میرا جنازہ پڑھنا، مجھے دفن کرنے سے قبل مجھ سے جدا نہ ہونا، اس معاملہ میں اللہ سے مدد مانگنا۔ (شرح نہج البلاغہ ابی الحدید، ج ۲، ص ۳۶۴۔ منتہی الآمال، ص ۱۳۶)

جس وقت آپ کا سرِ مبارک دامنِ علیؑ میں تھا تو اس وقت حضرت جبرئیلؑ آپ کے دائیں طرف اور حضرت میکائیلؑ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عزرائیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مقدس قبض کی۔

اَمَّا فَاطِمَةُ فَصَاحَت وَصَاحَ الْمُسلِمُونَ وَيَضَعُونَ التُّرَابَ عَلٰی رُؤُوسِهِم

''پھر فاطمہ زہراء علیہا السلام کے رونے کی آواز بلند ہوئی، تمام مسلمانوں نے گریہ کرنا شروع کیا اور اپنے سروں پر خاک ڈالی''۔

جنابِ فضہؑ کہتی ہیں: اس وقت شہر مدینہ میں بچوں، بڑوں، سب کے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں، لوگ صبر کا دامن چھوڑ چکے تھے، شہر مدینہ کا کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا جس کا چہرہ آنسوؤں سے تر نہ ہوا ہو۔

حسنینؑ خورشیدِ اسلام کی خدمت میں

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین شریفین علیہما السلام سے بے انتہا محبت فرماتے،

---

① احمد بن حنبل اپنی مسند میں نقل کرتے ہیں: صَلّٰی عَلَيهِ عَلِيٌّ وَالعَبَّاسُ صَفًّا وَاحِدًا وَكَبَّرَ عَلَيهِ العَبَّاسُ خَمسًا وَدَفَنُوهُ ''علیؑ اور عباسؓ نے ایک صف میں کھڑے ہو کر ان پر نماز پڑھی۔ ابن عباس نے پانچ تکبیریں کہیں اور انھیں دفن کر دیا۔ احمد بن حنبل کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیریں ہیں جو شیعہ اعتقادات کے عین مطابق ہے نہ کہ چار تکبیریں جو اہلِ سنت برادران کا عقیدہ ہے۔

آپؐ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں فرمایا:

يَابِلَالُ! اِئْتِنِي بِوَلَدِيَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنِ

"اے بلالؓ! میرے بیٹے حسنؑ وحسینؑ کو میرے پاس لاؤ"۔

جب حضرت بلالؓ انہیں آپؐ کی خدمت اقدس میں لائے تو آپؐ نے اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے دوشِ مبارک پر بٹھایا اور انھیں بوسے دیئے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اس دوران میں مَیں آگے بڑھا کہ حسنینؑ کو پیغمبر اکرمؐ سے علیحدہ کروں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یا علیؑ! انھیں چھوڑ دیں تا کہ یہ میری خوشبو سونگھیں اور میں ان دونوں کی خوشبو سونگھوں۔ یہ دونوں مجھ سے زادِ راہ حاصل کریں اور میں ان دونوں سے۔ (کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۴۔ بیت الاحزان، ص ۱۰)

لباسِ پیغمبرؐ کی خوشبو

کتاب "ریاض الشہادۃ" میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

میں نے پیغمبر اکرمؐ کو انہی کے کُرتے میں غسل دیا، جب میں نے کُرتا آپؐ کے جسد اطہر سے اُتارا تو زہراء مرضیہ نے کئی مرتبہ مجھ سے کہا کہ وہ کُرتا انہیں دیا جائے کہ اس کی خوشبو سونگھوں تا کہ دل کو اس سے تقویت ملے۔ میں نے انہیں وہ کُرتا دیا جب ان کی نگاہ اس کُرتے پر پڑی اور اس کی خوشبو سونگھی تو آپؑ شدید گریہ کرنے کی وجہ سے بے ہوش ہوگئیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا کہ دوبارہ وہ کُرتا باہر نہیں نکالوں گا۔ (المختصر فی احوال البشر، ص ۱۶۰۔ محرق القلوب، ص ۳۵۔ ریاحین الشریعہ، ج ۱، ص ۲۳۵۔ بحار، ج ۴۳، ص ۱۵۷)

باورم نیست کہ بابا! از چہ خاموش شدی

ترک ما کردی و باخاک، ہم آغوش شدی

خانہ را نوری اگر بود زرخسار تو بود
اے چراغ دل ما، از چہ تو خاموش شدی
جای خالی تورا، باچہ نگاہی نگرم
ای ھمای دل و جان تو چرا دور شدی
(سوگ نامہ آلِ محمدؐ، ص۴۴)

"اے بابا! مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ کیوں خاموش ہو گئے ہیں،
ہمیں چھوڑ دیا ہے اور خاک کے ہم نشین ہو گئے ہیں۔
گھر میں اگر کوئی نور تھا تو وہ صرف آپؐ کے رخسار کی وجہ سے تھا،
اے ہمارے دلوں کی روشنی آپ کیوں خاموش ہو گئے ہیں؟
میں آپ کی خالی جگہ کو کس نگاہ سے دیکھوں، اے ہمارے دل و جان
کے سکون، آپؐ ہم سے کیوں دُور ہو گئے ہیں؟"

زہراء مرضیہ علیہا السلام نے جب اپنے بابا کے کُرتے کو دیکھا اور سونگھ کر بے ہوش ہو جاتیں ہیں۔ افسوس! ثانی زہراءؑ تو دربار شرابی میں کھڑی جب انہوں نے اپنے بھائی کا خون سے لت پت اور تیروں سے چھیدا ہوا کرتا دیکھا ہوگا تو انہوں نے دل میں سوچا کہ اس مظلوم کو غسل اس کے خون سے دیا گیا ہے۔ ہاں اس وقت تمام کے تمام اسیر بلند آواز سے گریہ کرنے لگے۔ (سوگنامہ آلِ محمدؐ، ص۴۴)

علیؑ و زہراءؑ سرکارِ رسالتؐ کے سوگ میں

جہانِ اسلام کا سورج ڈوب گیا، یہ غروب دنیائے اسلام کے لیے بہت سنگین اور مشکل تھا، خاص کر بنی ہاشم اور بالخصوص علیؑ و فاطمہؑ کے لیے عجیب جگر خراش دُکھ تھا۔ علیؑ و زہراءؑ کے غم واندوہ کو احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۳۵)

حضرت علی بن ابی طالبؑ کے غم کا ان اشعار سے پتہ چلتا ہے جو آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوگ میں ارشاد فرمائے تھے:

اَلمَوتُ لَا وَالِدًا یَبقِی وَلَا وَلَدًا ہٰذَا السَّبِیلُ اِلٰی اَن لَا تَرٰی اَحَدًا
ہٰذَا النَّبِیُّ وَلَم یَخلُد لِاُمَّتِہٖ لَو خَلَّدَ اللّٰہُ خَلقًا قَبلَہٗ خَلَدًا
لِلمَوتِ فِینَا سِہَامٌ غَیرُ خَاطِئَۃٍ مَن فَاتَہُ الیَومَ سَہمٌ لَم یَفُتہُ غَدًا

''موت باپ کو چھوڑتی ہے اور نہ بیٹے کو، یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے کہ تمام کے تمام مرجائیں گے اور کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ موت نے حتیٰ کہ پیغمبرؐ اسلام کو اُمت میں باقی نہیں چھوڑا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے کسی کو باقی رکھا ہوتا تو انھیں بھی باقی رکھتا۔ ہم موت کے تیروں کے نشانے پر ہیں جو کبھی خطا نہیں جاتے۔ اگر موت آج ہمیں اپنا ہدف قرار نہیں دیتی تو کل ہمیں کبھی نہیں بھولے گی۔ (انوار البھیہ، ص ۲۳۔ بیت الاحزان، ص ۴)

سوگِ پیغمبرؐ میں کوثر کا گریہ

فراقِ پیغمبرؐ میں حضرت صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کے غم و اندوہ کی کوئی حد نہ تھی۔ انہوں نے جانگداز قسم کے مرثیے پڑھے۔ انہوں نے اس طرح سے گریہ فرمایا کہ مدینہ کے درودیوار بھی روتے ہوئے نظر آتے تھے۔ حضرت زہراء علیہا السلام فرماتی ہیں:

کَیفَ طَابَت اَنفُسُکُم اَن تَحثُوا عَلٰی وَجہِ رَسُولِ اللّٰہِ التُّرَابَ؟

''آپ کے دل نے کیسے برداشت کیا کہ پیغمبرؐ کے چہرۂ نازنین پر مٹی ڈالیں''۔

بابا نظر نما بہ علی دل شکستہ است درراہ بہ روی خویش، زمردم بستہ است
از بس جفا و ظلم، بہ آن شہ نمودہ اند بنگر ہمای گلشنِ دین، پر شکستہ است
بابا نگر بہ دختر، بازو کبودِ خویش ہم بر علی کہ از ستمِ خصم، خستہ است
نیلی شدہ است چہرہ ام از سیلی عدو زین سبب علی دل از عالم گسستہ است

"بابا جان! علیؑ بن ابی طالبؑ کی طرف دیکھیں کہ وہ دل شکستہ ہیں، انہوں نے اپنے آپ پر لوگوں سے دروازہ بند کرلیا ہے۔ (گوشہ نشینی اختیار کرچکے ہیں) ان شہ والا پر بہت زیادہ ظلم وستم ڈھائے گئے، گلشن دین کی طرف نگاہ کریں وہ برباد ہورہا ہے۔

بابا جان! اپنی بیٹی کی طرف نگاہ کریں جس کے بازو پر دشمن کے مارنے سے نیل پڑے ہوئے ہیں اور علیؑ پر دشمن نے اس قدر ظلم وستم کیے ہیں کہ وہ تھک چکے ہیں۔

دشمن کے تھپڑ سے میرے چہرے پر نیل پڑ چکے ہیں، اس وجہ سے علیؑ دنیا والوں سے دل شکستہ ہو چکے ہیں"۔

بیت الاحزان فاطمہؑ

حضرت زہراء مرضیہ علیہا السلام کی نگاہ جب پیغمبر اکرمؐ کی قبر مبارک پر پڑی تو بلند آواز سے فرمایا:

یَا اَبِیا مَالَکَ وَالتُّرَابَ

"اس گوہر پاک کو مٹی سے کیا کام؟"

آپؑ اپنے بابا کی قبر پر بیٹھ کر اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہوگئیں۔ جب وہ ہوش میں آئیں تو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام انہیں گھر لائے۔ جناب سیدہ علیہا السلام شب وروز گریہ فرماتیں۔ مدینہ کے لوگوں نے حضرت امیر المومنین سے شکایت کی تو آپؑ حضرت زہراء علیہا السلام کے پاس آئے اور کہا: اے زہراءؑ! مدینہ کے بزرگان آپؑ کے مسلسل گریہ سے تنگ آچکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ زہراءؑ سے کہہ دو کہ دن کو گریہ کیا کریں اور رات کو آرام یا رات کو گریہ کیا کریں اور دن کو سکون کریں۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے ابا الحسنؑ! میں تھوڑی مدت کے لیے آپ لوگوں کے درمیان میں ہوں۔ میں اس قدر گریہ کروں گی کہ اپنے بابا سے جاملوں۔

حضرت علی بن ابی طالبؑ نے قبرستان بقیع میں جناب سیدہ طاہرہؑ کے لیے ایک کمرہ بنوایا اور اس کا نام بیت الاحزان رکھا۔ جب صبح ہوتی تو جناب صدیقہ طاہرہؑ حسنین شریفینؑ کو ساتھ لیتیں اور بیت الاحزان میں تشریف لے جاتیں اور جب رات ہو جاتی تو لوٹ آتیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کے بقیہ پچھتر (۷۵) ایام اسی حالت میں گزارے اور دنیا سے چل بسیں۔

بابا نگر کہ دختر پہلو شکستہ ام — در کنج غم زکینۂ خصمان نشستہ ام
و ز ہجر تو چو طائر آسیب دیدہ ام — و ز سنگِ حادثات چنین پر شکستہ ام
بابا نگر بہ روز و بہ شب گریہ می کنم — ہر چند از شکایت ابن خلق خستہ ام
من مرگ خویشتن زخدا آرزو کنم — چون دل بہ وصلِ دیدنِ روی تو بستہ ام

"بابا جان! دیکھیں کہ میں آپ کی پہلو شکستہ بیٹی ہوں، دشمنوں کے بغض و کینہ کی وجہ سے غمگین ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی ہوں۔
آپؐ کی جدائی سے ایک زخمی پرندے کی طرح ہوں، حادثات و مشکلات کی سختیوں نے مجھے اس طرح بنا دیا ہے۔
بابا جان! دیکھیں شب و روز گریہ کرتی ہوں اگرچہ دنیا والوں کی شکایات سے تھک چکی ہوں۔
میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی موت کی آرزو کرتی ہوں کیونکہ میں نے اپنا دل آپؐ کے دیدار کے لیے وقف کر رکھا ہے"۔

(دیوان آہی، ص ۱۴۴)

حضرت بلالؓ کی اذان

روایت میں آیا ہے کہ رسولِ خداؐ کی رحلت کے بعد آپؐ کے مؤذن حضرت بلالؓ نے اذان دینا بند کر دی اور کہا: رسول اللہؐ کے بعد اذان نہیں کہوں گا لیکن ایک دن حضرت صدیقہ طاہرہؑ اپنے بابا کے لیے بہت اُداس تھیں۔ آپؑ نے فرمایا:

یا علیؑ! میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے بابا کے مؤذن بلال کی آواز سنوں۔ حضرت علیؑ نے بلالؓ کو بلایا اور اذان پڑھنے کا حکم دیا۔ جب حضرت بلالؓ نے اذان شروع کی اور کہا: اللّٰہُ اکبر، تو جناب زہراء مرضیہ نے کہا: خدا صاحب عظمت ہے۔ اپنے بابا کا زمانہ یاد آیا تو گریہ کرنے لگیں۔ جب کہا: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو جناب صدیقہ طاہرہؑ نے فریاد بلند کی اور بے ہوش ہو گئیں۔ لوگوں نے خیال کیا کہ حضرت فاطمہ زہراءؑ دنیا سے چل بسی ہیں۔ بلالؓ نے اذان روک دی۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپؑ نے فرمایا:

اے بلالؓ! اذان پوری کرو۔ اس کے بعد حضرت بلالؓ نے کبھی اذان نہ پڑھی اور اپنے حجرہ میں چلے گئے۔ (محرق القلوب، ص ۲۵۔ ریاحین الشریعہ، ج ۱، ص ۲۲۵۔ بحار، ج ۴۳، ص ۱۵۷)

حق علیؑ کے ساتھ اور علیؑ حق کے ساتھ ہے

احمد بن حنبل اپنی مشہور زمانہ کتاب ''مسند'' میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

میں پیغمبر اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ بیمار تھے اور آپ کا سر مبارک ایک خوبصورت شخص کے زانو پر تھا۔ وہ شخص اتنا خوبصورت تھا کہ آج تک میں نے اتنا حسین و جمیل شخص نہیں دیکھا۔ میں اس شخص کے نزدیک ہوا تو اس نے کہا: اپنے چچازاد بھائی کے قریب تر آؤ، تم مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہو، پس میں نزدیک ہوا، وہ شخص اُٹھا اور پیغمبر اکرمؐ کا سر مبارک میرے زانو پر رکھا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے کچھ وقت اسی حالت میں گزارا، رسولؐ خدا نیند سے بیدار ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: وہ شخص کدھر گیا ہے جس کے زانو پر میرا سر تھا؟ میں نے عرض کیا: جب میں اندر داخل ہوا تو مجھے کہا کہ نزدیک آؤ، میں قریب ہوا تو اس نے مجھ سے کہا: آپؑ مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ وہ اُٹھا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ (اور پھر غائب ہو گیا)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ شخص کون تھا؟

میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: وہ جبرئیلؑ تھے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: مجھے درد سے کچھ آرام ہوا تو میں نے اپنا سر اس کے زانو پر رکھا اور نیند کی آغوش میں چلا گیا تھا۔

احمد بن حنبل ابی غلطفان سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب حبیب خدا نے رحلت فرمائی تو ان کا سر مبارک کس کی گود میں تھا؟

ابن عباسؓ کہتے ہیں: جب رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی تو اس وقت آپ کا سر مبارک حضرت علی بن ابی طالبؑ کے سینہ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ خدا کی قسم! ان کی رحلت حضرت علیؑ کے سینہ پر ہوئی، حضرت علیؑ نے انہیں غسل دیا۔ میں، میرے بھائی فضل اور میرے باپ اس واقعہ کے شاہد ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۱۱۵-۱۱۶)

به روی دوش مصطفیؐ نهد چو پای مرتضیؑ — نگر به بت شکستنش که در جهان صدا کند
چو افضل از عبادت خلائق است ضربتش — علی تواند این عمل، شفیع ما سوا کند
پس از شهادت نبی، که را سزد به جز علیؑ — که تا به حشر آدمی به کارش اقتداء کند
قسیم نار و جنتش ترازوی محبتش — که مومنان خویش را ز کافران جدا کند

"جب علی مرتضیٰؑ نے دوشِ مصطفیٰؐ پر پاؤں رکھے، ان کا بتوں کو سرنگوں کرنا دیکھو، کہ اس کی شہرت پوری دنیا میں ہوئی۔

چونکہ ان کی ایک ضربت خلائق کی عبادت سے افضل ہے۔

شہادتِ پیغمبرؐ کے بعد علیؑ کے علاوہ کون اس لائق ہے کہ تا روز محشر انسان اس کے کام کی پیروی کرے۔

اس کی محبت اس کے ترازو قسیم نار و جنت ہے جو اپنے چاہنے والوں کو کافروں سے جدا کرتا ہے۔

❁❁❁

دوسری فصل

شہادتِ نسیمِ سحری

شہادت ایک خوبصورت لفظ ہے جو پروردگار کے نزدیک حقیقی زندگی کی یاد دہانی کراتا ہے۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو انسان کو ہمیشہ کی زندگی عطا کرتا ہے۔

درواقعہ شہادت زندگی کے اندر ایک ایسی بہار ہے کہ جسے خزاں نہیں ہے بلکہ ایک ایسا خوبصورت سرسبز و شاداب باغ ہے جس میں سفید پروں والے پرندے، مختلف قسم کے پھل اور خوبصورت خوشبودار پھول ہیں۔

شہادت ایک ایسا طلائی تمغہ ہے جو خداوند منان کی جانب سے اس کی راہ پر چلنے والے فرشتہ صفت افراد کو بطور انعام دیا جاتا ہے۔

شہادت کی عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مولائے متقیان علی بن ابی طالبؑ محرابِ شہادت میں فرماتے ہیں:

فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَه

''رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں''۔

محراب رستگاری ، آئینۂ شفق شد — سجادہ غرق خون شد قرآن ورق ورق شد

تکبیر سرخ ایثار، قدقامت اذان بود — روح نماز و قرآں 'علیؑ' شہید حق شد

''ہدایت کا قبلہ خون سے سرخ ہو گیا، جانماز خون میں ڈوب گئی اور قرآن ورق ورق ہو گیا۔

سرخ ایثار یعنی مولا علیؑ کی تکبیر اذان کی قدقامت تھی، نماز و قرآن کی روح علیؑ راہِ حق میں شہید ہو گئے''۔

امام علی علیہ السلام کی نگاہ میں شہادت

حضرت علی بن ابی طالبؑ کی زندگی کا پُرشکوہ ترین، بہت حساس، انتہائی خوبصورت اور سبق آموز حصہ آپؑ کا شہادت سے بے انتہا عشق ہے۔ تاریخ کی عظیم شخصیتوں نے شہادت اور خوبصورت موت کے بارے میں بہت غور وفکر کیا، انہوں نے ہمیشہ شہادت کی آرزو کی تا کہ تاابد زندہ رہیں۔

تاریخِ اسلام ایسی شخصیات سے بھری پڑی ہے جنہوں نے اپنی معشوق 'شہادت' کو آغوش میں لے لیا، لیکن تاریخِ بشر میں ایسی کوئی شخصیت نہیں ملتی جس نے مولائے کائنات علی علیہ السلام کی مانند شہادت سے عشق کیا ہو اور زندگی کے مختلف مراحل میں بے تابی سے اس کا انتظار کیا ہو اور زندگی کا اصل مقصد اور ہدف شہادت ہو۔ اس اُمید اور انتظار کے بغیر ان کے لیے زندگی سخت اور ناقابلِ تحمل ہو۔ (شہادت در نہج البلاغہ، ص ۳)

اوصافِ علیؑ بہ گفت و گو ممکن نیست   گنجائش بحر، در سبو ممکن نیست
پروانۂ حق آمد و پروانۂ حق رفت   درخانۂ حق آمد و درخانۂ حق رفت

''حضرت علی علیہ السلام کے اوصاف کو گفتگو کے حصار میں لانا ممکن نہیں ہے، بحر بیکراں کی گنجائش صراحی میں ممکن نہیں۔
حق کا دیوانہ آیا اور حق کا چاہنے والا چلا گیا، وہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں آیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے گھر سے چل بسا''۔

حضرت علیؑ شہادت کی انتظار میں

جنگ اُحد میں امام المتقین علی علیہ السلام درجۂ شہادت پر فائز نہ ہوئے تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ وہ جامِ شہادت پینے کے لیے بہت بے تاب تھے۔ جنگِ اُحد تیسری ہجری میں واقع ہوئی۔ حضرت علیؑ کی اس وقت عمر چھبیس سال تھی۔ جنگ میں آپؑ کی بہت اچھی کارکردگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی شجاعت و بہادری کی تعریف کی اور لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیّ لَاسَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار کا تمغہ عطا فرمایا۔ (سیرہ ابن ہشام، ج ۳، ص ۱۰۳)

پیغمبر اسلامؐ، مولائے کائنات علی علیہ السلام اور کچھ دوسرے بہادر و شجاع مسلمانوں کی کوششوں سے جنگ ہار سے جیت میں تبدیل ہوئی اور جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اس جنگ میں شیر خدا علیؑ کے جسم مطہر پر ساٹھ سے زیادہ زخم آئے تھے۔ (بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۳)

شہادت کی خوشخبری

حضرت علی علیہ السلام نے جب حضرت حمزہ، مصعب بن عمیر اور کچھ دوسرے مجاہدین اسلام کے اجساد خون میں نہاتے ہوئے دیکھے تو آپؑ شہادت کے لیے اس قدر بے تاب ہوئے کہ اپنی تڑپ کا اظہار رسولؐ خدا کے سامنے کیا۔

رسولِ ثقلینؐ نے علیؑ کو شہادت کی خوش خبری دی اور ان کے دل کو قرار پہنچایا اور فرمایا:

اَبشِرْ فَاِنَّ الشَّهَادَةَ مِن وَّرَائِكَ

"میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ شہادت آپؑ کی تلاش میں ہے"۔

رسول اکرمؐ کی اس خوشخبری سے علی علیہ السلام کا اضطراب ختم ہوا۔ جب سورۂ روم کی پہلی دو آیات نازل ہوئیں تو حضرت علی علیہ السلام کو معلوم ہوگیا کہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد مسلمان خطرناک حالات میں گرفتار ہوجائیں گے۔ آپؑ کو اس وقت پیغمبر اکرمؐ کا وہ وعدہ یاد آیا جو آپؐ نے جنگ اُحد میں دیا تھا، اس بارے میں رسولؐ خدا سے یوں پوچھتے ہیں:

یارسولؐ اللہ! خداوند متعال نے آپ کو جس امتحان کی خبر دی ہے وہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: یاعلیؑ! میرے بعد میری اُمت سے امتحان لیا جائے گا:

...... قُلتُ: يَارَسُولَ اللهِ! اَوَ لَيسَ قَد قُلتَ لِي يَومَ اُحُدٍ حَيثُ اُستُشهِدَ مَنِ استَشهَدَ مِنَ المُسلِمِينَ (اَو اُخِّرتَ) عَنِّي الشَّهَادَةُ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَقُلتَ لِي: اَبشِرْ فَاِنَّ الشَّهَادَةَ مِن وَّرَائِكَ؟ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۹، ص ۲۰۶)

میں نے عرض کیا: اے رسولؐ خدا! جنگِ اُحد کے دن جب کچھ مسلمان شہید ہوچکے

تھے اور مجھے یہ شرف حاصل نہیں ہوا تھا جو میرے اُوپر سخت گراں گزرا تو کیا آپؐ نے اس وقت یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں تمہیں شہادت کی خوشخبری دیتا ہوں کہ وہ تمہاری تلاش میں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے سوال اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مولائے کائنات شہادت کے کس قدر عاشق تھے اور شہادت ان کے نزدیک کتنی لذت بخش چیز تھی۔ کیونکہ وہ شہادت کے حقیقی معنی ومفہوم کو سمجھتے تھے اسی لیے تو فرمایا: فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیَّ۔

البتہ اس سے بعد والے جملے نے روحِ علیؑ کو رحبہُ شہادت کی اُمید سے سرشار کیا کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

اِنَّ ذٰلِکَ لِکَذٰلِکَ فَکَیۡفَ صَبۡرُکَ اِذًا؟

''علیؑ جان! جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ضرور ہوکر رہے گا لیکن اس وقت تمہارے صبر کا کیا عالم ہوگا اور کس طرح شہادت کی موت کو برداشت کروگے؟''

علیؑ ای پرتوِ انوارِ خورشید علیؑ ای نقطۂ پرگار توحید
علیؑ ای قہرمان قہرمانان علیؑ ای قدرتِ حق، شیرِ یزدان

(شمیم کوئے یار، ص ۲۱۵)

''علیؑ! آپ خورشید کے انوار کا سایہ ہیں، علیؑ آپ مرکز توحید کا نقطہ ہیں۔ علیؑ! آپ پہلوانوں کے پہلوان ہیں، علیؑ آپ اللہ کی قدرت اور شیرِ یزداں ہیں''۔

فَقُلۡتُ: یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَیۡسَ ھٰذَا مِنۡ مَوَاطِنِ الصَّبۡرِ وَلٰکِنۡ مِنۡ مَوَاطِنِ الۡبُشۡرٰی وَالشُّکۡرِ (شرح نہج البلاغہ ابی الحدید، ج۹، ص ۱۳۸)

''میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ موقع صبر وشکیبائی کے مواقع میں سے نہیں بلکہ خوش خبری اور شکر کرنے کے موادر میں سے ہے''۔

آپؑ نے فرمایا: صبر اس مقام پر ہوتا ہے جہاں پر تلخی و ناگواری ہو۔ جبکہ شہادت میرے لیے بہت خوشگوار بلکہ میری دیرینہ آرزو ہے۔ یہاں پر کہنا چاہیے کہ شہادت علیؑ کے لیے ایک خوش خبری اور شیریں و لذت بخش سے ہے لیکن جو چیز ناگوار و سخت ہے وہ عادی موت ہے، اس کے مقابلے میں صبر کرنا چاہیے۔

درون سینہ اش اسرار توحید بود		خدا می دید و غیر او نمی دید
بش پیوستہ در ذکرِ خدا بود		کلامش دل نشین و دل ربا بود
نشان زاہد از رویش نمایان		وجودش مظہر تقویٰ و ایمان
بہ دستش پرچم فتح خدا بود		بہ قلب موناں فرمان روا بود

"ان کا سینہ اسرار توحید کا خزینہ تھا، یہ صرف خدا کو معلوم ہے کسی اور کے علم میں نہیں۔ ان کے لبوں پر ہمیشہ ذکرِ خدا رہتا تھا ان کی گفتگو دل نشین و دل ربا تھی۔ زہد اُن کے چہرے سے نمایاں تھا۔ ان کا وجود تقویٰ و ایمان کا مظہر تھا۔ ان کے ہاتھ میں فتحِ خدا کا پرچم تھا۔ وہ مومنین کے دلوں پر حکمران تھا"۔

ابن ابی الحدید مولائے کائنات کی گفتگو کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یقیناً! یہ بہت بڑی بات ہے اس سے حضرت علی علیہ السلام کے یقین اور مکمل شناخت کا پتہ چلتا ہے۔

پہلا اور آخری شقی ترین کون؟

رُوِیَ عَنِ النَّبِی اَنَّہُ قَالَ: یَاعَلِیُّ اَتَدْرِی مَنْ اَشْقَی الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ؟ قُلْتُ: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ اَعْلَمُ قَالَ! اَشْقَی الْاَوَّلِیْنَ عَاقِرُ نَاقَۃِ ثَمُوْدَ، وَاَشْقَی الْآخِرِیْنَ الَّذِیْ یَطْعَنُکَ یَاعَلِیُّ! وَاَشَارَ اِلٰی حَیْثُ الطَّعْنِ (امامت و سیاست، ص ۱۴۹۔ ینابیع المودۃ، ج ۲، ص ۱۹۹۔ بحار، ج ۴۲، ص ۲۷۸۔ تذکرہ ابن جوزی، ص ۱۰۰)

نبی اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اولین و آخرین میں سے شقی ترین شخص کون ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسولؐ سب سے بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اوّلین میں سے شقی ترین شخص وہ ہے جس نے ناقۂ ثمود کی کونچیں کاٹیں اور آخرین میں سے شقی ترین شخص وہ ہے جو تمہیں زخمی کرے گا۔ پیغمبر اکرمؐ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ زخم کی جگہ کون سی ہے؟"

مندرجہ ذیل اشعار حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں کہ جس رات آپؑ کو ضربت لگی اسی رات آپؑ گھر سے نکلتے وقت پڑھ رہے تھے:

اُشدُد حَیَا زِیمَکَ لِلمَوتِ فَاِنَّ المَوتَ لاقیکا
وَلَا تَجزَع مِنَ المَوتِ اِذَا حَلَّ بِوَادِیکَا

(امامت وسیاست، ص ۳۵۷)

"کمر ہمت مضبوطی سے باندھ لو اور اپنے آپ کو موت کے لیے آمادہ کرو کیونکہ موت تمہیں پالے گی۔
موت کے مقابلے میں بے قراری کا اظہار مت کرنا کیونکہ وہ تمہاری زمین میں داخل ہو چکی ہے"۔

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں: میں اپنے بابا کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: میں نے رات بیداری میں کاٹی ہے اچانک نیند نے میری آنکھیں دبوچ لیں۔ میں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا، میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ کون سی تکلیف اور دشمنی ہے جو میں نے آپ کی اُمت سے نہ دیکھی ہو۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: انہیں بددعا کریں۔ میں نے کہا: خدایا! مجھے ان سے بہتر عطا کر

اور مجھ سے بدتر ان کے نصیب فرما۔

شب ضربت

امیر المومنین علی علیہ السلام نے ماہ مبارک رمضان کی انیسویں رات کو اپنی بیٹی اُمِ کلثوم کے گھر روزہ افطار کیا۔ جب علیؑ کی چشم مبارک دستر خوان پر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ دستر خوان پر جَو کی دو روٹیاں، ایک پیالہ دودھ اور کچھ پیسا ہوا نمک رکھا ہوا تھا۔

فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهِ ...... وَبَكٰى بُكَآءً اشَدِيْدًا عَالِيًا

"جب آپ کی نگاہ پڑی، آپؑ نے بلند آواز سے بہت زیادہ گریہ فرمایا"۔

ثُمَّ قَالَ: يَابُنَيَّةُ ، اَلدُّنْيَا دَارُ غُرُوْرٍ وَ دَارُ هَوَانٍ ، فَمَنْ قَدَّمَ شَيْئًا وَجَدَهٗ ، يَابُنَيَّةُ ، وَاللّٰهِ لَا اٰكُلُ شَيْئًا حَتّٰى تَرفَعِيْنَ اَحَدَ الاِدَامَيْنِ (بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۲۷۶)

"پھر فرمایا: اے میری لاڈلی! دنیا غرور اور فریب کاری کا گھر ہے، جو کوئی جو کچھ آگے بھیجے گا وہی پائے گا۔ اے میری پیاری بیٹی! خدا کی قسم! اس وقت تک کوئی چیز نہیں کھاؤں گا جب تک تم دونوں چیزوں میں سے ایک چیز اُٹھا نہ لو گی"۔

حضرت اُم کلثوم نے دودھ اُٹھایا۔ آپؑ نے نمک کے ساتھ تھوڑی سی جَو کی روٹی تناول فرمائی اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ صبح کے وقت جب گھر سے باہر نکلنا چاہا تو اپنی کمر باندھی اور فرمایا: اے پالنے والے! موت کو میرے لیے آسان فرما، جب آپؑ گھر کے صحن میں تشریف لائے تو بڑی بطخیں آپؑ کے راستے میں آ گئیں۔ انہوں نے اپنی چونچوں سے مولائے کائنات کا دامن پکڑا اور بلند آواز سے بولیں۔ (کبریت احمر، ص ۳۵۱)

گویا بطخیں یہ کہہ رہی تھیں کہ ہمارے آقا و مولا! گھر سے باہر نہ جائیں۔ آج کی شب بہت خطرناک ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ آپؑ واپس نہیں آئیں گے۔ البتہ حضرت علی علیہ السلام نے گھر سے روانہ ہوتے وقت اُم کلثوم سے فرمایا: ان پرندوں کا خیال رکھنا۔

شہادتِ علیؑ اغیار کی نظر میں

چالیسویں ہجری کے ماہِ مبارک رمضان کے دس دن باقی تھے کہ ایک دشمنِ خدا باہر آیا اور اس راستے پر بیٹھ گیا جس راستے سے حضرت علی علیہ السلام نمازِ صبح کے لیے مسجد جاتے تھے۔① جب حضرت علی علیہ السلام گھر سے باہر آئے تو ابن ملجم نے مولائے کائنات کی طرف چھلانگ لگائی اور کہا: حکم کرنا صرف خدا کا کام ہے تمہارا کام نہیں ہے۔ اس نے حضرت علیؑ کی پیشانی پر شمشیر سے ضرب لگائی۔

آپؑ نے اس وقت فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ اس کے بعد علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا: یہ شخص آپ لوگوں کے ہاتھوں سے فرار نہ کر جائے۔ لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا۔

ابن ملجم کہتا ہے: میں نے یہ تلوار ایک ماہر شخص کو دکھائی، اس میں جو نقص تھا اس نے اسے درست کیا۔ جب اس نے حضرت علی علیہ السلام کو زخمی کیا تو کہا: میں نے یہ تلوار فلاں مقدار رقم دے کر تیز کروائی ہے اور اتنی رقم دے کر اسے زہر کی پان چڑھائی ہے اگر اس شہر کے تمام لوگوں کو زخم لگاتا تو تمام کے تمام ختم ہو جاتے۔

دوست دارم روم نجف کنار تربتِ علیؑ — بنشینم گریہ کنم، برای غربتِ علیؑ
دوست دارم روم نجف توی صحن ایوان طلا — مثل شمع بسوزم، غرق مصیبت علیؑ
قصۂ غربت او شعلہ بہ عالم می زند — شب شنید و چاہ و نخلستان شکایت علیؑ
مدینہ تو ھم بگو قصۂ تازیانہ را — جرمِ فاطمہؑ چہ بود، بہ جرم حمایت علیؑ
دستِ شوہرش بستہ بود بہ ھمسرش سیلی زدند — بہ خدا دل می سوزد از این حکایتِ علیؑ
ندا فزت و ربّ الکعبہ در محراب خون — در نماز واپسین، ذکر و شہادتِ علیؑ

---

① یہاں پر دینوری نے انصاف نہیں کیا کیونکہ اس نے لکھا ہے کہ علیؑ کو راستے میں ضرب لگائی ہے حالانکہ شیعہ وسنّی علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابن ملجم نے امام المتقینؑ کو حالتِ نماز میں سجدے سے سر اٹھاتے وقت ایسی تلوار سے ضرب لگائی جس پر زہر کی پان چڑھائی ہوئی تھی۔

"میں پسند کرتا ہوں کہ نجف جاؤں اور علیؑ کی قبر کے پاس بیٹھ کر ان
کی مظلومی پر گریہ کروں۔
میں چاہتا ہوں کہ نجف جاؤں، طلائی ایوان والے صحن میں شمع کی
مانند جلوں اور علی علیہ السلام کے غم میں غرق ہو جاؤں۔
ان کی مظلومی کا قصہ پوری دنیا کے سامنے روشن ہے، رات میں
کنویں اور نخلستان نے علی علیہ السلام کی شکایت سنی ہے۔
شوہر کے ہاتھ باندھے ہوئے تھے ان کی بیوی کو تھپڑ مارے گئے۔
خدا کی قسم! علی علیہ السلام کے اس واقعہ سے دل جلتا ہے"۔

ابن ملجم علی علیہ السلام کو زخمی کرنے کے بعد فرار کرنا چاہتا تھا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔
جب اسے حضرتؑ کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اسے اچھا کھانا اور نرم بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو اپنے خون کا خود وارث ہوں۔
میں اسے معاف کر دوں گا یا قصاص لوں گا اور اگر میں رتبۂ شہادت پر فائز ہو گیا تو اسے قتل
کر دینا، لیکن ایک سے زیادہ وار نہ کرنا چونکہ خداوند متعال تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں
رکھتا۔

اس دوران میں جناب اُم کلثومؑ نے روتے ہوئے ابن ملجم سے کہا: اے دشمنِ خدا!
تم نے امیر المومنینؑ کو قتل کر دیا ہے؟

اس نے کہا: امیر المومنینؑ کو نہیں بلکہ تمہارے بابا کو قتل کیا ہے۔

اُم کلثومؑ نے کہا: خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ انہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

ابن ملجم نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر گریہ کیوں کر رہی ہو؟ خدا کی قسم! میں نے تلوار کو
تیز کیا، دل سے ہر قسم کا خوف نکال دیا، مرنے کے لیے تیار ہو کر اور دل سے ہر قسم کی آرزو
نکال کر علیؑ کو ایسا زخم لگایا ہے کہ اگر مشرق میں رہنے والے لوگوں کو لگایا جائے تو وہ ختم
ہو جائیں گے۔

بالآخر علی علیہ السلام جمعہ و ہفتہ تک زندہ رہے اور اتوار کے دن شہید ہو گئے۔ امام حسنؑ، امام حسینؑ، محمد حنفیہؒ اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن پہنایا۔ امام حسن علیہ السلام نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں کوفہ میں دارالامارہ میں دفن کر دیا۔①

① یہ بیان کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کو دارالامارہ میں دفن کیا گیا، وارد شدہ روایات کی نگاہ میں درست نہیں ہے کیونکہ اھلِ بیت ادریٰ بما فی البیت (گھر کی بات گھر والے بہتر جانتے ہیں)۔ مشہور و معروف کتاب "اصولِ کافی" میں حدیث ہے کہ صفوان جمال کہتے ہیں: میں، عامر اور عبداللہ بن جذاعہ ازدی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ عامر نے آپ کی خدمتِ عالیہ میں عرض کیا: اے رسولؐ خدا کے فرزند! میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں، لوگوں کا خیال ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام مقامِ رحبہ (میدانِ کوفہ یا مسجد کے سامنے) میں دفن ہوئے ہیں۔ آنحضرتؑ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کیا: پس انہیں کہاں دفن کیا گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب وہ شہید ہو گئے تو امام حسن علیہ السلام نے کوفہ کے نزدیک نجف میں سپردِ خاک کیا۔ نجف غری کے دائیں اور حیرہ کے بائیں طرف واقع ہے۔ اس جگہ کی ریت سفید ہے۔ (اصولِ کافی، ج ۲، ص ۳۵۳)

تاریخ خلفائے راشدہ جو کہ تاریخ ابن کثیر قاضی شیخ محمد بن احمد کنعانی کا خلاصہ ہے، کے صفحہ ۲۴۷ پر پہلے تو وہ شیعوں کو رافضی کے نام سے یاد کرتا ہے، اس کے بعد لکھتا ہے: اس بات کو نہ عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ شریعت کہ امام علی علیہ السلام کی قبر نجف میں ہو بلکہ وہاں پر مغیرہ بن شعبہ کی قبر ہے۔ اگر شیعوں کو اس بات کا علم ہو جائے تو وہ اس پر سنگ باری کریں گے۔

یہاں پر اس بات کا ذکر کرنا نہایت اہم ہے کہ ابن کثیر نے ذرہ برابر انصاف سے کام نہیں لیا کیونکہ ایک تو اس نے خاندانِ رسول اکرمؐ جو کہ نزولِ وحی کا مقام ہے پر سبقت کی ہے کیونکہ پہلے ہم امام معصومؑ، اولادِ علیؑ، حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس بارے میں روایت نقل کر چکے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ابن کثیر نے اہلِ سنت والجماعت کی کتب پر بھی ذرا برابر توجہ نہیں دی کیونکہ اہلِ سنت کی مشہور و معروف کتاب "عقدالفرید" کے مؤلف لکھتے ہیں: جو کچھ ابن کثیر نے لکھا ہے وہ درست ہے کہ امام علی علیہ السلام کی قبر مطہر نجف میں عام و خاص کے لیے زیارت گاہ ہے۔ (المختصر فی احوال البشر، ج ۱، ص ۱۹۰)

تبصرہ: ابن کثیر کی بات کا عقل اور شریعت کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنی بات پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی ہے۔ یہ حضرت اگر ہمارے دوسرے آئمہ علیہم السلام کو قبول نہ بھی کرتا ہو تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہما السلام کو تو قبول کرتا ہے کیونکہ اس نے مذکورہ دونوں اماموں کے بحرِ علم سے استفادہ کیا ہے۔

جابر بن یزید جعفی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: لیکن ان کی قبر پوشیدہ رکھی گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خوارج آپؑ کی قبر مطہر کو کھولیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے ساتھ معاویہ کی صلح کے بعد آپؑ کا جسدِ اطہر مدینہ منورہ منتقل کر دیا گیا۔[1]

اہلِ سنت سے دو روایات

❂ امیر المومنین پر فرشتوں کا سلام:

عَن ثَعلَبَةِ الجُمَانِي قَالَ: دَخلتُ عَلٰى عَلِيِّ بن اَبِي طَالِب عليه السلام اليَومَ الثَّانِي ، وَهُوَ يَجُودُ بِنفسِهِ مُغمٰى عَلَيهِ

قال: سئلتُ ابا جعفر محمد بن علي الباقرؑ: اين دُفن اميرُ المومنين؟ قال: دفن بناحية الغريين ودفن قبل طلوع الفجر ، ودخل قبره الحسنُ والحسين ومحمد بنوعلي وعبدالله بن جعفر (ارشاد، ص ۱۹)

"وہ کہتے ہیں: میں نے امام باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ امیر المومنین کہاں دفن ہوئے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: غریین کی طرف دفن ہوئے ہیں، آپ کو طلوعِ فجر سے پہلے دفن کیا گیا۔ حضرت علیؑ کے بیٹے حسنؑ، حسینؑ اور محمد کے علاوہ عبداللہ بن جعفر نے آپؑ کو قبر میں اُتارا۔

[1] دینوری کہتا ہے کہ معاویہ کو سجدہ کی حالت میں ضربت لگی ہے حالانکہ اہل سنت کی بہت سی کتب میں مذکور ہے کہ حضرت علیؑ کو نماز کے وقت سجدہ کی حالت میں تلوار سے ضرب لگائی گئی۔ دینوری پر کتنا افسوس ہے کہ جو فضیلت علیؑ کی ہے اس کی نسبت زمین پر بدترین انسان کی طرف دے رہا ہے حالانکہ سُنّی علماء حضرت علیؑ کو رسولؐ خدا کے تمام اصحاب سے افضل سمجھتے ہیں، شیعہ و سُنّی کتب حضرت علیؑ کی فضیلت سے معمور ہیں۔ (الامامہ والسیاسہ دینوری)

وَاُمُّ كُلثُوم تبكِيهِ ، فَاَفَاقَ وَقَالَ: مَا هٰذَا الصَّوتُ؟ قَالُوا: اُمُّ كُلثُومَ تبكِيكَ قَالَ: مَا يُبكِيكَ يَابُنَيَّةَ؟ قَالَت: مِمَّا اَرٰى بِكَ يَا اَمِيرَ المُؤمِنِينَ

قَالَ: اَمَّا اِنَّكِ لَو تَرٰى مَا بَكَيتِ ، هٰذَا مَوكِبُ مَلَائِكَةِ السَّمَاوَاتِ السَّبعِ تَاتِي فَوجًا فَوجًا يُسَلِّمُونَ عَلَيَّ وَهٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ يَقُولُ : امامُكَ خَيرٌ لَكَ (الحسن، ص ۱۰۱)

"ثعلبہ جمانی سے نقل ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں حضرت علی بن ابی طالبؑ کو ضرب لگنے سے دو دن بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آنحضرتؑ اپنے حالات میں مشغول تھے (تکلیف میں مبتلا تھے) اور اُم کلثومؑ گریہ کر رہی تھیں، آپؑ اُم کلثومؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کون گریہ کر رہا ہے؟ بتایا گیا: اُم کلثومؑ رو رہی ہیں۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: اے میری پیاری بیٹی! کس چیز نے آپ کو رُلایا ہے؟

اُم کلثوم نے عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ! میں آپ کی حالت دیکھ کر رو رہی ہوں (کہ آپ کی پیشانی شق ہے، آپ کا رنگ زرد ہو چکا ہے آپ کی پیشانی سے خون جاری ہے)

آنحضرتؑ نے فرمایا: جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر تم دیکھتی تو کبھی بھی یوں گریہ نہ کرتی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ملائکہ آسمانِ ہفتم سے فوج در فوج نازل ہو رہے ہیں اور مجھے سلام کر رہے ہیں، اور یہ رسولِ خدا ہیں جو فرما رہے ہیں، جو کچھ آپؑ کے ساتھ ہوا ہے وہ آپؑ کے لیے بہتر ہے"۔

شہادتِ امیرالمومنینؑ کی خبر

اب پیٹنے کی جا ہے غلامانِ مرتضیٰ　　آقا کی گوشِ دل سے مصیبت سنو ذرا
ایسا کریم ، ایسا سخی، ایسا پیشوا　　بے جرم حق کے سجدے میں مجروح ہوگیا
فرصت نہ دی نماز کی اس روزہ دار کو
نہلا دیا لہو میں شہِ ذوالفقار کو

(میرانیسؔ)

فِي الحَدِيث: إنَّ النَّبِيَّ قَالَ لِعَلِيٍّ: اَلاَ أُخبِرُكَ بِاَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَومَ القِيَامَةِ؟
قَالَ: أخبِرنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قَالَ: فَإنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَومَ القِيَامَةِ عَاقِرُ نَاقَةِ ثَمُودَ وَخَاضِبُ لِحيَتِكَ بِدَمِ رَأسِكَ (عقد الفرید، ج۴، ص۳۶۰)

"پیغمبر اکرمؐ سے حدیث نقل ہے کہ آپؐ نے علی علیہ السلام سے مخاطب ہوکر فرمایا: اے علیؑ! کیا آپ کو اس شخص کے بارے میں بتاؤں جو قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگا۔
امیرالمومنین علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! بتائیں۔
رسولؐ خدا نے فرمایا: قیامت کے دن سخت ترین عذاب اسے ہوگا جس نے ناقۂ صالح کی کونچیں کاٹیں اور جو آپؑ کی ریش مبارک کو آپؑ کے خون سے رنگین کرے گا۔

دریغ و حسرت از عالم ، وفا را ریشہ کن کردند
بہ محراب دعا باخون عدالت را کفن کردند
دگر از خاک نخلستانِ گل حسرت نمی روید
کہ مولا می رود زین پس بہ زہرا دردِ دل گوید

صفا از کوفہ رفت، اما بہشت، امشب چراغان است
کہ بر پیغمبرؐ و زہراؑ، غریب کوفہ، مہمان است

"ہائے افسوس کہ پیکرِ وفا اور مجسمۂ عدالت کو محرابِ عبادت شہید کر دیا گیا۔ آج کے بعد کوفہ کے نخلستان سے مولا کے گریہ و زاری اور مناجات کی صدا نہیں آئے گی، کیونکہ اب وہ اپنے اُوپر ہونے والے مظالم کی داستان جنابِ زہراء علیہا السلام کو جا کر سنائیں گے۔
کوفہ میں اُداسی چھائی ہے جب کہ جنت میں چراغاں ہے کیونکہ غریبِ کوفہ مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام پیغمبرِؐ خدا اور جنابِ فاطمہ زہراء علیہا السلام کے مہمان ہیں"۔

رسولؐ خدا علیؑ کے منتظر

حضرت اُم کلثومؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: میرے پدر بزرگوار نے رمضان المبارک کی انیسویں کو رات کے پہلے حصے میں نماز پڑھی۔ آپؑ دعا و تعقیبات کے بعد سو گئے، اچانک بے قراری سے آپؑ نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے تمام اہل و عیال کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو آپؑ نے فرمایا:
میں آپؑ لوگوں کے درمیان سے جانے والا ہوں، آپ دوبارہ مجھے نہیں دیکھ پائیں گے، کیونکہ میں نے ابھی ابھی رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اے ابا الحسنؑ! میں آپؑ کا مشتاق ہوں، پس میرے پاس آنے کے لیے جلدی کریں کیونکہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپؑ کے لیے بہتر ہے۔

نالہ کن ای دل، بہ عزای علیؑ — گریہ کن ای دل، برای علیؑ
کعبہ ز کف دادہ مولودِ خویش — گشتہ سیہ پوش، عزای علیؑ
عمر علیؑ، عمرۂ مقبولہ بود — ھر قدمش سعی و صفای علیؑ

"اے دل! علی علیہ السلام کے غم میں گریہ کر، اے دل! علی علیہ السلام

کے لیے گریہ کر، کعبہ نے ہاتھ سے اپنا مولود کھو دیا ہے اور علیؑ کے غم میں سیاہ پوش ہو گیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی عمر مبارک حج عمرہ مقبولہ تھی، علیؑ مشکل کشا کا ہر قدم صفا و مروہ کے درمیان سعی تھی"۔

پس خاندانِ اہلِ بیت علیہم السلام کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور دل سے بے اختیار فریادیں نکلیں۔ (بیت الاحزان، ص ۴۷)

اُم کلثوم فرماتی ہیں: میرے والد بزرگوار اس رات میں مقامِ عبادت کو چھوڑ کر گھر کے صحن میں تشریف لائے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرماتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِي فِي الْمَوْتِ

"اے میرے معبود! موت کو میرے لیے بابرکت بنا"۔

بیت الاحزان کے صفحہ ۴۹ پر نقل ہوا ہے کہ اس رات میں آپؑ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي لِقَائِكَ

"اے میرے معبود! میرے لیے اپنی ملاقات مبارک کر"۔

آپؑ نے اسی رات میں کئی بار کلمۂ استرجاع اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْن کا تکرار فرمایا۔

اُم کلثوم فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: اے بابا جان! کب تک اپنی موت کی خبر دیتے رہیں گے؟ آپؑ نے فرمایا:

يَا بُنَيَّةَ قَدْ قَرُبَ الْاَجَلُ وَانْقَطَعَ الْاَمَلُ

"اے میری پیاری بیٹی! موت نزدیک ہے اور آرزو ختم ہو چکی ہے"۔

میں نے بلند آواز سے گریہ کرنا شروع کیا۔ میرے والد بزرگوار نے فرمایا: اے میری لاڈلی بیٹی! صبر سے کام لیں اور بے قراری کا مظاہرہ نہ کریں، میں وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا ہے۔ میں نے رسولِؐ خدا کو خواب میں دیکھا، انہوں نے میری طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَا عَلِيُّ! هَلُمَّ إِلَيْنَا فَإِنَّ مَا عِنْدَنَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ

"اے علیؑ! ہمارے پاس آنے میں جلدی کریں کیونکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ آپؑ کے لیے بہتر ہے"۔ (انوار المعیہ، ص ۳۱)

آنان کہ علی مرتضیٰ را کشتند ۔۔۔ نفسِ نبیؐ و خونِ خدا را کشتند

با کشتنِ آن خلاصۂ خوبی ھا ۔۔۔ گویا کہ تمام انبیاءؑ را کشتند

"جنہوں نے علی مرتضیٰؑ کو قتل کیا ہے انہوں نے نفسِ نبیؐ اور خونِ خدا کو قتل کیا ہے، ان لوگوں نے خوبیوں کے اس مرکز کو قتل کیا گویا کہ تمام انبیاءؑ کو قتل کیا ہے"۔

رنگین ریشِ مبارک

کتاب "محرق القلوب" میں آقائے نراقی سے روایت ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کے ایک دن حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام منبر پر تشریف فرما تھے وہاں پر کوفہ کے اشراف و روٗوسا بھی موجود تھے۔ آپؑ نے اپنا چہرۂ مبارک منبر کے دائیں طرف کیا، اور حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا، آپؑ نے فرمایا:

يَا بُنَيَّ! كَمْ مَضَى مِنْ شَهْرِنَا هَذَا؟

"اے میرے لال! اس مہینے کے کتنے دن گزر چکے ہیں؟"

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے امیر المومنینؑ! تیرہ دن گزر چکے ہیں۔ پھر آپؑ نے منبر کے بائیں جانب دیکھا، وہاں پر حضرت امام حسین علیہ السلام حاضر تھے۔ آپؑ نے ان سے فرمایا:

يَا بُنَيَّ! كَمْ بَقِيَ مِنْ شَهْرِنَا هَذَا؟

"اے میرے پیارے بیٹے! اس مہینے کے کتنے دن باقی ہیں؟"

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے امیر المومنینؑ! سترہ دن باقی ہیں۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنا ہاتھ اپنی ریشِ مبارک پر پھیرتے ہوئے فرمایا: اس مہینے میں میری

داڑھی کو میرے سر کے خون سے خضاب کریں گے۔ (روضۃ الشہداء، ص ۱۳۱)

اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

أُرِيدُ حَيَاتَهُ وَ يُرِيدُ قَتْلِي
عَذِيرُكَ مِن خَلِيلِكَ مِن مُرَادِ

"میں اس کی بھلائی چاہتا ہوں لیکن وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، اگر قبیلہ مراد سے تعلق رکھنے والے تمہارے دوست کو کوئی شکایت ہے تو بیان کرو"۔

مرگِ ما را زندگی ای، دیگر است　　زھر مرگ از شہد شیریں، خوش تر است
مرگ سازد مغز را، صافی ز پوست　　تا رس آمد دوست را نزدیک دوست

"ہماری موت گویا کہ ایک اور زندگی ہے، موت کا زہر شیریں شہد سے زیادہ خوش مزہ ہے۔ موت انسان کے مغز و جان کو اس کی کھال سے صاف کرتی ہے اور دوست کو دوست کے قریب لے جاتی ہے"۔

مولائے کائنات نے اس وقت اس قدر گریہ فرمایا کہ آپؑ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر وہاں پر موجود لوگ بھی روئے۔ آنحضرت نے فرمایا: اے لوگو! یہ خیال مت کرنا کہ میں موت سے ڈرتا ہوں کیونکہ میں تو ہمیشہ سے شہادت کا منتظر ہوں۔ آپؑ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ لَابْنَ اَبِي طَالِبٍ اَنِسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الصَّبِي بِثَدْيِ اُمِّهِ

"خدا کی قسم! ابی طالب کے بیٹے کو موت سے اس قدر پیار ہے جس قدر بچے کو اپنی ماں کے پستان سے اُنس ہوتا ہے"۔

میرا گریہ کرنا اپنے مظلوم بچوں کی خاطر ہے جو میرے بعد یتیم ہو جائیں گے اور عالمِ غربت میں تکلیفیں اُٹھائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: اے حاضرین! غائبین تک یہ بات پہنچا دیں کہ جو کوئی بھی

میرے بچوں کی مصیبت پر گریہ کرے گا، ان پر مشکلات کی وجہ سے آہ و بکا کرے گا اور ان کی غربت پر مغموم و محزون ہوگا اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ضائع نہیں ہوگا۔

محرق القلوب، بحارالانوار اور بیت الاحزان کی روایت کے مطابق امیر المومنین علی علیہ السلام نے جب یہ دکھ بھرے جملے ارشاد فرمائے تو زمین و آسمان میں زلزلہ آ گیا۔

امیر المومنین علیؑ بستر شہادت پر

جب ابن ملجم لعین نے امام المتقین علی علیہ السلام پر زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے ضرب لگائی تو آپ کا سر اقدس پیشانی تک پھٹ گیا، آپؑ نے آہ تک نہ بھری، بلکہ فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

غرق بہ خون گشتہ محراب و سجادہ

اسطورۂ تقویٰ از پای افتادہ

"محراب مسجد اور سجادہ خون میں ڈوب گئے، تقویٰ الٰہی کا نمونہ کامل قتل ہوگیا"۔

محرق القلوب، بحارالانوار اور بیت الاحزان کی روایت کے مطابق جب امیر المومنین علی علیہ السلام کی پیشانیٔ مبارک پر ضرب لگی تو زمین میں زلزلہ آیا، آسمان نے آگ اُگلنا شروع کی، سمندر موجزن ہوئے۔ مچھلیوں نے اپنے آپ کو پانی سے باہر گرایا اور خاکِ مذلت و حسرت پر تڑپنا شروع کیا۔ مسجد کوفہ کے دروازے اس طرح آپس میں ٹکرائے کہ کسی میں ان کے ٹکرانے کی آواز سننے کی طاقت نہ تھی۔ فرشتوں کی آہ و بکا بلند ہوئی، سیاہ آندھی چلی، اندھیرا چھا گیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے زمین و آسمان کے درمیان ندا دی جو ہر بیدار شخص نے سنی۔ جبرئیلؑ نے باآواز بلند کہا:

قُتِلَ عَلِيُّ الْمُرْتَضٰى ، قُتِلَ وَاللّٰهِ سَيِّدُ الْاَوْصِيَاءِ ، قَدْ قُتِلَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ"

"علی مرتضیٰ قتل ہوگئے، خدا کی قسم! اوصیاء کے آقا و مولا شہید

ہو گئے، حضرت امیر المومنین علیہ السلام قتل ہو گئے"۔

شہید ظلم نمودند یثرب را
امیر کشور دیں ، مظہر العجائب را

"یثرب کے بادشاہ، مملکتِ دین کے سردار اور مظہر العجائب کو ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا گیا"۔

وقتِ شہادت مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ قَتَلَنِی اللَّعِینُ ابنُ مُلجَم

"اے لوگو! مجھے ابن ملجم لعین نے قتل کر دیا"۔

کوفہ کے لوگوں نے جب امیر المومنین علی علیہ السلام کی زبان سے آپؑ کے شہید ہونے کی خبر سنی تو بہت سے لوگ مسجدِ کوفہ میں داخل ہوئے، کیا دیکھتے ہیں کہ امام المتقین محرابِ عبادت میں خون میں ڈوبے ہوئے ہیں، کبھی خاک اُٹھا کر زخم پر ڈالتے ہیں اور کبھی اپنے زخم کا خون اپنی ریش مبارک پر ملتے ہیں اور فرماتے ہیں:

میں اس حالت میں رسولؐ خدا، اپنے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ اور اپنے بھائی جعفر طیارؓ سے ملاقات کروں گا۔

آفتابِ محراب غروب ہوا

یہ سن کے دوڑے جانب مسجد حسنؑ و حسینؑ
دیکھا کہ رو رہے ہیں نمازی بہ شور و شین
اور خوں میں اپنے لوٹتے ہیں شاہِ مشرقین
سر اپنا پیٹنے لگے زہراؑ کے نورِ عین
غم سے کلیجے دونوں کے سینوں میں پھٹ گئے
چلّا کے ہائے بابا کہا اور لپٹ گئے

(میر انیس)

منادی نے ندا دی کہ آفتاب ولایت خونیں محراب کے دامن میں غروب ہو گیا۔
مولا امیر المومنین علی علیہ السلام کے بچوں نے جب یہ آواز سنی تو ان کے رونے کی آوازیں

بلند ہوئیں، حسنین شریفین علیہما السلام جلدی سے مسجد کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ولیِ خدا محرابِ عبادت میں گرے ہوئے ہیں۔ حضرت امام حسنؑ نے بابا کا زخمی سر اپنی گود میں لیا اور اپنا چہرہ اپنے بابا کے چہرۂ مقدس پر رکھا۔ مقامِ سجدہ پر بوسہ دیا۔ مثلِ ابر بابا کے چہرے مقدس پر اشکوں کی بارش برسائی۔ جب آنحضرتؑ نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ شہزادہ حسنؑ گریہ کر رہے ہیں۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا:

يَابُنَيَّ! أتجزَعَ عَلٰى اَبِيكَ وَغَدًا تُقتَلُ بَعدِي مَسمُومًا ، وَيُقتَلُ اَخُوكَ بِالسَّيفِ هٰكَذَا ، وَتُلحِقَانِ بِجَدِّ كُمَا وَاَبِيكُمَا (کبریت احمر، ص ۲۶۷)

"اے میرے لال! کیا تم اپنے باپ پر گریہ کر رہے ہو، کل کو تمہیں زہر سے اور تمہارے بھائی کو تلوار سے شہید کیا جائے گا اور تم دونوں کو تمہارے جدِ بزرگوار اور پدرِ گرامی سے ملحق کر دیں گے"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے پاؤں چومتے اور آنکھوں پہ ملتے ہوئے فرماتے ہیں: اے بابا جان! ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ آپؑ کو اس حالت میں دیکھیں، آپؑ کے بعد ہمیں زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔

در ظلمتِ شب نورِ خدا را کشتند   آں مظہرِ ذاتِ کبریاء را کشتند
در مسلخِ عاشقی بہ جرمِ عدلش   ہنگامِ دُعا روحِ دعا را کشتند

"رات کی تاریکی میں نورِ خدا کو قتل کر دیا، ذاتِ کبریا کے مظہر کو شہید کر دیا۔ عدل کرنے کے جرم میں میدانِ عشق میں دعا کے وقت روحِ دعا کو شہید کر دیا"۔

امام علیؑ کی صبحِ صادق

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے گھر لے چلیں تو ایک کمبل لایا گیا۔ آپؑ کو کمبل پر لٹایا گیا۔ ایک طرف سے امام حسن علیہ السلام اور دوسری طرف سے حضرت

امام حسین علیہ السلام نے اٹھایا، جب مسجد سے باہر آ چکے تو آپؑ نے فرمایا: میرا چہرہ مشرق کی جانب کریں۔ حکم کی تعمیل ہوئی، اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ

''اے صبح! تم گواہ رہنا، قیامت کے دن تمہیں گواہی دینا ہوگی کہ جس روز سے میں نے رسولؐ اللہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اس دن سے لے کر آج تک تو نے مجھے سویا ہوا نہیں پایا۔ اس دوران میں کوفہ کے رہنے والے تمام لوگ حاضر تھے، سب گریہ کرنے لگے۔ کمزوری کی وجہ سے آپ کو گھر لے جایا گیا۔

خورشیدِ ولایت کے گھر پہ گریہ

جب امیر المومنین علی علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے تو حضرت زہراء علیہا السلام کی لاڈلیوں نے آگے بڑھ کر استقبال کیا، انہوں نے دیکھا کہ بابا کمزور نظر آرہے ہیں، ان کی ریشِ مبارک خون سے رنگین ہے، عمامہ خون سے سرخ ہے۔ بابا کی یہ حالت دیکھ کر ان کا گریہ اور بلند ہوا، آنسو برساتی ہوئی آنکھوں سے بابا کے پاؤں پر گریں لیکن حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے ان میں سے ہر ایک کو پکڑا، ان کے سر پر بوسہ دیا اور انہیں صبر کی تلقین کی، اس دوران میں آپ کی نگاہ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام پر پڑی کہ شدید گریہ کرنے کی وجہ سے آنکھیں زخمی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:

يَا حُسَيْنُ اِدْنِ مِنِّي

''اے میرے فرزندِ دلبند! میرے نزدیک آؤ''۔

امام حسین علیہ السلام قریب ہوئے، آپؑ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کی آنکھوں سے آنسو صاف کیے، اور ان کے دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے بھائی بہنوں کو صبرِ جمیل اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

اس کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے دودھ کا پیالہ آنحضرتؑ کے دستِ مبارک میں دیا۔ انہوں نے تھوڑا سا دودھ پیا اور باقی واپس کر دیا اور ارشاد فرمایا:

اے میرے لال حسنؑ! یہ دودھ لے جا کر ابن ملجم کو دیں اور فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ (کبریت احمر، ص ۲۶۹)

چرا شیرِ خدا امشب ز بستر برنمی خیزد
برای رازِ دل با حی داور برنمی خیزد
خداوندا چہ موجب گشتہ کان شب زندہ دار امشب
بہ طاعت ہمچنان ، شب ھای دیگر برنمی خیزد
چرا بانگِ مناجات علی امشب نمی آید
چرا آن نغمۂ اللہ اکبر برنمی خیزد
ھمہ ایتام کوفہ چشم در راھش ولی دیگر
علی بر پرسش ایتام مضطر برنمی خیزد
علی را ضربت شمشیر زھر آلودۂ قاتل
چناں از پای افکندہ کہ دیگر برنمی خیزد
شہادت یافت در راہ عدالت حیدر و دیگر
چو او مردی، دریں راہ تابہ محشر نمی خیزد

''آج رات شیر خدا علی علیہ السلام بستر سے کیوں نہیں اُٹھ رہے، اللہ تعالیٰ سے رازِ دل بیان کرنے کے لیے کیوں نہیں اُٹھ رہے۔

خداوندا! کون سی چیز اس بات کا سبب بنی ہے کہ آج کی رات دوسری راتوں کی مانند تیری اطاعت و بندگی کے لیے نہیں اُٹھ رہے۔

آج کی رات علی علیہ السلام کے مناجات کی آواز کیوں نہیں رہی۔

اللہ اکبر کا نغمہ پڑھنے والا کیوں نہیں اُٹھ رہا۔

کوفہ کے تمام یتیموں کی آنکھیں ان کی منتظر ہیں لیکن علی علیہ السلام یتیموں کی احوال پرسی کے لیے نہیں اُٹھ رہے۔

حضرت علی علیہ السلام کو قاتل کی زہر میں بجھی ہوئی تلوار کی ضرب نے
اس طرح سے گرایا کہ وہ اب نہیں اُٹھیں گے۔
شیر خدا علی مرتضیٰ کو عدل و انصاف کرنے کی وجہ سے شہید کیا گیا چونکہ
وہ اس راہ میں شہید ہو چکے ہیں لہٰذا وہ محشر تک نہیں اُٹھیں گے۔

کوفہ کے طبیب

ابو الفرج کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین علی علیہ السلام کو اُن کے گھر میں لایا گیا تو کوفہ کے تمام طبیب اکٹھے ہوئے، اُن میں سے اثیر بن عمرو بن ہانی سے کوئی بھی طبیب عالم تر نہیں تھا، طبابت کی دستار اُس کے سر پر تھی جب اُس نے مولائے کائنات علی علیہ السلام کا زخم دیکھا تو اس نے کہا: مجھے گوسفند کے پھیپھڑے کا ایک گرم ٹکڑا لا دیں۔ جب وہ لایا گیا تو اُس نے اس میں سے ایک بار یک رگ نکالی، اسے پھونک مارنے کے بعد زخم کے اُوپر رکھا، جب اس رگ کو اُٹھا کر دیکھا تو اس کے سرے پر مغزِ سر کا گودا لگا ہوا پایا۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: یا علیؑ! وصیت وغیرہ فرمالیں کیونکہ دشمن کی تلوار کا زخم سر کے مغز تک لگا ہے۔ (انوار البھیہ، ص ۳۳۔ مقاتل الطالبین، ج ۲، ص ۲۳)

روایت دیگر:

ایک اور روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت زینب علیہا السلام نے کسی کو بھیجا کہ وہ نعمان نامی طبیب کو بلا کر لائے تاکہ وہ مولائے کائنات کے زخم کو مرہم پٹی کرے۔ جب نعمان پہنچا تو اس کی نگاہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے زخم پر پڑی۔ اس نے اپنے سر سے عمامہ اُتارا اور گریبان چاک کرتے ہوئے کہا:

واویلا، وامصیتاہ جس تلوار سے مولاؑ کو زخم لگایا گیا ہے اسے انتہائی مہلک قسم کے زہر سے پان دی گئی ہے۔ اس زخم پر مرہم پٹی کا کوئی فائدہ نہیں۔ مجھے بہت افسوس ہے کیونکہ آپ میرے امام و مقتدا ہیں۔ (کبریت احمر، ص ۲۷۰)

مناجات علی امشب ز نخلستان نمی آید
صدای دل نشین شاہ انس و جان نمی آید

بہ فرق مظہر حق و عدالت ضربتی خوردہ
کہ اُمید حیات، از آن شہ خوباں نمی آید

علی در بستر مرگ است و مشغول وداع امشب
بہ خادم گو بہ مسجد خسرو جانان نمی آید

یتیمی دامن مادر گرفتہ اشک می ریزد
کہ ای مادر، چرا غمخوار ما طفلان نمی آید

حکیم از دیدن زخم علی نومید گردیدہ
حسن از غیر یأس از گفتۂ نعمان نمی آید

بہ عباس و بہ زینبؑ تسلیت گویم من دل خون
حسین را گو کہ حیدرؑ سرور نیکان نمی آید

"آج رات نخلستان سے علی علیہ السلام کے مناجات کی آواز نہیں آتی ہے۔ انسانوں اور جنوں کے بادشاہ کی میٹھی میٹھی آواز نہیں آتی ہے۔ حق و عدالت کے مظہر کے سر پر ایسی ضرب لگی ہے کہ شاہِ دوجہاں کے زندہ بچنے کی کوئی امید باقی نہیں ہے۔

علی علیہ السلام آج رات بستر شہادت پر وداع ہونے کے انتظار میں ہیں۔ کوئی جا کر خادم کو بتا دے کہ آج شہنشاہِ جہان مسجد میں نہیں آئیں گے۔ طبیب حضرت علی علیہ السلام کا زخم دیکھ کر نا اُمید ہوگیا۔ نعمان طبیب کے بتانے کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نا اُمیدی کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ میں اپنے مغموم و محزون قلب کے ساتھ عباسؑ و زینبؑ کی خدمت میں تعزیت عرض کرتا ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو اطلاع کر دیں کہ آج رات امام المتقین نہیں آئیں گے"۔

روایت اصبغ بن نباتہ

فوجِ مَلک میں شور قیامت ہوا عیاں　　تھرا گئی زمین لگا ہلنے آسماں
جنّات پیٹنے لگے بانالہ و فغاں　　مابینِ آسمان و زمیں تھا یہی بیاں
واحسرتا کہ تختِ امامت اُلٹ گیا
بس آج زور آلِ محمدؐ کا گھٹ گیا
(میر انیسؔ)

ابن شاذان، اصبغ بن نباتہ سے روایت نقل کرتے ہیں: اس ضرب کے بعد جس سے امیر المومنین علی علیہ السلام دنیا سے رخصت ہوئے، لوگ حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں اکٹھے تھے اور مطالبہ کر رہے تھے کہ ابن ملجم لعنۃ اللہ علیہ کو قتل کیا جائے۔ اس دوران میں حضرت امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا:

اے لوگو! میرے پدر بزرگوار نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اگر وہ دنیا سے چل بسے تو بطور قصاص اسے قتل کیا جائے اور اگر وہ زندہ رہے تو اس لعین کے بارے میں خود فیصلہ کریں گے کہ کیا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام پر اپنی رحمت کرے، اپنے گھروں کی طرف چلے جائیں۔[1]

اصبغ کہتے ہیں: تمام لوگ وہاں سے چلے گئے صرف میں رہ گیا تھا۔ حضرت امام

---

[1] عن جعفر بن محمد عن ابیه: فاخذ ابن ملجم ، فقال علي عليه السلام: أَطْعِمُوا وَاسقُوهُ وَاحسِنُوا إِسَارَهُ فَإِن صَحَحتُ فَأَنَا وَلِيُّ دَمِي اعفوه إِن شئت او استقدت۔ حضرت جعفر بن محمدؑ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم کو گرفتار کرلیا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا: اسے کھانا کھلائیں، پانی پلائیں اور اپنے قیدی کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔ اگر میں صحت یاب ہوگیا تو اپنے خون کا خود وارث ہوں کہ اسے قتل کروں یا اسے معاف کردوں۔ (المحن، ص ۹۴)

حسن مجتبیٰ علیہ السلام دوبارہ آئے اور فرمایا: اے اصبغ! کیا تم نے میری بات نہیں سنی ہے؟

میں نے عرض کیا: اے رسولؐ خدا کے فرزند! سنی ہے لیکن میں نے اپنے مولاؑ کی جو حالت دیکھی ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ ان کے چہرۂ اقدس کی زیارت کروں اور ان سے کوئی حدیث سنوں۔ آپؑ میرے آقا ذمولا سے میرے لیے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کریں۔ خداوند متعال آپؑ پر رحمت کرے۔①

حضرت امام حسن علیہ السلام گھر میں تشریف لے گئے، تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو مجھے فرمایا: اندر آجاؤ۔ میں اندر داخل ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنا سرِ مبارک ایک زرد رنگ کے رومال کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ لیکن چہرۂ مقدس کی زردی رومال کی زردی پر غالب تھی۔ درد کی شدت اور زہر قاتل کے اثر کی وجہ سے آنحضرتؑ کبھی اپنا سر تکیہ پر رکھتے اور کبھی اُٹھا لیتے۔ جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

اے اصبغ! کیا تم نے میرے فرزند حسنؑ کی زبان سے میرا پیغام نہیں سنا تھا؟

میں نے عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ! سنا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ اس سخت تکلیف کے عالم میں مَیں آپؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور آپؑ کے چہرہ مبارک کی زیارت کروں اور آپؑ کی زبانِ مبارک سے کوئی حدیث سنوں۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ ایک دن کے بعد میں آپ لوگوں کے درمیان نہیں ہوں گا کہ مجھ سے حدیث سن سکو۔ اصبغ کہتے ہیں: اس دوران میں زہر کے اثر کی وجہ سے آپؑ پر ضعف طاری ہوا، لیکن بہت جلد ہوش میں آگئے اور فرمایا: اے اصبغ! کیا ابھی تک بیٹھے ہوئے ہو؟

میں نے عرض کیا: ہاں، لیکن میری آنکھیں برس رہی تھیں اور میں گریہ کر رہا تھا۔

---

① عربوں کا تکیہ کلام یہ ہے کہ جب وہ کسی کا شکریہ ادا کرنے چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: اللہ آپ پر رحمت کرے۔ اصبغ بن نباتہ آپ کو دعا کر رہے تھے۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: اصبغ! گریہ مت کرو۔ خدا کی قسم! میں بہشت دیکھ رہا ہوں۔

میں نے عرض کیا: مجھے معلوم ہے کہ آپؑ بہشت کی طرف جا رہے ہیں لیکن میرا گریہ کرنا آپؑ کے فقدان اور جدائی کی خاطر ہے۔ (انوار البہیہ، ص ۳۱۔ بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۲۰۴۔ کبریت احمر، ص ۲۷)

اصبغ کی زبان سے:

اشکی بود مرا کہ بہ دریا نمی دھم	این است گوہری کہ بہ دُنیا نمی دھم
گر لحظۂ وصالِ حبیبم شود نصیب	آن لحظہ را بہ عمر گوارا نمی دھم
عمری بود کہ گوشہ نشین محبتم	این گوشہ را بہ وسعتِ صحرا نمی دھم
در بستہ ام جمالِ علیؑ نقش بستہ است	این پسند را بہ سینہ سینا نمی دھم

"میرے آنسو ایسے قیمتی ہیں کہ سمندر کو بھی نہیں دوں گا۔ یہ ایسے بیش بہا گوہر ہیں جو کسی قیمت پر بھی دنیا والوں کو نہیں دوں گا۔

اگر اپنے محبوب کے دیدار کے لیے ایک لمحہ نصیب ہو جائے تو اسے اپنی پوری خوش حال زندگی کے عوض میں نہیں دوں گا۔

ایک عمر سے اپنی محبت کا گوشہ نشین ہوں، میں یہ گوشہ صحرا کی وسعتوں کو بھی نہیں دوں گا۔

میرے سینہ میں حضرت علی علیہ السلام کا حُسن و جمال نقش ہو چکا ہے، میں یہ سینہ کو وہ سینا (جہاں پر حضرت موسیٰؑ کو توریت ملی تھی) کے سینہ کو بھی نہیں دوں گا"۔

علیؑ کے فراق میں ایک نابینا

جس وقت حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام اپنے والد گرامی کو سپردِ خاک کرنے کے بعد واپس تشریف لا رہے تھے جب کوفہ کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے کھنڈرات میں سے گریہ کی آواز سنی، جب آپؑ مقام پر پہنچے جہاں سے رونے کی آواز آ رہی تھی تو کیا

دیکھتے ہیں ایک بیمار بوڑھا شخص اس ویرانے میں خاک پر اینٹ کا تکیہ بنائے پڑا ہوا ہے اور زار و قطار گریہ کر رہا ہے۔ حسنین علیہما السلام نے اس بوڑھے شخص سے پوچھا: آپ کون ہیں اور یوں گریہ کیوں کر رہے ہیں؟

اس بوڑھے نے کہا: میں ایک مسافر ہوں۔ میرا کوئی بھی غمخوار و پرسان حال نہیں ہے۔ انہوں نے اس سے سوال کیا، آپ کی تیمارداری کرنے والا کون ہے؟

اس نے کہا: میں ایک سال سے اس شہر میں ہوں، ہر روز ایک شخص آتا تھا جو میرے سرہانے باپ کی مانند بیٹھتا اور میری تیمارداری کرتا۔

انہوں نے پوچھا: اس کا نام کیا تھا؟

اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے۔ امام حسنین علیہما السلام نے ان سے پوچھا: اس کی کوئی نشانی بتا سکتے ہیں؟ اس نے کہا: میں اندھا ہوں میں ان کی کوئی علامت نہیں بتا سکتا۔ لیکن وہ شخص تین دن سے میرے پاس نہیں آ رہا، اس کی نشانی صرف اتنی سی بتا سکتا ہوں کہ وہ ہمیشہ تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتا اور جب اس کی آواز بلند ہوتی تو یوں لگتا جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور ملائکہ کی تسبیح و تہلیل کی صدائیں میرے کانوں تک آ رہی ہوں بلکہ میں اس ویرانے کے در و دیوار اور پتھروں سے بھی تسبیح و تہلیل کی آواز سنتا تھا۔ جب وہ میرے پاس بیٹھتا تو فرماتے:

غَرِيبٌ جَالَسَ غَرِيبًا

"ایک مسافر اپنے مسافر بھائی کا ہم نشین ہے"۔

حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: یہ نشانی تو ہمارے پدر بزرگوار علی علیہ السلام کی ہے۔

اس اندھے شخص نے پوچھا: انہیں کیا ہوا کہ وہ تین دن سے نہیں آ رہے؟

انہوں نے فرمایا: انہیں تلوار سے شہید کر دیا گیا ہے، ہم ابھی ابھی انہیں دفن کر کے لوٹ رہے ہیں۔ اس بوڑھے شخص نے دل سے آہ بھری اور اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا۔

حسنین شریفین علیہما السلام نے اسے بہت تسلی دی لیکن اسے آرام نہیں آ رہا تھا۔ اس بوڑھے شخص نے گزارش کی کہ اے شہزادو! آپ کو آپ کے جدِ امجد رسولؐ خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے ان کی قبر کے پاس لے چلیں تا کہ میں ان کی زیارت کر سکوں۔

امام حسن علیہ السلام نے اس کا دایاں ہاتھ اور امام حسین علیہ السلام نے اس کا بایاں ہاتھ پکڑا اور اسے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی قبر پر لے گئے۔ اس بوڑھے شخص نے قبر کو گلے لگایا اور گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا:

پروردگارا! تجھے اس صاحب قبر کی قسم! میری جان لے لے، خدایا! میں علیؑ سے جدائی برداشت نہیں کر سکتا، اس کی دعا مستجاب ہوئی اور وہ اس دارفانی سے چل بسا۔

ذرہ ای بود بہ خورشید رسید
قطرہ ای بود بہ دریا پیوست

"وہ ایک ذرہ تھا سورج تک پہنچ گیا۔ ایک قطرہ تھا سمندر کے ساتھ متصل ہو گیا"۔

حسنین شریفین علیہما السلام نے اس پر سخت گریہ کیا، اسے غسل وکفن دینے کے بعد روضۂ حضرتؑ کے قریب سپردِ خاک کر دیا۔ (روضۃ الشہداء، ص ۱۳۷)

مشہور کتاب "اصولِ کافی" سے دو روایات

تابوت میں جو رکھ چکے فرزندِ ارجمند — دل سوزِ غم سے جلنے لگا صورتِ سپند
ڈالی ردائے سبز جو تابوت کر کے بند — آگے سے تب جنازہ ہوا خود بخود بلند

غل تھا جنازۂ شہ مرداںؑ رواں ہوا
دیکھو ہوا پہ تختِ سلیمانؑ رواں ہوا

(میر انیس)

① علی بن ابراہیم، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ جب مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام کو غسل دے چکے تو گھر کی ایک جانب سے آواز

آئی کہ آپ تابوت کو سرہانے کی طرف سے اٹھائیں گے تو پائنتی کی جانب سے بے فکر ہو جائیں اور اگر پائنتی کی طرف سے اٹھائیں گے تو سرہانے کی جانب سے بے فکر ہو جائیں۔ (اصولِ کافی، ج ۲، ص ۳۵۴)

② دوسری روایت بھی حضرت امام صادق علیہ السلام سے ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام دنیا سے رخصت ہو چکے تو حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے دو اور مردوں کے ساتھ مل کر جنازہ گھر سے باہر نکالا۔ جب شہرِ کوفہ سے باہر نکل گئے تو کوفہ کو اپنی دائیں طرف رکھتے ہوئے جبانہ (عیدگاہ، قبرستان) کی طرف چلے، جب غریٔ نامی جگہ پر پہنچے تو وہاں پر آپؑ کو دفن کیا اور قبر کو زمین کے برابر ہموار کر دیا اور واپس لوٹ آئے۔ (اصولِ کافی، ج ۲، ص ۳۵۵)

ز شہر کوفہ بہ گوشم رسد صدای علی
غریو گریہ و آوای نالہ ھای علی

سکوتِ غربت دلتنگ کوفہ می داند
کہ چاہ بود و شب و بانگِ ھای ھای علی

بروبہ کوفہ و باگوش دل بہ ظلمت شب
زچاہ ھا بشنو بانگ ربنای علی

گل مدینہ و فرزند کعبہ را کشتند
مگر چہ بود بہ جز عدل مدعای علی

بہ ادعا نتوان شیعہ بود، شیعہ کسی است
کہ پای بگذارد او بہ جای پای علی

"میرے کان تک کوفہ شہر سے علیؑ کی صدا آتی ہے کہ علیؑ بلند آواز سے گریہ اور آہ وفریاد کرتے ہیں۔

مسافر کی خاموشی کوفہ جیسا دل تنگ شہر جانتا ہے کہ علی علیہ السلام تاریک راتوں میں کنویں میں منہ ڈال کر راز و نیاز کرتے تھے۔

کوفہ جاؤ، رات کی تاریکی میں دل کے کان سے علیؑ کی ربّنا کی آواز سنو۔

مدینہ کے پھول اور کعبہ کے مولود کو قتل کر دیا، کیا علی علیہ السلام کا عدل وانصاف کے علاوہ کوئی اور مدعا تھا؟

خالی دعویٰ کرنے سے شیعہ نہیں بنا جاسکتا، حقیقی شیعہ وہ ہے جو علی علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلے"۔

مولا مشکل کشا کا مقام و مرتبہ

عَنْ أنسِ بنِ مالكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ: خَلَقَ اللهُ مِن نُورِ وَجهِ عَلِي بنِ اَبِي طَالِب سَبعِينَ اَلفَ مَلَكٍ يَستَغفِرُونَ لَهُ وَلِمُحِبِّيهِ اِلَى يَومَ القِيَامَةِ

"انس بن مالک رسولؐ خدا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالبؑ کے چہرے کے نور سے ستر ہزار فرشتے خلق فرمائے جو علیؑ اور اس کے چاہنے والوں کے لیے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے"۔ (مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۳۹)

علیؑ است فردِ نمودار خلقتِ کامل — کہ عقل در عجب از خالقِ یگانہ اوست
مقامِ صبرِ علیؑ برتر از تفکرِ ماست — چوبی نظیر بہ عالم غمِ زمانہ اوست

"حضرت علی علیہ السلام خلقتِ کامل کے بے مثال فرد ہے، عقل اس کے خالق یگانہ پر حیران ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے صبر کی منزلت ہماری فکر سے کہیں بالاتر ہے کیونکہ اپنی رعیت کے بارے میں ان کے غم کی مثال نہیں ملتی"۔

حسن بصری حضرت ابا عبداللہ اور آپ اپنے جدِّ بزرگوار سے روایت کرتے ہیں:"
روزِ قیامت مولائے کائنات فردوس پر تشریف فرما ہوں گے، فردوس جنت میں ایک پہاڑ ہے، جس کے اُوپر عرشِ خدا ہے اور اُس کے نیچے سے ایسی نہریں جاری ہیں جن سے کئی اور شاخیں بہشت میں جاتی ہیں۔ لیکن وہ نور کی کرسی پر بیٹھے ہوں گے، ان کے سامنے سے ایسی نہر گزر رہی ہوگی جس کا پانی تمام نہروں سے خوشبودار اور مزے دار ہوگا۔ کوئی بھی صراطِ مستقیم سے نہیں گزر پائے گا مگر یہ کہ اس نے علی و اہلِ بیت علیہم السلام کی ولایت و محبت کے صدقے میں جہنم سے برأت حاصل کی ہوگی۔ وہی شخص جنت میں جائے گا۔ پس علی علیہ السلام کے چاہنے والے جنت اور ان کے دشمن واصلِ جہنم ہوں گے۔

از آتش عشق سینہ در یاست مرا　　در دامن یاس آرزو ھاست مرا
سر تا بہ قدم گناہم و نیست غمی　　زیرا کہ دلی محبّ لاست مرا

تیسری فصل

مصائب حضرت زہراء علیہا السلام

کوثرِ زُلال

فَیَالَیتَ شعرِی هَل تُوَازِی مُصِیبَةٌ مُصِیبتکُم یَا اَهلَ بَیتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰه عَلَیهِ وآلہٖ وسلم

"اے اہلِ بیت محمدؐ! کاش میں جانتا کہ کیا دنیا میں کوئی ایسی مصیبت ہے جو آپ کی مصیبت کے برابر ہو"۔

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا مقدس وجود ایسا بحرِ بیکراں ہے کہ جو تمام بیدار مغز انسانوں کی توجہ کا مرکز ہے۔ حضرت زہرا علیہا السلام اور آپ کی اولاد پر جو مصائب ڈھائے گئے وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ یہ مصائب اس قدر زیادہ ہیں کہ دنیا کے مسلم وغیر مسلم لکھاری ان پر کئی ایک ضخیم کتب لکھ چکے ہیں لیکن پھر بھی ان کی حوادث ومصائب سے پُر زندگی کے بارے میں ایک گوشہ سے بھی پردہ نہیں اُٹھا سکے البتہ اس عنوان سے کہا:

آب دریا را اگر نتواں کشید
ہم بقدرِ تشنگی باید چشید

"اگرچہ دریا کا پانی تو خالی نہیں کیا جا سکتا لیکن اپنی پیاس کے مطابق کچھ پیا تو جا سکتا ہے"۔

ان کے مصائب پر کچھ نہ کچھ لکھا ہے:

فاطمہؑ یک شعر، یک منظومہ است فاطمہؑ تنہا زن مظلومہ است
فاطمہؑ گنجینۂ اسرار بود فاطمہؑ تنہا علیؑ را یار بود

"حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کی زندگی ایک منظوم شعر کی مانند ہے، حضرت فاطمہؑ ہی کی تنہا ایسی شخصیت ہے، جس پر بے شمار ظلم کیے گئے۔

حضرت زہراء علیہا السلام رموز و اسرار کا خزانہ ہیں، فقط فاطمہؑ ہی کی ہستی تھی جو علی علیہ السلام کی معاون و مددگار تھی"۔

ہر محقق اور لکھاری پر فرض ہے کہ اپنی ہمت و طاقت کے مطابق معصومہ و مظلومہ سیدہ دو عالمؑ پر آنے والے مصائب کی وضاحت کرے۔ کیا یہ درست ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی اکلوتی بیٹی جسے خداوند عالم نے کوثر کے نام سے مخاطب کیا ہے کی سیرت بیان کرنے سے کنارہ کشی کی جائے؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک مفکر زہراء علیہا السلام کے فضائل و کمالات پر خردمندانہ نگاہ نہ ڈالے؟

والا گہر تاج نبوت، زہراؑ ست　　　دردانۂ یکدانۂ عصمت زہراؑ ست

در روز جزاء، شفیع اُمت زہراؑ ست　　　بر عالمیان سایۂ رحمت زہراؑ ست

"حضرت زہراء سلام اللہ علیہا تاج نبوت کا ایک قیمتی گوہر ہیں۔

زہراء علیہا السلام کی عصمت میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

روزِ قیامت اُمت کی شفاعت کرنے والی حضرت فاطمہؑ ہیں،

حضرت زہراءؑ ہی دنیا والوں پر رحمت کا سایہ ہیں"۔

کیا ایسی بے مثال معظمہ خاتون کی سیرت بیان کرنے سے کنارہ کشی کی جاسکتی ہے جس نے اپنی پوری زندگی آزادی، ایثار، زُہد و تقویٰ، شجاعت و شہامت اور اپنے حقوق کا دفاع کرنے میں گزاری ہو اور دنیائے اسلام کو کامیابی و کامرانی سے سرفراز کیا ہو؟

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایسی صاحب فضل و کرم معظمہ مکرمہ بی بی کے بارے میں بات نہ کی جائے جو عالمین کی عورتوں کی سردار ہے، جو انسانی شمائل میں حُور ہے، وہ ایک بے مثال شجاع اور دلیر خاتون تھیں، مولائے کائناتؑ کے علاوہ کوئی بھی عصمت، شجاعت اور فضیلت

میں ان کی برابری نہیں کرسکتا؟

وہ ایسی صاحب فضیلت بی بی ہیں جو کون و مکان اور انسان کی تخلیق کا موجب ہیں۔ ان کی شان میں قرآن میں کئی آیات نازل ہوئی ہیں، وہ اپنے باپ کی ماں ہیں، ان کے دستِ مبارک رسولؐ خدا ابوالقاسم محمدؐ کی بوسہ گاہ تھے۔

رسولؐ اسلام کے اس بحر بیکراں صدف فاطمہ زہراء علیہا السلام اور اُم البنینؓ کے اوصاف لکھنا قلم و بیان کی قدرت میں نہیں ہیں۔ البتہ یہ کہنا چاہیے اے فلک! تو نے زہراء رضیہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ زہراءؑ وہ ہیں جن کے ہاتھوں پر پیغمبرؐ خدا بوسہ دیتے، زہراءؑ وہ ہیں جو اصحابِ کساء کا مرکز و محور تھیں، ملائکہ ان کی خدمت گاری پر فخر و مباہات کرتے۔

وہ ایسی معظمہ بی بی ہیں جن کے صدقہ میں زمین و آسمان، جن و ملک، عرش و فرش اور لوح و قلم خلق کیے گئے۔ تیرے اندر کس قدر دل اور ہمت ہے کہ تو دیکھتا رہا کہ ان کے گھر کے دروازے کو آگ لگائی گئی، ان کے وجودِ مقدس کو در و دیوار کے درمیان دبایا گیا، تلوار کی نیام سے ان کے مبارک ہاتھوں پر ظلم و ستم کیا گیا جو پیغمبرؐ خدا کی بوسہ گاہ تھے۔ ان پر اس قدر ظلم و ستم ڈھائے گئے کہ بچہ سقط کر گیا۔

حضرتِ زہراءؑ ایک بہشتی پھل

وَعَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: اَنَا شَجَرَةٌ وَفَاطِمَةُ فَرعُهَا وَعَلِيٌّ لِقَاحُهَا وَالحَسَنُ وَالحُسَينُ ثَمَرَتُهَا ، وَشِيعَتُنَا وَرَقُهَا ، فَالشَّجَرَةُ اَصلُهَا فِي جَنَّةِ عَدنٍ وَالاَصلُ وَالفَرعُ وَاللِّقَاحُ وَالثَّمَرُ وَالوَرَقُ فِي الجَنَّةِ (منتخب طریحی، باب ۱۴)

"رسولؐ خدا سے روایت منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں نبوت کا درخت ہوں، فاطمہؑ اس کی جڑ، علیؑ اس کی شاخ، حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ پس اس درخت کی اصل جڑیں، شاخیں، پھل اور پتے تمام کے تمام بہشت میں ہیں"۔

حضرت زہراءؑ کی خصوصیات

فاطمہؑ بحرِ نبوت

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ : اَنَّ فَاطِمَةَ بَکَت لِلجُوعِ وَالعَرٰی ، فَقَالَ النَّبِیُّ اِقنَعِی یَافَاطِمَةُ بِزَوجِكِ فَوَاللّٰهِ اِنَّهُ سَیِّدٌ فِی الدُّنیَا وَسَیِّدٌ فِی الآخِرَةِ ، وَاَصلَحَ بَینَهُمَا ، فَاَنزَلَ اللّٰهُ ، مَرَجَ البَحرَینِ یَلتَقِیَانِ (الرحمٰن:۱۹) یَقُولُ: اَنَا اللّٰهُ اَرسَلتُ البَحرَینِ: عَلِیّ بنِ اَبِی طَالِبٍ بَحرِ العِلمِ وَفَاطِمَةَ بَحرِ النُّبُوَّةِ (مناقب، ج۳، ص۳۶۵)

"ابن عباس سے روایت منقول ہے کہ ایک دن حضرت زہراء علیہا السلام تنگدستی کی وجہ سے گریہ فرما رہی تھیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے فاطمہؑ! ان حالات پر قناعت کرو، خدا کی قسم! علیؑ دنیا میں بھی آقا و مولا ہے اور آخرت میں بھی۔ اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن کی یہ آیت نازل فرمائی کہ جس میں فرمایا: مَرَجَ البَحرین "دو سمندروں کو جاری کیا جو ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسولؐ خدا سے فرمایا: میں نے دو سمندر نازل کیے ہیں، علی ابن ابی طالبؑ علم کا سمندر ہیں اور فاطمہؑ نبوت کا"۔

اے تکلم کردہ ، یاروح الامین — دختر تجریدی ، زیتون و تین

اے شبستانِ حرا ، آئینہ ات — شیر سُرخ کربلا از سینہ ات

دختر رود تجلی، دو مسیل — دختر آوازِ بالِ جبرئیلؑ

گریہ کرنے والوں میں حضرت زہراءؑ کا مقام

جن افراد نے بہت زیادہ گریہ کیا ان میں سے مشہور و معروف آٹھ ہستیاں ہیں:

① حضرت آدمؑ ② حضرت نوحؑ ③ حضرت یعقوبؑ ④ حضرت یوسفؑ ⑤ حضرت شعیبؑ ⑥ حضرت داؤدؑ ⑦ حضرت فاطمہ زہراؑ اور ⑧ حضرت امام زین العابدینؑ۔

لیکن ان شخصیات میں سے جس ہستی نے سب سے زیادہ گریہ کیا وہ حضرت زہراؑ ہیں۔

روایت میں مذکور ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اَمَّا فَاطِمَۃُ بَکَت عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ حَتّٰی تَاَذّٰی بِھَا اَھلُ المَدِینَۃِ فَقَالُوا لَھَا : اٰذَیتِنَا بِکَثرَۃِ بُکَائِکَ ، اِمَّا اَن تَبکِی بِاللَّیلِ وَ اِمَّا تَبکِی بِالنَّھَارِ ، وَکَانَت تَخرُجُ اِلٰی مَقَابِرِ الشُّھَدَاءِ فَتَبکِی (مناقب، ج ۳، ص ۳۶۹، کشف الغمہ، ج ۲، ص ۶۰)

"حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام نے رسول اللہؐ کی وفات پر اس قدر گریہ کیا کہ مدینہ کے لوگ آپ کے رونے سے تنگ آ گئے، انہوں نے کہا: اے زہراؑ! یا رات کو رویا کریں اور دن میں آرام کریں یا دن میں گریہ کیا کریں اور رات میں سکون کریں۔ (اہلِ مدینہ کی شکایت کے بعد) آپ شہر مدینہ سے باہر شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتیں اور گریہ کیا کرتیں"۔

فلک از چیست می آزارد از کین، جسم و جان از من
نمی خواہد دگر گویا فلک نام و نشان از من
نمی دانم مرا زین گریہ، زحمت چیست مردم را
رخ از من، اشک از من، آستین و دیدگان از من

حضرت فاطمہ زہراءؑ آئمہ پر حجت

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

نَحنُ حجَّۃُ اللّٰہِ عَلَی الخَلقِ وَفَاطِمَۃُ حُجَّۃٌ عَلَینَا

''ہم آئمہ معصومینؑ لوگوں پر حجتِ خدا ہیں اور حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام ہم پر حجتِ خدا ہیں''۔ (تفسیر اطیب البیان، ج ۱۳، ص ۲۳۵)

اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا ہر عمل خواہ وہ زہد وتقویٰ ہو یا توحید پرستی، خواہ حق و عدالت سے دفاع ہو یا مقامِ ولایت کی حمایت، خواہ وہ ماتم وتعزیہ داری ہو یا باطل کا مقابلہ، خواہ وہ لوگوں پر حقائق کو واضح کرنا ہو یا اسلامی آداب ورسوم کو زندہ رکھنا ہو۔ ہر زمانے میں ہمارے لیے حجت اور برھان ہے۔

معرفت زہراء علیہا السلام

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَھِیَ صِدِّیقَۃُ الکُبرٰی وَعَلٰی مَعرِفَتِھَا دَارَت القُرُونُ الاُولٰی

''حضرت زہراء علیہا السلام صدیقہ کبریٰ ہیں، گذشتہ صدیوں نے ان کی معرفت کے گرد چکر لگایا ہے''۔

جس پر زہراءؑ راضی اس پر خدا راضی

مدحتِ زہراءؑ مری خوش قسمتی ہے ناز ہے
اہلِ دُنیا میں مری دانشوری کا راز ہے

سیرتِ زہراءؑ کا بیان ممکن نہیں ہرگز نہیں
بخدا اہلِ سیر کی متفق آواز ہے

درمیان ہیں فاطمہؑ آگے نبیؐ پیچھے امامؑ
گود میں حسنینؑ لو فتح مبیں آغاز ہے

فاطمہ زہراؑ کے استقبال کو اُٹھے رسولؐ
حکمِ ربی ہے مشیت کا عجب انداز ہے
رکھ رہا ہے پھول کلیوں سے ثنائے فاطمہؑ
بے گماں عباس مظہرؔ شاعرِ گلباز ہے

وَعَنْ رَسُولِ اللّٰهِ اِنَّهُ قَالَ لِسُلْمَانَ: يَا سَلْمَانُ! مَنْ اَحَبَّ فَاطِمَةَ اِبْنَتِي فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ مَعِي ، وَمَنْ اَبْغَضَهَا فَهُوَ فِي النَّارِ ، يَا سَلْمَانُ اِنَّ حُبَّ فَاطِمَةَ يَنْفَعُ فِي مِائَةٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ ، اَيْسَرُ تِلْكَ الْمَوَاطِنُ الْمَوْتُ وَالْقَبْرُ وَالْمِيزَانُ وَالْحَشْرُ وَالصِّرَاطُ وَالْمُحَاسِبَةُ ، فَمَنْ رَضِيَت عَنْهُ اِبْنَتِي فَاطِمَةُ رَضِيتُ عَنْهُ وَمَنْ رَضِيتُ عَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ...... يَاسَلْمَانُ! وَيلٌ لِمَن يَظْلِمُهَا وَيَظْلِمُ بَعلَهَا وَوَيلٌ لِمَن يَظْلِمُ ذُرِّيَّتَهَا (منتخب طریحی، ج ۱، ص ۱۴)

"پیغمبر اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے فرمایا: اے سلمانؓ! جو کوئی بھی میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت کرتا ہے وہ بہشت میں میرے ہمراہ ہوگا اور جو کوئی بھی اس سے دشمنی رکھتا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے۔

اے سلمانؓ! فاطمہ زہراؑ سے محبت سو مقامات پر فائدہ مند ہوگی، ان میں سے آسان ترین مواقع موت، قبر، میزان، محشر، پُل صراط، حساب و کتاب اور قیامت ہے۔ جس سے زہراؑ راضی ہوگی میں اس پر راضی ہوں، اور جس پر میں راضی ہوں اس پر خدا راضی ہے، اور جس پر فاطمہ غضب ناک ہے میں بھی اس پر غضب ناک ہوں، اور جس پر میں غضب ناک ہوں اس پر خدا غضب ناک ہوگا۔

اے سلمانؓ! جو فاطمہؑ، اس کے شوہر اور اس کی اولاد پر ظلم وستم کرے گا اس کے مقدر میں جہنم ہے"۔

فاطمہؑ یک غنچہ نشکفتہ بود — فاطمہؑ در جانِ احمد خفتہ بود
فاطمہؑ در دشتِ سبحان لالہ بود — فاطمہؑ برگرد مولا حالہ بود
فاطمہؑ رود است رودِ کوثر است — او بہ دریائے امامت گوھر است
فاطمہؑ جان است و جانِ احمد است — فاطمہؑ نور است نور سرمد است
فاطمہؑ تنہا امید خاتم است — فاطمہؑ تنہا گُل این عالم است

"حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام ایک کلی تھی، حضرت فاطمہؑ جانِ احمد میں سموئی ہوئی تھیں۔

حضرت زہراء علیہا السلام دشتِ خدا میں گلِ لالہ تھیں، حضرت زہراءؑ قمرِ نبوت کا ہالہ ہیں۔

حضرت زہراء علیہا السلام ایک نہر ہیں جس کا نام کوثر ہے وہ امامت کے دریا میں ایک بیش بہا گوہر ہیں۔

فاطمہؑ ایک روح ہے وہ خاتم مرسل کی جان ہے، فاطمہؑ ایک نور ہیں، وہ نورِ خدا ہیں۔

فقط فاطمہ سلام اللہ علیہا ہی خاتم المرسلین کی اُمید ہیں، اس جہان کا حُسن و جمال فقط حضرت زہراء علیہا السلام ہیں۔

عفت کے آسماں کا ستارہ ہے فاطمہؑ
دونوں جہاں میں فخر ہمارا ہے فاطمہؑ
گیارہ گلاب جس نے کھلائے ہیں بے نظیر
عصمت کے گل کدے کی گل آرا ہے فاطمہؑ
دوزخ سے ہے نجات دلانا اُسی کا کام

بخشش کا عاصیوں کی سہارا ہے فاطمہؑ

بیٹے امامؑ باپ نبیؐ، زوج ہے ولیؑ

تینوں ہدایتوں کا شمارہ ہے فاطمہؑ

اپنے لہو سے سینچ کے بیٹوں نے آپ کے

اس گلستانِ دیں کو نکھارا ہے فاطمہؑ

یہ دین ہے تمہارے حسینؑ و حسنؑ کی دین

اُونچا جو سر جہاں میں ہمارا ہے فاطمہؑ

ایک منبع ہدیٰ ہے خواتین کے لیے

کب شخصیت ہے ایک ادارہ ہے فاطمہؑ

مرکز نشیں حدیث کسا میں ہے اس لیے

فہرست پنجتن کا اشارہ ہے فاطمہؑ

(مظہر عباسؔ)

حضرت زہراءؑ سب سے افضل

محمد حنفیہ اپنے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ (آل عمران:۴۲) کی تلاوت کی تو فرمایا:

اے علیؑ! کائنات کے اندر سب سے بہترین خواتین چار ہیں:

① مریمؑ ② آسیہؑ ③ خدیجہؑ ④ فاطمہؑ

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ان خواتین میں سب سے افضل فاطمہؑ ہیں۔

ہر کجا سبز است نامِ فاطمہؑ است — این سیادت از مقام فاطمہؑ است

آن شب قدری کہ روح آمد فرود — جز بہ قلب نازک زہراءؑ نبود

"جہاں کہیں بھی ہریالی ہے وہاں پر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا
اسم گرامی ہے۔ سادات کی سیادت جنابِ سیدہؑ کی وجہ سے ہے۔
وہ شب قدر جس میں روح الامین نازل ہوتا ہے وہ جناب زہراء علیہا
السلام کا قلب نازنین ہی ہے"۔

حضرت فاطمہ زہراءؑ کا نور

رسولؐ خدا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جب بہشت کو اپنے نور سے خلق فرمایا تو پھر اُس نور کو تقسیم کیا۔ اس کا ایک سوم مجھے ملا، ایک سوم میری بیٹی زہراءؑ کو دیا اور ایک علی اور ان کے اہلِ بیتؑ کو عطا فرمایا۔ پس جس جس تک اس نور کی روشنی پہنچی اُسے محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کی ولایت نصیب ہوئی اور جن لوگوں تک اس نور کی شعاعیں نہ پہنچیں، وہ گمراہ ہو گئے اور انہیں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ولایت و محبت نصیب نہ ہوئی۔ (مناقب، ج ۵، ص ۳۷۲)

زین ولایت ھر کہ باغی می خرد — در دل اوّل نام زہرا می برد
باغبانِ این زمین پیغمبر است — منبع این آب، حوضِ کوثر است
حوضِ کوثر چیست؟ اشکِ فاطمہؑ — ابر می گرید زرشک فاطمہؑ

"جو کوئی بھی ملک جنت میں باغ خریدتا ہے تو وہ سب سے پہلے
دل میں حضرت زہراء علیہا السلام کا نام لے گا۔
اس پاک و پاکیزہ دھرتی کے باغبان اور رکھوالے رسولؐ خدا ہیں، اس
پانی کا چشمہ حوضِ کوثر ہے۔
حوضِ کوثر کیا ہے؟ وہ فاطمہ زہراء علیہا السلام کے اشکوں کا مجموعہ ہے،
بادل بھی حضرت زہراءؑ پر رشک کرتے ہوئے گریہ کرتے ہیں"۔

نورِ ولایت

ہم خداوند متعال کے بے حد شکر گزار ہیں کہ اس کی جانب سے حضرت امیر المومنین

علی علیہ السلام اور حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا نورِ ولایت ان کے شیعوں اور ماننے والوں تک پہنچا، ہمیں اہلِ بیت علیہم السلام کے راستے کی ہدایت ہوئی اور ہمارا شمار معصومین علیہم السلام کے موالیوں میں سے ہوا۔

افسوس ہے اُن لوگوں پر جنہوں نے اپنے آپ کو ان کے نور سے محروم رکھا اور اس قدر اُلٹے راستے پر چلے کہ دولت کدۂ ولایت کو آگ لگائی، زہراء مرضیہ کے چہرۂ اطہر پر جسارت کی اور خاندانِ رسولؐ پر اس قدر ظلم وستم ڈھائے کہ آج بھی دولت سرائے زہراءؑ سے آہ وبکا کی آواز ثریا تک پہنچتی ہے۔

برای دُخت پیغمبر در و دیوار می گرید — بہ حال سینۂ مجروح وی مسمار می گرید
چو بابِ مہبط جبریل را آتش زدند از کین — زدود شعلہ آن گنبد دواری گرید
زجورِ دشمن وضرب لگد[1] سوز دل عالم — بہر محسنش از غم در و دیوار می گرید

''دخترِ پیغمبرؐ زہراء علیہا السلام کے لیے در و دیوار گریہ کرتے ہیں، ان کے شکستہ پہلو کی حالت پر جلے ہوئے دروازے کی سرخ میخ رو رہی ہے۔ جب دشمن نے بغض وحسد کی بنا پر اس دروازے کو آگ لگائی کہ جس پر جبرئیل امین آ کر کھڑے ہوتے تھے تو اس آگ سے اُٹھتے دھوئیں اور شعلوں کو دیکھ کر آسمان بھی رو رہا ہے۔ دشمن کے ظلم اور حضرت زہراء علیہا السلام کے پہلو پر اس کے پاؤں کی ضربت سے

[1] عماد الدین اپنی کتاب ''فاطمہ زہراء علیہا السلام'' میں شیخ مفید علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب زہراءؑ جناب ابوبکر کے گھر تشریف لے گئیں اور اس سے اپنا حق طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر نے اپنے عاملین کو خط لکھا کہ باغ فدک فاطمہ علیہا السلام کو واپس کر دیا جائے۔ یہ خط لینے کے بعد آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئیں۔ حضرت عمر کو اس خط کا پتہ چلا تو اس نے راستے میں آپ سے وہ خط لینا چاہا لیکن آپ نے نہ دیا۔ عمر نے زہراء علیہا السلام کے چہرے پر جسارت کی اور خط چھین لیا۔ شیخ مفید امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے تھپڑ سے جناب فاطمہ کا گوشوارہ ٹوٹ گیا ہے۔ (فاطمہ زہراءؑ، ص ۳۶۰)

کائنات کا دل جل رہا ہے اور آپ کے محسن مظلوم کے غم میں در و دیوار بھی گریہ کناں ہیں"۔

درِ زہراؑ پر آتش

رُوِیَ عَن زید بن اسلم قَالَ: کُنتُ مِمَّن حَمِلَ الحَطَبَ مَعَ عُمَرَ اِلٰی بَابِ فَاطِمَةَ عَلَیهَا السَّلَامِ حِینَ امتَنَعَ عَلِیٌّ وَاَصحَابُهُ عَنِ البَیعَةِ ، فَقَالَ عُمر لِفَاطِمَةَ اُخرِجِی مَن فِی البَیتِ اَو لَاَحرِقَنَّهُ وَمَن فِیهِ: قَالَ وَفِی البَیتِ عَلِیٌّ وَفَاطِمَةُ وَالحَسَنُ وَالحُسَینُ وَجَمَاعَةٌ مِن اَصحَابِ النَّبِیِّ ، فَقَالَت: فَاطِمَةُ اَتُحرِقُ عَلِیًّا وَوَلَدِی؟ قَالَ: اَی وَاللّٰهِ اَو لَیَخرُجُنَّ وَلَیُبَایِعُنَّ (بحار، ج ۲۸، ص ۲۰۵ و ۳۳۹۔ شرح ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۹۔ الامامت والسیاست، ص ۲۹)

"زید بن اسلم سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے: میں ان لوگوں میں شامل تھا جو فاطمہ کا گھر جلانے کے لیے ایندھن لے کر گئے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب علیؑ اور ان کے اصحاب بیعت سے انکار کر رہے تھے۔ پس حضرت عمر نے جناب زہراؑ سے کہا: اس گھر میں جو کوئی بھی ہے اسے باہر نکالو یا میں اس گھر کو ان کے سمیت آگ لگا دوں گا۔ زید بن اسلم کا کہنا ہے اس گھر میں علیؑ ، فاطمہ، حسنؑ، حسینؑ اور رسولؐ خدا کے کچھ اصحاب تشریف فرما ہیں۔ پھر جناب سیدہؑ نے فرمایا: کیا علیؑ اور میرے دو جگر پاروں کو آگ لگاؤ گے؟ عمر نے کہا: ہاں، خدا کی قسم! ضروری ہے کہ وہ اس گھر سے باہر نکلیں اور بیعت کریں"۔

اے مدینہ اے دیار فاطمہ ای بقیع تو، مزار فاطمہ
ای مدینہ، شہر طاھا ، شہر نور آشنا با روزگار فاطمہ
نام زہراء بر لبم گل کردہ است دل شد امشب بی قرار فاطمہ

هان بگو با من چرا گردیده است — کوچه هایت شرم سار فاطمہ
در هجوم فتنه پائیز شد — زرد و پژمرده بهار فاطمہ
در دفاع از عشق بازوی کبود — شد مدال افتخار فاطمہ
خواب اهل شهر را آشفته کرد — گریه بی اختیار فاطمہ
با هجوم سنگ دل ها شد خراب — بیت الاحزان سایه سار فاطمہ
تا دم آخر حمایت از ولی — بود دین تنها شعار فاطمہ

"اے مدینہ! اے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے شہر، تیرا بقیع حضرت زہراءؑ کا مزار ہے۔ اے مدینہ! تو طاھا اور نور یعنی پیغمبرؐ خدا کا شہر ہے تو زہراء علیہا السلام کے مصائب و آلام سے آگاہ ہے۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا اسم گرامی تیرے لبوں پر ہے اور میرا دل ان کے مصائب پر بے قرار ہے۔

اے مدینہ! مجھے یہ تو بتا کہ تیرے گلی کوچے حضرت زہراء علیہا السلام سے کیوں شرمندہ ہیں۔

جنابِ زہراء علیہا السلام کی زندگی کی بہار اُمت کے ظلم و ستم سے خزاں میں بدل گئی ہے۔

امامت و ولایت کا دفاع کرتے ہوئے دشمن کے تازیانوں سے آپ کے بازو پر نیلے داغ پڑ گئے ہیں۔

عشق ولایت کا دفاع کرتے ہوئے ان کے بازو کا نیلا داغ حضرت زہراء علیہا السلام کے لیے تمغۂ افتخار بن گیا ہے۔

حضرت زہراء علیہا السلام کے بے اختیار گریہ و زاری نے شہر والوں کی نیند حرام کر دی ہے۔ حضرت زہراء علیہا السلام کا آخری دم تک شعار ولایت کی حمایت تھا"۔

خلافت ہمارا حق ہے

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے گروہ مہاجرین! خدا کو دھیان میں رکھو، رسولِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت وحکومت کو ان کے گھر سے باہر مت نکالو اور اسے اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ۔ خلافت کے اہل اور ان کے خاندان کو اس مقام سے محروم مت کرو۔

اے مہاجرین! خدا کی قسم! تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ خلافت وحکومت کا حق رکھتا ہوں۔ ہم اہلِ بیتِ رسولؐ ہیں، کتابِ خدا کو فہم وفراست سے پڑھنے والا ہمارا خاندان ہے، ہم سنتِ رسول کو بہتر سمجھتے ہیں۔ ہم لوگوں کی مشکلات کو سمجھتے ہیں، ہم لوگوں کو گناہ سے روکنے والے ہیں اور ہم ہی لوگوں کے درمیان بیت المال کو مساوی طور پر تقسیم کرنے والے ہیں۔ پس خواہشاتِ نفس کی پیروی مت کرو تاکہ گمراہی سے بچ سکو۔ اگر تم نے خواہشاتِ نفس کی پیروی کی تو حق سے بہت دُور ہو جاؤ گے۔

ہے سرزمینِ ہند تو پوجا کی سرزمین پوجا ہماری بندگیٔ بوتراب ہے
اس در سے پھر گئے تو رہیں گے اسیرِ جہل یہ بابِ شہرِ علمِ پیغمبرؐ کا باب ہے
(ڈاکٹر شیو پرشاد سنگھ)

علی علیہ السلام انصار کے دروازے پر

حضرت علی علیہ السلام نے بنتِ پیغمبرؐ کو اپنے ہمراہ لیا اور انصار کے گھروں میں گئے اور ان سے مدد طلب کی۔① انصار نے کہا: اے بنتِ پیغمبرؐ! ہم اس شخص کی بیعت

---

① سلمان کہتے ہیں حضرت علی علیہ السلام نے جنابِ فاطمہؑ کو خچر پر سوار کیا اور اپنے دونوں بیٹوں امام حسن وحسین علیہم السلام کے ہاتھ پکڑے۔ آپ انہیں جنگِ بدر میں شرکت کرنے والے تمام مہاجرین وانصار کے گھروں میں لے گئے اور ان سے مدد مانگی (اسرارِ آلِ محمدؐ، ص ۱۳۰)۔ یہ کتاب سلیم بن قیس کی ہے جو حضرت امیر المومنینؑ کے زمانے میں لکھی گئی ہے۔ حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ہمارے شیعوں میں سے جس کے پاس بھی سلیم بن قیس کی کتاب نہیں ہے اس کے پاس ہماری امامت کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

کر چکے ہیں۔ اگر آپ کے شوہر ہمارے پاس اُس سے پہلے آئے ہوتے تو ہم کبھی بھی اُن کی بیعت نہ کرتے۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا: کیا تم یہ چاہتے تھے کہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ مبارک کو چھوڑ کر خلافت وحکومت حاصل کرنے کے چکروں میں پڑ جاتا۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی گفتگو

اے انصار! ابوالحسنؑ نے وہ کام کیا ہے جو ان کے شایانِ شان تھا لیکن تم لوگوں نے وہ کام کیا ہے کہ خداوند متعال اس کا ضرور تم سے حساب لے گا۔

درِ حیدرؑ پر لکڑیاں

حضرت عمر، جناب مولائے کائنات کے دروازے پر آیا اور ان سے کہا کہ آ کر حضرت ابوبکر کی بیعت کریں تو انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ حضرت عمر نے ایندھن منگوایا اور کہا: مجھے اس کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں مجھ عمر کی جان ہے۔ آپ سب باہر نکل آئیں ورنہ اس گھر کو اس گھر والوں سمیت آگ لگا دوں گا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۹)

حضرت عمر سے کہا گیا: اے ابا حفص! اس گھر میں تو فاطمہ بھی ہے۔

عمر نے کہا: اگر اس گھر کے اندر فاطمہ بھی ہو تب بھی میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔

یہ سن کر سیدہ طاہرہؑ کے گھر میں امیر المومنین علی علیہ السلام کے علاوہ جتنے بھی افراد تھے سب نے آ کر حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔ (الامامہ والسیاسہ، ص ۲۹۔ بحار، ج ۲۸، ص ۲۰۵)

ایک اور روایت کے مطابق سیدہ کونینؑ نے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا: میں تم لوگوں کو دیکھنا نہیں چاہتی، جتنی مجھے تم لوگوں سے نفرت ہے اتنی کسی اور سے نہیں ہے۔ تم لوگوں نے رسولؐ اسلام کا جنازہ تنہا چھوڑ دیا اور خلافت وحکومت کو اپنے درمیان تقسیم کر لیا

ہے جبکہ ہم سے پوچھا تک نہیں ہے اور نہ ہی ہمارا حق ہمیں واپس دیا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۲۹، ص ۲۰۵۔ امامت و سیاست، دینوری، ص ۲۹)

حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پاس آ کر کہنے لگے کیا متخلفین سے بیعت نہیں لو گے؟

حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! وہ اس چیز کا دعوے دار ہے جو اس کا حق نہیں ہے۔ (بحار الانوار، ج ۲۹، ص ۳۵۶)

قنفذ نے ہو بہو مولائے کائنات کا جواب حضرت ابوبکر کو آ کر دیا۔ اس پر عمر کچھ لوگوں کو لے کر حضرت زہراء علیہا السلام کے دروازے پر آیا۔ حضرت صدیقہ طاہرہ علیہا السلام سمجھ گئیں کہ دروازے سے باہر کون ہے؟

آپؑ نے بلند آواز سے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: بابا جان! وہ کون سی مصیبت ہے جو ہم نے آپؐ کے بعد ابوقحافہ کے بیٹے سے نہ دیکھی ہو؟

مدینہ امانت بردہ ماہ و اختر خود را
رسولؐ اللہ و زہرا آن دو والا گوہر خود را

مدینہ کن سیہ در برکہ ، ازبعد رسولؐ اللہ
شہید دادی از کف دختر پیغمبرؐ خود را

الا ای دست بشکن تو کہ ازبعد رسولؐ اللہ
شکستی پہلوی دختر پیمبرہ سرور خود را

زدی سیلی بہ زہرا وندستی کہ دخت کیست
چہ خواہی گفت در محشر جواب. رہبر خود را

"اے مدینہ! تیرا آسمان پر چمکنے والے وہ آفتاب نبوت یعنی رسولؐ خدا اور ماہتاب عصمت و طہارت یعنی جناب سیدہ طاہرہؑ کہاں

غروب ہو گئے۔

اے مدینہ! تو ہمیشہ سیاہ پوش رہ، کیونکہ تو نے رسولؐ خدا اور ان کے کچھ ہی عرصے بعد ان کی اکلوتی بیٹی کو کھو دیا۔

ٹوٹ جائے وہ ہاتھ کہ جس نے رسولؐ خدا کے بعد ان کی اکلوتی بیٹی کا پہلو زخمی کیا اور ان کے چہرے پر طمانچے مارے، اور یہ نہ سوچا کہ وہ کن کی بیٹی ہے۔ کل قیامت کے روز وہ رسولؐ خدا کو کیا جواب دے گا"۔

لوگوں نے جب حضرت زہراء علیہا السلام کے رونے کی آواز سنی تو گریہ کرتے ہوئے واپس پلٹے۔ قریب تھا کہ ان کے دل پھٹ جاتے اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو گھر سے باہر نکالا اور انہیں دربارِ اوّل میں لائے۔ شیرِ خدا سے کہا گیا کہ بیعت کریں۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں بیعت نہیں کروں گا تو تم کیا کرو گے؟ ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ جواب دیا کہ خدا کی قسم! اگر تم نے بیعت نہ کی تو تمہاری گردن اُڑا دیں گے۔

حضرت امیر المومنینؑ کا جواب

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کیا تو گویا تم نے خدا کے بندے اور رسولؐ خدا کے بھائی کو قتل کیا۔ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی بات نہ کی۔ وہاں پر موجود لوگوں میں سے کسی نے کہا: کیا تم اسے حکم نہیں دو گے کہ وہ تمہاری بیعت کرے؟ اُنہوں نے کہا: جب تک حضرت زہراء مرضیہؑ ان کے ساتھ ہیں انھیں اس کام پر مجبور نہیں کروں گا۔

قبرِ رسولؐ پر علیؑ کا گریہ

فَلَحِقَ عَلِيٌّ بِقَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ يَصِيحُ وَيَبْكِي وَيُنَادِي:

يَابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوا يَقْتُلُوْنَنِيْ (امامت وسیاست، ص ۲۹)

''حضرت علی علیہ السلام رسولؐ خدا کی قبر پر تشریف لائے، فریاد بلند کی اور گریہ کرتے ہوئے کہا: اے میرے چچازاد بھائی! ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے''۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہاں تک اکثر مطالب اہلِ سنت کے مشہور ومعروف عالم ابن قتیبہ دینوری کی کتاب سے نقل ہوئے ہیں۔

لمحۂ فکریہ

رسولؐ خدا کا فرمان ہے کہ جس پر زہراؑ راضی اس پر میں راضی اور جس پر میں راضی اس پر خدا راضی ہے۔ وہ لوگ جو درِ زہراء علیہا السلام کو آگ لگانے آئے تھے اور اُنھیں در و دیوار کے درمیان اذیت دی، ان کے شوہرِ نامدار علی علیہ السلام کو زبردستی گھر سے باہر نکالا، وہ روزِ قیامت خدا اور رسولؐ خدا کو کیا جواب دیں گے؟ ایسا دروازہ ہے کہ فرشتے بھی اجازت کے بغیر اس کے اندر داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتے؟ کیا دروازۂ رسالت و امامت آگ لگانے کے قابل ہے؟

بوی خوش آید اینجا، عود و عنبر سوختہ
یا کہ بیت اللہ را کاشانہ و در سوختہ

از چہ خون می گرید این دیوار و در یارب مگر
گلشن آلِ خلیل این جادر آذر سوختہ

خانۂ وحی از ملک یکبارہ شد پر ازدحام
اندریں غوغا مگر جبریل را پر سوختہ

خانۂ زہر است اینجا، قتل گاہ محسن است
آشیان قہرمان ، بدر و خیبر سوختہ

سینۂ زہرا شکستہ ، چہرہ اش نیلی شدہ
مرتضیٰ خونیں جگر قلب پیمبر سوختہ

"یہاں پر عود و عنبر کے جلنے کی خوشبو آ رہی ہے یا کہ خانۂ خدا کا دروازہ جلا ہے۔ اے پروردگار! یہ در و دیوار کیوں کر خون کے آنسو بہا رہے ہیں، یہاں پر آلِ خلیل اللہ کے گلشن کا دروازہ جلایا گیا ہے۔
جس گھر میں وحی نازل ہوتی وہ گھر ایک دم فرشتوں کے جمگھٹے سے بھر گیا ہے۔ اس کے اندر سے فریاد بلند ہو رہی ہے۔ کیا جبرئیلؑ کے پر جل گئے ہیں؟
یہ زہراءؑ مرضیہ کا گھر اور حضرت محسنؑ بن علیؑ کی قتل گاہ ہے۔ آج بدر و خیبر کے فاتح کا آشیانہ جلا ہے۔
حضرت زہراء علیہا السلام کا سینہ زخمی ہوا اور ان کا چہرہ نیلا ہوا۔ علی مرتضیٰؑ کا جگر خونیں ہوا اور رسولؐ خدا کا دل جلا ہے"۔

ابن ابی الحدید کی نگاہ بیعتِ علیؑ پر

رَوَى نَصْرُ بنُ سُهَيل ...... ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَقَالَ: لِعَلِيٍّ عليه السلام ، قُم فَبَايِعْ فَتَلَكَّأَ وَاحتَبَسَ ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَقَالَ: قُم فَأَبَى أَن يَقُومَ فَحَمَلَهُ وَدَفَعَهُ...... وَاجتَمَعَ النَّاسُ يَنظُرُونَ وَامتَلَأَت شَوَارِعُ المَدِينَةِ بِالرِّجَالِ ، رَأَت فَاطِمَةُ مَا صَنَعَ عُمَرُ، فَصَرَخَت وَ وَلوَلَت وَاجتَمَعَ مَعَهَا نِسَآءٌ كَثِيرٌ مِنَ الهَاشِمِيَاتِ وَغَيرِهِنَّ إِلَى بَابِ حُجرَتِهَا وَنَادَت يَا اَبَابَكرا! مَا اَسرَعَ هَا اَغَرتُم عَلَى اَهلِ بَيتِ رَسُولِ اللهِ وَاللهِ لَا اُكَلِّمُ عُمَرَ حَتّٰى اَلقَى اللهَ

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۸، بحار الانوار، ج ۲۸، ص ۲۵۷)

"نظر بن سہیل نقل کرتا ہے کہ جب عمر، حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہوا تو علیؑ سے کہا: کھڑے ہو جاؤ اور بیعت کرو۔ اس کے باوجود کہ حضرت علی علیہ السلام زمانے کے شجاع ترین شخص تھے انہوں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر اس نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: کھڑے ہو جاؤ، حضرت علیؑ نے انکار کیا، پس کچھ لوگوں نے مل کر انہیں اٹھایا اور گھر سے باہر نکال لائے، وہاں پر لوگ اکٹھے تھے اور یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ مدینہ کے تمام گلی کوچے لوگوں سے پُر ہو چکے تھے۔ حضرت صدیقہ طاہرہؑ نے دیکھا کہ عمر، حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کس طرح کا سلوک کر رہا ہے تو ان کی دل سے چیخ نکلی اور انہوں نے گریہ کیا۔ وہاں پر ہاشمی وغیر ہاشمی خواتین کی خاصی تعداد جمع ہو گئی۔ سب مل کر حضرت زہراء علیہا السلام کے دروازے پر آ گئیں۔ اس وقت حضرت سیدہ طاہرہؑ نے بآواز بلند کہا: اے ابا بکر! تم نے اتنی جلدی رسولؐ خدا کے اہلِ بیتؑ کے ساتھ خیانت کی ہے۔ خدا کی قسم! میں مرتے دم تک عمر سے بالکل کلام نہیں کروں گی"۔

اے مدینہ! تو حضرت صدیقہ طاہرہؑ کے درد وغم کا گواہ تھا۔ تو نے دیکھا کہ حضرت زہراء علیہا السلام پر بہت سے مصائب آئے۔ بنت رسولؐ اللہ کا احترام باقی نہ رکھا گیا۔ ان افراد نے خلافت کی آڑ میں سیدہ کونینؑ پر کون سا ظلم نہیں ڈھایا، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کس قدر مظلوم واقع ہوئے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی زوجہ محترمہ پر تازیانے برسائے گئے۔

سلیمان کتانی کی نگاہ میں حضرت زہراءؑ کا مبارزہ

وہ کہتا ہے: حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی دُور اندیشی اور برتاؤ نے خلیفۂ وقت کی آنکھوں سے سیدہ طاہرہؑ کے سامنے آنسو جاری کردیئے۔ درحالیکہ وہ فاطمہ زہراء علیہا السلام کو تسلی دے رہا ہے اور ان سے معذرت خواہی کر رہا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آنسو کا قطرہ خلیفۂ وقت کی طرف سے مہربانی اور اپنے کیے پر پشیمانی کی دلیل ہے۔ لیکن واقعتاً اس قطرۂ اشک میں آیندہ پیش آنے والے حالات کی وجہ سے ایک خطرہ پوشیدہ تھا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے کہ اُس بزرگ کے اندرونی احساسات ان حالات کی وجہ سے تحتِ تاثیر واقع ہوئے ہیں جو زمانۂ مستقبل میں پیش آنے والے تھے کیونکہ فضا کی سیاہی چھٹنے والی تھی نیز تیز ہوا کسی نہ کسی بات کا پیغام لاتی ہے۔

پھر حملہ ہوا

دوسرے بزرگ کا حضرت علی علیہ السلام کے گھر پر حملہ آور ہونا علیؑ کے ساتھ اس کی دشمنی کا پتہ دیتا ہے لیکن اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اس حملے سے اُس کا ہدف صرف اظہارِ دشمنی نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد اپنے دشمن کو ذلیل وخوار کرنا اور اس (کی عظمت) کو طاقِ نسیان میں بند کرنا تھا۔

دید دشمن، فاطمہؑ جانِ علیؑ است　　بلکہ باجانش نگہبانِ علیؑ است
گفت: باید جانِ حیدرؑ را گرفت　　از علیؑ دختِ پیمبر را گرفت
دید جانِ مرتضیٰ پشتِ در است　　از امامِ خویش، ھم تنہا تر است

”دشمن نے دیکھا کہ حضرت صدیقہ طاہرہ علیہا السلام اپنے شوہر نامدار مولائے کائنات کی جان ہے۔

اس نے کہا: حیدرِ کرارؑ کی جان لے لینا ضروری ہے، لیکن حضرت علی علیہ السلام سے رسولِ خداؐ کی لاڈلی بیٹی چھین لی (یعنی انہیں شہید کردیا)

اس (دشمن) نے دیکھا کہ مرتضیٰ علیؑ کی جان (حضرت زہراءؑ)
دروازے کے پیچھے ہے کہ وہ اپنے امامؑ سے بھی تنہا تر ہے"۔

جناب سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے مسجد النبیؐ میں اس انداز سے خطبہ دیا اور حق کو بیان کیا کہ اپنے کانوں سے عام لوگوں کی رائے سنی۔ اس کے بعد عام لوگ اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ مُہر سکوت توڑ دیں تاکہ تاریخ میں اپنا صحیح کردار ادا کرسکیں۔ جنابِ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد اس بات کی منتظر تھیں کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ اپنی گفتگو کا نتیجہ دیکھیں۔

کیا حضرت صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کا ارادہ یہ تھا کہ اعلانِ جنگ کریں؟ کیا انہیں معلوم تھا کہ ان کا وجودِ اقدس انقلاب کا پیغام ہے؟ حضرت زہراء مرضیہؑ کا انقلاب یہی تھا کہ انہوں نے عام لوگوں کو فریاد کرنے کی جرأت بخشی اور رائے عامہ کو ہموار کیا، ورنہ ان کا یہ انقلاب اس قدر ثمر بخش نہ ہوتا۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں کہ سیدہ کونینؑ کے طرزِ عمل سے پیغمبر اکرمؐ کی وصیت صرف حضرت علی علیہ السلام اور حضرت زہراء سلام اللہ علیہا تک محدود نہ رہی، بلکہ عام لوگوں کے کانوں تک اس طرح سے منتقل ہوئی جیسے بارش کے قطرے زمین کے عمق اور پنہاں چشموں میں منتقل ہوتے ہیں۔ مسجد میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے خطاب نے اندرونی طور پر لوگوں کے اذہان کو آمادہ کیا۔

استغاثۂ حضرت زہراء علیہا السلام

جب اُس نے دولت سرائے فاطمہؑ میں داخل ہونا چاہا تو بلند آواز سے چلایا اور کہا: اے علیؑ! باہر نکلو اور خلیفۂ وقت کی بیعت کرو ورنہ سارا گھر جلا کر رکھ دوں گا۔ اس وقت مظلومہ زہراء علیہا السلام دروازے کے پیچھے آئیں اور فرمایا:

یَا فُلَانُ! مَا لَنَا وَلَکَ؟

"اے فلاں شخص! تمہیں ہم سے کیا کام ہے؟"

اُس نے کہا:

اِفتَحِی البَابَ وَ اِلاَّ احرَقنَا عَلَیکُم بَیتکُم

"دروازہ کھولو ورنہ تمہیں سب کو گھر سمیت جلا دوں گا"۔

حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے دروازہ نہ کھولا، اس نے ایندھن منگوایا اور علی علیہ السلام کے گھر کے دروازے پر رکھ کر اسے آگ لگا دی۔ جب دروازہ آدھا جل گیا تو اس نے اپنے پاؤں سے دروازے کو ٹھوکر ماری۔ دروازہ حضرت سیدہ طاہرہؑ کے پہلو پر لگا۔ جلنے سے دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہوا۔ ادھر سے سیدہ طاہرہ علیہا السلام کی فریاد بلند ہوئی۔ اس نے نیام سمیت تلوار صدیقہ طاہرہ کے پہلو پر ماری۔ حضرت سیدہ علیہا السلام کے رونے کی صدا اور بلند ہوئی اور بابا کو بلند آواز سے پکارا۔ اس وقت اس نے حضرت زہرا علیہا السلام کے کاندھے اور کمر پر تازیانے برسائے تو آپؑ نے دوبارہ استغاثہ بلند کیا اور کہا:

اے بابا جان! فلاں فلاں شخص نے کون سا ظلم ہے جو ہمارے اُوپر نہیں کیا۔

(ریاحین الشریعہ، ج۱، ص۲۶۰، بیت الاحزان قمی، ص۱۱۴، اسرار آلِ محمد، ص۳۳)

بعد از پدر بہ فاطمہؑ دشمن امان نداد
از مہر کس تسلی آن خستہ جان نداد

می خواست با پسر بدھد جان بہ پشت در
اما چوبی کسی علیؑ دید جان نداد

در کوچہ خواست تا کہ شود حامی علیؑ
در دا کہ تازیانہ دشمن امان نداد

ھر قھرمان کند بہ نشانِ خود افتخار
زہراؑ نشانِ خود بہ علیؑ ھم نشان نداد

"بابا کے بعد دشمن نے حضرت زہرا علیہا السلام کو آرام سے نہ رہنے دیا، کسی نے بھی اس دکھیا بی بی کو مہر و محبت سے تسلی نہ دی۔

وہ اپنے فرزند سمیت دروازے کے پیچھے جان دینا چاہتی تھیں لیکن انہوں نے جب حضرت علی علیہ السلام کی بے کسی دیکھی تو جان جانِ آفریں کے سپرد نہ کردی۔

مدینہ کے بازار میں علیؑ کی حمایت کرنا چاہتی تھی۔ دروا ایسا تھا کہ دشمن
کے تازیانے سے پناہ نہ مل سکی۔
ہر بہادر شخص بہادری کی وجہ سے ملنے والے نشان پر فخر کرتا ہے لیکن
حضرت صدیقہ طاہرہ علیہا السلام نے اپنے نشان حضرت علیؑ کو بھی نہ
دکھائے"۔

اس وقت شیر خدا علی مرتضیٰؑ نے اُس کا گریبان پکڑا اور اسے زمین پر پٹخا۔ آپ اسے جان سے مار دینا چاہتے تھے لیکن آپ کو پیغمبر اکرمؐ کی وصیت یاد آ گئی اور اسے چھوڑ دیا۔ اس دوران میں اُس کے حامیوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ انہوں نے حضرت علیؑ کے گلے میں رسّی ڈالی۔[1] حضرت زہراء علیہا السلام سامنے آئیں اور امامِ وقت اور اپنے شوہر کو مسجد میں لے جانے سے روکا۔ غلام قنفذ آگے بڑھا اور اس نے اس مظلومہ و معصومہ کے بازو پر تازیانے برسائے، جن سے سیدہ طاہرہؑ کے بازو سوج گئے اور ان تازیانوں کے نشان آخر عمر تک باقی رہے۔ (کبریت احمر، ص ۲۷۸۔ بیت الاحزان، ص ۱۵-۱۶۔ اسرار آلِ محمدؐ، ص ۳۴)

حضرت زہراء علیہا السلام کا گریہ کرنا اور مسکرانا

حضرت عائشہ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے کہا: میں نے آج تک لوگوں میں سے زہراءؑ کے علاوہ کسی کو بھی نہیں دیکھا جس کا اندازِ گفتگو پیغمبر اکرمؐ کے مشابہ ہو۔

---

[1] اگرچہ اہلِ سنت علماء حضرات نے اس روایت پر خدشہ وارد کیا ہے لیکن جو کچھ ابن ابی الحدید اور ابن قتیبہ دینوری نے نقل کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص پیغمبرؐ کے گھر کا دروازہ جلا سکتا ہے اس کے لیے علیؑ کے گلے میں رسّی ڈالنا آسان کام ہے۔ البتہ یہ سوال کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنا دفاع نہ کیا ہو؟ دفاع نہ کرنے کا سبب رسولِ خداؐ کی وصیت تھی۔ دوسرا یہ کہ آپؑ نے اسلام کی حفاظت کے لیے ایسا نہ کیا تھا ورنہ وہ شخص جس نے ستر غزوات میں شجاعت کے جوہر دکھائے ہوں اور تمام جنگیں جس کے صدقے میں جیتی گئی ہوں اس کے لیے اس ایک شخص کو قتل کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

زہراءؑ کی فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جب وہ پیغمبرؐ خدا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ انہیں خوش آمدید کہتے، ان کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے اور انہیں اپنے پاس بٹھا لیتے۔ جب بھی رسولؐ خدا حضرت زہراء علیہا السلام کے پاس تشریف لے جاتے تو آپؑ آگے بڑھ کر ان کا استقبال کرتیں اور پیغمبرؐ کے دستِ مبارک پر بوسہ دیتیں۔[1]

جب رسولؐ خدا مریض ہوئے تو حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ رسولؐ خدا نے آپؑ کے کان میں کچھ کہا تو آپؑ نے رونا شروع کر دیا، لیکن پھر دوبارہ سرگوشی کی تو آپ مسکرا دیں۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے حضرت زہراءؑ میں کون سی فضیلت دیکھی ہے جو دوسری عورتوں میں نہیں ہے؟ فاطمہؑ بھی تو دوسری عورتوں جیسی ایک عورت ہے۔ ہمارے لیے یہ واضح فرمائیں کہ پہلے زہراءؑ کیوں روئیں پھر کیوں فوراً مسکرائیں؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں یہی بات میں نے زہراءؑ سے بھی پوچھی تو انہوں نے کہا: کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس راز کو فاش کروں؟

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد دوبارہ میں نے حضرت زہراءؑ سے وہی سوال کیا تو انہوں نے کہا: اب میرے پدر بزرگوار دنیا سے جا چکے ہیں لہٰذا میں وہ راز بیان کرتی ہوں۔ وہ راز یہ ہے کہ جب پیغمبرؐ خدا نے مجھے اپنی رحلت کی خبر دی تو میں نے گریہ کرنا شروع کر دیا، لیکن جب انہوں نے فرمایا:

اے زہراءؑ! سب سے پہلے جو مجھ سے ملاقات کرے گا وہ آپؑ ہوں گی۔ یہ خبر سن کر مجھے خوشی ہوئی اور میں مسکرا دی۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۹۸۔ امالی شیخ طوسی، ص ۴۰۰۔ بیت الاحزان، ص ۳۵۔ ارشاد القلوب، ص ۱۰۰)

---

[1] ہاتھوں کو چومنا رسولؐ خدا اور حضرت زہراءؑ کی طرف سے ایسی میراث ہے جسے فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ پیغمبر اکرمؐ اور حضرت زہراء علیہا السلام کے احترام میں تمام لوگ علماء و سادات کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے ہیں۔ افغانستان میں یہ رسم ہے کہ سادات ایک دوسرے کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے ہیں۔ وہاں کے شیعوں کے اندر یہ رسم ہے کہ علماء و سادات کے ہاتھ چومتے ہیں۔

عشق من پاییز آمد مثلِ پار — باز هم ما باز ماندیم از بہار
احتراق لالہ را دیدیم ما — گل دمید و خون نجوشیدیم ما
باید از فقدانِ گل خون جوش بود — در فراق یاس مشکی پوش بود
یاس ھا یاد آور پروانہ اند — یاس ھا پیغمبرانِ خانہ اند
یاس بوی حوضِ کوثر می دہد — عطرِ اخلاقِ پیغمبر می دہد
حضرت زہراہ دلش از یاس بود — دانہ ھای اشکش از الماس بود

''گذشتہ سال کی مانند ہمارے عشق پر خزاں چھا گئی ہے اس سال پھر ہم موسمِ بہار کا لطف نہیں اٹھا سکے۔ ہم نے گل لالہ کو جلتے ہوئے دیکھا۔

پھول کے فقدان سے خون میں جوش آنا چاہیے تھا، چنبیلی کے پھولوں کی جدائی میں سیاہ لباس تن پوش کرنا چاہیے تھا۔

چنبیلی کے پھول پروانے کی یاد دلاتے ہیں، چنبیلی کے پھول گھر کا پیغام دیتے ہیں۔ چنبیلی کا پھول حوضِ کوثر کی خوشبو دیتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کے اخلاق کی خبر دیتا ہے۔ حضرت زہراؑ کا دل چنبیلی کے پھول سے تھا، اس کے آنسوؤں کے قطرے الماس تھے''۔

فرزندِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا سقط

حضرت زہراء علیہا السلام کے فرزند کے سقط کے بارے میں اکثر اہلِ سنت علماء نے نقل کیا ہے۔[1] مثلاً نظام اور جاحظ دونوں کے دونوں اہلِ سنت کے بزرگ علماء میں سے

---

[1] سلیم بن قیس کہتے ہیں جس وقت حضرت زہراء علیہا السلام اپنے شوہر اور قنفذ کے درمیان آگئیں تو قنفذ نے حضرت زہراءؑ کو تازیانے سے مارا۔ اس نے کسی کو قنفذ کے پاس بھیجا اور کہا: اگر زہراءؑ تمہارے اور علیؑ کے درمیان آتی ہے تو اسے مارو۔ قنفذ نے حضرت زہراءؑ کو دروازے کے پیچھے کر کے دروازے کو زور سے دھکا دیا، جس سے حضرت زہراءؑ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور بچہ سقط ہو گیا۔ اس کے بعد ہمیشہ بستر بیماری پر رہیں اور اسی وجہ سے شہید ہو گئیں۔ (اسرار آلِ محمدؐ، ص ۳۵)

ہیں۔ان کی مشہور و معروف کتاب "الوافی بالوفیات" سے نقل ہوا کہ اس میں لکھتے ہیں:

فَضَرَبَ عُمَرُ بَطنَ فَاطِمَةَ حَتّٰی اَلقَتِ المُحسِنَ مِن بَطنِهَا

(کبریت احمر، ص ۴۸۹)

"پس عمر نے حضرت زہراء علیہا السلام کے شکم پر مارا، جس سے ان کا فرزند سقط ہوگیا"۔

گوہر شب چراغ من کجا رفتی لالۂ سرخ باغ من کجا رفتی
گلِ صد برگ من کجا رفتی ای جوان مرگ من کجا رفتی
شمع محراب سینہ ام برخیز آفتاب مدینہ ام برخیز
خیز از داغ غم رہایم کن خیز و باز ابن عم صدایم کن

"اے میری آنکھوں کے نور کہاں چلے گئے ہو، اے میرے باغ کے سرخ پھول کیوں مرجھا گئے ہو۔ اے میرے سو پتیوں کے پھول کدھر گئے؟ اے میرے جواں مرگ بیٹے کہاں ہو۔ اے میرے دل کی روشنی اُٹھو، اے میرے شہر مدینہ کے آفتاب اُٹھو۔ اُٹھو اور مجھے غم کے داغ سے نجات دو۔ اُٹھو اے ابن عم مجھے آواز دو"۔

اُم ابیہا کی وصیتیں

(۱) سلمٰی کو وصیت

عَن سَلمٰی اِمرَأَةِ اَبِی رَافِعٍ قَالَت: مَرِضَت فَاطِمَةُ بِنتُ رَسُولَ اللّٰهِ عِندَنَا ، فَلَمَّا کَانَ الیَومُ الَّذِی تُوُفِّیَت فِیهِ ، فَخَرَجَ عَلِیٌّ اِلٰی بَعضِ حَوَائِجِهٖ قَالَت لِی : یَا اَمَةَ! اُسکُبِی لِی غُسلًا ، فَسَکَبتُ لَهَا وَقَامَت فَاغتَسَلَت کَاَحسَنِ مَا کَانَت تَغتَسِلُ ، ثُمَّ قَالَت ، اِیتِینِی بِثِیَابِی الجُدَدِ ،

فَأَتَيتُهَا بِهَا ، فَلَبِسَتهَا ثُمَّ قَالَت: اِجعَلِي فِرَاشِي وَسَطَ البَيتِ ، فَجَعَلتُهُ فَاضطَجَعت عَلَيهِ وَاستَقبَلَتِ القِبلَةَ ثُمَّ قَالَت لِي! يَا اُمَّةُ اِنِّي مَقبُوضَةُ السَّاعَةَ وَقَدِ اغتَسَلتُ فَلَا يَكشِفَنَّ لَهَا اَحَدٌ مِي كِتفًا ، قَالَت فَمَاتَت ، فَجَاءَ عَلِيٌّ فَاَخبَرتُهُ فَقَالَ: لَا وَاللّٰهِ لَا يَكشِفُ لَهَا اَحَدٌ كِتفًا فَاحتَمَلَهَا فَدَفَنَهَا بِغُسلِهَا ذٰلِكَ (طبقاتِ کبریٰ، ج ۸، ص ۲۷۔ تذکرہ ابن جوزی، ص ۱۸۰۔ امالی شیخ طوسی، ص ۴۰۰۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۳، ص ۳۱۳۔ انوار البهیہ، ص...... ۔ بیت الاحزان، ص ۱۷۸۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ، ج ۲، ص ۶۵)۔

''ابی رافع کی زوجہ سلمٰی سے نقل ہوا ہے کہ وہ کہتی ہیں: جب دختر رسولؐ حضرت فاطمہ علیہا السلام بیمار ہوئیں اور جس دن آپؑ نے وفات پائی اس دن حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام بعض کاموں کی وجہ سے گھر سے باہر گئے تھے۔ حضرت زہراء علیہا السلام نے مجھے فرمایا:

اے میری کنیز! پانی لاؤ تاکہ میں غسل کروں، میں نے ان کے لیے پانی حاضر کیا، آپ اٹھیں اور بہترین طریقے سے غسل کیا، اس کے بعد کہا: میرے لیے ایک نیا لباس لے کر آؤ، میں نے نیا لباس ان کی خدمت میں پیش کیا، انہوں نے زیب تن کیا اور فرمایا:

گھر کے صحن میں ایک چٹائی بچھاؤ، میں نے حکم کی تعمیل کی، آپ اس چٹائی پر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں اور مجھے کہا: اے میری کنیز! میں ابھی اور اسی وقت دنیا سے رخصت ہو رہی ہوں، میں غسل کر چکی ہوں، کوئی بھی میرے بازو پر بندھی پٹی نہ کھولے۔ یہ فرمایا اور دنیا سے

چل بسیں۔ جب علی علیہ السلام گھر میں تشریف لائے تو میں نے انہیں سب کچھ بتا دیا۔ خدا کی قسم! کوئی بھی زہراء علیہا السلام کے بازو کی پٹی نہیں کھولے گا۔ پس آپؑ نے زہراء علیہا السلام کا جنازہ اٹھایا اور اسی غسل کے ساتھ جو آپؑ نے انجام دیا تھا دفن کر دیا۔

۷۰۔ اسما بنت عمیس کو وصیت

جب حضرت زہراء علیہا السلام نے وصیت فرمائی، نمازِ ظہر کا وقت تھا۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام مسجد میں چلے گئے۔ معصومہ مظلومہ تنہائی میں تشریف لے گئیں۔ اپنے اُوپر چادر لیتے ہوئے اسماء بنت عمیس سے فرمایا:

خداوند منان سے راز و نیاز کرنے کے لیے مجھے تنہا چھوڑ دیں، لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد مجھے آواز دینا، اگر میں نے جواب دیا تو کچھ نہیں ہوگا اور اگر جواب نہ دیا تو سمجھ لینا کہ میں اپنے بابا سے جا ملی ہوں۔

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں: میں نے صدیقہ طاہرہؑ کو تنہا چھوڑ دیا، لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد آواز دی تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، دوبارہ آواز دی کہ اے رسولؐ خدا کی لاڈلی، لیکن کوئی جواب نہ پایا، پھر کہا: اے اُم الحسنینؑ! لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

بگفتا فاطمہؑ روزی بہ اسماء — کہ من در بسترم گردم چو ماوا
تو لختی منتظر بنشین بہ پایم — پس از چندی گذشتن کن صدایم
اگر دیدی نمی آید جوابم — بدان ملحق شدہ ام من بہ بابم
جوابی از عزیز خویش نشنید — بہ قلب پُر زخونش درد پیچید
کشید از روی زہراء پردہ و دید — کہ گردیدہ محقق آنچہ بشنید
خودش را جسم او رہا کرد — ہمی بوسیدہ او را وندا کرد
الا ای فاطمہ دیدی چو بابا — رسان او را سلام از نزد اسما

"ایک دن حضرت زہراء علیہا السلام نے اسماء بنت عمیسؓ سے کہا کہ

جب میں اپنے بستر پر لیٹ جاؤں۔ اس وقت تم میرے بستر کے نزدیک بیٹھ کر تھوڑی دیر انتظار کرنا اور مدت گزرنے کے بعد مجھے آواز دینا۔ اگر تمہیں میری طرف سے کوئی جواب نہ ملے تو سمجھ لینا کہ میں اپنے بابا سے ملحق ہوگئی ہوں۔

(کچھ دیر گزرنے کے بعد اسماء نے صدا کی) اور اپنی آقازادی سے کوئی جواب نہ پایا تو وہ انتہائی غم کے عالم میں پیچ وتاب کھانے لگی۔ اس نے حضرت زہراء علیہا السلام کے چہرۂ اقدس سے کپڑا اُٹھا کر دیکھا تو وہ کچھ ہو چکا تھا جو اس نے سیدہ طاہرہؑ سے سنا تھا۔

اس نے اپنے آپ کو سیدہ کونینؑ پر گرا دیا اور انہیں بوسہ دیتے ہوئے آواز دی:

اے میری آقا زادی فاطمہ علیہا السلام! جب آپؑ اپنے بابا کی زیارت کریں تو ان کی خدمت میں اسماء بنت عمیس کا سلام بھی عرض کر دینا۔

پس اسماء بنت عمیس پریشانی کے عالم میں حجرۂ زہراء میں داخل ہوئیں اور جناب سیدہؑ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے چہرۂ اقدس پر رومال رکھا ہوا ہے۔ آپ نے وہ رومال اُٹھایا تو کیا دیکھتی ہیں کہ آپ کی مقدس و مطہر روح پرواز کر چکی ہے۔ اسماء نے اپنا گریبان چاک کیا اور گریہ وزاری کرنا شروع کر دیا۔ اس نے اپنا چہرہ جناب صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کے چہرے پر رکھتے ہوئے بلند بلند آواز سے رونا شروع کیا۔ پھر اس نے سیدہ کونینؑ کے چہرۂ اقدس پر بوسہ دیا۔ (انوار البھیہ، ص ۲۲۔ بیت الاحزان، ص ۲۹۔ محرق القلوب، ص ۲۷۔ منتہی الآمال، ص ۱۸۹)

حسنین علیہما السلام کی فریاد

سن کر خدا کے شیر سے پُر درد یہ بیاں | برپا تھا حشر خانۂ زہراؑ کے درمیاں
منہ پیٹتی تھی بیبیاں بانا و فغاں | تھا حالِ دلبرانِ علیؑ یہ کہ الاماں

مُردے سے ماں کے دونوں پسر لپٹے جاتے تھے
حیدرؑ ہٹا ہٹا انہیں چھاتی سے لگاتے تھے
(میر انیس)

جب بنتِ پیغمبرؐ کی روح ملکوتِ اعلیٰ کے ساتھ متصل ہوگئی تو اس وقت امام حسن و حسین علیہما السلام گھر میں داخل ہوئے۔ آپؑ نے پوچھا: اے اسماء! ہماری ماں کہاں ہے؟ اسماء کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: آپؑ کی والدہ گرامی سو رہی ہیں۔ حسنین علیہما السلام نے فرمایا:

یہ وقت ہماری ماں کے سونے کا نہیں ہے۔ اسماء نے حضرت سیدہؑ کی موت کی خبر کو جتنا بھی چھپانا چاہا نہ چھپا سکیں۔ چنانچہ اس نے عرض کیا: اے میرے آقازادو! آپ کی ماں دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔

جب شہزادوں نے اپنی والدہ کی شہادت کی خبر سنی تو اپنی ماں کے حجرے میں داخل ہوئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام پہلے آگے بڑھے اور اپنی والدہ کو ہلایا۔ جب آپؑ کو معلوم ہوگیا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں، آپؑ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں عرض کیا:

بھائی جان! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری ماں کی رحلت کا اجر عطا فرمائے۔ اس کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے بازو ماں کے گلے میں ڈالتے ہوئے آپؑ کے چہرے پر بوسے دیئے اور کہا:

ماما جان! قبل اس کے کہ میری روح میرے بدن کا ساتھ چھوڑے میرے ساتھ باتیں کرو۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ماں کے پاؤں کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:

اماں جان! میں آپ کا حسینؑ ہوں، قبل اس کے کہ میرا دل پارہ پارہ ہوجائے میرے ساتھ گفتگو کریں۔

لیکن اسماء نے ان کی خدمت میں عرض کیا: اے زہراءؑ کی آنکھوں کے نور! مسجد میں جا کر اپنے بابا کو اطلاع دیں۔ آپؑ دونوں بھائی مسجد میں تشریف لائے اور مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کو حضرت زہراءؑ کی رحلت کی خبر دی۔ جب علی علیہ السلام نے یہ خبر سنی تو آپؑ اُٹھ کر چلنا چاہتے تھے لیکن شدتِ غم کی وجہ سے زمین پر گر گئے اور آپؑ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب آپؑ ہوش میں آئے تو فرمایا:

اے زہراءؑ! رسولؐ خدا کے بعد اپنے دل کو آپ کے وجودِ نازنین سے تسلی دیتا تھا لیکن اب آپؑ کے بعد کس سے تسلی دوں گا۔ (منتہی الآمال، ص ۱۹۰۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۸۶)

مولائے کائناتؑ، حضرت زہراء علیہا السلام کے سرہانے تشریف لائے، ایک کپڑا اٹھایا جس پر لکھا ہوا ہے کہ یا علیؑ! مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل دینا، کافور سے حنوط کرنا اور کفن پہنانا، رات میں میری نمازِ جنازہ پڑھنا، مجھے رات میں دفن کرنا اور مجھے دفن کرتے وقت کسی کو بھی نہ بتانا، اور روزِ قیامت تک میری اولاد تک میرا سلام پہنچا دینا۔ اس دوران میں اولادِ علیؑ و بتولؑ کے جاں سوز گریہ کی صدا بلند ہوئی۔ بنی ہاشم اور مہاجرین و انصار کی خواتین بلند آواز سے روتے ہوئے پکار پکار کر کہتی ہیں: یافاطمتاہ، واسیدتاہ، یابنت رسول اللہ (اے فاطمہؑ! اے سیدہؑ، اے رسولؐ خدا کی لاڈلی) شہرِ مدینہ سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی رحلت کی خبر سن کر غم واندوہ میں غرق ہوگیا۔

چراغ خانۂ مولا خموش است دما دم بانگ یازهرا به گوش است
بیا بشنو غمِ ساقیِ کوثر چه آمد برسرش بعد از پیمبر
انیس و مونسِ مولاؑ ندارد در این خانه دگر زهراءؑ ندارد

علیؑ چون شمع بی پروانہ سوزد بہ گرد کودکان درخانہ سوزد
حسنؑ نالا حسینؑ گریہ زدیدہ زداغ مام با رنگ پریدہ
نگردد این غم عظمیٰ فراموش کہ زہراؑ در افتادہ بی ہوش

”مولا کے گھر کا چراغ خاموش ہے، کانوں میں مسلسل یازہراءؑ کی آواز آرہی ہے۔ آؤ اور ساقیٔ کوثر کا حالِ غم سنو، پیغمبرِ خدا کے بعد ان پر کیسی کیسی مصیبتیں آئی ہیں۔ مولاؑ کا کوئی بھی مونس وغمخوار نہیں ہے، اس گھر میں اب زہراء علیہا السلام کا مقدس وجود نہیں ہے۔

علیؑ پروانوں میں بغیر شمع کی مانند جل رہے ہیں۔ اپنے بچوں کے پاس گھر میں پریشان ہیں۔

حسنؑ رو رہے ہیں، حسینؑ کی آنکھیں برس رہی ہیں، ماں کی جدائی سے ان کے رنگ اُڑے ہوئے ہیں۔

یہ پہاڑ جیسا غم کبھی بھی فراموش نہیں ہوگا کہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا دروازے کے درمیان بے ہوش پڑی ہیں“۔

حضرت زہراءؑ کی حضرت علیؑ کے نام وصیت

حضرت زہراء علیہا السلام بستر پر لیٹے ہوئے حضرت علی علیہ السلام سے کہنے لگیں: یاعلیؑ! میرے نزدیک بیٹھیں، میری سانس کٹ رہی ہے، میرا سر قریب کریں اور میری بات سنیں، اب میرا آخری وقت ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی آنکھیں برس پڑیں۔ آپؑ نے حضرت صدیقہ طاہرہؑ کا سرِ اقدس اپنے زانو پر رکھا۔ سیدہ کونینؑ نے نقاہت کی وجہ سے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں، آپ کے رخساروں کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بہت پریشان ہوئے اور آپ کو گمان گزرا کہ سیدہ دنیائے فانی سے دارِ بقاء کی طرف رخصت ہو چکی ہیں۔

آپؑ نے آواز دی، یازہراءؑ! کوئی جواب نہ ملا تو دوبارہ آواز دی، یابنت رسولؐ

اللہ! پھر بھی کوئی جواب نہ ملا، تیسری دفعہ کہا: یا فاطمہؑ! انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، تو آپؑ نے فرمایا: اے ان کی لاڈلی بیٹی جن پر ملائکہ نے آسمان پر نماز پڑھی۔ میں علیؑ ہوں، اپنے آخری لمحات میں آنکھیں کھولیں اور میرے ساتھ گفتگو کریں۔

حضرت زہراء مرضیہ سلام اللہ علیہا نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ علی علیہ السلام گریہ کر رہے ہیں، آپؑ نے فرمایا: یا علیؑ! وہ وقت آن پہنچا کہ میں اپنی وصیت مکمل کر لوں۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے زہراءؑ! جو بھی وصیت کرنی ہو، کرلیں۔ آپؑ نے فرمایا: یا علیؑ! کچھ وصیتیں ہیں جو میں آپؑ کو کرنا چاہتی ہوں:

① آپ کی خدمت کرنے میں اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہو یا مجھ سے کوئی ایسا کام انجام پایا ہو جو آپ کی ناراضگی کا سبب بنا ہو تو مجھے معاف کر دینا۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: آپؑ نے ہرگز کوئی ایسا کام انجام نہیں دیا جو میری ناراضگی کا باعث بنا ہو۔

② میری اولاد سے محبت کرنا اور ان کی دل جوئی کرنا، میرے بعد انھیں غمگین و رنجیدہ نہ ہونے دینا۔ یا علیؑ! مجھے بھول نہ جانا، میری قبر پر آتے رہنا، مجھے آپؑ سے محبت ہے، میں آپؑ سے جدائی برداشت نہیں کرسکتی۔

③ جب میری روح میرا ساتھ چھوڑ جائے تو مجھے رات میں غسل وکفن دینا، رات ہی میں دفن کرنا، تاکہ خدا کے دشمنوں کی نگاہ میرے جنازہ پر نہ پڑے۔

④ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے شادی کرلینا وہ میرے بچوں کے ساتھ بہت پیار کرتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، دل سے آہ وفریاد بلند کرتے ہوئے فرمایا:

اے زہراءؑ! آپؑ کی وصیتوں پر مکمل طور پر عمل کروں گا۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۳، ص ۳۶۲۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۷۸۔ بیت الاحزان قمی، ص ۱۷۷)

گاہ چشمش بستہ بودی گاہ باز | گاہ خامش ،گاہ خاموش در راز و نیاز
نیم روزی دیدہ ازھم باز کرد | راز دل را یاعلیؑ آغاز کرد
کرد باتختی بہ مولایش نظر | گفت: محبوبم حلالم کن دگر
سوخت سرتاپا علیؑ از این سخن | خواست تا جانش برون آید زتن
یاعلیؑ امروز چون گردید شام | عمر زہرای تو می گردد تمام
من کہ بستم چشم دست از من بشوی | شب تنم از زیر پیراھن بشوی
شب مرا تشییع کن تا آن دوتن | یک قدم نایند بر تشییع من
گر بہ تشییع من آید قاتلم | داغ محسن تازہ گردد در دلم

"کبھی آنکھیں کھلی تھیں اور کبھی بند، کبھی خاموش تھیں اور کبھی خدا کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف۔ دوپہر کے وقت آنکھیں کھولیں تو علی علیہ السلام کے ساتھ رازداری کی باتیں کرنا شروع کیں۔ بڑی مشکل سے اپنے مولا کے چہرے کی زیارت کرتے ہوئے کہا: اگر کوئی خطا ہوگئی ہو تو معاف کرنا۔ حضرت علیؑ نے جب یہ بات سنی تو آپؑ سر سے لے کر پاؤں تک بے حس ہوگئے۔ آپؑ نے کہا کہ بہتر تھا روح پرواز کرجاتی لیکن یہ بات نہ سنتا۔

یاعلیؑ! آج جب شام ہوجائے گی تو تمہاری زہراءؑ کی عمر بھی تمام ہوجائے گی۔ جب میں آنکھ بند کرجاؤں تو میرے ہاتھ دھونا، رات کے وقت اسی قمیص میں ہی میرے بدن کو غسل دینا۔ میرا جنازہ رات کو اٹھانا تاکہ وہ دونوں شخص میری تشییع جنازہ میں ایک قدم بھی نہ رکھیں۔ اگر میری تشییع جنازہ میں میرا قاتل شامل ہوگا تو میرے دل میں میرے محسن کا داغ تازہ ہوجائے گا"۔

وصیت کے بارے دوسری روایت

حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدین علیہ السلام) اپنے والد بزرگوار حضرت

امام حسین علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت زہراء علیہا السلام بیمار ہوئیں تو آپؑ نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کی اور فرمایا: مجھے ڈھانپ دینا، میری شہادت کی اطلاع کسی کو بھی نہ دینا، جب تک میں بیمار ہوں کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دینا۔ آپؑ نے اس بات پر مکمل طور پر عمل کیا، اور خود حضرت زہراء علیہا السلام کی تیمارداری فرمائی، نیز جنابِ سیدہؑ کی دیکھ بھال کے لیے اسماء بنت عمیس کی ذمہ داری لگائی۔ پس جس طرح سیدہ کونینؑ نے وصیت فرمائی تھی حضرت امیر المومنینؑ نے اس طرح اس پر عمل کیا، ان کو رات کی تاریکی میں دفن کیا اور ان کی قبر کی جگہ زمین کے ساتھ برابر کر دی تا کہ قبر معلوم نہ ہو سکے۔ (امالی شیخ طوسی، ص ۱۰۹۔ انوار البھیہ، ص ۴۴۔ بیت الاحزان قمی، ص ۱۷۱)

جنابِ زہراءؑ کو غسل دیتے وقت حضرت علیؑ کا گریہ

کتاب ''مصائب المعصومین'' میں مذکور ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے حضرت زہراء علیہا السلام کی تمام وصیتوں پر عمل کیا۔ سیدہ کونینؑ کی خادمہ حضرت فضہؓ کہتی ہیں: جس وقت حضرت علی علیہ السلام بی بی کو غسل دے کر فارغ ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور مسلسل گریہ کر رہے تھے، وہاں پر موجود لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا:

اے ابوالحسنؑ! وہ کون سی چیز ہے جس نے آپ کو اس قدر رُلایا ہے؟ کیا آپؑ حضرت زہراء علیہا السلام کی مفارقت میں یوں گریہ کر رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: مجھے زہراءؑ کے بدنِ اطہرؑ پر تازیانوں کے نشانات نے رُلایا ہے جو سیاہ ہو چکے ہیں، وہ روزِ قیامت اسی سیاہ بدن کے ساتھ محشور ہوں گی اور خداوند متعال سے ملاقات کریں گی۔

حضرت فضہؓ کہتی ہیں: حضرت علی علیہ السلام جب حضرت زہراء علیہا السلام کو کفن پہنا چکے تو آپؑ نے آواز دی، اے اُم کلثومؑ، اے زینبؑ، اے حسنؑ و حسینؑ! اپنی ماں زہراءؑ کو الوداع کرنے کے لیے جلدی آؤ اور ان سے تبرک حاصل کرو۔ حسنین و زینبین علیہم السلام نے اپنی ماں کے ساتھ چمٹ گئے اور گریہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: اے اماں جان!

آپؐ کے بعد ہم یتیم ہو گئے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک دم زہراءؑ کے رونے کی آواز بلند ہوئی، دونوں ہاتھ کفن سے باہر آئے، حسنینؑ کو گلے سے لگایا، اس دوران غیب سے آواز آتی ہے: اے ابوالحسنؑ! زہراءؑ کے پیاروں کو ان کے سینہ سے جدا کرو کہ آسمان پر تمام فرشتے رو رہے ہیں۔ (بیت الاحزان یزدی، ص ۳۳۔ انوار البھیہ، ص ۲۳)

علیؑ سوگِ زہراءؑ میں

حضرت زہراء علیہا السلام کے غم نے روحِ علیؑ کو اس قدر بے قرار کیا کہ قریب تھا حضرت علیؑ کی روح پرواز کر جاتی۔ روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ جب صدیقہ طاہرہؑ کو سپردِ خاک کر چکے تو آپ کا یہ عالم تھا کہ:

نَفَضَ يَدَاهُ مِن تُرَابِ القَبرِ هَاجَ بِهِ الحُزنُ وَاَرسَلَ دُمُوعَهُ عَلَى خَدَّيهِ

''حضرت علی علیہ السلام نے قبر زہراء علیہا السلام کی خاک سے بھرے ہوئے ہاتھوں کو جھاڑا، لیکن علیؑ کے غم و اندوہ میں اضافہ ہوا اور چہرے پر آنسو جاری ہوئے''۔

وَحَوَّلَ وَجهَهُ اِلَى قَبرِ رَسُولِ اللّٰهِ ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَنِّي وَعَن اِبنَتِكَ وَحَبِيبَتِكَ وَقُرَّةِ عَينِكَ وَزَائِرَتِكَ وَالثَّابِتَةِ فِي الثَّرىٰ بِبُقعَتِكَ ، المُختَارِ اللّٰهِ لَهَا سُرعَةَ اللِّحَاقِ بِكَ

''حضرت علی علیہ السلام نے اپنا چہرہ قبر رسولؐ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: یارسول اللہ! مجھ علیؑ، آپؐ کی بیٹی، آپؐ کی دوست، آپؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، آپؐ کی زائرہ جو ہمیشہ کے لیے آپؐ کی قبر اطہر کے پاس سو گئی ہے اور خدا نے جسے چاہا کہ وہ سب سے پہلے آپؐ

سے جا ملے، کی طرف سے آپؐ پر سلام ہو۔ (انوار البھیہ، ص ۲۴، بیت الاحزان قمی، ص ۱۸۳)

وَقَدِ اسْتُرْجِعَتِ الْوَدِیعَةُ وَاُخِذَتِ الرَّهِینَةُ وَاخْتُلِسَتِ الزَّهْرَاءُ

(یارسولؐ اللہ) آپ کی امانت واپس کر دی گئی۔

یَارَسُولَ اللّٰهِ! اَمَّا حُزْنِی فَسَرْمَدٌ ، وَاَمَّا لَیْلِی فَمُسَهَّدٌ لَا یَبْرَحُ الْحُزْنُ مِنْ قَلْبِی (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۴۱۳۔ تذکرہ سبط ابن جوزی، ص ۱۸۰۔ امالی شیخ طوسی، ص ۱۰۹، انوار البھیہ، ص ۲۴۔ بیت الاحزان، ص ۳۶)

"یارسولؐ اللہ! میرے اس غم واندوہ کا کوئی کنارہ نہیں، میری آنکھوں سے رات کی نیند اُڑ چکی ہے، یہ غم واندوہ میرے دل سے کبھی بھی نہیں جائے گا"۔

ہاں! یا علیؑ! آپؑ کے لیے زہراءؑ کی مصیبت بہت بڑی اور جاں سوز تھی لیکن یہ تو خدا جانتا ہے کہ اس وقت زہراءؑ کے بچوں پر کیا گزری ہوگی۔ جب انہوں نے جلتے ہوئے دروازے کا اُٹھتا ہوا دھواں دیکھا، جب انہوں نے در و دیوار کے درمیان زخمی زہراءؑ کی آہ وفریاد سنی، جب انہوں نے کمر خیدہ ماں کو دیکھا، جب انہوں نے ماں کے چہرۂ اقدس پر دشمن کی گستاخی کے نشانات دیکھے۔ ان کی آنکھیں ساون کے بادلوں کی مانند برس رہی تھیں۔ یہ سب کچھ اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اُنہوں نے یہ بھی دیکھا کہ ان کی ماں جوانی میں بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں، لیکن ان کے بازو نیلگوں ہیں، محسن شہید ہو چکا ہے۔ زہراء علیہا السلام کے پیاروں پر یہ وقت کس قدر جان لیوا تھا۔ حضرت زہراء علیہا السلام اور ان کے بچوں کی مظلومیت پر خون کے آنسو بہانے چاہییں۔

بر تو اے مظلومہ خون باید گریست تا بہ سرحدِ جنون باید گریست

از کفن خون آبہ آن شب چکید تا بگوید بر تو چون باید گریست

"اے مظلومہ! آپ کے مصائب پر خون کے آنسو بہانا چاہئیں۔
آپؑ کے غم میں دیوانوں کی طرح گریہ کرنا چاہیے۔ آپؑ کے دفن کی
رات آپؑ کے کفن سے بہنے والے خون کے قطرے یہ کہہ رہے تھے
کہ آپؑ جیسی مظلومہ پر جی بھر کر رونا چاہیے"۔

شکستہ پہلوی ، آن تکیہ گاہ مولا را؟ کہ تازیانہ زدہ ، بوسہ گاہ ، طاھا را؟

"کس نے طاھا (رسول اللہ) کی بوسہ گاہ پر تازیانے برسائے، کس
نے مولائے کائنات کی تکیہ گاہ کا پہلو زخمی کیا؟"

گلِ پیغمبر رات میں دفن

ماتم میں گزری بنتِ نبیؐ کے جو آدھی رات میت کو دے کے غسل و کفن شاہِ خوش صفات

گھر سے جنازہ لے چلے بیٹوں کے ساتھ زینبؑ پکاریں مار کے چھاتی پر دونوں ہاتھ

کیا ہے کہ بیٹیوں سے بھی منہ موڑے جاتی ہو
اماں! اکیلے گھر میں ہمیں چھوڑے جاتی ہو
(میر انیسؔ)

عَنِ الزُّهری : اِنَّ فَاطِمَةَ دُفِنَت لَیلًا ، وَعَنهُ فِي تَارِیخ
اَبِی بکر بن کَامِل : اِنَّ اَمِیرَ المُومِنِیْنَ وَالحَسَنَ
وَالحُسَینَ عَلیهم السَّلَام دَفَنُوهَا لَیلًا وَغَیَّبُوا قَبرَهَا[1]

---

① مناقب، ج ۳، ص ۳۱۳ پر شعبی نقل کرتے ہیں: اِنَّ فَاطِمَةَ لَمَّا مَاتَت دَفَنَهَا عَلِیٌّ لَیلًا وَاَخَذَ بِضَبعَي اَبِي بَکر فَقَدَّمَهُ فِی الصَّلٰوۃ عَلَیهَا (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۱۰۲) جب فاطمہؑ دنیا سے رحلت کر گئیں تو علیؑ نے انھیں رات کو دفن کیا، ابوبکر کو ہاتھ سے پکڑا اور اسے نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا۔ ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے زہراؑ مرضیہ کو رات میں دفن کیا اور حضرت ابوبکر کو تشییع جنازہ میں آنے کی اجازت نہ دی (شرح ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۸)

"زہری سے روایت ہے کہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو رات میں دفن کیا گیا۔ تاریخ ابی بکر بن کامل میں اسی سے روایت ہے کہ امیرالمومنین، حسن اور حسین علیہم السلام نے ان (فاطمہؑ) کو رات کو دفن کیا اور ان کی قبر کو چھپا دیا (یعنی زمین کے برابر کر دیا تا کہ کسی کو قبر نہ مل سکے)"۔

تاریخ طبری میں نقل ہوا ہے کہ حضرت زہراء علیہا السلام کو رات میں دفن کیا۔ آپؑ کی تشییع جنازہ میں عباسؓ، علیؑ، مقدادؓ اور زبیرؓ کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔

شیعی روایات میں ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، عقیلؓ، سلمانؓ، ابوذرؓ، (ہاں البتہ) مقدادؓ، عمارؓ، بریدہؓ اور عباسؓ اس وقت موجود تھے۔ (مناقب، ج ۳، ص ۳۱۲، بحار، ج ۴۳، ص ۱۸۳)

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ یا علیؑ! آپؑ نے ملکۂ کونین کو رات میں کیوں دفن کیا ہے؟ تو آپؑ نے جواب میں فرمایا: صدیقہ طاہرہ بعض لوگوں پر ناراض تھیں اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کی تشییع جنازہ میں وہ لوگ شریک ہوں جنہوں نے ان پر ظلم ڈھائے ہیں۔ جب سیدۂ طاہرہؑ کو سپردِ خاک کر چکے تو مولائے کائناتؑ نے چالیس قبریں بنائیں تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ زہراء علیہا السلام کی آرام گاہ کون سی ہے۔ (مناقب، ج ۳، ص ۳۱۲۔ بحار، ج ۴۳، ص ۱۸۳)

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی شخصیت مظلوم واقع ہوگی کہ دشمنوں کے خوف سے حضرت زہراء علیہا السلام کو رات کے اندھیرے میں دفن کیا گیا؟ اس بات پر اس سے بڑی گواہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود ان کی قبر معلوم نہ ہو سکی؟ کیا اس سے بڑا کوئی ظلم ہو سکتا ہے کہ ان کی شہادت کے بعد آج تک ان کی قبر اطہر چھپی ہے؟

نہ تنہا داغِ پیغمبرؐ مرا کشت نہ سیلی نہ فشار در مرا کشت
بہ خونِ محسنِ مظلوم ، سوگند غمِ مظلومیِ حیدر مرا کشت

"مجھے صرف پیغمبرؐ کی جدائی نے نہیں مارا، اور نہ ہی دشمن کے طمانچے
اور دروازے فشار نے مجھے قتل کیا ہے۔
محسنؑ مظلوم کے خون کی قسم، مجھے حیدرؑ کی مظلومی کے غم نے ختم کیا ہے"۔

امیر المومنینؑ کی امانت

جس وقت حضرت زہراء علیہا السلام کا جنازہ قبر کے قریب رکھا گیا اور اسے قبر میں اتارنا چاہا تو قبر سے دو ہاتھ باہر نکلے جو پیغمبر اکرمؐ کے ہاتھوں کے مشابہ تھے۔ انہوں نے حضرت زہراءؑ کے جسدِ اطہر کو لیا اور قبر میں اُتار دیا۔

اس دوران میں حضرت علی علیہ السلام نے قبر کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا: اے زمین!

اِستَودِعُكِ وَدِيعَتِي هٰذِهٖ بِنتُ رَسُولِ اللهِ

"اے زمین! میں اپنی امانت تیرے حوالے کر رہا ہوں جو کہ رسولؐ خدا کی بیٹی ہے"۔ (بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۷۱)

اس کے بعد زمین نے پکار کر کہا: یا علیؑ! پریشان مت ہوں میں حضرت صدیقہ طاہرہؑ پر بہت مہربان ہوں۔ یا علیؑ! مجھے معلوم ہے کہ زہراءؑ کی پسلیاں آسیب دیدہ ہیں، ان کے بدن پر زخم ہیں اور ان کے چہرے پر نیلے داغ ہیں۔

حضرت علیؑ کا زہراءؑ کی قبر پر گریہ

کتاب "مصباح الانوار" میں نقل ہوا ہے کہ جب علیؑ حضرت زہراءؑ کو دفن کر چکے تو پھر ایک کام کیا۔

ثُمَّ جَلَسَ عِندَ قَبرِهَا بَاكِيًا حَزِينًا فَاَخَذَ العَبَّاسُ بِيَدِهٖ فَانصَرَفَ

"آپؑ قبر کے پاس بیٹھ گئے اور سخت گریہ کیا، عباسؓ آئے انہوں

نے علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اٹھایا اور گھر کی طرف لے گئے"۔ (بحار الانوار، ج ۲۸، ص ۸۲۔ بیت الاحزان قمی، ص ۱۸۵)

نبشِ قبر

مرحوم شیخ عباس قمی نقل کرتے ہیں: رات کی تاریکی چھٹی اور صبح طلوع ہوئی اس حال میں کہ بقیع نے اپنے اندر زہراء علیہا السلام کو پنہان کیا ہوا تھا، اس میں چالیس نئی قبریں تھیں۔ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ حضرت زہراء علیہا السلام کو دفن کیا جاچکا ہے تو مسلمان بقیع کی طرف آئے، کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں پر ایک جیسی چالیس نئی قبریں بنی ہوئی ہیں، لوگوں نے دھاڑیں مارنا شروع کیں اور ایک دوسرے کو ملامت کر رہے تھے۔ حکمرانوں کی طرف سے دو عورتیں قبر کھولنے کے لیے بھیجی گئیں۔ جب امیر المومنینؑ کو خبر ہوئی تو آپؑ بقیع میں تشریف لائے، آپ کی آنکھیں سرخ تھیں، گردن کی رگیں تڑپ رہی تھیں اور کاندھوں زرد رنگ کی عبا تھی۔ سب لوگوں نے کہا کہ علیؑ کو پتہ چل گیا ہے کہ تم نبشِ قبر کرنا چاہتے ہو؟ آپؑ نے بقیع میں داخل ہوتے ہی قسم کھائی کہ اگر کسی نے ایسا کام کرنے کی جرأت کی تو اسے قتل کر دوں گا۔

اس دوران میں دوسرے صاحب نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ کو کیا ہو گیا ہے؟ ہم چاہتے ہیں کہ قبر کھول کر زہراءؑ پر نمازِ جنازہ پڑھیں۔ شیرِ خدا نے اسے گریبان سے پکڑ کر زمین پر پٹخا اور فرمایا: خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے خون سے زمین کی پیاس بجھاؤں گا۔ (بیت الاحزان، ص ۱۸۶۔ بحار، ج ۴۳، ص ۱۷۱)

صدیقہ طاہرہ حضرت زہراءؑ کا محلِ دفن

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے محلِ دفن کے بارے میں کئی اقوال ہیں:

① مرحوم شیخ عباس قمی کہتے ہیں: اگر کوئی حضرت زہراء مرضیہؑ کی زیارت کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ تین مقامات پر آپؑ کی زیارت کو جائے۔ آپؑ کا گھر، روضۂ

رسولؐ خدا، قبرستان بقیع (بحار، ج ۴۳، ص ۱۷۱)

④ ابن بابویہ "حضرت زہراؑ کی قبر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ درست یہ ہے کہ آپ کو آپؑ کے گھر ہی میں دفن کیا گیا تھا، لیکن جب بنی اُمیہ نے مسجد النبی کی توسیع کی تو آپ کی قبر مسجد کے اندر آ گئی۔ (کشف الغمہ، ج ۲، ص ۶۴۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۳۱۴، بیت الاحزان، ص ۱۸۵-۱۸۶)

③ وَقَالَ اَبُو جعفر الطُوسي: اَلاصوَابُ اَنَّهَا مَدفُونَةٌ فِي دَارِهَا اَو فِي الرَّوضَةِ ، يُؤَيِّدُ قَولُهُ ، قَولَ النَّبِي: بَينَ قَبرِي وَمِنبَرِي رَوضَةٌ مِن رِيَاضِ الجَنَّةِ

"جناب مرحوم طوسیؒ کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ حضرت زہراؑ اپنے گھر یا روضۂ رسولؐ میں دفن کی گئی ہیں۔ انہوںؒ نے اپنے قول کی تائید کے لیے سرور کائنات کی حدیث نقل کی کہ آپؐ نے فرمایا: میری قبر اور میری قبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔ (مناقب، ج ۳، ص ۳۱۴)

④ امام بخاری کہتا ہے: رسولؐ خدا کے اس قول کی بناء پر کہ آپؐ نے فرمایا: بَينَ بَيتِي وَمِنبَرِي رَوضَةٌ مِن رِيَاضِ الجَنَّةِ حضرت زہراء علیہا السلام کا مدفن رسولؐ خدا کی قبر اور منبر کے درمیان ہے۔

گاہی کنم رو جانب قبر پیمبر گاہی زغم کوبم بہ دیوار بقیع سر
سری کشم در جست و جو او بہ ہر در آخر کجا ہستی بگو مظلومۂ مادر
عقدہ از قلبم واشد گم کردہ پیدا شد
ای وای از این غم

"میں کبھی قبر پیغمبر کی جانب رخ کرتا ہوں اور کبھی غم و اندوہ کی وجہ سے بقیع کی دیوار پر سر مارتا ہوں۔

ان کی جستجو میں، میں ہر دروازے پر جاؤں گا، بالآخر اے مادرِ مظلومہؑ آپ کہاں نہیں؟

میرے دل کی گرہ نہیں کھلی، میرا گم کردہ مجھے نہیں ملا

ہائے افسوس! یہ غم کس قدر ہے؟

گم کردۂ من در بدن چندین نشان داشت — بر بازویش جای غلاف دشمنان داشت

ہر گوشہ از ہجر پدر اشکی روان داشت — از داغ محسن سینۂ ای آتش فشاں داشت

عقدہ از قلبم وانشد — گم کردہ ام پیدانشد

ای وای از این غم

"میری گم کردہ ہستی کے جسم پر بہت سے نشانات ہیں، ان کے بازو پر دشمنوں نے شمشیر کی نیام سے ضربیں لگائی ہیں۔

میرا گم کردہ ہر جگہ باپ کی جدائی پر آنسو بہاتا ہے، محسن کے داغِ جدائی کی وجہ سے ان کا سینہ آتش فشاں ہے۔

میرے دل کی گرہ نہیں کھلی، میرا گم کردہ مجھے نہیں ملا۔

ہائے افسوس! یہ غم کس قدر ہے؟

اشکم ز مژگان می رود، با ھر بھانہ — زہراؑ کجا و ضربہ ھای تازیانہ

یارب چہ شد بین در و دیوار خانہ — از سینۂ زہراؑ چرا خون شد روانہ

عقدہ از قلبم وانشد — گم کردہ ام پیدانشد

ای وای از این غم

"ہر بہانے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، کہاں حضرت زہراؑ اور کہاں دشمن کے تازیانوں کی ضربیں۔

اے میرے پالنے والے! گھر کے در و دیوار کے درمیان کیا قیامت ٹوٹی ہے۔ حضرت زہراء علیہا السلام کے سینہ سے کیوں خون جاری

ہوا ہے؟

میرے دل کی گرہ نہیں کھلی، میرا گم کردہ مجھے نہیں ملا۔

ہائے افسوس! یہ غم کس قدر ہے؟

موطا، رحلیہ، ترمذی، مسند احمد بن حنبل اور امام بخاری کے قول سے مدفنِ زہراء علیہا السلام کی (روضہ اور منبر کے درمیان واقع ہونے کی) تائید ہوتی ہے، اس پر دلیل وہی حدیث ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ (مناقب، ج ۳، ص ۳۱۴)

کتاب ''کشف الغمہ'' کے مؤلف کہتے ہیں: ظاہر اور مشہور یہی ہے کہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا بقیع میں دفن ہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ سیدۂ کونینؑ کی قبر کہاں پر واقع ہے۔ (کشف الغمہ، ج ۲، ص ۶۴)

اگرچہ شیعوں کا اسی قول پر یقین ہے کہ مظلومہ کی قبر بقیع میں ہے اسی لیے بی بی کی زیارت بقیع کی دیوار کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ جب حضرت حجۃ بن الحسنؑ، امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف تشریف لائیں گے تو اپنی ماں زہراء علیہا السلام کی قبر کی نشاندہی فرمائیں گے اور حضرت زہراء مظلومہ، ان کی اولاد اور تمام مظلوموں کا بدلہ لیں گے۔

✲✲✲

چوتھی فصل

حضرت امام حسن مجتبیٰ کے فضائل و مصائب

بہار آئی ، فضا مہکی ، گلستان مسکراتا ہے
یہ کون آیا ہے جس سے عالم دستور بدلا ہے
بہارِ خلد قرباں ہو رہی ہے حُسن ایسا ہے
امامت کے چمن میں دوسرا گل آج کھلتا ہے
محمدؐ گود میں لے کر نواسے کو یہ کہتے ہیں
خدا کا شکر جانِ فاطمہؑ میرا ہی ایسا ہے
(اقبال مرزا لکھنوی)

پہلی فضیلت

قَالَ ابنُ الزُّبَيرِ : لَا وَاللّٰهِ مَا قَامَتِ النِّسَاءُ عَن مِثلِهِ (يعني الحَسَنُ) وَإِن كَانَ الحُسَينُ بِبُجَلِيهِ يَرُدُّ النَّاسُ عَنهُ إِذَا ازدَحَمُوا عَلَيهِ ، وَيَمتَثِلُ اَوَامِرَهُ وَنَشَأَ الحَسَنُ كَمَا وَصَفَهُ رَسُولُ اللّٰهِ عَابِدًا عَالِمًا جَوَّادًا فَاضِلًا مَهِيبًا وَقُورًا حَلِمًا فَصِيحًا وَحَجَّ خَمسًا وَعِشرِينَ حَجَّةً مَاشِيًا

"ابن زبیر کہتا ہے: خدا کی قسم! دنیا میں کوئی بھی خاتون حضرت امام حسن علیہ السلام جیسا بیٹا پیدا نہیں کرے گی، اگر چہ حضرت امام حسین علیہ السلام بہت خوبصورت تھے جب بھی لوگوں کی نگاہیں آپؑ پر

پڑتی تھیں تو بھیڑ لگ جاتی اور لوگ ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے آپؑ کے قریب سے گزرتے۔ لوگ ان کے اوامر کی اطاعت کرتے لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام نے اس طرح سے زندگی گزاری جیسے رسولؐ خدا نے ان کے بارے میں فرمایا:

وہ عبادت گزار، عالم، سخی، صاحب فضیلت، بارعب، خاموش، بُردبار اور فصاحت و بلاغت کے مالک تھے۔ آپؑ پچیس مرتبہ پاپیادہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۱۰۲۔ الوافی بالوفیات، ج ۱۲، ص ۶۷-۶۸)

دوسری فضیلت

ابن عساکر نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے: یہ بات سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو اس قدر فضائل عطا کیے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے حضرت یوسفؑ کے علاوہ کسی کو بھی عطا نہیں کیے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۱۰۲)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا حضرت امام حسنؑ کی زبان اپنے منہ میں ڈال کر اس طرح سے چوستے جیسے کوئی شخص تازہ کھجور چوستا ہے۔

تیسری فضیلت

قَالَ اَبُوبکر: رَأَیتُ رَسُولَ اللّٰہِ عَلَی المِنبَرِ وَالحَسَنُ ابنُ عَلِی عَلَیہِ السَّلَامُ اِلٰی جَنبِہٖ وَھُوَ یَقُول: اِنَّ ابنِی ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہُ اَن یُصلِحَ بِہٖ بَینَ فِئَتَینِ مِنَ المُسلِمِینَ
(الوافی بالوفیات، ج ۱۲، ص ۶۷)

''حضرت ابوبکر کہتے ہیں: میں نے رسولؐ خدا کو منبر پر تشریف فرما دیکھا، جب کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے ہوئے

تھے۔ آپؐ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا آقا و سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا"۔

مدینہ کے بعض لوگ نقل کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: حسنؑ میرے دنیا میں دو پھولوں میں سے ایک پھول ہیں اور وہ آقا و سردار ہیں، بہت جلد ان کے واسطہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح ہوگی۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اے پالنے والے! میں اسے (حسن) رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھ جو اس سے دوستی رکھتا ہو۔

چوتھی فضیلت

ابی صلاح صفدی نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی تو اس وقت عمرو بن العاص اور ابوالاعور سلمٰی نے معاویہ سے کہا:

حسنؑ بن علیؑ کو خطابت نہیں آتی، تم ان سے کہو کہ منبر پر جا کر لوگوں سے گفتگو کریں۔ ظاہری بات ہے وہ گفتگو نہیں کر پائیں گے لہٰذا لوگ ان سے نفرت کریں گے۔

معاویہ نے کہا: یہ کام مت کرو، خدا کی قسم! میں نے خود پیغمبر اکرم کو دیکھا ہے کہ ان کی زبان منہ میں ڈال کر چوستے اور ان کے لبوں پر بوسہ دیتے تھے لہٰذا وہ شخص جس کی زبان رسولؐ خدا نے چوسی اور ہونٹوں پر بوسے دیئے ہوں وہ ہرگز عوام کے سامنے منطقی و استدلالی گفتگو کرنے سے عاجز نہیں ہوسکتا۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۱۰۳)

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے فضائل بیان کرنا زبان وقلم کی طاقت سے باہر ہیں، چونکہ بناء اختصار پر ہے لہٰذا مذکورہ بالا فضائل پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

امام حسن علیہ السلام شہادت کے سبز لباس میں

مَا رُوِیَ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیہِ السَّلام ، عَن اٰبَائِهٖ اِنَّ الحَسَنَ
قَالَ لِاَهلِ بَیتِهٖ اَنَا اَمُوتُ بِالسَّمِّ کَمَامَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ ،

قَالُوا: وَمَن يَفعَلُ ذٰلِكَ بِكَ؟ قَالَ: اِمرَأَتِی جُعدَۃُ بِنتُ الاَشعثِ بنِ قَیسَ فَاِنَّ مُعَاوِیَۃَ یَدُسُّ اِلَیھَا وَیَأمُرُ ذٰلِکَ

صادقِ آلِ محمدؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے اجداد سے نقل کی ہے: حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنی رحلت کے وقت اپنے اہلِ بیتؑ سے فرمایا:

مجھے زہر دی جا چکی ہے، میں دنیا سے اسی طرح رخصت ہونے والا ہوں جس طرح میرے جدِ امجد رسولؐ خدا زہر سے رخصت ہوئے تھے، امام حسن علیہ السلام کے گھر والوں نے پوچھا: آپؑ کو کس نے زہر دی ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: میری بیوی جعدہ بنت اشعث قیس نے یہ کام کیا ہے۔ معاویہ نے اسے دھوکا دیا ہے اور اس نے معاویہ کے حکم پر مجھے مسموم کیا ہے"۔ (بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۵۳۔ مناقب آلِ ابی طالب، ج ۴، ص ۱۱)

دودھ میں زہر

بنتِ اشعث کو انتہا کر کے
کیا ملا ظلم سے وفا کر کے
(مظہر)

مرحوم راوندی نقل کرتے ہیں: معاویہ نے زہریلا شربت جعدہ کے پاس بھیجا کہ یہ شربت امام حسن علیہ السلام کو پلائے۔ جس دن اس نے یہ کام سرانجام دیا حضرت حسن علیہ السلام روزے سے تھے، موسم بہت گرم تھا۔ جب افطار کا وقت ہوا تو جعدہ بنت اشعث نے وہ مسموم شربت دودھ میں ملا کر دیا۔ آپؑ نے وہ دودھ پیتے ہی فرمایا:

اے دشمنِ خدا! تم نے مجھے قتل کر دیا ہے، خدا تمہیں قتل کرے۔ پھر فرمایا: خدا قسم! میرے بعد سکون نہ دیکھو گی۔ (الخرائج والجرائح، ص ۲۴۳)

نواسۂ رسول کا جگر ٹکڑے ٹکڑے

عمیر بن اسحاق کہتے ہیں: جس وقت حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر مل چکی تھی تو میں اور ایک قریشی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ اُٹھے اور وضوخانہ میں تشریف لے گئے۔ جب آپ وہاں سے باہر آئے تو آپ کی حالت دگرگوں تھی۔ آپؑ نے فرمایا: میرے جگر کے ٹکڑے قے کے ذریعے نکل چکے ہیں (اس سے قبل بھی) مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے، لیکن وہ اتنا سخت نہ تھا۔

حضرت امام مجتبیٰ علیہ السلام کی وصیت

حضرت امام حسن علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ اگر کسی فتنہ وفساد کا خطرہ نہ ہو تو مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن کیا جائے۔ مروان لعین کو جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی وصیت کی خبر ملی تو اس نے اپنے چیلے چپٹوں سے کہا کہ حسنؑ بن علیؑ کو روضۂ رسولؐ میں دفن نہیں ہونا چاہیے۔ مروان کہنے لگا: مزید کہتا ہے خدا کی قسم! کبھی بھی ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عثمان بقیع میں دفن ہوں اور حسنؑ بن علیؑ روضۂ رسولؐ میں۔ جب معاویہ کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے مروان کی حمایت کی۔ پس امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو بقیع میں حضرت فاطمہ بنت اسد کی قبر کے نزدیک دفن کیا گیا۔ (یہ روایت اہلِ سنت سے نقل ہوئی ہے)۔ (الوافی بالوفیات، ج ۱۲، ص ۶۸)

امام صادق علیہ السلام کا بیان

اِنَّ الصَّادِقَ قَالَ: لَمَّا حَضَرَتِ الْحَسَنُ الْوَفَاةُ...... بَكٰى ثُمَّ وَصّٰى اَنْ يُدْفَنُوْهُ بِالْبَقِيْعِ ، فَقَالَ: يَا اَخِيْ! اِحْمِلْنِيْ عَلٰى سَرِيْرَةٍ اِلٰى قَبْرِ جَدِّيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِاُجَدِّدَ بِهٖ عَهْدًا ثُمَّ رُدَّنِيْ اِلٰى قَبْرِ جَدَّتِيْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ فَادْفِنِّيْ هُنَاكَ

(الخراج والجرائح، ص ۲۴۔ بحار، ج ۴۴، ۱۵۴)

''حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب امام حسنؑ کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے گریہ کرتے ہوئے وصیت فرمائی کہ انہیں بقیع میں دفن کیا جائے۔ آپؑ نے فرمایا: اے میرے بھائی (حسینؑ) جب میرا جنازہ تابوت میں رکھ لو تو پہلے اسے میرے جدّ رسولؐ خدا کے روضہ پر لے جانا تاکہ ان سے تجدیدِ عہد کرسکوں، اس کے بعد مجھے میری جدّہ فاطمہ بنت اسد کی قبر کے پاس لے جانا اور وہاں پر دفن کر دینا''۔

امام حسنؑ کی وصیت ایک اور روایت کے مطابق

ہشام بن عروہ سے نقل ہوا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب تھا کہ آپؑ نے فرمایا:

مجھے روضہ پیغمبرؐ میں دفن کرنا اور اگر کسی فساد وغیرہ کا خطرہ ہو تو مجھے میری ماں کی قبر کے پاس دفن کر دینا۔ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی رحلت ہوئی تو انہیں ان کے جدِّ امجد رسولؐ اللہ کی قبر کے قریب دفن کرنا چاہا لیکن مروان بن حکم مانع ہوا۔ اس وقت ابوہریرہ نے مروان سے کہا: کیا تم امام حسنؑ کو رسولؐ خدا کی قبر کے پاس دفن ہونے سے روکتے ہو؟ حالانکہ میں نے خود رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''حسنؑ و حسینؑ جنت کے جوانوں کے آقا اور سردار ہیں''۔

مروان نے کہا: ہمیں چھوڑ دو، اگر ایسا ہوتا تو تمہارے اور ابوسعید خدری کے علاوہ کوئی اور بھی اسے نقل کرتا۔ (عقد الفرید، ج ۴، ص ۳۶۱۔ انساب الاشراف، ج ۳، ص ۶۰)

جس وقت حضرت امام حسن علیہ السلام کا جنازہ قبرِ رسولؐ خدا کی طرف لے جانے لگے تاکہ تجدید کرلیں اور اس کے بعد انہیں بقیع میں دفن کرسکیں تو مروان نے راستہ روکا۔

مناقب میں یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے جنازے پر تیر لگے۔ اس دعویٰ پر دلیل حضرت امام حسن علیہ السلام کی زیارت ہے کہ جس میں ہم پڑھتے

ہیں: وَشَهِيدٌ فَوقَ الجَنَازَةِ قَد شُكَّت اَكفَانُهُ بِالسِّهَامِ

(حضرت امام حسن علیہ السلام) ایسے شہید ہیں کہ جن کا کفن تیروں کی بارش سے پارہ پارہ ہو گیا۔ (بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۷۹۔ کتاب المزار، ص ۵۷)

تشت اور جگر کے ٹکڑے

ابی صلاح صفدی سے منقول ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے سامنے ایک تشت رکھا ہوا تھا جس میں آپؑ اپنے جگر کے ٹکڑے قے کے ذریعے خارج کرتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اسے خالی کرتے، چالیس دن تک ایسے کرتے رہے۔[1]

گر حسینؑ از تشنگی می سوخت اما یا حسنؑ
جرعہ ابی بہ جانت شعلہ زن گردیدہ بود

خونِ سرخ و زہر سبز آمیختہ باہم گویا
برگِ گل پر پرشدہ نقش چمن گردیدہ بود

آہ بر زینبؑ کہ بعدِ مادر و جدّ و پدر
بارِ دیگر خانہ اش بیت الحزن گردیدہ بود

"اگر امام حسین علیہ السلام صحرائے کربلا میں پیاسے تڑپتے رہے تو اے میرے آقا و مولا امام حسنؑ آپؑ کے بدنِ اطہر کو پانی کے گھونٹ نے آگ لگا دی۔

سرخ خون اور سبز زہر آپس میں مخلوط ہو کر یوں ہو گئے گویا کہ پھول کی پتیاں بکھر کر چمن کی رونق بن گئی ہوں۔

---

[1] محققین کی کتب سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کا جگر زہر کے اثر کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا تو آپؑ دنیا سے رخصت ہونے لگے۔ البتہ بعض نے جو لکھا ہے کہ آپؑ چالیس دن تک مریض رہے شاید ان کی نظر اس بات پر ہو کہ آپ کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لہٰذا یہ مسمومیت چالیس دن تک ہو۔

ہائے زینب علیہا السلام پر کیسی مصیبت ٹوٹی کہ جدِ بزرگوار، پدر گرامی اور والدہ ماجدہ کے بعد پھر ان کا گھر بیت الحزن (غم کدہ) بن گیا ہے"۔

طبیب نے کہا:

فَقَالَ طَبِيبٌ: هٰذَا قَطَعَ السَّمُّ اَمْعَائَهُ

"جب طبیب حضرت امام حسن علیہ السلام کے سرہانے پہنچا تو اس نے کہا: اس زہر نے بدن کے اندرونی تمام اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے"۔

امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بارے میں دو نظریے

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام پر ایک ایسا زمانہ آیا جو تقدیر ساز تھا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیائے اسلام کو صلح کی صورت میں ایک بہت اہم تحفہ دیا کہ جس کی وجہ سے مسلمان آپس میں خون ریزی سے محفوظ رہے۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی صلح اللہ اور اس کے رسولؐ کے دستور کے مطابق انجام پائی۔

پہلا نظریہ

جن دانشوروں اور محققین نے عمیق نگاہ سے حضرت امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بارے میں غور وفکر کیا وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ کی صلح عالمِ اسلام خصوصاً تشیع اور مکتب اہلِ بیت علیہم السلام کی بقا کے لیے حضرت سید شہداء امام حسین علیہ السلام کے قیام سے کم تر نہیں ہے کیونکہ ہر چیز کا اثر اس کے موقع ومقام کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

دوسرا نظریہ

بعض سادہ لوح اور گھٹیا سوچ کے مالک افراد کا، ان امام معصوم کہ جنھوں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی اطاعتِ خدا کے بغیر نہیں گزارا، کی صلح کے بارے میں منفی نظریہ ہے۔ وہ

کہتے ہیں: امامؑ نے مقابلہ کیوں نہ کیا، کیوں خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے ہمیشہ حجتِ خدا پر زبانِ اعتراض دراز کی ہے۔

امام حسنؑ کی اپنے بھائی کو وصیت

جان و دل رسولِ زمن ہیں حسنؑ حسینؑ
اِک روح جن میں ہے وہ دو تن ہیں حسنؑ حسینؑ
(انور رائے بریلوی)

روایت نقل ہوئی ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا:

اے میرے بھائی! میں آپ لوگوں سے جدا ہو کر اپنے پروردگار سے ملحق ہونے والا ہوں، مجھے زہر دیا جا چکا ہے، جس کے سبب میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آ رہا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کس نے زہر دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے حساب چکا لوں گا لیکن اے میرے پیارے بھائی!

تجھے میری قسم، مجھے مسموم کیے جانے کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ کرنا اور حکمِ خدا کا انتظار کرنا۔ مجھے غسل و کفن دینے کے بعد میرا تابوت میرے جدِ بزرگوار اور رسولؐ خدا کے مرقد پر لے جانا تاکہ تجدیدِ عہد کر سکوں۔ اس کے بعد مجھے میری جدۂ ماجدہ فاطمہؑ بنت اسد کے پاس دفن کر دینا۔

اے میرے بھائی! جب آپؑ میرا جنازہ مرقدِ رسولؐ کی جانب لے جائیں گے تو اگر بنی اُمیہ یہ خیال کریں کہ مجھے قبرِ رسولؐ کے قریب دفن کیا جانے لگا ہے اور وہ رکاوٹ ڈالیں تو اے میرے پیارے بھائی! تمہیں خدا کی قسم، ایسا کوئی کام نہ کرنا جو خون ریزی کا موجب بنے۔ (مناقب، ج ۴، ص ۴۸۔ بحار، ج ۴۴، ص ۱۵۶۔ انوار البہیہ، ج ۳۰۔ ارشاد القلوب، ص ۳۵۸)

یزید کا جعدہ سے وعدہ

کتاب ''الوافی'' میں نقل ہوا ہے کہ یزید بن معاویہ نے اس لیے کہ اپنے باپ معاویہ کے بعد ولایتِ عہدی کو حاصل کرنے کی غرض سے جعدہ بنت اشعث سے وعدہ کیا کہ اگر وہ حسن بن علی علیہ السلام کو مسموم کر کے شہید کردے گی تو ان کی رحلت کے بعد وہ اس سے شادی کرلے گا۔ لیکن جب حضرت امام مجتبیٰ علیہ السلام دنیا سے رخصت ہوگئے تو یزید نے جعدہ سے کہا:

وَاللّٰهِ لَم تُرضَكِ لِلحُسَنِ فَكَيفَ نُرضَاكِ لِاَنفُسِنَا وَلَم يَتَزَوَّجهَا (الوافی، ج ۲، ص ۶۸)

''خدا کی قسم! تم (ایسی عورت ہو) جو حسنؑ پر راضی نہ تھی بھلا میں تمہیں اپنے لیے کیسے اختیار کرسکتا ہوں، پس اس نے جعدہ سے نکاح نہ کیا''۔

اہلِ کوفہ باوفا نہیں

سلیمان بن اعمش سے روایت نقل ہوئی ہے کہ ایک شیعہ نے کہا: میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کیا: اے رسولؐ خدا کے فرزند! آپؑ نے ہمیں کیوں ذلیل وخوار کیا ہے اور ہمیں پابند کر کے رکھ دیا ہے، ہمیں کس لیے دوسروں کی غلامی میں دے دیا ہے؟ کیا اب کوئی بھی آپ کا حامی نہیں ہے؟

آنحضرتؑ نے فرمایا: تم کیوں ایسی باتیں کر رہے ہو؟

میں نے عرض کیا: اس لیے کہ آپؑ نے مسلمانوں کے امور ایک ایسے شخص کے سپرد کردیئے ہیں جو سرکش اور دشمنِ خدا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر میرے کوئی ناصر و مددگار ہوتے تو کبھی بھی ایسا کام نہ کرتا اور اپنے اور اس کے درمیان خداوند قدوس کے فیصلے تک دن رات ان لوگوں سے مقابلہ کرتا، لیکن میں کوفہ والوں کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ اصلاً ان لوگوں میں وفا نام کی

کوئی چیز نہیں ہے، ان کے قول وعمل پر کوئی اعتبار نہیں۔ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ وہ کہتے تو ہیں کہ ہمارے دل آپؑ کے ساتھ ہیں لیکن دیکھنے میں یہ آیا کہ ان کی تلواریں ہمارے خلاف ہیں۔ (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۱۴۷)

زہر کا شدید اثر

سلیمان اعمش کہتے ہیں: جب حضرت امام حسن علیہ السلام میرے ساتھ گفتگو کر رہے تھے تو ان کا دل اُچھلا، انہوں نے تشت منگوایا، جب تشت اُٹھا کر باہر لے جایا گیا تو وہ خون سے پُر تھا۔

میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! یہ خون کیسا ہے؟ میں تو آپ میں کسی قسم کی بیماری کے آثار اور علامات نہیں دیکھ رہا ہوں؟

آنحضرتؑ نے فرمایا: ہاں، معاویہ بن سفیان نے میرے ساتھ دشمنی کی ہے اور کسی کو لالچ دے کر مجھے زہر پلوایا ہے، جس سے میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے۔

سلیمان کہتے ہیں: اس دوران میں آپؑ نے قے کی، جس میں جگر کے ٹکڑے تھے۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے کہا: آپؑ بہتر ہونے کے لیے دوا استعمال کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا: مجھے پہلے بھی دو مرتبہ زہر دیا جاچکا ہے، اب یہ تیسری دفعہ ہے۔ یہ ایسی قسم کا زہر ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ (انوار البہیہ، ص ۹۰)

خواہرم ببین چہ آمد امروز برسرم   سوزم چو شمع و آب شد از زہر پیکرم
گفتم دگر بہ خانہ مرا نیست غصہ ای   غافل از آن کہ قاتل من ہست ہمسرم

"اے میری پیاری بہن! دیکھو، میرے اُوپر کیا گزر رہی ہے، میں شمع کی طرح جل رہا ہوں اور اس زہر نے میرے بدن کو پگھلا کر رکھ دیا ہے۔ میں نے سمجھا تھا کہ اب مجھے گھر میں کوئی پریشانی نہیں ہے، لیکن افسوس کہ میری بیوی ہی میری قاتل نکلی؟"

کتاب کفایۃ الاثر میں جنادہ بن اُمیہ سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے: میں حضرت

امام حسن علیہ السلام کے پاس اس وقت گیا جب آپؑ بیمار تھے اور پھر اسی بیماری کے سبب دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ میں نے آنحضرتؑ کے سامنے رکھا ہوا ایک تشت دیکھا جس میں آپؑ نے خون کی اُلٹی کی اور خون کے ساتھ جگر کے ٹکڑے نکلے کیونکہ آپؑ کا جگر اس زہر کے سبب ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا جو معاویہ کی سازش سے آپ کو دیا گیا تھا۔

زہر آلود آب اور مکرِ معاویہ

روایت میں آیا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نیند سے بیدار ہوئے تو اپنی بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو آواز دے کر کہا: اے میری پیاری بہن! میں نے ابھی ابھی خواب میں اپنے جدِّ محترم پیغمبرِ خدا، اپنے بابا علی مرتضیٰؑ اور اپنی ماں فاطمہ زہراءؑ کو دیکھا۔

اس کے بعد کہا: کچھ پانی لاؤ تا کہ میں وضو کروں۔ پھر خود ہی ہاتھ بڑھا کر اس کوزے سے پانی لیا جو آپؑ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ اسے محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور تھوڑا سا پیا، اس کے بعد آہ بھرتے ہوئے کہا: یہ کیسا پانی تھا جس نے میرے اندر کو حلق سے لے کر ناف تک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔

اس کے بعد کسی کو بھیجا کہ امام حسین علیہ السلام کو بلا کر لائے، جب آپ آئے تو حضرت امام مجتبیٰ علیہ السلام نے ان سے بغل گیر ہوتے ہوئے کہا:

اے میرے پیارے بھائی! آج کے بعد قیامت کے دن ملاقات ہوگی، اے بھائی! میں نے ابھی ابھی اپنے جدِّ بزرگوار، والد گرامی اور ماں کو خواب میں دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا ہے: اے بیٹا خوش ہو کہ تمہیں دشمنوں سے رہائی مل رہی ہے اور کل رات تم ہمارے پاس ہو گے۔ اس کے بعد آنکھ کھلی ہے اور اس کوزے سے پانی پیا ہے، جس نے میرے گلے سے لے کر ناف تک ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کو قے آنا شروع ہو گئی۔ آپؑ کے سامنے ایک تشت رکھا تھا جس میں آپؑ کے جگر مبارک کے ستر ٹکڑے اور بعض کے مطابق ۷۰ ٹکڑے گرے

(روضۃ الشہداء)

عاشورا کی مثل کوئی دن نہیں ہوگا

وہ شاہِ امن و آشتی وہ سبطِ مرتضیٰؑ
اس کے سبب سے آج ہے اسلام کی بقا
جتنے شہید دین کو دے کر گئے حسینؑ
قاسم کا جسم اتنے ہی ٹکڑوں میں بٹ گیا

وَفِي بَعضِ الاخبَارِ اَنَّ الحُسينَ دَخَلَ عَلٰى أخِيهِ الحَسنِ ، فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيهِ بَكٰى ، فَقَالَ مَا يَبكِيكَ يَا اَبَا عبدالحُسَين؟ اِنَّ الَّذِى يُوتَنى اِلَىَّ بِسَمٍّ فَاقتَلُ بِهٖ وَلٰكِن لَا يَومُ كَيَومِكَ يَا اَبَا عَبدُاللهِ

"بعض روایات میں منقول ہے کہ جب حضرت سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام اپنے برادر بزرگوار امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت انہیں زہر دیا جا چکا تھا، جب انہوں نے اپنے بھائی کو دیکھا تو گریہ کرنے لگے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

اے اباعبداللہ! گریہ کیوں کر رہے ہو؟ حضرت امام حسینؑ نے جواب میں کہا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ زہر آپؑ پر اثر انداز ہو چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جن لوگوں نے مجھے زہر دیا ہے انہوں نے مجھے زہر سے شہید کیا ہے لیکن اے اباعبداللہ! عاشورا کے دن (یعنی تمہارے دن) جیسا کوئی دن نہیں ہوگا"۔

امام حسنؑ کے غم میں ایک ماہ تک گریہ

روایت میں مذکور ہے کہ جس وقت بنی ہاشم کی خواتین نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو ایک ماہ تک ان کے سوگ میں گریہ کرتی رہیں۔

وَلَمَّا مَاتَ اِرْتَجَّتِ الْمَدِيْنَةِ صِيَاحًا

''یعنی امام حسن علیہ السلام کے غم میں مدینہ پورے کا پورا گریہ میں ڈوب گیا''۔ (انساب الاشراف، ج ۳، ص ۵۸)

ہاں، لوگ حق رکھتے تھے کہ یوں گریہ کریں کیونکہ مظلوم حسن بن علی علیہم السلام کا اپنے گھر میں بھی کوئی یار و مددگار نہ تھا۔

ای تشت تو آئینۂ غم ھای منی | با این دل پارہ پارہ معنای منی
عمری است تو رامی طلبیدم ای زہر | امروز عجب شد کہ پذیر ای منی

''اے تشت! تو جو کہ میرے جگر کے ٹکڑوں سے بھرا ہوا ہے، میرے تمام مصائب و آلام کا مظہر ہے۔

اے زہر! میں عرصۂ دراز سے تیرا منتظر تھا، آج تو نے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے یہ انتظار ختم کر دیا ہے''۔

❁❁❁

پانچویں فصل

تحریکِ کربلا کی آرزو

تحریکِ کربلا کی بنیادی اور اصلی ترین آرزو جبرواستبداد سے آزادی تھی۔ سیدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے نگاہِ امامت سے جانچ لیا کہ بنی اُمیہ مسلمانوں پر قبل از اسلام جیسا نظامِ حکومت نافذ کرنا چاہتے ہیں، جبکہ ایسا نظام مسلمانوں کی شان کے خلاف تھا۔ اگر ان ایام میں ظلم و جور کی جڑیں نہ کاٹی جاتیں تو آج آزادی و معنویت کا درخت ثمر بار نہ ہو پاتا اور بشریت ہمیشہ کے لیے ظلم وجور کے نیچے سسکتی رہتی۔

آزادیٔ خیال کی تحریک ہی تو ہے
عاشور کو چراغ بجھانا حسینؑ کا
(ڈاکٹر ستنام سنگھ خمارؔ)

زندہ اسلام کو کیا تُو نے — حق و باطل دکھا دیا تُو نے
جی کے مرنا تو سب کو آتا ہے — مر کے جینا سکھا دیا تُو نے
(کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ)

تحریکِ عاشورا نے انسان کو آزادی کا درس دیا ہے۔ خون سے رنگین تحریکِ کربلا کا اہم ترین درس اور اوّلین ترین مقصد آزادی، ظلم کے سامنے ڈٹ جانا اور ذلت سے نجات ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

الْمَوتُ فِي عِزٍّ خَيرٌ مِن حَيَاةٍ فِي ذِلٍّ (مناقب، ج۴، ص۷۵)
"ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے"۔

قَالَ: لَا وَاللهِ، لَا اُعطِيكُم بِيَدِي اِعطَاءَ الذَّلِيلِ وَلَا اَفِرُّ

فَرَارَ العَبِيدِ (حمان مدرک)

''فرمایا: خدا کی قسم! کبھی بھی ذلت کے زیر بار نہیں جاؤں گا اور غلاموں کی طرح کبھی فرار نہیں کروں گا''۔

هَيهَاتَ مِنَّا الذِلَّةِ

جس وقت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے ارضِ کربلا پر یہ کہا گیا کہ یا جنگ یا بیعت، تو اس وقت امام علیہ السلام نے اپنے ہدف کو بڑے خوب صورت انداز میں بیان کیا تاکہ ذلت میں ڈوبے ہوئے لوگ بیدار ہو جائیں، لیکن افسوس کہ ان لوگوں کے دل اس قدر ذلت کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے کہ آنحضرتؑ کی نورانی و حکمت آمیز گفتگو نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔ نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اَلاَ وَ اِنَّ الدَّاعِيَّ بنَ الدَّاعِيَّ قَد رَكَزَنِي بَينَ اثنَينِ بَينَ السِّلَّةِ وَالذِّلَّةِ ، وَهَيهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ (لہوف، ص ۵۷)

''ناپاک کے تخم ناپاک نے مجھے دو چیزوں کے درمیان مجبور کر دیا ہے یا جنگ یا ذلت، لیکن ذلت ہم سے کوسوں دُور ہے (یعنی ذلت ہمارے قریب نہیں آسکتی)''۔

بر ما گمانِ بندگی زور بردہ اند ای مرگ ھمتی کہ نخواھیم این قیود

از آستان ھمت ما ذلت است دُور واندر کنامِ غیرت ما نیستش ورود

''ان لوگوں کا خیال تھا کہ ہم بزور ان کی غلامی قبول کر لیں گے، اے موت سے نہ ڈرنے والے ہم ایسی پابندیاں کبھی نہیں برداشت کرتے۔ ذلت ہماری بارگاہ سے بہت دُور ہے۔ اسے ہمارے آشیانے کے پاس آنے کی بالکل اجازت نہیں ہے''۔

آزاد زندگی گزارو

حضرت امام حسین علیہ السلام کی حکیمانہ گفتگو کا ایک حصہ یہ ہے:

وَيحَكُم يَا شِيعَةُ آلِ اَبِي سُفيَانَ! اِن لَم يَكُن لَكُم دِينٌ وَكُنتُم لَا تَخَافُونَ المعَادَ ، فَكُونُوا اَحرَارًا فِي دُنيَاكُم وَارجِعُوا اِلٰى اَحسَابِكُم اِذ كُنتُم اَعرَابًا (مقتل محمد بن ابی طالب، ج ۲، ص ۳۱۸۔ بحار، ج ۴۵، ص ۵۱۔ کامل بن اثیر، ج ۴، ص ۷۶)

"اے آلِ ابی سفیان کے پاؤں پر پاؤں رکھنے والو! افسوس ہے تمہارے اُوپر، اگر تم دین نہیں رکھتے اور نہ ہی قیامت سے ڈرتے ہو تو کم از کم دنیا میں تو آزادی کی زندگی گزارو، اگر تم عرب ہو تو اپنے اس قیمتی گوہر کو ضائع مت کرو"۔

یا خدا شام و سحر لب پہ رہے ذکرِ حسینؑ
شمر کا نام نہ بھولے سے زباں پر آئے

شمر لعین نے کہا: اے فاطمہؑ کے بیٹے! تم کیا کہتے ہو؟

جگر گوشۂ بتولؑ حضرت حسین علیہ السلام نے فرمایا: جنگ و جدال ہمارے درمیان ہے۔ خواتین کا اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ جب تک میری جان میں جان ہے اس وقت تک میں وحشیوں کو اپنے حرم سرا کے نزدیک نہیں آنے دوں گا۔

درسِ آزادی، بہ دنیاداد رفتارِ حسینؑ | بذر همت افشاند باز افکارِ حسینؑ
باقیام خویش بر اهل جهان معلوم کرد | تابع اهل ستم گشتن بود عارِ حسینؑ
مرگ باعزت زعیش در مذلت بهتر است | نغمہ ای می باشد از لعل در بارِ حسینؑ

"حضرت امام حسین علیہ السلام کے طرزِ عمل نے دنیا کو آزادی کا درس دیا ہے۔ نیز امام حسین علیہ السلام کے افکار نے ہمت و جرأت کے بیج بکھیرے ہیں۔ آپؑ نے ظالم کے خلاف قیام کر کے دنیا والوں پر واضح کر دیا کہ حسینؑ کے لیے ستم گر و ظالم کی اتباع کرنا ننگ

و عار ہے۔ عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔ یہ امام
حسین علیہ السلام کا ایک خوبصورت اعلان ہے"۔

اسلام کربلا سے تو سرسبز ہوگیا — خود عاقبت یزید نے اپنی خراب کی
وہ جیت جس کو ہار سمجھتے ہیں سب ہنر — دراصل فتح ہے پسرِ بوترابؑ کی
(پورن سنگھ ہنر)

گاندھی کا اقرار

ہندوستان کا بہت بڑا رہنما گاندھی کہتا ہے: میں نے ہندوستانی عوام کے سامنے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی ہے۔ یہ سب کچھ فقط اس چیز کا نتیجہ ہے جو میں نے کربلا کے عظیم ہیرو حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں تحقیق و مطالعہ کیا ہے۔ گویا میں ہندوستان کو ایک تحفہ پیش کررہا ہوں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان کو اغیار سے نجات دلائیں تو ہمارے اُوپر واجب ہے کہ اس راستے پر چلیں جو حضرت حسین بن علی علیہما السلام کا راستہ تھا۔ (حسین پیشوای انسانہا، ص ۳۰)

حسینؑ بن علیؑ کی شجاعت

جب آپؑ نے دشمن کو جنگ کی دعوت دی تو جو بھی آپؑ کے قریب آتا آپؑ اسے واصلِ جہنم کردیتے، اس طرح آپؑ نے دشمن کی ایک بہت بڑی تعداد تہِ تیغ کردی۔ پھر آپؑ نے لشکر اعداء کے دائیں طرف حملہ کرتے ہوئے کہا:

اَلْمَوْتُ خَیْرٌ مِنْ رُکُوبِ الْعَارِ
وَالْعَارُ اَوْلٰی مِنْ دُخُولِ النَّارِ

"موت ذلت کی رسوائی کو برداشت کرنے سے بہتر ہے اور ذلت و رسوائی جو اطاعتِ خدا میں برداشت کرنی پڑے وہ جہنم میں جانے سے بہتر ہے"۔ (مناقب، ج ۴، ص ۱۱۹)

کتاب "اثبات الوصیہ" میں مذکور ہے کہ شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک ہزار آٹھ سو (۱۸۰۰) جنگجوؤں کو واصلِ جہنم کیا۔

بحار الانوار اور مناقب وغیرہ میں آیا ہے کہ آپؑ نے مسلسل جنگ کی۔ زخمیوں کے علاوہ آپؑ نے ایک ہزار نو سو پچاس (۱۹۵۰) لوگوں کو قتل کیا۔ یہ حالت دیکھ کر عمرو بن سعد لعنۃ اللہ علیہ نے اپنی فوج سے کہا: برباد ہو جاؤ، تم لوگوں کو معلوم ہے کہ کس کے ساتھ جنگ لڑ رہے ہو؟ پھر کہا:

هُوَ اِبنُ الاَنزَعِ البَطِين

"وہ عربوں کو قتل کرنے والے کا فرزند ہے"۔

اس پر ہر طرف سے حملہ کرو، چار ہزار تیر اندازوں نے آپؑ پر تیر برسائے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: خدا کی قسم! امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ اور اصحاب سے جتنے بھی افراد شہید ہوئے اُن میں سے حسینؑ سے زیادہ کسی کو بھی دلیر اور بہادر نہیں پایا۔ جب دشمن کا لشکر آپؑ پر دھاوا بولتا تو آپ شمشیر سے ان پر حملہ آور ہوتے اور اسے بھیڑوں کے گلے کی طرح تتر بتر کر دیتے۔ جس وقت امام حسین علیہ السلام نے حملہ کیا تو ۳۰ ہزار کا لشکر آپ سے شکست کھا کر ٹڈیوں کی مانند پراگندہ ہو جاتا اور آپ اپنی جگہ پر واپس آ جاتے اور فرماتے:

لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِيِّ العَظِيم

کوئی قابق مومنوں کا ہو نہیں سکتا امیر
یہ سکھایا شاہ کے پیغام عالمگیر نے

حضرت امام حسین علیہ السلام حیدرِ کرار کی طرح تلوار چلاتے اور دشمن سے بالکل خوف نہ کھاتے تھے۔ عمرو ابن سعد کا لشکر آپ کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ لاتے ہوئے دائیں بائیں فرار کر گیا۔ آنحضرتؑ نے شمشیر تان کر مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے اپنا دوبارہ تعارف کروایا:

أَنَا ابنُ عَلِيِّ الطُّهرِ ، مِن آلِ هَاشِم — كَفَانِي بِهٰذَا مَفخَرٌ حِينَ أَفخَرُ
وَجَدِّي رَسُولُ اللّٰهِ أَكرَمُ مَن مَشٰی — وَنَحنُ سِرَاجُ اللّٰهِ فِي الأَرضِ أَزهَر
وَفَاطِمَةُ أُمِّي مِن سُلَالَةِ أَحمَد — وَعَمِّي يُدعٰی ذَا الجَنَاحَينِ جَعفَرُ
وَفِينَا كِتَابُ اللّٰهِ أُنزِلَ صَادِقًا — وَفِينَا الهُدٰی وَالوَحيُ بِالخَيرِ يُذكَرُ

(دمع سجوم، ص ۱۸۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۵۲۔ ترجمہ ارشاد، ص ۴۶۶)

"میں بنی ہاشم میں سے علیؑ بن ابی طالبؑ کا بیٹا ہوں اور یہی بات میرے فخر کرنے کے لیے کافی ہے۔
اور میرے نانا رسولؐ خدا روئے زمین پر سب سے زیادہ معزز و محترم ہیں کہ ہم زمین پر خدا کی ہدایت کے روشن چراغ ہیں۔
میری ماں حضرت فاطمہؑ جو کہ محمد مصطفیؐ کی بیٹی ہیں، اور میرے چچا جعفر طیارؓ ہیں جنہیں ذوالجناحین (دو پروں والا) کہا جاتا ہے۔
اور ہمارے گھر میں اور ہمارے ہی بارے میں خدا کی سچی کتاب نازل ہوئی ہے، ہدایت ہمارے پاس ہے اور ہماری ہی فضیلت میں وحی نازل ہوئی ہے"۔

حضرت امام حسینؑ کا مقام و مرتبہ

فہم و ادراک سے بالا ہے مقامِ شبیرؑ
غیر ممکن ہے کوئی اُن کے برابر نکلے

روایات کے مطابق روز قیامت سید الشہداء اپنے شیعوں کے ہمراہ عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔

أَحَدُهَا تَحتَ ظِلِّ العَرشِ وَحَولَهُ جَمعٌ مِن شِيعَتِهٖ وَمُحِبِّيهِ وَالبَاكِينَ عَلَيهِ مِنَ المُؤمِنِينَ مُستَأنِسِينَ بِحَدِيثِهٖ (معالی السبطین، ج ۱، ص ۹۱)

"ان کا پہلا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنے شیعوں، محبوں اور گریہ کرنے والے مومنین کے ہمراہ عرشِ الٰہی کے سائے میں اکٹھے ہوں گے اور یہ سب لوگ ان کی گفتگو سے لذت اُٹھائیں گے"۔

حوضِ کوثر کے پاس

مَوقِفٌ لَهُ عِندَ الحَوضِ وَمَعَهُ جَدُّهُ النَّبِي وَاَبُوهُ الوَصِيُّ وَاُمُّهُ فَاطِمَةُ سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيهَا وَاَخُو الحَسَنِ وَهُوَ يَروِیَ شِيعَتُهُ وَالبَاكِينَ عَلَيهِ (معالی السبطین، ج۱، ص۹۱)

"حضرت امام حسین علیہ السلام کی دوسری فضیلت ہے کہ آپ اپنے جدِّ بزرگوار نبی اکرمؐ، اپنے والد محترم وصی مصطفیٰؐ، اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اور اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰؑ کے ہمراہ حوضِ کوثر کے پاس ہوں گے۔ جبکہ آنحضرتؑ اپنے شیعوں اور گریہ کرنے والوں کو حوضِ کوثر سے سیراب کریں گے"۔

وَلَهُ مَوقِفٌ اٰخَرُ يُوجِبُ الضِطِرَابَ الجَمِيعَ حَتّٰى الأَعَادِي خُصُوصًا شِيعَتِهِ وَمُحِبِيهِ وَجَدِّهٖ وَاَبِيهِ لَاسِيَّمَا اُمُّهُ الزَّهرَاءِ اِذ نَظَرَت اِلٰی مَوقِفِهٖ حِينَ تَقُولُ فَاطِمَةُ رَبِّ اَرِنِي وَلَدِی الحُسَينَ فَيَاتِي مِن قِبَلِ اللّٰهِ (معالی السبطین، ج۱، ص۹۱)

"سیدالشہداء کے لیے ایک اور مقام ہے جو سب حتیٰ کہ ان کے دشمنوں کے لیے خوف و خطر کا موجب ہوگا، خاص کر ان کے شیعہ، محب جدّ امجد، پدرِ گرامی اور خصوصاً ان کی والدہ ماجدہ حضرت زہراء علیہا السلام جب اس مقام کی طرف نگاہ کرے گی تو اس وقت فرمائیں گی: اے پالنے والے! مجھے میرا بیٹا حسینؑ دکھا۔ پس وہ اللہ کی جانب سے آئیں گے"۔

حضرت زہراءؑ کی بے سر بدن پر نگاہ

ندا آئے گی:

يَافَاطِمَةُ اُنظُرِى اِلٰى قَلبِ المَحشَرِ ، فَتَنظُرُ ، فَاِذَا الحُسَينُ قَائِمٌ لَيسَ عَلَيهِ رَاسٌ وَاَوْدَاجُهُ تَشخَبُ دَمًا ، فَتَصِيحُ فَاطِمَةُ وَ وَلَدَاهُ وَاحُسَيناهُ (معالی السبطین، ج ۱، ص ۹۲)

''اے زہراءؑ! میدانِ محشر کے وسط میں دیکھیں، پس سیدہ دوعالم جب اس طرف نگاہ اٹھائیں گی تو دیکھیں گی کہ امام حسین علیہ السلام کا بدن سر کے بغیر کھڑا ہے جبکہ ان کی گردن کی رگیں کٹی ہوئی ہیں اور ان سے خون قطرہ قطرہ زمین پر گر رہا ہے۔ پس حضرت زہراء علیہا السلام بلند آواز سے فریاد کریں گی اور فرمائیں گی: اے میرے بیٹے! اے میرے حسینؑ!

افسوس کربلا میں گھر زہراءؑ کا
ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

خون آلود پیراہن

عَن رَسُولِ اللّٰهِ قَالَ: تُحشَرُ اِبنَتِى فَاطِمَةُ الزَّهرَاءِ سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيهَا يَومَ القِيَامَةِ وَمَعَهَا ثِيَابٌ مَصبُوغَةٌ بِدَمٍ ، فَتُعَلِّقُ بِقَائِمَةٍ مِن قَوَائِمِ العَرشِ فَتَقُولُ يَا عَدلُ ، يَاجَبَّارُ ، اُحكُم بَينِى وَبَينَ قَاتِلِ وَلَدِى ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ فَيُحكَمُ لِابنَتِى وَرَبِّ الكَعبَةِ (منتخب طریحی، ص ۱۶۔ مفاتیح الجنۃ فی ترجمۃ ینابیع المودۃ، ج ۲، ص ۶۰)

''رسولؐ خدا سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میری بیٹی زہراءؑ! قیامت کے دن اس حالت میں محشور ہوں گی کہ ان کے پاس

حسینؑ کی خون آلود قمیص ہو گی پس وہ اسے عرش کے ایک پائے کے ساتھ لٹکائیں گی اور کہیں گی: اے عدل کرنے والے، اے جبار! میرے اور میرے بیٹے حسینؑ کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ فرما، خدا کی قسم! اس وقت فیصلہ میری بیٹی زہراؑ کے حق میں ہوگا"۔

امامِ حسینؑ گوہرِ زیبا

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا

"اور سلام ہو مجھ پر اس دن جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن دوبارہ زندہ اُٹھایا جاؤں گا"۔ (سورۂ مریم:۳۳)

حضرت امام حسین علیہ السلام ۳ شعبان المعظم ۴ ہجری بروز جمعرات کو دنیا میں تشریف لائے، یہ ایسا مولود مسعود ہے جس کے مقدس وجود نے تا ابد دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ (مروج الذہب، ج ۴، ص ۱۴)

روایت کے مطابق اس کے باوجود کہ آپ شش ماہا دنیا پر تشریف لائے لیکن جسمانی و روحانی لحاظ سے اور خوبصورتی کے اعتبار سے ان میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ تھی۔ (نفس المہموم، ص ۵)

ثقۃ الاسلام جناب مرحوم کلینی نے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے درمیان بہت کم فاصلہ تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام صرف چھے ماہ اور دس دن تک شکم مادر میں رہے۔ (اصول کافی، ج ۲، ص ۳۶۴)

امام حسینؑ دانش گاہِ نبوت کے تعلیم یافتہ

علمائے اخلاق کا اس بات پر اعتقاد ہے کہ استاد جس قدر فاضل، عام اور عظیم اخلاقی صفات و حسنات کا مالک ہو اسی قدر بچے کی اچھی تربیت کرنے میں مؤثر ہوتا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت تک یعنی سات سال تک

نبوی یونیورسٹی سے تربیت حاصل کی اور نشو ونما پائی۔ رسالت وولایت کے تمام اسرار ورموز، بشریت کے کامل ترین فرد کے وسیلہ سے حسین بن علی علیہما السلام تک منتقل ہوئے۔

این حسینؑ است و نبی را نور عین
خود حسینؑ از او بود وا و از حسینؑ

''یہ حسینؑ ہیں جو نبی کے نورعین ہیں، حسینؑ ان سے تھے اور وہ حسینؑ سے تھے''۔

رسولؐ اسلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پرورش بطورِ مستقیم اپنی گود میں آسمانی والٰہی تعلیمات کے ذریعے کی ہے۔

خونِ خدا آغوشِ زہراءؑ میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام سیدۂ کونین حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی گود میں تھے کہ آپؑ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ رسول ثقلینؐ نے انہیں آپؑ سے لیا اور فرمایا:

خدا آپؑ کے قاتلوں پر لعنت کرے۔

حضرت زہراء علیہا السلام نے عرض کیا: بابا جان! آپؐ نے کیا فرمایا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اے میری بیٹی! میں نے اس مصیبت کا ذکر کیا ہے جو میرے اور آپؑ کے بعد ان پر آئے گی۔ ان پر ظلم ڈھایا جائے گا، ان کے ساتھ وعدہ خلافی اور خیانت کی جائے گی۔ لیکن ان کے اصحاب اور چاہنے والے آسمان کے ستاروں کی مانند چمکتے ہوں گے اور راہِ خدا میں شہادت کے لیے تیار ہوں گے۔

حسینؑ احیاگر دین مبین است — چراغ محفلِ اہلِ یقین است
سرورِ قلب زہراءؑ و محمدؐ — گلِ باغ امیرالمومنینؑ است

''حضرت امام حسین علیہ السلام دین مبین کو زندہ کرنے والے ہیں اور اہلِ یقین کی محفل کا روشن چراغ ہیں۔

آپ پیغمبر اکرمؐ اور زہراء مرضیہ علیہا السلام کے دل کا سرور و سکون اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے باغ کا پھول ہیں"۔

ہے اب بھی ذکر کوفیوں کے ظلم و جور کا
شاہد ہیں اب بھی کوچہ و بازار کیا کریں
دین مُبین کی آبرو رکھ لی حسینؑ نے
ہر سمت گونجتی ہے یہ گفتار کیا کریں

اس کے بعد فرمایا: گویا میں لشکر، اس کے کوچ کا مقام، ان کی قبر اور ان کے اصحاب کو دیکھ رہا ہوں۔ حضرت زہراء علیہا السلام نے عرض کیا: بابا جان! جس مقام کے بارے میں آپؐ فرما رہے ہیں وہ کہاں ہے اور اس کا نام کیا ہے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: اس کا نام کربلا ہے۔ (فوادح الحسینیہ، ص ۹)

عَنْ يَزِيدَ بنِ أَبِي زِيَادٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ مِن بَيْتِ عَائِشَةَ فَمَرَّ عَلَى بَيْتِ فَاطِمَةَ فَسَمِعَ حُسَيْنًا يَبْكِي ، فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمِي إِنَّ بُكَاءَهُ يُؤْذِينِي (المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۱۶۔ ینابیع المودۃ، ج ۲، ص ۳۱۴۔ ترجمہ ریحانہ رسول، ابن عساکر، ص ۱۹۱)

یزید بن ابی زیاد سے نقل ہے کہ اس نے کہا: رسولؐ خدا حضرت عائشہ کے گھر سے باہر تشریف لائے، پس آپؐ حضرت زہراء علیہا السلام کے گھر کے قریب سے گزرے اور حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی تو حضرت زہراءؑ سے فرمایا:

اے میری بیٹی! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے"۔

شہدائے کربلا افضل ترین اہلِ بہشت

مرحوم شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی مجالس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے شہادتِ حسینؑ کی خبر حضرت زہراء علیہا السلام کو سنائی تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔

اس کے بعد گریہ کیا۔ اس وقت رسولؐ خدا نے حضرت زہراء علیہا السلام سے فرمایا:

اے میری بیٹی! شہدائے کربلا اہلِ بہشت میں سب سے افضل ہیں، وہ ایسے شہید ہیں جو دنیا میں اپنا مال و جان راہِ خدا میں قربان کریں گے اور بہشت انہی لوگوں کے لیے ہے جو راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ (فوادح الحسینیہ، ص ۱۳)

تربت سے کربلا کی خوشبو

ابی وائل شقیق بن سلمٰی اُم سلمیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُم سلمیٰؓ نے کہا: امام حسن و امام حسین علیہما السلام میرے گھر میں رسولؐ خدا کے سامنے تشریف فرما تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام رسولؐ خدا پر نازل ہوتے ہیں اور عرض کرنے لگے: یارسولؐ اللہ! آپؐ کے بعد آپ کی اُمت کے اس بیٹے (حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا) کو قتل کرے گی۔ آپؐ نے اس وقت گریہ کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے سینۂ مبارک کے ساتھ لگاتے ہوئے فرمایا: اے اُم سلمیٰؓ! میں یہ تربت تمہارے پاس امانت رکھ رہا ہوں۔

اُم سلمیٰؓ کہتی ہیں: پیغمبرؐ خدا نے اُس تربت کو سونگھا اور فرمایا: اس سے کربلا کی خوشبو آرہی ہے۔

ابی وائل کہتے ہیں: رسولؐ خدا نے فرمایا: اے اُم سلمیٰؓ! جب دیکھو کہ اس تربت کا رنگ سرخ ہوگیا ہے تو سمجھ لینا کہ میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کردیا گیا ہے۔ اُم سلمیٰؓ! نے اس تربت کو ایک شیشے کی بوتل میں رکھا اور ہمیشہ اسے دیکھتیں اور کہتیں: جب بھی اس تربت کا رنگ خون میں تبدیل ہوا وہ دن بہت بھاری ہوگا۔

شام سے فوجیں چلیں لشکر چلے قتل کرنے صرف اِک انسان کو
ہائے اُس معصوم پر خنجر چلے جس کو چوما تھا رسولؐ اللہ نے

اُم سلمیٰؓ کا کہنا ہے کہ عاشورا کی صبح کو سوئی ہوئی تھی، خواب میں دیکھتی ہوں کہ پیغمبر

اکرمؐ کا سر اور چہرۂ مبارک غبار آلود ہے۔ میں آپؐ کے قریب جا کر عرض کرنے لگی کہ یارسولؐ اللہ! کیا ہوا ہے کہ آپؐ کا سر اور چہرہ اقدس غبار آلود ہے کہ میرے حسینؑ کو شہید کردیا گیا ہے۔ اُم سلمیٰؓ کہتی ہیں: میں نیند سے بیدار ہوئی اور دوڑ کر اس تربت کے پاس گئی جو رسولؐ خدا نے مجھے بطور امانت دی تھی، خدا کی قسم! اس خاک سے خون اُبل رہا تھا۔ وہ کہتی ہیں: میں نے اپنے سر اور چہرے پر وہ خون لگایا اور فریاد بلند کی:

اے مدینہ کے رہنے والو! اے بنی ہاشم حضرت زہراء علیہا السلام کے لاڈلے حسین علیہ السلام کو شہید کردیا گیا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۱۱۲۔ فوادح الحسینیہ، ج ۲، ص ۳۲)

داغ حسینؑ بر دل ما نشستہ است | تا زندہ ایم خون بہ دل ما نشستہ است
ما عاشقیم و دیدن خاکش مراد ما است | در ہر نگاہ برق تمنا نشستہ است

"ہمارے دل پر امام حسین علیہ السلام کی محبت کا داغ بیٹھ گیا ہے،
جب تک ہم زندہ ہیں ہمارے دل پر خون کا یہ نشان رہے گا۔
ہم عاشق ہیں اور ہمارا مقصد ان کی زیارت ہے ہر وقت ہمارے پیش نظر یہی چیز ہے"۔

امام حسینؑ کا انقلابی اعلان

جب مدینہ کے حاکم عُتبہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا تو آپؑ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ عُتبہ نے سید الشہداء امام حسینؑ سے کہا: امیر المومنین کا حکم ہے کہ تم اس کی بیعت کرو۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا:

يَا عُتبَةُ! قَد عَلِمتَ إِنَّا أَهلُ بَيتِ الكَرَامَةِ وَمَعدِنِ الرِّسَالَةِ وَأَعلَامِ الحَقِّ الَّذِينَ أَودِعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قُلُوبَنَا، وَانطِقَ بِهِ أَلسِنَتِنَا ، فَنَطَقَت بِإِذنِ اللّٰهِ ، وَلَقَد سَمِعتُ جَدِّي رَسُولَ اللّٰهِ يَقُولُ : إِنَّ الخِلَافَةَ مُحَرَّمَةٌ عَلٰى وُلدِ أَبِي سُفيَانَ وَكَيفَ أُبَايِعُ أَهلُ بَيتٍ قَد قَالَ فِيهِم رَسُولُ

اللّٰہِ ھٰذَا؟ (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۲۲)

"اے عتبہ! تمہیں معلوم ہے کہ ہم اہلِ بیت عزت و شرف والے ہیں، ہم رسالت کا خزانہ اور حق کی نشانیاں ہیں، وہ حق جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر بطور ودیعت رکھا ہے، اسے بیان کرنے کے لیے ہماری زبان کو وسیلہ بنایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات کرتا ہوں کہ میں نے اپنے جدّ بزرگوار سے سنا کہ انہوں نے فرمایا ہے:
ابی سفیان کی اولاد پر خلافت حرام ہے، پس ہم اہلِ بیت پیغمبرؐ کیسے اس کی بیعت کریں، جبکہ رسولؐ خدا نے اپنے اہلِ بیتؑ کی عظمت اور ان کے بارے میں یوں فرمایا ہے"۔

یزید کے نام عتبہ کا خط

عتبہ نے خط میں پورا ماجرا یزید کو لکھا اور بتایا کہ حسینؑ بن علیؑ نہ تو تیری خلافت کو مانتا ہے اور نہ تیری بیعت کرے گا۔ یزید نے جب یہ خط پڑھا تو عتبہ کے نام لکھتا ہے:

وَلْيَكُنْ مَعَ الْجَوَابِ رَأْسُ الْحُسَيْنِ

"میں خط کے جواب کے ہمراہ حسینؑ کا سر چاہتا ہوں"۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو عتبہ کے نام یزید کے خط کی تحریر معلوم ہوئی تو آپؑ نے مدینۃ الرسولؐ کو الوداع کہنے کا ارادہ کرلیا۔

امام حسینؑ کا قبرِ رسولؐ سے دو مرتبہ وداع

گو کارگاہِ بزم میں لاکھوں شہید ہیں
لیکن جہاں میں فخرِ شہادتِ حسینؑ ہے
کُل کائنات میں ہے عزاداریِ حسینؑ
جس کی قضا نہیں وہ عبادتِ حسینؑ ہے
(مظہر عباس چودھری)

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحارالانوار میں تحریر کرتے ہیں کہ محمد بن ابی طالب موسوی کہتے ہیں: جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کے بارے میں یزید کا خط ولید کو ملا تو اُس پر بہت سخت گزرا۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! اگر یزید مجھے دنیا و مافیہا کا سب کچھ بھی دے دے تو میں پسرِ پیغمبرؐ کو قتل کرنے پر ہرگز راضی نہیں ہوں۔

وداعِ اوّل

محمد موسوی لکھتے ہیں: حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے دولت سرا سے باہر آئے، اپنے جد کی قبر پر گئے اور کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ حُسَیْنِ بْنِ فَاطِمَةَ......

"اے رسولِؐ خدا! آپؐ پر حسینؑ بن فاطمہ کا سلام ہو۔ میں آپ کی بیٹی کا فرزند ہوں، مجھے آپؐ نے اپنی اُمت کا خلیفہ بنایا۔ یارسولؐ اللہ! گواہ رہنا، مجھے ان لوگوں نے تنہا چھوڑ دیا ہے اور میرے ساتھ وفا نہیں کی، یہ میری آپؐ سے شکایت ہے، پس آپؑ کھڑے ہوئے۔ بارگاہِ خداوندی میں رکوع و سجود میں مصروف ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام صبح کے وقت گھر واپس آئے"۔

وداعِ دوم

جب دوسری رات ہوئی تو امام حسین علیہ السلام روضۂ رسولؐ پر گئے اور کچھ رکعتیں نماز بجالائے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہا: اے میرے پروردگار! یہ تیرے رسول کی قبر مبارک ہے اور میں تیرے رسول کا بیٹا ہوں، جن حالات کا سامنا کر رہا ہوں تمہیں معلوم ہے، خدایا! میں اچھائی کو پسند کرتا ہوں اور برائی کا دشمن ہوں۔

اے ذوالجلال والاکرام! تیری بارگاہ میں ملتمس ہوں کہ میرے لیے وہی کچھ اختیار کر جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضا اور خوشنودی ہو۔ اس کے بعد قبر رسولؐ کے پاس

بیٹھ کر صبح تک گریہ کرتے رہے۔ قبرِ رسولؐ پر سر رکھا۔ تھوڑی دیر کے لیے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھتے ہیں کہ آپ تشریف لا رہے ہیں اور آپؐ کے دائیں بائیں فرشتے ہیں۔ پیغمبرؐ خدا نے امام حسین علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:

حَبِیبِی یاحسین، میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب میری اُمت میں سے ایک گروہ تمھیں سرزمینِ کربلا پر بھوکا و پیاسا خون میں نہلائے گا۔

اس کے بعد اپنے جد بزرگوار کی طرف نگاہ کرتے ہوئے کہا: یَا جَدَّاً! مجھے دنیا میں واپس جانے کی کوئی تمنا نہیں ہے، مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: شہید ہونے کے بعد آپ میرے پاس آؤ گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جو ثوابِ عظیم لکھا ہے وہ آپ کو نصیب ہوگا۔ پھر فرمایا:

وَاِنَّ لَكَ فِي الْجَنَّةِ دَرَجَاتٌ لَا تَنَالُهَا اِلَّا بِالشَّهَادَةِ

"اے حسینؑ! آپؑ کے لیے جنت میں ایسے درجات و مقامات ہیں جنھیں صرف شہادت کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے"۔ (بحار، ج ۴۴، ص ۳۱۳۔ ینابیع المودة، باب ۶۱)

زود بیرون رو، تو در سمت عراق | کربلا دارد بہ خونت اشتیاق
حق تو را غلطان، بہ خونت خواستہ | این قبا بر پیکرت آراستہ
کودکانت را ببر ہمراہِ خود | نینوا پُر سوز کن از آہِ خود
بہر دستاویزِ روزِ داوری | باید از عباسؑ دستی آوری
بایدت بینی بہ چشمِ خود عیاں | کشتۂ اکبر بہ دوشِ ہمرہان

"اے حسینؑ کربلا کی طرف جلد روانہ ہوں، کیونکہ یہ آپؑ کے خون پاک کی بہت مشتاق ہے۔ حق تعالیٰ آپؑ کو آپؑ کے خون میں لت پت دیکھنا چاہتا ہے کہ خون کی قبا آپؑ کے وجودِ پاک پر آراستہ دیکھنا چاہتا ہے۔

اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لے کر نکلیں، سرزمین نینوا کو اپنی آہ و بکا سے پُرسوز کر دیں۔ قیامت کے روز ہر قسم کی دستاویز عباسؑ کے ہاتھ سے حاصل کرنا ضروری ہے کہ اپنے ہمراہ اپنی آنکھوں سے اپنے اکبرؑ کو شہید کیا ہوا دیکھو"۔

نقل ہوا ہے کہ آپ نے اپنے بھائی محمد حنفیہؒ سے کہا کہ میرے جدّ بزرگوار نے مجھے فرمایا ہے:

اُخرُج اِلَی العِرَاقِ فَاِنَّ اللّٰہَ شَآءَ اَن یَّرَاکَ قَتِیلًا

"اے میرے بیٹے! عراق کی طرف سفر کریں اللہ تعالیٰ آپ کو مقتول دیکھنا چاہتا ہے"۔

بہ من فرمود آن جدِّ کبارم — ھمی خواہد تو را کشتہ ببیند
سر و جان را بہ راہِ حق فدا کن — بہ خونت خواست آغشتہ ببیند

"میرے جدِ بزرگوار نے مجھے فرمایا: خدا تجھے مقتول دیکھنا چاہتا ہے اپنا سر اور جان اللہ کے راستے میں قربان کر دو، تجھے تیرے خون میں لت پت دیکھنا چاہتا ہے"۔

ماں اور بھائی کی قبر سے الوداع

جب آیا تو چکا چوند ہو گئیں نظریں
جدا ہوا تو زمانے رُلا دیے تُو نے

حضرت امام حسین علیہ السلام جب مدینہ سے روانہ ہونے کے لیے تیار ہو چکے تو آدھی رات کو پہلے اپنی ماں زہراء علیہا السلام کی قبر پر گئے، انہیں الوداع کہا، اس کے بعد اپنے برادر بزرگوار حضرت امام حسن علیہ السلام کی آرام گاہ پر گئے اور ان سے رخصت ہوئے۔ (اسرار الشہادۃ، ص ۳۰۷۔ محرق القلوب، ص ۸۱)

از کنار قبر مادر می روم — از بر قبر پیمبرؐ می روم
همره عباس و عبداللہ و عون — بلکہ با افراد دیگر می روم
نوجوانان را بہ ہمراہ می برم — سوی قربان گاہ باشد می روم

"میں اپنی ماں زہراؑ اور پیغمبرؐ خدا کی قبروں سے رخصت ہو رہا ہوں۔
حضرت عباسؑ، عبداللہؑ، عونؑ اور کچھ دوسرے افراد کے ہمراہ جارہا ہوں۔
میں اپنے نوجوانوں کو اپنے ہمراہ قتل گاہ کی طرف لیے جارہا ہوں"۔

حضرت امام حسینؑ اور محمد حنفیہ کے درمیان گفتگو

جب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو محمد حنفیہ اپنے بھائی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا:

یَا اَخِی اَنتَ اَحَبُّ الخَلقِ اِلَیَّ وَاَعزُهُم عَلَیَّ لِاَنَّکَ مِزَاجُ مَائِی وَنَفسِی وَ رُوحِی وَبَصَرِی وَکَبِیرُ اَهلِ بَیتِی وَمَن وَجَبَ طَاعَتَهُ فِی عُنُقِی لِاَنَّ اللّٰهَ قَد شَرَّفَکَ عَلَیَّ وَجَعَلَکَ مِن سَادَاتِ اَهلِ الجَنَّةِ (اسرار الشہادۃ، ص ۲۰۷۔ مقتل الحسین آل صاحب جواہر، ص ۵)

"اے میرے بھائی! آپ سب سے زیادہ میرے محبوب اور سب سے زیادہ مجھے عزیز ہیں، کیونکہ آپ میرے سب سے قریبی ہیں، آپ میری جان، میری روح، میری آنکھوں کا نور اور ہمارے اہلِ بیتؑ کے بزرگ ہیں، آپؑ وہ ہیں جن کی اطاعت کرنا میرے اوپر واجب و لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا مرتبہ و مقام مجھ سے بلند کیا ہے اور آپؑ کو اہلِ بہشت کا آقا و سردار قرار دیا ہے"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ محمد حنفیہ نے کہا: اے بھائی جان! جہاں تک ہو سکے اپنے اصحاب کے ساتھ یزید ملعون اور اُس کے شہروں سے دُور رہنا، کچھ افراد کو لوگوں سے

بیعت لینے کے لیے بھیجیں، لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیں۔ پس اگر وہ بیعت کرلیں تو اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور اگر وہ کسی اور پر متفق ہو جائیں تو دین یا عقل اور اخلاق اعتبار سے آپ کی زحمت ضائع نہیں ہے۔ مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ لوگ کہیں آپ کو شہید نہ کردیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں کس طرف کا سفر اختیار کروں؟ محمد حنفیہ نے عرض کیا: مکہ معظمہ تشریف لے جائیں اگر ان لوگوں نے آپ کی بیعت کرلی تو مقصد حاصل ہو جائے گا اور اگر وہ پھر جائیں تو بیابانوں اور پہاڑوں کی طرف تشریف لے جائیں، اس طرح ایک شہر سے دوسرے شہر جائیں اور دیکھیں اس کام کا انجام کیا ہوتا ہے۔ (انساب الاشراف، ج ۲، ص ۱۵-۱۶)

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے دو باتیں واضح کرتے ہوئے فرمایا:

اے محمدؑ! آپ نے مجھے نصیحت کی ہے اور محبت کا تقاضا پورا کیا ہے۔ اگر مجھے پوری دنیا میں کہیں بھی پناہ نہ ملے تو میں تب بھی یزید کی بیعت نہیں کروں گا اور مجھے امید ہے کہ یہی بہتر ہوگا۔ (انساب الاشراف بلاذری، ج ۴، ص ۱۵-۱۶۔ تقامِ ذخار، ج ۱، ص ۲۶۵۔ محرق القلوب، ص ۸۱)

دوم: وَاللّٰهِ يَا أَخِي! لَو كُنتُ فِي جِحرِ هَامَّةٍ مِنَ الهَوَامِ لَاستَخرَجُونِي حَتّٰى يَقتُلُونِي (بیت الاحزان یزدی، ص ۱۴۷۔ دمع السجوم، ص ۳۳)

"اے برادرِ عزیز! اگر میں زمین کے اندر سوراخوں میں رہنے والے جانوروں کی جگہ پر بھی سکونت اختیار کرلوں، تب بھی (یہ مجھے تلاش کرنے آئیں گے اور مجھے وہاں سے باہر نکلنے کو کہیں گے، تاکہ مجھے قتل کریں"۔

پس حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایسا راستہ اختیار کیا جس کا اللہ اور اس کے

رسولؐ نے حکم دیا تھا۔

حسرت کے آنسو

اس گفتگو کے بعد دونوں بھائیوں نے اس قدر گریہ کیا کہ ان کی ڈاڑھیاں اشکوں سے تر ہوگئیں۔ محمد حنفیہ نے جب دیکھا کہ آپؑ جانے لگے ہیں تو اپنی جان قربان کرنے کے لیے آپؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ لیکن حضرت سیدالشہداء علیہ السلام نے انھیں وہاں پر ہی رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ آپؑ مدینہ میں ہی رکیں اور میری طرف سے سب کاموں پر نگاہ رکھیں تاکہ مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے وصیت نامہ لکھا اور محمد حنفیہ کے حوالے کیا، تاکہ بنی اُمیہ یہ نہ کہیں کہ حسینؑ کو ہم نے اس لیے قتل کیا ہے کہ وہ دین سے منحرف ہوگیا تھا۔

اُم سلمیٰؓ امام حسینؑ کی خدمت میں

جب حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ سے رخصت ہونے لگے تو جنابِ اُم سلمیٰؓ حضرت سیدالشہداءؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتی ہیں: اے فرزندِ دلبندِ رسولِؐ خدا! آپ عراق کا سفر اختیار کر کے ہمیں کیوں غم زدہ کررہے ہیں؟ میں نے آپ کے جدِ بزرگوار رسولِؐ خدا سے سنا ہے کہ میرے بیٹے حسینؑ کو عراق کے اندر سرزمینِ کربلا پر شہید کردیا جائے گا۔ حضرت سیدالشہداء علیہ السلام نے فرمایا:

اے مادر جان! مجھے اپنے قتل کیے جانے کا مقام اور وقت معلوم ہے اور مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ مجھے کون قتل کرے گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں میرے رشتہ دار اور اصحاب میں سے کون کون سے راہِ خدا میں شہید ہوں گے۔

اے مادرِ جان! کیا آپ اس مقام کو دیکھنا چاہتی ہیں جہاں مجھے دفن کیا جائے گا اور کون لوگ میرے اوپر گریہ وزاری کریں گے۔ اس کے بعد آپؑ نے سرزمینِ کربلا کی طرف اشارہ کیا تو اُم سلمیٰؓ نے سب کچھ دیکھ لیا اور بہت روئیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام

کو خدا کے سپرد کیا۔ (مدینۃ المعاجز، ج ۳، ص ۸۹-۹۰)

راہِ دوست میں امام حسینؑ کا ہدیہ

حسینؑ فدیۂ ذبحِ عظیم ہوتے ہیں
یہی نجات کا سامان ہے جہاں کے لیے

يَا أُمَّاهُ قَدْ شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَرَانِي مَقْتُولًا مَذْبُوحًا ظُلْمًا وَعُدْوَانًا وَقَدْ شَاءَ أَنْ يَرَىٰ حَرَمِي وَ نِسَائِي وَرَهْطِي مُتَفَرِّقِينَ وَأَطْفَالِي مَذْبُوحِينَ مَا سُورِينَ مَظْلُومِينَ مُقَيَّدِينَ وَهُمْ يَسْتَغِيثُونَ فَلَا يَجِدُونَ نَاصِرًا وَلَا مُعِينًا

''امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے اماں جان! اللہ تعالیٰ مجھے دیکھنا چاہتا ہے کہ میں بنی اُمیہ کے ظلم وستم سے قتل اور ذبح ہوں اور یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ میرے بیوی بچے اِدھر اُدھر پراگندہ ہوں، اور میرے اصحاب زمین پر علیحدہ علیحدہ پڑے ہوئے ہوں، میرے بچے ذبح کیے جائیں، انھیں ظلم وستم سے قیدی بنایا جائے اس حال میں کہ وہ استغاثہ کرتے ہوں، مدد کے لیے پکاریں اور کوئی بھی ان کا ناصر ومددگار نہ ہو''۔

اس دوران میں اُم سلمیٰؓ نے کہا: رسولؐ خدا نے مجھے کچھ تربت دی تھی کہ میں اسے شیشے کی بوتل میں سنبھال کر رکھوں۔ (الخرائج راوندی، ص ۲۵)

کتاب خرائج میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک اُم سلمیٰؓ کے چہرے پر پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اُم سلمیٰؓ کو بینائی عطا فرمائی۔

اُم سلمیٰؓ نے واقعۂ کربلا کا مشاہدہ کیا، اس نے تھوڑی سی خاک اُٹھا کر دوسری بوتل میں ڈالی۔ سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا: جب دیکھو کہ اس خاک سے خون اُبل رہا ہے تو سمجھ لینا مجھے قتل کر دیا گیا ہے۔

حضرت اُم سلمیٰؓ کہتی ہیں: جب دسویں محرم کا دن آیا تو میں نے ظہر کے بعد دونوں بوتلوں کو دیکھا کہ ان سے خون اُبل رہا تھا۔ میں نے پتھر یا ریت کا کوئی ایسا ذرہ نہیں دیکھا جس کے نیچے سے خون جاری نہ ہوا ہو۔ (الخرائج والجرائح، ص ۲۶، الفوادح الحسینیہ، ج ۲، ص ۲۲)

جابر بن عبداللہ انصاری کا امامؑ کو مشورہ

سید بحرانی اپنی کتاب "مدینۃ المعاجز" میں کتاب "مناقب السعداء" سے نقل کرتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں: جب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ ہونے لگے تو میں نے ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کہا: آپ رسولؐ خدا کے دو فرزندوں میں سے ایک ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ جس طرح آپ کے برادر بزرگوار نے (معاویہ) سے صلح کی تھی (اور یہ کام صحیح بھی تھا) آپ بھی یزید سے صلح کر لیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جو کام میرے بھائی نے کیا تھا وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق تھا اور جو کچھ میں کرنے جا رہا ہوں یہ بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس وقت میں اپنے جد بزرگوار، والد گرامی اور برادر محترم کو اس بات پر گواہی دینے کے لیے بلاؤں؟

اس وقت آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، اچانک آسمان کا دروازہ کھلا، رسولؐ خدا، علی مرتضیٰؑ، حسن مجتبیٰؑ، جعفر طیارؓ اور حضرت حمزہؓ آسمان سے اُترے...... میں خوف سے کانپ گیا۔ رسولؐ خدا نے مجھے فرمایا:

اے جابر! کیا میں نے تمہیں اس سے قبل نہیں کہا تھا کہ اپنے امامؑ کے حکم کے سامنے گردن جھکا دو اور ان پر اعتراض مت کرو۔ کیا تم علیؑ و حسینؑ کا مقام و مرتبہ اور معاویہ و یزید کا حشر دیکھنا چاہتے ہو؟

جابر کہتے ہیں: میں نے کہا: ہاں۔

حضرت امام حسینؑ کا مقام و مرتبہ

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: اے جابر! سر اُوپر اٹھاؤ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، ان کے اُوپر بہشت تھا۔ پیغمبر اکرمؐ اپنے ساتھیوں سمیت آسمان کی طرف گئے جب کچھ بلندی پر پہنچے تو آواز دی کہ میرے بیٹے! میرے ساتھ آملو، حسین بن علی علیہما السلام ان سے جا ملے۔ میں نے دیکھا کہ یہ سب بہشت میں داخل ہو گئے۔ پیغمبرؐ خدا نے وہاں سے میری طرف دیکھا اور امام حسین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

اے جابر! یہ میرا بیٹا ہے۔ اگر مومن رہنا چاہتے ہو تو شک مت کرو۔

معاویہ اور یزید کا ٹھکانہ

رسولؐ خدا نے زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری، جس سے زمین پھٹ گئی، اس کے نیچے سمندر تھا وہ دو نیم ہوا۔ اس کے نیچے پھر زمین تھی۔ وہ پھٹی، اسی طرح سات زمینیں اور سات سمندر دو نیم ہوئے۔ ان تمام کے نیچے آگ تھی وہاں پر ولید بن مغیرہ، ابوجہل، معاویہ اور معاویہ کا بیٹا یزید ایک ہی زنجیر سے بندھے ہوئے تھے، ان سب کے ہمراہ شیاطین بھی بند تھے۔ دوزخ میں جتنے لوگ تھے اُن میں سے ان پر سب سے سخت عذاب تھا۔

مدینہ سے روانگی

عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں اہلِ کوفہ کی جانب سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام ایک خط لایا، آپؑ نے اسے پڑھا اور فرمایا: مجھے تین دن کی مہلت دی جائے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو میں دیکھنے آیا کہ آپ کس طرح سے روانہ ہو رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ جب سب محملوں میں سوار ہو چکے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اَینَ قَمَرُ بَنِی هَاشم؟

حضرت عباسؑ نے جواب دیا: لبیک لبیک میں حاضر ہوں اے میرے مولا و آقا!

آپؑ نے فرمایا: میرا گھوڑا حاضر کیا جائے۔ حضرت عباسؑ ان کا گھوڑا لے کر آئے لیکن بنی ہاشم نے آپ کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ عباس بن علی علیہما السلام نے رکاب پکڑی، امام سوار ہوئے۔ ان کے بعد بنی ہاشم کے جوان سوار ہوئے۔ حضرت عباسؑ علَم اُٹھا کر امام حسین علیہ السلام کے آگے آگے چلے۔

مسافرانِ راہِ حق کے فراق پر بنی ہاشم کا گریہ

حسینؑ درد کو، دل کو، دُعا کو کہتے ہیں
حسینؑ اصل میں دین خدا کو کہتے ہیں

جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوئے تو اچانک مدینہ کے باسیوں نے اس طرح سے گریہ وزاری کرنا شروع کردیا گویا پورا مدینہ نوحہ کناں ہے، خاص کر بنی ہاشم کے گریہ وزاری کی آواز سب سے بلند تھی۔ سب کہہ رہے تھے:

اَلوِدَاع اَلوِدَاعَ اَلفِرَاقُ اَلفِرَاقُ

حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! آج کا روز روزِ فراق و جدائی ہے لیکن ہماری ملاقات روزِ قیامت ہوگی۔

سلیمان بن صُرد خُزاعی کا خط

خداوند متعال کا شکر ہے کہ معاویہ مرگیا اور اس ستم کار کی سلطنت ختم ہوئی۔ وہ ایسا شخص تھا جس نے کسی حق کے بغیر اُمت پر حکمرانی کی، اس کا کام ظلم و جور کرنا تھا، اس نے مسلمانوں کا بیت المال غصب کیا اور طاقت سے ان پر حکومت کی۔ اس نے نیک لوگوں کو قتل کیا اور بُرے لوگوں کو باقی رکھا۔ اب ہمارا کوئی پیشوا و امام نہیں ہے۔

ایلچی یہ خط لے کر ماہِ مبارک رمضان کی ۱۰ تاریخ کو مکہ معظمہ میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ خط ان کی خدمت میں تقدیم کیا۔ اس کے دو روز بعد قیس بن مسہّر صیداوی، عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن شداد الارجی اور عمارہ بن عبداللہ سلولی کو ایک سو

پچاس ایسے خط دے کر امام علیہ السلام کی طرف روانہ کیا گیا۔ ان میں سے ایک ایک شخص نے تین تین یا چار چار خط لکھے تھے۔

ایک قول کے مطابق پچاس خط صرف تین افراد کی جانب سے تھے۔ (اخبار الطوال، ابوحنیفہ دینوری، ص ۲۱۰)

ان کے خطوط کی عبارت یہ تھی:

یہ خط حسینؑ بن علیؑ کے نام ہیں: آپؑ اس طرف (کوفہ) آنے میں دیر نہ کریں۔ تمام شیعہ آپؑ کے مبارک قدموں کے منتظر ہیں اور وہ آپؑ کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتے۔

کچھ اور خطوط

ہماری جانیں آپؑ پر قربان، ہم حاکم کوفہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لیے نہیں جاتے۔ ہمارے پاس جلد از جلد تشریف لائیں۔ ایک لاکھ افراد آپ پر فدا ہونے کے لیے تیار ہیں۔ ظلم و جور کا دور دورہ ہے۔ کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ کے خلاف حکم کیے جاتے ہیں۔ امید واثق ہے کہ آپؑ کے پُر برکت وجود کی وجہ سے ہم حق پر ہوں گے۔

کوفہ والوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں اس قدر خطوط بھیجے کہ ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ ان میں سے چھ سو خطوط ایک ہی دن میں آپ تک پہنچے، لیکن آنحضرتؑ نے ان کا کوئی جواب نہ لکھا اور انتظار فرمایا۔ آخری خط جو آپؑ کی خدمت میں دیا گیا اس کی عبارت کچھ یوں ہے:

اَمَّا بَعدُ: فَقَد اَخضَرَّ الجَنَاب وَاینَعَتِ الثِّمَارُ وَاعشَبَتِ الاَرضُ ، فَاِذَا شِئتَ فَاقدِم عَلٰی جُندٍ لَکَ مُجَنَّدَۃٍ - وَالسَّلَام

"کوفہ کے سرسبز و شاداب اطراف و اکناف، پکے ہوئے پھل اور سیراب زمین آپؑ کی منتظر ہے۔ اب آپؑ نظر لطف کریں کہ یہ لشکر آپؑ کی نصرت کے لیے آمادہ و تیار ہے"۔ (انساب الاشراف، ج ۳،

ص ۱۵۷۔ اسرار الشہادہ، ص ۲۱۷۔ ارشاد شیخ مفید، ص ۲۰۳۔ ترجمہ لہوف، ص ۹۲۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۹۷۔ ترجمہ نفس المہموم، ص ۳۷)

بیا کہ عشق دیار تو داریم — کہ سر بر پای مہر تو گذاریم
بیا تا راز دل با تو بگوییم — ز تو عطر پیمبرؐ را ببوییم
بیا بر کوفیان لطف و کرم کن — بیا و کوفہ را باغ ارم کن
بیا ما را زرویت مفتخر کن — ز مکہ ما فدنت صرف نظر کن

"اے آقا و مولا تشریف لے آئیں، ہم آپؑ کے دیار کے عاشق ہیں کہ آپؑ کے قدموں پر سر رکھیں، تشریف لے آئیں تا کہ اپنے راز دل آپؑ سے بیان کریں تا کہ آپؑ کے وجودِ مقدس سے پیغمبرؐ کی خوشبو سونگھ سکیں۔ تشریف لا کر کوفیوں پر لطف و کرم کریں، تشریف لا کر کوفہ کو باغ ارم بنا دیں۔ تشریف لا کر ہمیں اپنی زیارت کا افتخار عطا کریں اور مکہ میں رہنے سے صرف نظر کریں۔

امام حسینؑ کی طرف سے جوابی خط

آپؑ نے تحریر فرمایا: آپ کی طرف سے بھیجے گئے آخری سفیر ہانی اور سعید تھے۔ انہوں نے آپ لوگوں کے خطوط ہم تک پہنچا دیے ہیں۔ ان میں جو کچھ تحریر تھا وہ پڑھ چکا ہوں کہ آپ لوگوں نے لکھا، اس وقت ہمارے درمیان کوئی امام حسنؑ موجود نہیں کہ جن کی طرف مومنین رجوع کریں اور ان سے ہدایت حاصل کریں تو ان کے جواب میں اپنے بھائی چچازاد اور اہلبیتؑ کے قابلِ اعتماد ترین شخص مسلم بن عقیل کو روانہ کر رہا ہوں۔ اگر قوم کے عقلاء و فضلاء ابھی تک اس بات پر قائم ہیں جو آپ کے خطوط سے ظاہر ہوتی ہے تو اس طرف آؤں گا۔ امام وہ ہوتا ہے جو عادل ہو، کتابِ خدا کے مطابق حکم کرے، دین حق کا پابند ہو اور راہِ خدا میں اپنی جان نثار کرے۔ (انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۵۹۔ مناقب

آل ابی طالب، ص ۲۹۸۔ اخبار الطوال، ص ۲۱۰۔ اسرار الشہادہ، ص ۲۸۸۔ نفس المہوم، ص ۳۸۔ ارشاد شیخ مفید، ص ۲۰۴۔ ترجمہ ملہوف، ص ۹۵۔ تقام، ج ا، ص ۲۷۷)

نمودم ابن عم خویش ارسال — کہ بنویسد برایم شرح احوال
چہ برخوردی شما با او نمایید — چگونہ راز دل با او گشایید
جوان است و پرشور و وفادار — کند در داستای دینش ایثار
مبادا آنکہ تنہایش گزارید — بہ دست دشمنان او را سپارید
مبادا کوفہ اش غم خانہ گردد — کہ با او ہر کسی بیگانہ گردد
مبادا در بہ روی او ببندید — بہ روی نائیم مسلم بخندید

''میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیج رہا ہوں تا کہ وہ وہاں کی صحیح صورت حال مجھے لکھیں۔

آپ لوگ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں اور ان سے کس طرح اپنے دل کے راز کو کھولتے ہیں۔

ایک شہرت یافتہ باوفا نوجوان ہیں۔ وہ اپنے دین کی راہ میں قربانی دینے والے ہیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں اکیلا چھوڑ دو اور انہیں دشمن کے حوالے کرو۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ کوفہ ان کے لیے غم کا گھر بن جائے۔ اور کوفہ میں رہنے والا ہر شخص ان سے اظہار بیگانگی کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر شہر کے سارے دروازے بند کرو اور میرے نائب مسلم بن عقیل کا مذاق اڑاؤ۔

چھٹی فصل

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام

ناگوار جدائی

روایت ہے کہ جب کوفیوں کے خطوط کی تعداد حد سے بڑھ گئی، یہاں تک کہ ۱۲ ہزار خط مظلومِ کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت امام علیہ السلام نے اپنے چچازاد بھائی مسلمؑ بن عقیل کو طلب کیا اور ان کے خطوط کا جواب لکھا۔

مسلمؑ آن کوہِ وقار بن عمِ سلطانِ دین	بحرِ علم و بردبار و صاحب علم و یقین
مسلمؑ آن پورِ عقیل و حامی دینِ مبین	مسلمؑ آن والا گہر نایب مناب شاہِ دین
ہاشمی خو، ہاشمی رو، مظہرِ تقویٰ و صدق	ابن عم مجتبیٰ ، صہر امیرالمومنین

''مسلمؑ جو کہ شاہِ دین امام حسین علیہ السلام کے چچازاد ہیں عزت و وقار کی معراج پر ہیں، وہ علم کا سمندر، تحمل مزاج اور علم و یقین کے مالک ہیں۔ مسلم، عقیل بن ابی طالبؑ کے فرزند اور دینِ مبین کے حامی و ناصر ہیں۔ مسلمؑ ایک قیمتی گوہر اور شاہِ دینؑ کے نائب ہیں۔ مسلمؑ ہاشمی صفات، ہاشمی چال چلن، تقویٰ اور سچائی کا مظہر، امام حسین علیہ السلام کے چچازاد بھائی اور امیرالمومنینؑ کے داماد ہیں''۔

جب حضرت مسلمؑ نے جدائی کا سنا تو زار و قطار روتے ہوئے عرض کیا: اے میرے آقا و مولا! ہجرت بہت سخت مرحلہ ہے اور آپؑ سے مفارقت کا زہر پینا بہت مشکل کام ہے۔ مسلمؑ کے گریہ کرنے سے مظلومِ کربلاؑ کی آنکھیں بھی بھر آئیں، اور فرمایا:

اے میرے باوفا دوست اور چچازاد بھائی اس جدائی کا جس قدر آپ کے دل میں غم ہے اس سے کئی گنا آپ کی جدائی میرے لیے جان لیوا ہے لیکن آپ کو بھیجنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں، لہٰذا آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ پس امام علیہ السلام نے مسلم بن عقیل کو قیس بن مسہر صیداوی کے ساتھ دو اور لوگوں کے ہمراہ کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ جب آپ کوفہ پہنچے تو اٹھارہ ہزار افراد نے آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

مسلمؑ بن عقیل کوفہ میں

شیخ مفید علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام نے مسلمؑ بن عقیل کو قیس بن مسہر صیداوی کے ہمراہ دو اور افراد کے ساتھ کوفہ بھیجا تو انہیں تقویٰ الٰہی اختیار کرنے اور اپنے معاملات چھپانے کا حکم صادر فرمایا۔ جب مسلم کوفہ پہنچے تو لوگوں کے سامنے امام علیہ السلام کا خط پڑھا، لوگوں کی آنکھیں برسنے لگیں۔ ۱۸ ہزار افراد نے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت مسلم بن عقیلؑ نے امام حسین علیہ السلام کے نام خط لکھا اور آنحضرتؑ سے درخواست کی کہ کوفہ کی طرف آئیں۔ (اخبار الطوال، ص ۲۱۱، بیت الاحزان یزدی، ص ۱۵۸۔ محرق القلوب، ص ۸۸۔ مقتل الحسین شیخ شریف آل صاحب جوہر، ص ۱۱)

شب تنہائی اور مسلمؑ کی بے کسی

حضرت مسلمؑ بن عقیل جب کوفہ تشریف لائے تو ۱۸ ہزار افراد نے ان کی بیعت کی، لیکن آپؑ نے جب آخری رات کی نماز جماعت ادا کی تو مغرب وعشاء کی نماز کے بعد مسجد میں صرف ۳۰ لوگ باقی رہ گئے تھے۔ جب آپؑ دروازۂ کندہ سے باہر نکلے تو اس وقت کوئی بھی آپؑ کے ہمراہ نہ تھا جو آپؑ کی رہنمائی کرتا۔ آپؑ چلتے چلتے طوعہ کے دروازے پر پہنچے۔ آپؑ نے انہیں سلام کیا، اس نے جواب دیا۔

مسلمؑ بن عقیل نے کہا: اے کنیز خدا! میرے لیے تھوڑا پانی لاؤ۔ وہ حضرت مسلمؑ کے لیے پانی لائی۔ پانی نوش کرنے کے بعد آپؑ طوعہ کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ طوعہ واپس گ

میں چلی گئی، جب دوبارہ باہر نکلی تو کہا: اے بندۂ خدا! کیا تم نے پانی پی نہیں لیا؟ حضرت نے فرمایا: کیوں نہیں؟ طوعہ نے کہا: اپنے گھر کی جانب چلے جاؤ لیکن حضرت مسلمؑ خاموش رہے۔ طوعہ نے دوبارہ کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرتؑ نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ تین مرتبہ ایسا ہوا۔ اس نے پھر کہا: سبحان اللہ خدا تمہیں بخشے، یہاں سے اُٹھو اور اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ۔ یہاں پر بیٹھنا آپؑ کے لیے مناسب نہیں ہے۔

حضرت مسلمؑ بن عقیل اُٹھے اور فرمایا:

يَا اَمَةَ اللّٰهِ ، مَا لِي فِي هٰذَا الْمِصْرِ اَهْلٌ وَّلَا عَشِيْرَةٌ فَهَلْ لَكِ اَجْرٌ؟ (بحار، ج ۴۴، ص ۳۵۔ مقتل ابی مخنف، ص ۳۰ و ۳۲)

"اے کنیزِ خدا! اس شہر میں میرا کوئی رشتہ دار یا قریبی نہیں ہے، کیا تم مجھے پناہ دے کر اجر و ثواب نہیں لوگی۔"[1]

طوعہ نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟

منم مسلم، علیؑ را نور عینم — حمان اعزامی از سوی حسینم

منم در کوچہ ھای کوفہ شبگرد — کہ دارم سینہ ای لبریز از درد

منم مسلم ، اگر یاور ندارم — ولی دست از امام برندارم

منم مسلم دلم اندوھگین است — کہ تنہا بسترم خاک زمین است

"میں مسلم بن عقیل ہوں، علیؑ میری آنکھوں کا نور ہیں، میں امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں۔

میں رات کے وقت کوفہ کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھر رہا ہوں، میرا سینہ دکھوں سے لبریز ہے۔

---

[1] شاید حضرت مسلمؑ بن عقیل کی نظر میں یہ تھا کہ تمہاری شفاعت کروں گا۔ روایت میں ہے کہ مسلمؑ بن عقیل نے فرمایا: وَاَنْتِ مَا عَلَيْكِ مِنَ الْبِرِّ وَالْاِحْسَانِ وَاَخَذْتِ نَصِيْبَتَكِ مِنْ شَفَاعَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (معالی السبطین، ص ۱۰۴)

میں مسلمؑ ہوں اگرچہ میرا کوئی بھی ساتھی و مددگار نہیں ہے اس کے
باوجود میں اپنے امام سے دستبردار نہیں ہوں گا۔
میں مسلمؑ ہوں، میرا دل مغموم و محزون ہے، میرا بستر صرف زمین ہے"۔
طوعہ نے جب پوچھا آپ کون ہیں تو حضرت مسلمؑ بن عقیل نے فرمایا: میں مسلمؑ بن عقیل ہوں، اس قوم نے میرے ساتھ خیانت کی ہے۔ طوعہ نے کہا:

اَنتَ مُسلِمٌ ؟ قَالَ: نَعَم ، قَالَت اُدخُل ، فَدَخَلَ اِلٰی بَیتِھَا

"کیا آپ مسلمؑ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ طوعہ نے کہا: اندر آ جائیں، پس وہ اس کے گھر میں داخل ہو گئے"۔

اس نے حضرت مسلمؑ بن عقیل کو اس کمرے میں ٹھہرایا جس میں خود رہتی تھی۔ آنحضرتؑ کے لیے استراحت کے لوازمات آمادہ کیے اور انہیں کھانا دیا لیکن چونکہ حضرت مسلمؑ کوفہ والوں کی بے وفائی سے سخت ناراحت ہو چکے تھے لہٰذا کھانا نہ کھایا۔

حضرت مسلمؑ بن عقیل کو اس گھر میں آئے ہوئے کوئی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ طوعہ کا بیٹا بلال گھر میں آیا، اس نے دیکھا کہ اس کی ماں آج اپنا کمرہ چھوڑ کر دوسرے کمرے میں زیادہ آمدورفت کر رہی ہے، اسے اپنی ماں کے اس کام پر شک ہوا، اس نے کہا: اے مادر! خدا کی قسم! آپ کی اس کمرے میں زیادہ آمدورفت نے مجھے شک میں ڈال دیا ہے۔ وہاں پر کیا کوئی خاص چیز ہے؟

اس نے جواب دیا: ایسا کچھ نہیں ہے۔ اس نے کہا: تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتائیں وہاں پر کیا ہے؟ طوعہ نے دیکھا کہ اس سے انکار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا: کیا اس بات کا وعدہ دیتے ہو کہ اس واقعہ سے مطلع ہو جاؤ تو کسی کو نہیں بتاؤ گے؟

اس نے کہا: ہاں مادر۔ ماں نے اپنے بیٹے کو خدا کی قسم دی کہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گا۔ اس کے بعد طوعہ نے گھر میں آنے والے اس مہمان کے بارے میں بتایا جو برکات الٰہی

کا موجب تھا۔ بلال اگلی صبح عبدالرحمن بن محمد اشعث کے پاس آیا اور اسے مسلم بن عقیل کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ (ترجمہ ارشاد، ص ۴۰۰ و ۴۰۱۔ ترجمہ نفس المہموم، ص ۵۰۔ مفتاح البکاء، ص ۴۹۔ مقتل الحسین آل صاحب جواہر، ص ۱۷۔ روضۃ الشہداء، ص ۱۸۰ و ۱۸۱۔ نفس المہموم قمی، ص ۵۵)

جس وقت ابن زیاد کو مسلم بن عقیل کا پتہ چلا تو فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور طوعہ کے بیٹے بلال کے گلے میں سونے کا ہار ڈالا، سیم وزر سے مرصع تاج اس کے سر پر رکھا اور ایک گھوڑا عطا کیا۔ اس کے بعد محمد بن اشعث کو طلب کیا، اسے پانچ سو کا لشکر دیا اور کہا: اس لڑکے (بلال) کے ہمراہ جاؤ اور مسلم بن عقیل کو اسیر بنا کر یا اس کی لاش میرے پاس لے آؤ۔

در کوفہ غریبم من کاشانہ ندارم	گوئی بروم ولی کجا؟ خانہ ندارم
گر تکیہ بہ دیوار تو کردم، ز غریبی است	چون طائر دور از وطنم لانہ ندارم
بہر پسر فاطمہ چون نامہ نوشتم	غیر از غم آن خسرو فرزانہ ندارم

"میں کوفہ میں مسافر ہوں، یہاں پر میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ چاہتا ہوں جاؤں، لیکن کہاں؟ یہاں پر میرا کوئی گھر نہیں ہے۔
اگر میں نے آپ کی دیوار کا سہارا لیا ہے تو یہ اس لیے ہے چونکہ میں مسافر ہوں۔ چونکہ میں ایک پرندے کی مانند اپنے وطن سے دور ہوں یہاں پر میری کوئی آرام گاہ نہیں ہے۔
چونکہ میں پسر فاطمہ کو کوفہ میں آنے کے لیے خط لکھ چکا ہوں لہٰذا اس بادشاہ پر آنے والی مشکلات کے علاوہ اور کوئی غم نہیں ہے"۔

مسلم بن عقیل کی شجاعت

جب طوعہ نے مسلم بن عقیل کو یہ خبر دی کہ گھر کا محاصرہ ہو چکا ہے تو آپ نے زرہ زیب تن کی، تلوار ہاتھ میں لی اور طوعہ کے گھر سے باہر نکلنے کے لیے تیار ہوئے۔ بوڑھی مومنہ طوعہ نے عرض کیا: اے میرے آقا و مولا! میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ موت کے لیے آمادہ ہیں۔

آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! ایسا ہی ہے کیونکہ موت سے چھٹکارا نہیں ہے۔ آپ دروازے کی طرف گئے۔ ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور محمد بن اشعث کے لشکر پر حملہ کیا اور ایک سو اسی افراد کو واصلِ جہنم کیا۔

محمد بن اشعث نے جب مسلمؑ کی شجاعت و بہادری دیکھی تو کسی کو ابن زیاد کے پاس روانہ کیا کہ اس کی مدد کے لیے کچھ سوار و پیادہ فوج بھیجی جائے کیونکہ مسلمؑ بن عقیلؑ نے میدان کارزار میں لاشوں کے ڈھیر لگا دیے ہیں۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو پیغام بھیجا اور کہا: تمہاری ماں تمہارے غم میں بیٹھے، کیا ایک آدمی سے اتنی قتل و کشتار ممکن ہے۔ مزید کہا کہ اس وقت کیا کرو گے جب تمہیں مسلمؑ سے زیادہ بہادر آدمی یعنی حسینؑ بن علیؑ کے مقابلے میں بھیجا جائے۔

محمد بن اشعث نے ابن زیاد کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا: اے ابن زیاد! تم یہ خیال کر رہے ہو کہ ہمیں کوفہ کے پھیری والے یا حیرہ کے موچی کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا ہے بلکہ ہمیں ایک نامور جنگ جو، شجاع ترین، شیر کی مانند شکار کرنے والے اور رسولؐ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کا خط پڑھنے کے بعد پانچ سو مزید فوجی بھیجے، لیکن انہیں بھی ہزیمت اُٹھانا پڑی۔ (الحسن تمیمی، ص ۱۴۸۔ روضۃ الشہداء، ص ۱۸۱۔ بحار، ج ۴۴، ص ۳۵۴۔ معالی السبطین، ص ۱۳۵)

عن عمرو بن دینارٍ قَالَ: اَرسَلَ الحُسَينُ مُسلِم بنَ عَقِيل اِلَى الكُوفَةِ وَ كَانَ مِثلَ الاَسَدِ ، قَالَ عمرو وَغَيرُهُ: وَلَقَد كَانَ مِن قُوَّتِهِ اِنَّهُ يَاخُذُ الرَّجُلَ بِيَدِهٖ فَيَرمِي بِهٖ فَوقَ البَيتِ (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۳۵۴۔ نفس المہموم، ص ۵۷)

''عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ اس نے کہا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے مسلمؑ بن عقیلؑ کو کوفہ بھیجا، وہ شیر کی مانند شجاع تھے۔

عمرو کہتا ہے مسلمؑ بن عقیل اس قدر طاقت ور تھے کہ جسے بھی پکڑتے اُسے اُٹھا کر چھت پر پھینک دیتے"۔

ابو مخنف کہتے ہیں: ابن زیاد کے لشکری چھت پر چڑھ گئے اور اس مخلص اور صاحب ایمان شخص پر آگ برسائی۔ بالآخر ان لوگوں نے اس شیر خدا کے راستے میں ایک کھڈا کھودا، جس میں یوسف زہرا سلام اللہ علیہا کو گرایا۔ (مفتاح البکاء، ص ۶۹)

کوفیوں کا مکر و فریب

کتاب "ابصار العین" میں نقل ہوا ہے کہ محمد بن اشعث نے مسلمؑ بن عقیل سے کہا: اے جوان! ہم تمہیں امان دیتے ہیں، اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو، ہم تمہارے ساتھ جھوٹ نہیں بول رہے، کوئی مکر و فریب نہیں کر رہے، اس قدر غرور مت کرو، تم جن لوگوں کو دیکھ رہے ہو تمہارے چچا کی اولاد ہیں، یہ تمہارے قاتل نہیں ہیں۔

دوسری طرف یہ تھا کہ مسلمؑ بن عقیل کا بدن مبارک زخموں سے چور چور ہو چکا تھا اور پیاس بھی غالب آ چکی تھی۔ انہوں نے دیوار کا سہارا لیا لیکن محمد بن اشعث مسلسل یہ کہتے ہوئے کہ آپ کو امان دی گئی ہے، ان کے نزدیک ہوتا گیا۔ حضرت مسلمؑ نے کہا: ہاں اسی طرح دوسرے افراد نے بھی یہی کہا کہ آپ کو امان دی گئی ہے لیکن عمرو بن عبیداللہ بن العباس نے کنایہ کرتے ہوئے کہا: امان دینے کی کیا ضرورت ہے۔

خسروا گشتہ سفیر تو گرفتار امشب ... جز خداوند بزرگش نبود یار امشب
کوفیان چون کہ بہ پیمان شکنی مشہورند ... نہ عجب گر کہ مرا نیست طرف دار امشب
میوۂ باغ عقیلم بہ سرم سنگ زنند ... گشتہ ام درکف کفار گرفتار امشب
چاہِ کندہ است سر راہ بمن خستہ زکین ... این گروہی کہ بود ملحد غدار امشب

"اے ہمارے بادشاہ! آج رات آپ کا سفیر گرفتار ہو گیا ہے، آج کی رات اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی بھی یار و مددگار نہیں ہے۔
چونکہ کوفہ والے وعدہ شکنی میں مشہور و معروف ہیں، یہ کوئی انوکھی بات

نہیں ہے کہ آج رات میرا کوئی بھی طرف دار موجود نہیں ہے۔
میں عقیل کے باغ کا پھل ہوں، انہوں نے میرے سر پر پتھر
برسائے ہیں۔ آج رات میں کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا ہوں۔
ان لوگوں نے میرے راستے پر کنواں کھودا جب کہ میں تھکا ماندہ تھا۔
آج کی رات یہ غدار ملحدین کا ایک ٹولہ تھا"۔

حضرت مسلمؑ بن عقیل نے فرمایا: تم لوگ اگر مجھے پناہ نہ دیتے تو میں کبھی بھی اپنے آپ کو تمہارے حوالے نہ کرتا۔ اس وقت ان لوگوں نے جناب مسلمؑ کو محاصرے میں لے لیا اور ان سے تلوار لے لی۔ حضرت مسلمؑ زندگی سے ناامید ہو چکے تھے۔ آنکھوں سے آنسو برساتے ہوئے فرمایا: یہ تمہارا پہلا فریب ہے جو تم لوگوں نے میرے ساتھ کھیلا ہے۔

محمد بن اشعث نے کہا: امید ہے تجھے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

مسلمؑ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے تمہاری امان کدھر گئی اور فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰاجِعُوْن۔ اس وقت آپؑ نے گریہ کیا۔ (ابصار العین، ص ۴۴۔ الانساب الاشراف، ج ۲، ص ۸۳۔ حیاۃ الحسین، ج ۲، ص ۳۹۷)

جس وقت حضرت مسلمؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس وقت عبید اللہ سلمی کہتا ہے جو کسی شے کا طلب گار ہوتا ہے جیسا کہ آپؑ ہیں اسے گریہ نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت مسلمؑ کا جواب

حضرت مسلمؑ بن عقیل کہتے ہیں: خدا کی قسم! میں اپنے لیے گریہ نہیں کر رہا ہوں اور نہ مجھے قتل ہونے سے کوئی خوف ہے۔ لیکن میں تو اپنے آقا و مولا اور ان کے اہلِ بیت کی وجہ سے گریہ کر رہا ہوں۔ حضرت مسلمؑ بن عقیل نے محمد بن اشعث سے کہا کہ ایک شخص کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بھیج دو اور اسے کہو کہ میرے آقا و مولا کی خدمت میں میرا سلام پیش کردے اور انہیں یہ بتائے کہ میں جب کوفہ سے نکلا ہوں اس وقت مسلمؑ بن عقیل کو ابن زیاد کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور وہ انہیں قتل کیے بغیر نہیں

چھوڑیں گے۔ اے رسولؐ خدا کے فرزند! کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل کوفہ آپ کو بھی دھوکا دیں۔

حضرت مسلمؑ اور پیاس کی شدت

جس وقت حضرت مسلمؑ کو تشنہ لب دارالامارہ کی جانب لے جا رہے تھے تو آپؑ کی نگاہ ایک سقایہ بنام عمارہ بن عقبہ پر پڑی، آپؑ نے اسے فرمایا: اے شیخ مجھے دو گھونٹ پانی پلا دو، اگر زندہ رہا تو اس کی تلافی کروں گا اور اگر موت آ گئی تو پھر قیامت کے دن اللہ اور اس کا رسولؐ آپ کو اجر دیں گے۔ اس شخص نے پانی کا پیالہ مسلمؑ کے ہاتھ میں دیا۔ جب وہ پینے کی غرض سے ہونٹوں کے نزدیک لے گئے تو اس برتن میں آپؑ کے منہ سے خون اور دانت گر گئے۔ (الحسن، ص ۱۳۵۔ مفتاح البکا، ص ۳۵۔ مقتل ابی مخنف، ص ۳۵)

کتاب ''الابصار العین'' میں منقول ہے کہ مسلمؑ تین مرتبہ پانی کا پیالہ ہونٹوں کے قریب لائے، ہر دفعہ وہ خون سے بھر جاتا۔ جب تیسری مرتبہ لے گئے تو پیالے میں آپؑ کے دانت گر گئے اور آپؑ نے فرمایا:

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، لَوْ كَانَ مِنَ الرِّزْقِ الْمَقْسُوْمِ لِي لَشَرِبْتُهٗ

''سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں، اگر یہ پانی میری قسمت میں ہوتا تو میں ضرور اسے پیتا''۔

قتل گاہ حضرت مسلمؑ بن عقیل

کوفہ والے حضرت مسلمؑ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گئے جو دارالامارہ کے ایوان میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب حضرت مسلمؑ کو لایا گیا تو انہوں نے ابن زیاد پر سلام نہ بھیجا۔ سپاہیوں نے کہا: آپ نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا؟ حضرت مسلمؑ نے اس وقت فرمایا: کیونکہ اس سلام میں نہ دنیا کی سلامتی دیکھ رہا ہوں اور نہ آخرت کی۔

حسین علیہ السلام وقت کے امام

جب حضرت مسلمؑ کو ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو اس نے کچھ مدت کے لیے اپنا

سر جھکائے رکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر بولا: تم نے کیوں وقت کے امام کے خلاف خروج کیا ہے اور فتنہ وفساد پھیلا رکھا ہے؟

حضرت مسلمؑ نے کہا: وقت کے امام میرے آقا ومولا حسینؑ بن علیؑ ہیں اور انہی کے حکم پر اس شہر میں آیا ہوں اور جو کچھ میں نے کیا ہے حق کے لیے کیا ہے لیکن پتھر دل لوگوں نے نہیں چھوڑا کہ حق حقدار تک پہنچے۔

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی وصیت

حضرت مسلمؑ نے فرمایا: اے ابن مرجانہ! مجھے یقین ہے تو مجھے قتل کر دینے کا حکم صادر کرے گا، لیکن قبل اس کے کہ تو مجھے قتل کرے، قبیلۂ قریش کے کسی شخص کو میرے پاس بھیجو تا کہ اسے کچھ وصیتیں کروں۔ آپؑ نے وہاں پر عمرو بن سعد کو دیکھا اور اس سے کہا: اے ابن سعد! تمہارے ساتھ رشتہ داری ہونے کی بناء پر تمہیں تین وصیتیں کرتا ہوں، امید ہے کہ انہیں قبول کرو گے:

① میں اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں، میرے بعد میرا گھوڑا فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔ ابن سعد نے اسے قبول کیا۔

② مجھے معلوم ہے کہ مجھے شہید کرنے کے بعد میرا سر میرے بدن سے جدا کر کے شام بھیجا جائے گا لہٰذا ان لوگوں سے میرا جنازہ لے کر کسی مناسب مقام پر دفن کر دینا۔

③ میرے آقا ومولا حسین بن علی علیہ السلام کو خط لکھو اور اس میں ذکر کرو کہ کوفہ والوں نے بے وفائی کی ہے، تیرے چچازاد بھائی کو قتل کر دیا ہے، ہرگز کوفہ تشریف نہ لائیں۔

ابن زیاد نے وہاں پر موجود لوگوں سے کہا: تم میں سے کون ایسا ہے جو مسلمؑ بن عقیلؑ کو دارالامارہ کی چھت پر لے جا کر اس کا سرتن سے جدا کرے؟

ابن بکیر بن حمران نے کہا: یا امیر! یہ کام میں کروں گا کیونکہ اس نے آج ہی میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ پس وہ حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کو پکڑ کر دارالامارہ کی چھت پر لے گیا۔

آپ راستے میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے رہے اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اُحکُمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَومِنَا بِالحَقِّ

''اے میرے معبود! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرما''۔

ان لوگوں نے خود دعوت دے کر ہمیں بلایا ہے۔ جب ہم آچکے ہیں تو ان لوگوں نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا ہے۔ جب ابن بکیر آپ کو دارالامارہ کی چھت پر لے گیا تو آپ نے مکہ معظمہ کی طرف منہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ......

''اے رسولؐ خدا کے بیٹے! آپ پر سلام ہو''۔

کیا آپ کو کوئی اطلاع ہے کہ مسلمؑ پر کیا گزر رہی ہے؟

اے بادِ صبا زروی یاری سوی حرمِ خدا گزر کن
شہزادہ حسینؑ را چو بینی بنشیں و حدیث مختصر کن
برگوی کہ مسلمؑ ستمکش شہ کشتہ تو چارہ دگر کن

''اے بادِ صبا! دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے حرمِ خدا کی جانب سے گزر۔ جب شاہ زادے حسینؑ بن علیؑ کو دیکھو تو وہاں ٹھہر کر انہیں مختصر سا پیغام دو کہ مسلمؑ ظلم وستم سے قتل ہو چکا ہے لہٰذا آپ کوئی اور راستہ اختیار کریں''۔

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی آرزو

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ نے کہا: اے فرزند رسولؐ خدا! میری آرزو تھی کہ اپنی دکھاری آنکھوں کو ایک مرتبہ اور آپ کے دیدار مبارک سے منور کروں لیکن عمر نے وفا نہیں کی، لہٰذا وعدۂ دیدار قیامت پر موقوف ہے۔ (روضۃ الشہداء، ص ۱۴۲)

جزری کہتا ہے: حضرت مسلمؑ کو قصر کی چھت پر لے گئے، آپ مسلسل استغفار کرتے رہے اور تسبیح خدا میں مشغول رہے۔ پس انہیں اس قدر بلندی پہ لے جا کر قتل کیا،

جہاں سے جوتوں کا بازار نظر آتا تھا۔ ان کا سرتن سے جدا کرنے کے بعد ان کے جسدِ اطہر کو نیچے گرا دیا۔ جب بکیر نامی شخص قصر سے نیچے آیا تو ابن زیاد نے اس سے پوچھا: جب تم اسے اُوپر لے جا رہے تھے اس نے کیا کچھ کہا ہے؟

بکیر نے جواب دیا: وہ مسلسل تسبیح خدا اور استغفار کرتے رہے۔ (ارشاد شیخ مفیدؒ، ص ۴۱۱)

جب ان کا تشنہ لب سرتن سے جدا کیا اور بدن کو نیچے گرایا، اس کے ساتھ ہی سر بھی نیچے پھینک دیا۔ اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کا سر دمشق بھیجا جائے اور بدن کو کوفہ کے دروازے پر لٹکا دیا جائے۔ بنی ہاشم کے سب سے پہلے شہید مسلمؑ تھے اور سب سے پہلا سر بھی انہی کا تھا جسے دمشق بھیجا گیا۔ ①

کتاب "مناقب" میں نقل ہوا ہے کہ مسلمؑ و ہانیؒ کا سر دمشق بھیج دیا گیا اور جنازوں کو دمشق کے بازار میں گھسیٹا گیا اور دمشق کے دروازے پر لٹکا دیا۔ بنی مذحج کے افراد نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے، ان لوگوں نے جنگ لڑی، حضرت مسلمؑ اور حضرت ہانیؒ کے جنازے لینے کے بعد انہیں غسل و کفن دیا اور سپرد خاک کر دیا۔ (دمع السجوم، ص ۵۵)

ہانیؒ بن عروہ کی شہادت

ابن زیاد نے ہانیؒ بن عروہ کو بلا کر کہا: اے ہانیؒ! کیا تمہیں اپنی زندگی پیاری ہے یا مسلمؑ بن عقیل کی؟

ہانیؒ نے جواب دیا: میری ہزار زندگیاں حضرت مسلمؑ پر قربان لیکن اے ابن زیاد! تو صاحب اختیار ہے یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

---

① حضرت مسلمؑ نے بروز منگل بتاریخ آٹھ ذی الحجہ ۶۰ھ کو شہر کوفہ میں قیام کیا اور اسی مہینے کے چوتھے دن یعنی روز عرفہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ جس دن حضرت مسلمؑ بن عقیل نے حکومت یزید کے خلاف قیام کیا اسی دن حضرت امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ سے عراق کی طرف سفر کا آغاز کیا۔ (ارشاد، ص ۳۰۴)

اس نے کہا: میں نے مسلمؑ کو تلاش کیا ہے اور پتہ چلا ہے کہ وہ تمہارے گھر میں ہے۔ خدا کی قسم! اسے تمہارے گھر سے ہر قیمت پر باہر نکالوں گا۔

قَالَ عُبَيدُ ابنِ زِيَاد: لَا وَاللهِ لَا مَنَاصَ لَكَ مِنِّي إِلَّا بَعدَ أَن تُسَلِّمَهُ إِلَيَّ ، قَالَ: لَا يَكُونُ أَبَدًا ...... فَقَالَ هَانِي: وَيلٌ وَاللهِ عَلَيَّ أَعظَمُ العَارِ أَن أُسَلِّمَ جَارِي وَضَيفِي ، وَرَسُولَ ابنِ رَسُولِ اللهِ فَقَالَ ابنُ زِيَادٍ! إِن لَم تَحضُرهُ لَأَضرِبَنَّ عُنُقَكَ وَضَرَبَهُ قَضِيبًا عَلَى أَنفِهِ وَجَبهَتِهِ حَتَّى هَشَمَهُ (مناقب، ج ۴، ص ۱۰۰)

''عبداللہ بن زیاد نے کہا: اے ہانیؓ! تمہارے پاس مسلمؑ کو میرے حوالے کرنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے جبکہ تم کبھی بھی ایسا نہیں کرو گے۔

ہانیؓ نے کہا: خدا کی قسم! یہ میرے لیے ننگ و عار ہے کہ میں اپنے مہمان کو تمہارے سپرد کروں۔ وہ فرزندِ رسولؐ خدا کے سفیر ہیں۔

پس ابن زیاد نے کہا: اگر تم اسے حاضر نہیں کرو گے تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا (اور اس کے علاوہ یہ جسارت کی) کہ اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی اس کی ناک اور پیشانی پر ماری، جس سے ہانیؓ بن عروہ کی پیشانی زخمی ہوگئی''۔

کتاب ''روضۃ الشہداء'' میں نقل ہوا ہے کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ تازیانہ لایا جائے، ان کے کپڑے اتار دیے گئے، جبکہ ہانیؓ کی عمر ۹۰ سال تھی۔ رسولؐ خدا کا صحابی تھا اور آپؓ نے کافی عرصہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں گزارا۔

ابن زیاد نے کہا: اسے پانچ سو تازیانے مارے جائیں، انہیں تازیانے مارے گئے جن کی وجہ سے وہ بے ہوش ہوگئے اور تازیانے مارنے کی وجہ سے شہید ہوگئے۔

(عقد الفرید، ج ۴، ص ۲۷۸۔ مناقب، ج ۴، ص ۱۰۲۔ اخبار الطوال، ص ۲۱۶۔ روضۃ الشہداء، ص ۱۷۶۔ بیت الاحزان قمی، ص ۵۴)

کتاب ''ارشاد القلوب'' میں روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت مسلمؑ بن عقیل کی شہادت کے بعد محمد بن اشعث نے ہانیؓ بن عروہ کے بارے میں ابن زیاد سے گفتگو کی، ان دونوں کے مذاکرات اس بات پر ختم ہوئے کہ محمد بن اشعث نے کہا:

تم کوفہ میں ہانیؓ کی اہمیت اور ان کے قبیلہ سے آگاہ ہو۔ ان لوگوں کو معلوم ہے کہ میں اور اسماء بن خارجہ نے اسے آپ کی خدمت میں حاضر کیا ہے لہٰذا اسے معاف کر دیں اور قتل نہ کریں کیونکہ اگر وہ آپ کے ہاتھوں قتل ہو گیا تو کوفہ میں موجود ان کے حامی ہمارے دشمن بن جائیں گے۔

ابن زیاد نے اس سے وعدہ کیا کہ میں اسے قتل نہیں کروں گا لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ اپنے وعدے پر نادم ہوا اور حکم دیا کہ ہانیؓ کو بازار میں لے جا کر قتل کر دیا جائے۔ ہانیؓ کو حکم کے مطابق دست بستہ بازار لے گئے۔ کوفہ کی بکر منڈی میں ابن زیاد کے ترک غلام نام رشید نے ان پر تلوار سے حملہ کیا لیکن حملہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ ہانیؓ بن عروہ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

اے میرے خالق! تیری رضا کے لیے تیرے پاس آ رہا ہوں۔ پھر دوبارہ ابن زیاد کے غلام نے ہانیؓ پر تلوار سے وار کیا اور انہیں شہید کر دیا۔ (ارشاد القلوب، ص ۳۱۳۔ معالی السبطین، ص ۱۵۰)

بہ کوفہ استقامت کرد ھانیؓ   ز مولایش اطاعت کرد ھانیؓ
اگر بنوشتہ نامہ سوی مسلمؑ   از او دایم حمایت کرد ھانیؓ
اگر کشتند مسلم را بہ کوفہ   بہ دنیالش قیامت کرد ھانیؓ

''حضرت ہانیؓ نے اپنے مولا کی اطاعت کرتے ہوئے کوفہ میں
استقامت سے کام لیا۔ اگر ہانیؓ نے حضرت مسلمؑ کے نام خط لکھا ہے

تو ہمیشہ اس کی حمایت کی ہے۔ اگر حضرت مسلمؑ کو کوفہ میں قتل کر دیا گیا تو ہانیؒ نے کوفہ میں قیامت برپا کر دی"۔

مکہ معظمہ سے روانگی

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے ۲۹ رجب المرجب کو مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ماہ شعبان کے کچھ دن سفر میں گزارے، شعبان کے باقی ایام سمیت ماہِ مبارک رمضان، شوال، ذی قعدہ اور آٹھ ذی الحجہ تک مکہ میں تشریف فرما رہے۔ اس دوران حجاز اور بصرہ کے کچھ لوگوں نے آپؑ سے ملاقاتیں کیں اور آپؑ کے اصحاب میں شامل ہو گئے۔ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے عراق کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا تو پہلے بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور احرام اُتارا اور حج کو عمرہ میں تبدیل کیا۔ کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ اگر وہ حج کے ایام تک وہاں رہیں گے تو انہیں گرفتار کر کے یزید کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اسی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اہلِ بیت، شیعوں اور اصحاب کے ہمراہ عراق کی جانب سفر اختیار کیا۔

یہ بات کہ آنحضرتؑ کا سفر حضرت مسلمؑ کے قیام سے مصداق ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؑ حضرت مسلمؑ کے ساتھ ہونے والے واقع سے آگاہ نہیں تھے۔ (ارشاد القلوب، ص ۳۱۴۔ اسرار الشہادۃ، ص ۲۴۳۔ مروج الذھب، ج ۳، ص ۷۰۔ قمقام زخار، ج ۱، ص ۳۲۷)

فرزدق شاعر سے روایت

شاعر فرزدق سے روایت منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں ۶۰ ہجری کو اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ جب وہ اپنی والدہ کے اُونٹ کی مہار کھینچے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ تلواروں اور سپروں کے ساتھ مکہ سے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کاروان کس کا ہے؟ لوگوں نے

بتایا کہ حسین بن علیؑ کا ہے۔ جب میں نے ان کا اسم مبارک سنا تو بہت خوش ہوا اور ان کی خدمت اقدس میں شرفیاب ہوا اور سلام و آداب بجا لاتے ہوئے عرض کی: خداوند قدوس آپ کو آپ کی آرزوؤں تک پہنچائے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اب تو حج کے اعمال شروع ہو چکے ہیں، آپ کیوں مکہ سے اتنی جلدی جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں مکہ سے جلدی روانہ نہیں ہوتا تو مجھے گرفتار کر لیں گے۔

کوفیوں کا ارادہ کیا ہے؟

فرزدق کہتے ہیں: حضرت امام حسین علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: میں ایک عرب ہوں۔ خدا کی قسم! اس سے زیادہ انہوں نے مجھ سے احوال پرسی نہ کی۔

آپ نے پوچھا: کوفہ کے لوگوں کا میرے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ میں نے عرض کی: ان کے دل آپ کے ساتھ اور ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔ باقی خدا بہتر جانتا ہے۔

آپ نے فرمایا: ہاں آپ سچ کہتے ہیں۔ ہر کام کی باگ ڈور خدا کے دستِ قدرت میں ہے جس کی نیت صاف ہے اور اس کا باطن تقویٰ سے دھلا ہوا ہے وہ اسے اپنے آپ سے ہرگز دور نہیں کرتا۔ (مطالب السوال فی مناقب آل الرسول، ص ۷۴۔ بحار، ج ۴۴، ص ۳۶۵۔ فصول المہمہ، ص ۱۹۷۔ مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۲۲۳۔ اسرار الشہادہ، ص ۲۲۵۔ مناقب، ج ۴، ص ۱۰۴)

خانۂ خدا کا احترام

کتاب ''کامل الزیارۃ'' میں ابی جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب سید الشہداء علیہ السلام مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن زبیر بھی آپ کو رخصت کرنے کی غرض سے باہر آیا اور کہا: اب تو حج کا موقع ہے، آپ خانۂ خدا کو چھوڑ کر عراق جا رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: اس لیے جا رہا ہوں کہ خانہ خدا کی حرمت ضائع نہ ہو۔ اگر میری قبر اعفر (ایک ٹیلے کا نام ہے) میں ہو تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ خداوند اکبر کے حرم میں ہو۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ عمرو بن سعید جو یزید کی جانب سے حجاز کا والی تھا، نے اپنے بھائی یحییٰ کو کچھ افراد کے ہمراہ بھیجا تا کہ امام کو اس سفر سے روکا جائے۔ ان لوگوں نے آپ کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن آنحضرتؑ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ (اسرار الشہادہ، ص ۲۴۵)

مکہ میں امامؑ کا خطبہ

خُطَّ الْمَوْتُ عَلٰی وُلْدِ آدَمَ مَخَطَّ الْقَلَادَةِ عَلٰی جِیدِ الْفَتَاةِ

امام علیہ السلام نے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

موت اولادِ آدمؑ کے لیے یوں سجاوٹ ہے جیسے دوشیزہ کے گلے میں ہار۔ مجھے اپنے اسلاف (جد، پدر، مادر اور برادر) سے ملاقات کرنے کا اس قدر شوق ہے، جس قدر حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ میرے لیے ایک مقتل گاہ کا بندوست کیا گیا ہے، لہٰذا میرے لیے ضروری ہے کہ وہاں جاؤں۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں صحرا و بیابان کے بھیڑیے میرے بدن کے تمام اعضاء علیحدہ علیحدہ کر رہے ہیں۔ پس جو کچھ قلمِ تقدیر نے لکھا ہے اس سے کوئی گریز نہیں ہے۔ ہم اہلِ بیتؑ خدا کی خوشنودی پر خوش ہیں اور مصائب پر صابر ہیں۔ (کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۴۱۔ حیاۃ الحسین، ج ۳، ص ۴۸۔ فرہنگ عاشورہ، ج ۱، ص ۳۶۹)

جسے کرب و بلا کا شوق، بسم اللہ

کُلُّ یَوْمٍ عَاشُورَاء وَکُلُّ أَرْضٍ کَرْبَلَاء

"جسے بھی شوقِ کربلا ہو بسم اللہ!"

یہ اشعار حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی اس گفتگو سے مستفاد ہیں جو آپؑ نے

کوفہ و کربلا کی جانب روانگی کے وقت فرمائی تھی۔

وَمَن كَانَ بَاذِلًا فِينَا مُهجَتَهُ مُوطِنًا عَلٰى لِقَاءِ اللّٰهِ نَفسَهُ
فَليَرحَل مَعَنَا فَإِنِّي رَاحِلٌ مُصبِحًا إِن شَاءَ اللّٰهُ

"جو کوئی بھی ہماری خاطر جاں نثاری کرتے ہوئے خداوند متعال سے ملاقات کا امیدوار ہے وہ ہمارے ساتھ کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جائے کیونکہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ کل صبح کے وقت روانہ ہونے والے ہیں"۔

بیا اے دوست تا باہم بسوزیم چو شمع محفل ماتم بسوزیم
من و تو سوگوار یک عزیزیم بیا تا ہر دو در یک غم بسوزیم
چو می باید بسوزد سینہ بگداز بہ یاد عترتِ خاتم بسوزیم
نسوزد آفتابِ حشر ما را اگر از داغ او یک دم بسوزیم

"اے میرے دوست آئیں باہم مل کر اس شمع کی طرح جلتے ہیں جو محفلِ ماتم کے لیے جلائی جاتی ہے۔
میں اور آپ ایک ہی عزیز کے سوگوار ہیں، آئیں دونوں مل کر ایک ہی کے غم میں ماتم برپا کرتے ہیں۔
چونکہ سینے کو جلنا چاہیے لہٰذا چھوڑ دیں کہ خاتم المرسلینؐ کے عترتؑ کے لیے جلیں۔
عشق حسینؑ میں جلنا ہی کمال ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان کی مجلس عزا میں کم جلیں اور ان کے غم کو معمولی سمجھیں۔
اگر ہم ان کے غم کا داغ سینہ میں لے کر جائیں گے تو حشر کے دن آفتاب کی گرمی ہمیں نہیں جلائے گی"۔

❁❁❁

ساتویں فصل

منازلِ کاروانِ کربلا ①

حاجر:

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ چلتے چلتے جب مقامِ حاجر پر پہنچ چکا تھا لیکن ابھی تک امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلمؑ بن عقیل کی شہادت کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ وہاں سے آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو مسلم بن عقیل کے نام خط دے کر کوفہ کی جانب روانہ کیا۔

---

① مکہ سے مدینہ کے درمیان کئی ایک منازل ہیں۔ ہم یہاں پر اختصار کا لحاظ کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں کچھ مشہور منزلوں کا ذکر کرتے ہیں (منزل اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر مسافر دورانِ سفر آرام کرنے کے لیے رُکتے ہیں)

۱- تنعیم: یہ منزل مکہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے اور مکہ کے نزدیک ترین مواقیت میں سے ہے (مواقیت اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے حاجی حضرات احرام باندھتے ہیں) وہاں پر ایک مسجد ہے، اس کے دائیں طرف کوہِ نعیم اور بائیں جانب کوہِ ناعیم ہے، اس صحرا کو نعیمان کہتے ہیں۔ اب یہ مقام تقریباً مکہ سے متصل ہو چکا ہے (اولین مقتل سالار شہیداں، ص ۱۲۷۔ معجم البلدان، ج ۲، ص ۴۱۶)

۲- صفاح: یہ منزل حنین کے درمیان واقع ہے۔ وہاں پر احرام باندھنے کی جگہ مشخص کی ہوتی ہے۔ (حنین مکہ اور طائف کے درمیان وہ جگہ ہے جہاں پر رسولِ خدا نے کفار کے ساتھ جنگ لڑی تھی)

۳- حاجر: حاجر ایسی منزل ہے جو صحرا میں واقع ہے، بصرہ اور کوفہ سے مدینہ منورہ کی طرف جانے والے دونوں راستے یہاں پر مل جاتے ہیں۔ (دمع السجوم، ص ۸۳)

۴- خزیمہ: خزیمہ ایسی منزل ہے جو زرود کے بعد واقع ہے۔

۵- زرود: یہ منزل کوفہ کے راستے میں خزیمہ اور ثعلبیہ کے درمیان واقع ہے۔ (معجم البلدان، ج ۳، ص ۳۲۷)

قیس بن مسہر جب آنحضرت کا خط لے کر قادسیہ تک پہنچے تو وہاں پر عبید اللہ بن زیاد کی فوج کے کمانڈر حصین بن نمیر [1] نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کی جانب روانہ کر دیا۔
ابن زیاد نے قیس صیداوی سے کہا: اگر تم منبر پر جا کر حسینؑ بن علیؑ اور اس کے باپ علیؑ کو برا بھلا کہو گے تو تمہیں چھوڑ دوں گا۔

قیس منبر پر گئے اور بلند آواز سے کہا: اے لوگو! حسینؑ بن علیؑ اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق اور رسولؐ خدا کی دختر فاطمہ سلام اللہ علیہا کا فرزند دلبند ہیں۔ مجھے انہوں نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میں ان سے مقامِ حاجر سے علیحدہ ہوا ہوں۔ اب تم لوگوں پر واجب ہے

۶- ثعلبیہ: یہ منزل شقوق کے بعد واقع ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے جو کوفہ سے مکہ کی طرف جاتے ہیں۔ یہ منزل طائفہ بنی اسد کے ایک شخص کی طرف منسوب ہے۔ (معجم البلدان)
۷- زبالہ: یہ منزل شقوق سے پہلے واقع ہے۔ یہ منزل بھی کوفہ سے مکہ جانے والوں کے لیے ہے۔ زبالہ ایک عورت کا نام ہے۔ (معجم البلدان)
۸- بطن العقبہ: یہ منزل واقصہ کے بعد اور قاع سے پہلے مکہ کے راستے میں واقع ہے۔
۹- شراف: یہ منزل واقصہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے اور شراف نامی شخص کی طرف منسوب ہے۔ وہاں پر ایک چشمہ ہے جس کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہے۔ (معجم البلدان)
۱۰- ذو حسم: ایک پہاڑ کا نام ہے عزیب الھجانات تک اس کا فاصلہ ۳۳ میل ہے۔
۱۱- بیضہ: یہ منزل واقصہ اور عذیب الھجانات کے درمیان واقع ہے۔ یہاں پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور لشکر حُر کے سامنے خطبہ دیا تھا۔ (معجم البلدان)
۱۲- عذیب الھجانات: یہ وہ مقام ہے جہاں پر نعمان بن منذر کے گھوڑے چرتے تھے۔ یہ عراق کی سرحد ہے۔ اس کا قادسیہ تک چار میل کا فاصلہ ہے۔ (دمع السجوم ص ۲۰۱۔ اولین مقتل، ص ۱۵۷)
۱۳- قصر بنی مقاتل: یہ منزل قریات، قطقطانہ اور عین التمر کے درمیان واقع ہے۔ (معجم البلدان)

[1] حصین بن نمیر کندی بنی اُمیہ کے زمانے کا سرسخت، سنگ دل اور ظالم قسم کا فوجی جرنیل تھا۔ اس نے ہی خانہ کعبہ پر سنگ باری کی تھی۔ ابراہیم اشتر کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ میں فوج کے دائیں دستے کا کمانڈر تھا۔ اسی جنگ میں یہ واصل جہنم ہوا۔ یہ جنگ ۶۷ھ میں لڑی گئی۔ (التہذیب ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۷۱۔ الاعلام، ج ۲، ص ۲۶۲)

کہ ان کی دعوت پر لبیک کہو۔ اس کے بعد عبیداللہ اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور امیرالمومنین علی علیہ السلام پر درود وسلام بھیجا۔ جب ابن زیاد کو پتہ چلا کہ قیس صیداوی نے یوں کیا ہے تو اس نے حکم دیا کہ انہیں دارالامارہ کی چھت سے نیچے گرایا جائے۔ اس کے نوکروں نے یونہی کیا۔ ان کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ (اولین مقتل سالار شہداء، ج۱، ص ۱۲۹۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۱۸-۱۱۹۔ ارشاد القلوب، ص ۳۱۹۔ الکامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۴۱۔ مقتل الحسین خوارزمی، ج۱، ص ۲۳۵)

کتاب "ترجمہ الملہوف" میں مذکور ہے کہ جب سیدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کو قیس کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا:

اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے لیے ایسا مقام مقرر فرما جو پاک و بابرکت ہو اور انہیں اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرما۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (اسرار الشہادۃ، ص ۲۴۸۔ بحار، ج ۴۴، ص ۳۷۲۔ الکامل، ج ۴، ص ۵۰۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۱۹۔ مقتل آل صاحب جواہر، ص ۲۴)

زبالہ

حضرت امام حسین علیہ السلام جب منزل زبالہ پہنچے تو آپؑ حضرت مسلمؑ بن عقیل کی شہادت سے باخبر ہوئے۔ یہ خبر پھیلتے ہی لالچی اور دنیا پرست لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام سے علیحدہ ہو گئے اور آپ کے باوفا اور جانثار اصحاب باقی رہ گئے۔

راوی کہتا ہے: حضرت مسلمؑ کی شہادت کی خبر ملتے ہی اس قدر گریہ ہوا کہ زمین پر زلزلہ برپا ہوگیا۔ سب کی آنکھیں بارش کی مانند برس رہی تھیں۔ اس کے بعد سیدالشہداء علیہ السلام اس مقام کی طرف روانہ ہوئے جہاں پر خدا چاہتا تھا۔ فرزدق شاعر کی آپؑ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے سلام عرض کرنے کے بعد امام حسین علیہ السلام سے کہا:

اے فرزند پیغمبرؐ! آپؑ کوفیوں پر کس طرح سے اعتماد کرتے ہیں جبکہ ان لوگوں نے آپؑ کے چچازاد بھائی مسلمؑ اور آپؑ کے شیعوں کو قتل کیا ہے؟

آپ کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے، آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مسلمؑ پر اپنی رحمت نازل فرمائے، اس نے اپنا وظیفہ انجام دیا اور اللہ کو پیارے ہوگئے لیکن ابھی تک ہماری ذمہ داری باقی ہے۔ (مقتل الحسین خوارزمی، ج ۱، ص ۲۲۹۔ ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷ ص ۲۹۸۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۱۷۔ اسرار الشہادۃ، ص ۳۵۰۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۷۴۔ دمع السجوم، ص ۹۲۔ مقتل الحسین آل صاحب جواہر، ص ۲۵۔ محرق القلوب، ص ۱۱۰)

کتاب ''طوفان البکاء'' میں مذکور ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے منزل سوقہ پر نزول اجلال فرمایا تو ایک جانب تنہا تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ کی نگاہ ایک عرب پر پڑی جو کوفہ سے آرہا تھا۔ اس کا ہر عضو سراپائے شکایت بنا ہوا تھا۔ حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ نے اس شخص سے کوفہ کی صورت حال دریافت کی تو اس نے کہا:

خدا کی قسم! میں کوفہ میں ہی تھا کہ مسلمؑ اور ہانیؓ کو قتل کر دیا گیا تھا، ان کے سر دمشق بھیج دیے گئے تھے۔ آپؑ نے حضرت مسلمؑ کی شہادت کی خبر سنی تو زار وقطار گریہ کیا اور فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن!

یتیم نوازی امام حسین علیہ السلام

حضرت مسلمؑ کی شہادت کی خبر پانے کے بعد آپؑ خیمے میں تشریف لائے، حضرت مسلمؑ کی گیارہ سالہ بیٹی کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا، اس کے سر پر دست شفقت رکھا، وہ حیران ہو کر عرض کرتی ہے:

اے میرے آقا و مولا! میرے ساتھ یتیموں کی مانند شفقت فرما رہے ہیں، میرے خیال میں میرا باپ دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ پس حضرت مسلمؑ کی اولاد نے گریبان چاک کیے اور ہائے مسلمؑ کی فریاد بلند کی۔ کافی دیر تک گریہ کرتے رہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: چھوٹے بڑے سب قتل ہو جائیں گے اور جو جام شہادت انہوں نے پیا ہے ہم بھی نوش کریں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے گریہ کرتے ہوئے جناب مسلمؑ کی بیٹی سے فرمایا:

اے بیٹی! میں تمہارا بابا ہوں، میری بہن زینب تمہاری ماں، میری بیٹیاں تمہاری بہنیں اور میرے بیٹے تمہارے بھائی ہیں۔

مخور غم دختر غم پرور من سکینۂ گونہ باشی دختر من
اگر بابای تو شد کشتہ از کین برادر وار برتو اکبر من
کنار این ھمہ فرزند ھایم توھم، یک نور چشمہ دگر من
منم ھمدرد باشم باتو دختر ببین سوز دل و چشم تر من

''اے میری غم پرور بیٹی! اس قدر غم نہ کریں، تم بھی سکینہ کی مانند میری بیٹی ہو۔

اگر تمہارے بابا شہید ہو گئے ہیں تو میرا اکبر تمہارے بھائیوں کی مانند ہے۔ میرے ان بچوں کے ساتھ ساتھ تم بھی میری آنکھ کا نور ہو۔

اے میری بیٹی! میں بھی تمہارے ساتھ دکھ درد تقسیم کرتا ہوں۔ میرے غمگین دل اور روتی ہوئی آنکھوں کی طرف دیکھو''۔

ثعلبیہ

راوی کہتا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا سفر جاری رکھا، جب ثعلبیہ پہنچے تو ظہر کا وقت تھا۔ امام علیہ السلام نے سرہانے پر سر رکھا، ان کی آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بیدار ہوئے تو فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ غیب سے آواز آرہی تھی آپؑ راستے میں ہیں جبکہ موت آپؑ کو جنت کی طرف لے جارہی ہے۔ آپؑ کے بیٹے علی اکبرؑ نے سننے کے بعد عرض کی: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ

''بابا جان! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟''

آپؑ نے فرمایا: کیوں نہیں، اس کی قسم جس کی طرف سب کی بازگشت ہے۔

حضرت علی اکبرؑ نے کہا: پس ہمیں موت سے کوئی خوف نہیں ہے۔

زمردن ہیچ پروائی ندارم　　که با مردن سوی حق رهسپارم
ز جان دادن همیشه زنده گردیم　　بر عالم درس آموزنده گردیم

"مجھے موت سے کوئی خوف اور ڈر نہیں ہے کیونکہ موت حق تعالیٰ سے ملاقات کا سبب ہے۔
اگر راہِ خدا میں جان قربان کردیں گے تو ہمیشہ کے لیے زندہ رہیں گے اور دنیا والوں کے لیے ایک درس بن جائیں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے رات وہاں پر ہی گزاری۔ صبح کے وقت اباہرہ ازدی کوفی امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کرنے کے بعد عرض کرتا ہے:

اے فرزند رسولؐ! آپ کو کس چیز نے مجبور کیا ہے کہ آپؑ نے خانۂ خدا، حرمِ رسولؐ خدا اور اپنے جدامجد کی قبر کو چھوڑا ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے اباہرہ! افسوس ہے تمہارے اُوپر، بنی اُمیہ نے ہمارا مال چھینا، ہم نے صبر کیا، انہوں نے ہمارے احترام کو پامال کیا، ہم نے صبر کا دامن نہ چھوڑا، لیکن اب وہ ہمارا خون بہانا چاہتے تھے، لہٰذا ہم وہاں سے چلے آئے ہیں۔ خدا کی قسم! سرکش اور باغیوں کا گروہ ہمیں قتل کرے گا۔ خدا انہیں لباسِ ذلت نصیب کرے، ان پر کوئی ایسا ظالم حاکم مسلط کرے جو انہیں ذلیل وخوار کرے، وہ اس قوم سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہوں جس پر حاکم عورت ہو۔ (ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۲۹۹۹۔ الکامل، ج ۴، ص ۵۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۱۵-۱۱۶۔ اسرار الشہادۃ، ص ۲۴۷)

نصرانی کا اسلام قبول کرنا

ابومخنف کہتے ہیں: ایک نصرانی شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا کہ اس کے والدین اس کے ہمراہ تھے۔ اس نے عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ۔ آنحضرتؑ نے اس کے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ اس کے بعد اس شخص

نے کہا: اے میرے آقا و مولا! میں ایک نصرانی ہوں، لیکن میں چاہتا ہوں آپ کی رکاب میں جہاد کروں، اس نے کلمہ شہادتین پڑھا، اس کے بعد کہا کہ میں شہادتِ حق دیتا ہوں کہ علیؑ خدا کا ولی ہے۔ اس نے اپنے والدین کے ساتھ مل کر خوبصورت انداز میں اسلام قبول کیا۔ (اسرار الشہادۃ)

طفلانِ مسلمؑ

پوچھو کسی سے مسلمِ مظلوم کی خبر
تُربت مرے غریب مسافر کی ہے کدھر
بچوں کے اس کے کیا یہیں کاٹے گئے ہیں سر
لاشے بہا دیئے اسی دریا میں کھینچ کر
رنج و غم و الم کی گھٹا دل پہ چھائی ہے
اماں کے پیٹنے کی صدا مجھ کو آئی ہے
(میر انیس)

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ کتاب "امالی" میں روایت نقل کرتے ہیں: کوفہ کے مشائخ میں سے ابی محمد نامی شخص کا کہنا ہے: جب حضرت امام حسین علیہ السلام درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو وہاں سے دو بچے اسیر کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس لائے گئے۔ داروغہ کو بلا کر کہا: ان کو زندان میں بند کر دو، انھیں ٹھنڈا اور اچھا کھانا مت دینا اور زندان میں ان پر سختی کرنا۔ یہ دونوں بچے دن میں روزہ رکھتے تھے، شام کے وقت ان کے لیے جو کی دو روٹیاں اور پانی کا پیالہ لایا جاتا۔ چنانچہ انہیں زندان میں کافی عرصہ گزر گیا۔

ایک بھائی نے دوسرے سے کہا: ہمیں قید خانے میں کافی مدت گزر چکی ہے، ہو سکتا ہے کہ ہمیں موت ادھر ہی آئے اور ہمارا بدن بوسیدہ ہو جائے، آج جس وقت داروغہ آئے گا تو اسے بتائیں گے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔ جب داروغہ آیا تو چھوٹے بھائی نے کہا: اے شیخ! کیا تم محمدؐ کو پہچانتے ہو؟

اس نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے انہیں نہ پہچانوں وہ تو ہمارے پیغمبرؐ ہیں۔

پھر کہا: کیا تم جعفر بن ابی طالب کو جانتے ہو؟

اس نے کہا: کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں دو پر عطا کیے ہیں فرشتوں کے ساتھ اُڑنے کے لیے۔

انہوں نے کہا: کیا تم علی بن ابی طالبؑ کو پہچانتے ہو؟

اس نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں انہیں نہ پہچانوں۔علیؑ رسولؐ خدا کے چچازاد ہیں۔

چھوٹے بھائی نے کہا: اے شیخ! ہم خاندانِ رسولؐ اور مسلمؑ بن عقیل کے بیٹے ہیں۔

داروغہ ان کے قدموں پر گر گیا اور کہا: اے عترتِ رسولؐ! ہماری ہزار جانیں آپؑ پر قربان، زندان کا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہے۔ (معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۴۲)

داروغہ نے کہا: آپ جدھر جانا چاہتے ہیں چلے جائیں۔ وہ دونوں بچے باہر نکلے اور رات کے وقت ایک بوڑھی کے دروازے پر گئے اور اسے کہا: ہم دونوں چھوٹے بچے اس شہر میں مسافر ہیں، ہمیں راستے کا کوئی پتہ نہیں چل رہا ہے کیونکہ رات کا اندھیرا ہر جگہ پر چھایا ہوا ہے لہٰذا آج کی رات ہمیں اپنا مہمان بنالے۔

طفلانِ مسلمؑ کی خوشبو

اس بوڑھی عورت نے کہا: تم کون ہو؟ اے پیارو! میں نے بہت سی خوشبوؤں کے بارے میں سن رکھا ہے لیکن میں نے آج تک ایسی اچھی خوشبو نہیں سونگھی جو آپ سے آ رہی ہے۔

انہوں نے کہا: ہم تمہارے پیغمبرؐ کی عترت سے ہیں، ہم مسلمؑ بن عقیل کے بیٹے ہیں، ہمارا نام محمد اور ابراہیم ہے۔

طفلانِ مسلمؑ کی منزلِ شہادت

بوڑھی عورت نے کہا: اے پیارو! میرا داماد فاسق ہے، وہ کربلا کی جنگ میں شامل

تھا اور ابن زیاد کے پیروکاروں میں سے ہے۔ مجھے خوف لگتا ہے کہ اگر اس نے آپ کو یہاں پر دیکھ لیا تو قتل کر دے گا۔

انہوں نے کہا: رات کی تاریکی ہے جب تک تاریکی چھٹ نہیں جاتی ہم یہاں پر رکیں گے جب صبح طلوع ہوگی تو ہم چلے جائیں گے۔ بوڑھی عورت نے کہا: تمہارے لئے کھانا وغیرہ لاتی ہوں، کھانا لایا گیا۔ انہوں نے کھانا کھایا اور سونے کے لیے کمرے میں چلے گئے۔

چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا: امید ہے کہ یہ رات امن سے گزر جائے گی اور کہا: قبل اس کے کہ موت ہمارے درمیان جدائی ڈالے آؤ ہم ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے گلے ملے، ایک دوسرے کے بوسے لیے اور نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

اگرچہ سخت اندر اضطرابیم — بیا یک امشب آسودہ بخوابیم
بیا برگردن هم دست آریم — کہ گویا بہتر از امشب نداریم

"اگرچہ آج ہم بہت پریشان ہیں، لیکن آئیں آج کی ایک رات سکون سے سوئیں، آئیں ہم ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں گویا کہ آج کی رات سے بہتر ہمارے پاس اور کوئی وقت نہیں"۔

طفلانِ مسلمؑ کا گریہ

حارث تھکا ماندہ رات کے کسی وقت گھر آیا، اس نے آواز دی۔ دروازہ کھولو تا کہ کچھ دیر آرام کرلوں۔ صبح ہوگی تو پھر سوچوں گا کہ طفلانِ مسلمؑ کس راستے سے گئے ہوں گے۔ دروازہ کھولا گیا وہ اندر آیا۔ اس نے کھانا مانگا، اس کے لیے کھانا لایا گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ سو گیا، آدھی رات کو اس نے دو بچوں کی آواز سنی، تڑپ کر اٹھا، اس کمرے میں داخل ہوا۔ تاریکی میں اِدھر اُدھر ہاتھ مارا، اس کا نجس ہاتھ چھوٹے بھائی کے پہلوں پر لگا۔

اس نے پوچھا: تم کون ہو؟

انہوں نے کہا: اے مرد! اگر سچ کہیں تو امان میں ہوں گے؟

اس نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا: محمدؐ بن عبداللہ گواہ ہیں۔ اس نے کہا: ہاں۔ بچوں نے کہا: ہم تمہارے پیغمبر حضرت محمدؐ کی اولاد میں سے ہیں، عبیداللہ ابن زیاد کے قید خانے سے اس لیے دوڑے ہیں کہ وہ ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے۔

اس نے کہا: تم نے موت سے فرار کیا ہے اور موت کے چنگل میں پھنس گئے ہو۔ الحمدللہ کہ تم میرے ہاتھ آگئے ہو۔ اس نے دونوں بچوں کے بازو باندھ دیئے، صبح تک دست بستہ پڑے رہے۔

حارث کے بیٹے اور غلام نے بچوں کو قتل کرنے سے انکار کیا۔ حارث نے کہا: تمہیں میرے سوا کوئی بھی قتل نہیں کرے گا۔ وہ شمشیر اُٹھا کر بچوں کے سر پر پہنچا۔ (نفس المہموم قمی، ص ۷۶-۷۷)

فُرات کے کنارے نمازِ شہادت

حارث جب بچوں کو لے کر فرات کے کنارے پہنچا، اس نے تلوار نیام سے باہر نکالی، بچوں کی نگاہ جب شمشیر پر پڑی تو انہوں نے روتے ہوئے کہا: اے بوڑھے شخص! ہمیں بازار میں لے جا کر فروخت کر دو اور قیمت وصول کرلو۔

اس نے کہا: ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں تمہیں قتل کروں گا اور تمہارے سر عبیداللہ ابن زیاد کے پاس لے جاؤں گا اور دو ہزار درہم انعام پاؤں گا۔

انہوں نے کہا: اے بوڑھے! کیا پیغمبرؐ خدا کے ساتھ ہماری رشتہ داری کا کوئی لحاظ نہیں کرو گے؟

اس نے کہا: تمہاری اللہ کے رسولؐ سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔

بچوں نے کہا: اے بوڑھے! ہمیں ابن زیاد کے پاس لے جا، وہ ہمارے بارے میں جو چاہے گا حکم کرے۔

اس نے کہا: یہ بھی نہیں ہوسکتا۔

انہوں نے کہا: اے بوڑھے کیا تمہیں ہمارے بچپنے پر بھی رحم نہیں آتا؟

اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں رحم رکھا ہی نہیں ہے۔

مکش حارث کسی برسر نداریم در این غربت نوازش گر نداریم
مکش حارث تو طفلان حزیں را دو غنچہ ز اھل بیت طاہرین را
مکش حارث کنار آب مارا نمی بنی مگر ناظر خدا را
نمی خواہی کنی گر حرف ما گوش ببر مارا سر بازار بفروش

"اے حارث یہاں پر ہمارا کوئی وارث نہیں ہے، ہمیں قتل مت کرو،
اس عالم غربت میں ہمارے اوپر نوازش کرنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔
اے حارث! ان دو مغموم ومحزون بچوں کو قتل نہ کرو، یہ اہل بیت
طاہرینؑ کے باغ کے دو پھول ہیں۔
اے حارث! ہمیں دریا کے کنارے مت قتل کرو، کیا تم نہیں دیکھ
رہے ہو کہ خدا ناظر و دیکھنے والا ہے۔
اگر تم ہماری بات نہیں مانتے تو پھر ہمیں بازار میں لے جا کر فروخت
کردو"۔

طفلان مسلمؑ نے کہا: اے بوڑھے! اگر تم ہمیں قتل کیے بغیر نہیں رہ سکتے تو پھر اتنی اجازت دے کہ ہم کچھ رکعت نماز پڑھ لیں۔

اس نے کہا: تم جتنی نماز پڑھنا چاہتے ہو، پڑھ لو۔ پس دونوں بھائیوں نے چار چار رکعت نماز بجالائی اور آسمان کی طرف اپنے چھوٹے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں:

يَاحَيُّ يَاحَكِيمُ يَا اَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ اُحْكُم بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ بِالْحَقِّ

"اے حی وحکیم ذات! اے سب سے بہتر حکم کرنے والے، ہمارے اور اس شخص کے درمیان حق کا فیصلہ کردے"۔

پس حارث لعین اُٹھا، اس نے پہلے بڑے بھائی کو قتل کیا، تلوار سے اس کا سر جدا کیا، پھر وہ چھوٹے بھائی کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنے آپ کو بڑے بھائی کے خون سے رنگین کیا اور کہا: میں رسولؐ خدا سے اپنے بھائی کے خون میں ڈوبا ہوا ملاقات کروں گا۔ پس اس لعین نے چھوٹے بھائی کو بھی شہید کیا، اس کا سر بھی تن سے جدا کیا اور ان کی خون بھری لاشوں کو دریائے فرات میں پھینک دیا۔ (نفس المہموم قمی، ص ۸۷، محرق القلوب نراقی، ص ۱۰۱)

❁❁❁

آٹھویں فصل

سید الشہداءؑ کی کربلا میں آمد

ابنُ سَعدٍ عَن عَلِيٍّ عَلَيهِ السَّلَام قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ: اَخبَرَنِي جِبرَئِيلُ اَنَّ ابنِي الحُسَينَ يُقتَلُ بَعدِي بِاَرضِ الطَّفِ ، وَجَاءَنِي بِهٰذِهِ التُّربَةِ وَاَخبَرَنِي اَنَّ فِيهَا مُضجَعَهُ

"ابن سعد نے حضرت علی علیہ السلام سے اور انہوں نے رسولؐ خدا سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:
جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ میرے بعد سرزمین طف (کربلا) میں شہید کیا جائے گا اور اس سرزمین کی تھوڑی سی تربت مجھے دی اور بتایا کہ وہاں (کربلا) پر ہی ان کی آرام گاہ ہوگی"۔ (مسند احمد حنبل، ج ۵، ص ۱۱۱)

حضرت امام حسین علیہ السلام محرم کی دو تاریخ کو سرزمین کربلا پہنچے۔ پوچھا: اس جگہ کا کیا نام ہے؟ بتایا گیا کہ اس سرزمین کا نام کربلا ہے۔ جناب سید ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرتؑ نے کربلا کا نام سنا تو فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الكَربِ وَالبَلَاءِ (عقد الفرید عبدربہ، ج ۴، ص ۳۷۹۔ ترجمہ نفس المہموم قمی، ص ۱۰۳۔ الحسن تمیمی، ص ۱۳۶)

"اے میرے معبود! تیری پناہ مانگتا ہوں اس زمین کی مصیبت اور اس کے دکھ سے"۔

اس کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا: یہاں پر ہی قیام پذیر ہو جاؤ۔ پھر امام علیہ

السلام نے فرمایا:

اِنزِلُوا هَاهُنَا وَاللّٰهِ مَحَطُّ رِكَابِنَا وَسفكُ دِمَائِنَا هَاهُنَا مَحَطُّ قُبُورِنَا وَهَاهُنَا وَاللّٰهِ سُبِيَ حَرِيمُنَا بِهٰذَا حَدَّثَنِي جَدِّي (فصول المہمہ، ص۲۰۱۔ مقتل خوارزمی، ج۱، ص۲۳۷۔ مطالب السؤال، ص۸۵۔ اخبار الطوال، ص۲۲۶۔ ترجمہ لہوف، ص۱۱۲)

''یہاں پر اُتر آئیں خدا کی قسم! یہ ہمارے اترنے اور خون بہائے جانے کا مقام ہے، یہ ہماری قبروں کی جگہ ہے، خدا کی قسم! یہاں پر ہی ہماری خواتین کو اسیر بنایا جائے گا۔ یہ خبر میرے جدامجد نے مجھے دی ہے''۔

اے دوستان این جا زمینِ عاشقان است — این جا زیارتگاہ وکوی عارفان است
این جا زمین عشق و ایثار حسینؑ است — میدانِ جنگ و روز پیکار حسینؑ است
دیگر خیام آلِ طاھاؑ باشد این جا — چون قتلگاہ ابن زہراؑ باشد این جا

''اے دوستو! یہ جگہ عاشقوں کی زمین ہے، یہاں زیارت گاہ اور عارفوں کی رفت و آمد کی جگہ ہے۔
یہ زمین عشق اور امام حسینؑ کے ایثار کا مقام ہے۔ یہ مقام امام حسینؑ کا میدانِ جنگ اور معرکہ کے دن کی جگہ ہے۔
یہاں پر ہی آل طاھا کی خیام گاہ ہے چونکہ ابن زہراؑ کی قتل گاہ اسی مقام پر ہے۔ شاید تمام کاروان وہاں اُترا اور حُر بھی اپنے لشکر سمیت تھوڑے فاصلے پر اُترا ہوگا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام بیٹھے تلوار کو تیز کرتے ہوئے فرما رہے تھے:

يَا دَهْرُ اُفٍّ لَكَ مِن خَلِيلٍ — كَم لَكَ بِالاشْرَاقِ وَالْاَصِيلِ
مِن طَالِبٍ وَصَاحِبٍ قَتِيلٍ — وَالدَّهرُ لَا يَقنَعُ بِالبَدِيلِ
وَ اِنَّمَا الْاَمرُ اِلَى الجَلِيلِ — وَكُلُّ حَيٍّ فَالِى سَبِيلٍ
مَا اَقرَبَ الوَعدُ اِلَى الرَّحِيلِ — اِلٰى جِنَانٍ وَ اِلٰى مَقِيلٍ

"اے زمانے! تجھ پر افسوس ہے کہ تو کیسا دوست ہے کہ ہر صبح وشام
اپنے چاہنے والوں اور اپنے درمیان رہنے والوں کو موت کی وادی
میں دھکیلے جا رہا ہے اور پھر ان کے بعد آنے والوں پر بھی قناعت
نہیں کرتا (یعنی انہیں بھی موت کی طرف دھکیل دیتا ہے)۔
سب امور کی بازگشت خدا کی طرف ہے اور ہر زندہ شخص موت ہی
کے راستے پر چل رہا ہے اور بہشت کی طرف کوچ کرنے کا وعدہ کتنا
ہی نزدیک آن پہنچا ہے"۔

موت کا پیغام

راوی کہتا ہے: دخترِ زہراء سلام اللہ علیہا نے یہ گفتگو سنی تو کہا: آپ کی گفتگو اس شخص کی مانند ہے جسے اپنی موت کا یقین ہو۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں میری بہن، حضرت زینب علیہا السلام نے کہا: میں مر جاؤں! اے بھائی حسینؑ! کیا آپ اپنی موت کا پیغام دے رہے ہیں؟ اس کے بعد خواتین کا گریہ بلند ہوا، انہوں نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے، گریبان چاک کیے۔ اُم کلثوم بنتِ علیؑ نے ندا بلند کی اور کہا:

وَالحمداهُ وَاعلِيّاهُ وَاَمّاهُ وَافَاطِمَتَاهُ وَاحَسَنَاهُ وَاحُسَينَاهُ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اس قدر بے قراری کا اظہار مت کریں۔ آسمانوں پر رہنے والے مر جائیں گے، زمین پر بسنے والے باقی نہیں رہیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا سب کے لیے موت ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اے میری بہن اُم کلثومؑ، زینبؑ، اے رقیہؑ، اے فاطمہؑ اور اے رباب! میری طرف دیکھیں۔ میری شہادت کے بعد اپنے گریبان چاک مت کرنا، اپنے چہرے زخمی نہ کرنا اور نہ ہی اپنی زبانوں پر نامناسب الفاظ لانا۔

دوسری روایت کے مطابق یہ ہے کہ جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے مذکورہ بالا اشعار سنے تو اس وقت تنہا تھیں، ننگے پاؤں جبکہ لباس زمین پر لگ رہا تھا۔ اپنے بھائی کی

خدمت میں گئیں اور کہا: کاش! موت مجھے اس زندگی سے نجات دے دیتی۔ اے دنیا سے رخصت ہو جانے والوں کی یادگار اور باقی رہنے والوں کی پناہ گاہ! گویا میں نے آج اپنی ماں زہراء علیہا السلام، اپنے بابا علی مرتضیٰ علیہ السلام اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو کھویا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی خواہر کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: میری بہن! صبر کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑیں۔

حضرت زینب علیہا السلام نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں! کیا آپؑ بہت جلد درجۂ شہادت پر فائز ہوں گے؟

امام علیہ السلام کی آنکھیں برسنا شروع ہو گئیں، آپؑ نے فرمایا: اگر پرندے کو رات میں آرام کرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے تو وہ سو جاتا ہے۔ اس وقت حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہو گئیں۔ حضرت امام حسینؑ اپنی جگہ سے اُٹھے اور بہن کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے تو آپ ہوش میں آئیں۔ (ترجمہ لہوف، ص ۱۴۴)

آلِ رسولؐ پر پانی بند

ہائے مال و زر کی خواہش ہائے دنیا کی ہوس
کتنے ایمانوں کو لوٹا "رے" کی اِک جاگیر نے
(پورن سنگھ ہنر)

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "ارشاد" میں نقل کیا ہے کہ ابن زیاد نے بلا سوچے سمجھے عمرو ابن سعد کو لکھا اور حکم دیا کہ میرا خط پڑھتے ہی حسینؑ اور اس کے اصحاب پر پانی بند کر دو، پینے کے لیے پانی کا ایک قطرہ بھی خیمہ گاہ تک مت جانے دو۔ (اخبار الطوال دینوری، ص ۲۲۸۔ الحسن تمیمی، ص ۱۳۶)

دشمنان علوی سخت دل اند و پستند — اب را بر حرمِ آل محمدؐ بستند
آن کسان کہ رہ حق می بندند — نیست شک کہ بدتر از آن هستند
هیچ کس آب نبندد بر مهمانش — لشکر کوفہ و شام اندر این حد پستند

''خاندانِ علیؑ کے دشمن سنگ دل اور پست فطرت کے مالک ہیں۔
ان لوگوں نے آلِ محمدؐ پر پانی بند کر دیا۔
وہ لوگ جو حق کا راستہ روکتے ہیں ان کے بدتر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
کوئی بھی شخص اپنے مہمان پر پانی بند نہیں کرتا، لیکن کوفہ وشام کا لشکر اس حد تک پست فطرت ہے کہ اس نے پانی بند کر دیا''۔

عمرو بن سعد نے اسی وقت عمرو بن حجاج کو پانچ سو کا لشکر دے کر حکم دیا کہ نہر فرات پر پہرہ لگا دو اور خیامِ حسینؑ تک ایک قطرہ بھی پانی مت جانے دو۔ یہ واقعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین روز قبل پیش آیا۔ (انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۸۰۔ اخبار الطوال دینوری، ص ۲۲۸۔ الحسن تمیمی، ص ۱۳۶)

عبداللہ بن ازدی لعین جس کا تعلق بجلیہ قبیلے سے تھا، نے عمر بن سعد کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بلند آواز سے بکواس کی، اے حسینؑ! یہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی جو آسمان کے نیچے ہے خدا کی قسم! اس سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکو گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اس بدذات اور کمینے شخص کی گفتگو سے پریشان ہوئے اور اس پر نفرین کرتے ہوئے فرمایا:

پروردگار! اسے تشنہ واصلِ جہنم فرما اور اس کے گناہ کبھی بھی معاف نہ کرنا۔ (ارشاد مفید، ص ۲۲۷۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۶)

یزید بن حصین کی پسرِ سعد سے گفتگو

نورالدین صباغ مالکی کہتا ہے: جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب پر پیاس کی شدت نے غلبہ کیا تو اس وقت سید الشہداء کے لشکر میں موجود ایک متقی و پرہیزگار شخص یزید بن حصین ہمدانی نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: اے فرزندِ رسولؐ! کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ اس عمرو بن سعد کے ساتھ پانی کے بارے میں

گفتگو کروں؟ ہوسکتا ہے کہ وہ پانی کا راستہ کھول دے۔ آنحضرتؑ نے اسے اجازت دی۔

ہمدانی عمر ابن سعد کے پاس گیا اور کہا:

اے سعد کے بیٹے! نہر فرات سے حیوانات تو پانی پیتے ہیں لیکن امام حسینؑ، ان کے اصحاب، ان کے اہلِ بیتؑ بچے شدت پیاس سے ہلکان ہو رہے ہیں اور تو نے ان پر پانی بند کر رکھا ہے۔ تو ان اور آبِ فرات کے درمیان پہرہ لگائے بیٹھا ہے اور خیال کرتا ہے رسولؐ خدا کی شناخت رکھتا ہے؟

همان آبی کہ وحش و طیور نوشد — بہ پیدا کردنش مردم بکوشد
میان آبی کہ مہر مادرش بود — کنار آب تشنہ اصغرش بود
چہ شد برروی اہل بیت بستند — چرا اینان قسی والقلب هستند
گناہ اصغر شیرین زبان چیست؟ — کہ شیری در وجود مادرش نیست
زبی آبی زند ناخن بہ سینہ — کند گریہ بر احوالش سکینہ

"یہ وہی پانی ہے جسے سب حیوانات پیتے ہیں، جس کی تلاش میں لوگ کوشش کرتے ہیں۔

وہ پانی جو ان کی مادر گرامی کا حق مہر تھا اس کے کنارے پر ان کا اصغر پیاسا تھا۔

کیا ہوا ہے کہ اہلِ بیتؑ پر پانی بند کر دیا ہے۔ یہ لوگ کیوں اس قدر سنگ دل ہو گئے ہیں۔

اصغر شیر خوار کا کیا قصور ہے کہ وہ بھی پیاسا ہے جب کہ ان کی والدہ کے وجود میں بالکل دودھ نہیں ہے۔

پانی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے سینے پر ہاتھ مار رہا ہے اور سکینہؑ اس کی حالت زار کو دیکھ کر گریہ کر رہی ہے۔

عمر سعد نے پہلے تو ان کی بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ پھر کہا: اے ہمدانی! میں نہیں جانتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، میرا دل ایک لمحہ کے لیے بھی رَی کی حکومت سے دستبردار ہونے کے

لیے تیار نہیں۔ یزید بن حصین ہمدانی نے واپس آ کر سارا واقعہ سید الشہداء کے گوش گزار کیا۔
جب امام حسین علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ فوج اشقیاء میرے ساتھ ضرور جنگ کرے گی تو آپؑ نے اپنے اصحاب کو خیام کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ (فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ، ص ۲۰۱-۲۰۲۔ دمع السجوم، ص ۱۱۰۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۲۶)

دعوتِ حق

جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ہمراہ بمقام قصر بنی مقاتل پہنچے تو کچھ فاصلے پر ایک خیمہ لگا ہوا دیکھا، آپؑ نے پوچھا: یہ خیمہ کس کا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ عبیداللہ بن حُر جعفی کا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے پاس جاؤ اور اسے ہماری طرف دعوت دو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایلچی اس کے پاس گیا اور اسے دعوتِ حق دی۔

اس نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ خدا کی قسم! میں جب کوفہ سے نکلا تھا تو میں نہیں جانتا تھا کہ حسینؑ بن علیؑ کوفہ میں داخل ہوں، خدا کی قسم! میرا یہ بھی ارادہ تھا کہ کوفہ میں ہمارا آمنا سامنا نہ ہو۔ آنحضرتؑ کا ایلچی واپس لوٹ آیا اور آپؑ کو بتایا کہ اس شخص نے دعوت قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔

امام حسینؑ نے مدد کی دعوت دی

حضرت امام حسین علیہ السلام نے نعلین پہنی اور اس کے خیمے کی طرف آئے۔ آپؑ نے عبیداللہ بن حُر جعفی کو سلام کیا اور اسے اپنی مدد کرنے کے لیے بلایا۔ اس نے سلام کا جواب دیا لیکن دعوت قبول نہ کی۔

آپؑ نے فرمایا: اگر ہماری مدد نہیں کرتے ہو تو خدا سے ڈرو اور ان لوگوں میں شامل نہ ہونا جو ہمارے ساتھ جنگ لڑیں گے۔ خدا کی قسم! اگر کوئی شخص ہماری آواز سنے اور مدد کو نہ آئے تو ہلاک ہو جائے گا۔

عبیداللہ نے کہا: میں یہ کام کسی بھی صورت میں نہیں کروں گا۔ امام علیہ السلام وہاں سے اپنے قافلے کی طرف واپس آ گئے۔ (دمع السجوم، ص ۱۰۰۔ الکامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۵۱۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۲۹۹۸)

شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی اسناد سے نقل کرتے ہیں کہ عمرو بن قیس مشرقی کہتا ہے: میں اور میرا چچازاد قصر بنی مقاتل میں امام کی خدمت میں شرف یاب ہوئے۔ ہم نے ان کی خدمت میں سلام کیا۔ میرے چچازاد نے کہا: آپ کی داڑھی اس قدر سیاہ نظر آ رہی ہے، کیا آپؑ نے خضاب لگایا ہے یا بالوں کا اصلی رنگ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم بنی ہاشم کے بال جلدی سفید ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپؑ نے پوچھا: کیا ہماری مدد کو آئے ہو؟

میں نے کہا: میں ایک بڑے خاندان کا سرپرست ہوں، نیز میرے پاس بہت سے لوگوں کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس کارزار کا انجام کیا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کی امانتیں ضائع ہو جائیں۔ میرے چچازاد نے بھی ایسے الفاظ ادا کیے۔

انہوں نے فرمایا: پس یہاں سے کہیں دور چلے جاؤ کیونکہ جو کوئی بھی ہماری آواز سنے گا اور ہماری مدد کو نہیں آئے گا، خدا اس کا حساب کرے گا اور اسے جہنم میں ڈالے گا۔ (دمع السجوم، ص ۱۰۲)

ایک اور فراری

ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کہتے ہیں: میں اور مالک بن نضر ارحبی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہیں سلام کیا، اس کے بعد ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ انہوں نے ہمارے سلام کا جواب دیا اور ہمیں خوش آمدید کہا: اس کے بعد پوچھا: کس غرض سے آئے ہو؟

ہم نے کہا: اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کی خدمت میں سلام عرض کریں اور خدا سے آپ کی سلامتی کے لیے دعا گو ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہماری مدد کیوں نہیں کرتے ہو؟

مالک بن نضر نے کہا: میرے سر پر قرضہ ہے اور میں عیال دار ہوں، میں نے بھی جملہ دہرایا کہ میرے سر پر بھی قرضہ ہے اور عیال دار ہوں۔ لیکن اگر آپ یہ اجازت دیں کہ جب تک میرا آپ کے ساتھ رہنا فائدہ مند ہو اور آپؑ کا دفاع کر سکوں، اس وقت تک جنگ کروں، لیکن جب یہ دیکھوں کہ جنگ کرنے والا کوئی بھی باقی نہیں رہا (اور میں بھی آپ کا دفاع نہیں کر سکتا) تو چلا جاؤں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں اجازت ہے۔

میدانِ شہادت سے فرار

ضحاک بن عبداللہ ہمدانی نے جب دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے اکثر اصحاب درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں تو وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کرتا ہے:

اے ابا عبداللہ! میں اس مقام تک آپ کا ہم نشین رہا ہوں تا کہ آپ کی رکاب میں جنگ لڑوں۔ میں نے خیال کیا ہے کہ میں جنگ نہیں لڑ سکتا ہوں، آپ اجازت فرمائیں تا کہ میں اس سے منصرف ہو جاؤں۔ میں آپ کی اور اپنے دفاع کی قدرت نہیں رکھتا ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسے جانے کی اجازت دی۔ عمر سعد ملعون کے اصحاب نے اسے راستے میں گرفتار کر لیا، پھر اسے رہا کر دیا۔

حُر بن یزید ریاحی

بڑا ہجوم ہے حورانِ خُلد کا حُر پر!
ہزاروں آئی ہیں اِک نعشِ خوں چکاں کے لیے

(پورن سنگھ ہنر)

علی بن عیسیٰ روایت کرتے ہیں: جب عمر سعد کا لشکر صفیں باندھ چکا اور جنگ کے لیے تیار ہو چکا تو امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ اور اصحابؓ میں ایک ایک کر کے میدان

جنگ میں اُترتے رہے۔ مبارزہ طلبی کرتے رہے اور راہِ خدا میں شہید ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ پچاس سے زیادہ افراد جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک اپنے ریش مبارک پر پھیرے اور فرمایا: کہاں ہیں وہ لوگ جو رضائے خدا کے لیے ہماری نصرت اور مدد کو آئیں اور ان ظالموں کے شر سے حرمِ رسولؐ اللہ کو محفوظ کریں۔

اے صفوف دشمان، خود را جدا می کنم — چہرۂ بیگانہ را افشای افشامی کنم
تا کنون وابستہ بودم بہ نظام باطلی — آمدم پیمان یاری تو امضای می کنم
آمدم یا ابن رسولؐ اللہ از شرمندگی — دست روی سر نہادم واحسینا می کنم
من خجالت می کشم از خواھران و دختران — چون نگاہ شرم ساری سوی انہامی کنم
آری حر بن یزیدم توبہ کردم آمدم — بہتر از جان کہ ندارم آن ھم اھدا می کنم

''اے دشمنو! میں اپنے آپ کو تم لوگوں سے جدا کر رہا ہوں اور بیگانوں کے چہروں سے پردہ اُٹھا رہا ہوں۔

اب تک میں حکومت باطل سے وابستہ تھا لیکن اب آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ اپنی دوستی ومحبت کے وعدے پر دستخط کروں۔

اے رسولؐ خدا کے فرزند! میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں لیکن بہت شرمندہ ہوں، میں نے اپنے ہاتھ سر پر رکھے ہوئے ہیں اور واحسیناہ کی فریاد کر رہا ہوں۔

میں بیٹوں اور بیٹیوں سے بے حد شرمندہ ہوں، جب میں ان کی طرف دیکھتا ہوں تو بہت شرمندہ ہوتا ہوں۔

ہاں، میں حُر بن یزید ہوں، توبہ کی ہے اور آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اپنی جان سے بہتر میرے پاس اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو وہ بھی آپؑ کے پاؤں پر نچھاور کر دیتا''۔

اچانک حُر بن یزید ریاحی آگے بڑھے اور کہا: اے فرزندِ رسولؐ! سب سے پہلا شخص جس نے آپؑ کے خلاف قیام کیا، وہ میں تھا لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے قدموں میں جان نچھاور کرنے والا بھی پہلا میں ہی ہوں۔ اجازت فرمائیں کہ میدان کارزار میں اتروں، شاید آج میں روزِ قیامت آپؑ کے جد بزرگوار کی شفاعت کا مستحق ٹھہروں۔

حُر بن یزید ریاحی اجازت پانے کے بعد میدانِ جہاد میں گئے اور اپنی سواری ابن سعد کے لشکر کے وسط میں اُتاری اور دشمن کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

چناں زان استغاثہ ، درفغان شد — بہ سوی خیمۂ مولا روان شد
و لیکن شرمسار از آنچہ بنمود — پریشان حال از کردار خود بود
دو دست خویش را برسر نہادہ — گہی در رفتن و گہ ایستادہ
بہ خود گوید کہ دیگر باچہ روی — بہ مولا شرح حال خود بگوئی
خجالت وار خود را می کشانید — بہ پشت خیمہ ھا خود را رسانید

”حُر بن یزید ریاحی نے جب استغاثہ سنا تو اس قدر منقلب ہوا کہ مولا امام حسین علیہ السلام کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔
لیکن اپنے کیے پر شرمسار تھا، اور اپنے کردار پر پریشان حال تھا۔
انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر باندھے، پریشانی کے عالم میں کبھی چلتے اور کبھی رُک جاتے۔ وہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے کہ اب تو کس منہ سے اپنی حالت زار مولاؑ کے سامنے بیان کرے گا۔
انہوں نے شرمندگی میں غرق ہو کر اپنے آپ کو مولا امام حسین علیہ السلام کے خیمے کے پیچھے پہنچایا“۔

بہشتِ دلربا بندگانِ خدا کا منتظر

جس وقت حُر بن یزید ریاحی نے مولا حسین علیہ السلام کا استغاثہ سنا تو عمر سعد سے کہا: اے عمر! کیا یہ صحیح ہے کہ تو اس شخص (امام حسینؑ) کے ساتھ ہر حال میں جنگ کرے گا؟

ابن سعد نے کہا: خدا کی قسم! یہ ایسی جنگ ہے جس میں سروں کو جدا کرنا اور ہاتھوں کو کاٹنا آسان ترین کام ہے۔

حُر نے کہا: انہوں نے جو پیش کش کی ہے، یعنی انہیں چھوڑ دے کہ واپس چلے جائیں، اسے قبول نہیں کرو گے؟

ابن سعد نے کہا: اگر میرے ہاتھ میں ہوتا تو قبول کر لیتا لیکن امیر (ابن زیاد لعین) اس کام پر راضی نہیں ہوا۔ پس حضرت حُر وہاں سے چلے اور لشکر سے فاصلے پر ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے۔

مہاجر بن اوس نے کہا: کیا سوچ رہے ہو؟ کیا ان پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟

حضرت حُر نے کوئی جواب نہ دیا البتہ ان کا بدن کانپ رہا تھا۔ مہاجر بن اوس نے کہا: خدا کی قسم! تمہاری حالت دیکھ کر مجھے حیرانی ہو رہی ہے اگر کوئی مجھ سے پوچھتا کہ کوفہ میں دلیر ترین شخص کون ہے تو میں تمہارا نام کبھی فراموش نہ کرتا۔

حضرت حُر نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو جنت اور جہنم کے درمیان دیکھ رہا ہوں اور یہ اختیار مجھے ہے کہ جنت کا راستہ اختیار کروں یا جہنم میں جاؤں۔ لیکن چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں، مجھے جلا دیں، میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا۔ اس کے بعد حضرت حُر اُٹھے اور سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھتے ہوئے کہا:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَنَبْتُ فَتُبْ عَلَيَّ فَقَدْ اَرْعَبْتُ قُلُوْبَ اَوْلِيَائِكَ ۱۰

"اے میرے معبود! تیری طرف پلٹ آیا ہوں میری توبہ قبول فرما کہ میں نے تیرے اولیاء (اولادِ رسولؐ) کے دلوں کو پریشان کیا ہے"۔ (تذکرہ ابن جوزی، ص ۱۴۳۔ مطالب السؤل فی مناقب آل رسول، ص ۷۶۔ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۶۵۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۳۴۳۔ ترجمہ لہوف، ص ۳۹)

۱۰

سلامی ای سید و مولای عالم — گنھکارم نگاہی کن بہ من ھم
بہ درگاھت پناہ آوردہ ام من — کہ کوھی از گناہ آوردہ ام من
بہ حق اکبر رعنا جوانت — بہ حق اصغر شیریں زبانت
بہ حق کودکانِ دل شکستہ — کہ اندر گوشۂ خیمہ نشستہ
بہ حق اھل بیت طاھرینت — بہ حق دختران نازنینت
منم حر و خجالت می کشم من — ز دیدار جمالت دل خوشم من
چہ بد کردم کہ بد تو راہ بستم — دلِ آلِ محمدؐ را شکستم

''اے دنیا کے آقا و مولا! میرا آپ پر سلام ہو، میں بہت بڑا گناہ گار ہوں، میری طرف نگاہ لطف و کرم فرما۔
میں نے آپ کی بارگاہ میں پناہ لی ہے، میں گناہوں کا پہاڑ سر پر لادے ہوئے آپؑ کی خدمت میں آیا ہوں۔
آپؑ کو آپؑ کے خوبصورت جوان علی اکبرؑ اور شیر خوار علی اصغرؑ کا واسطہ دیتا ہوں۔
ان دل شکستہ بچوں کا واسطہ دیتا ہوں جو خیموں کے اندر گوشہ نشین ہیں۔
اے مولاؑ! آپ کو آپ کے اہل بیتؑ اور آپ کی لاڈلی بیٹیوں کا واسطہ، میں حُر ہوں، بہت شرمندہ ہوں، آپؑ کے جمال کا دیدار کرکے میرا دل خوش ہو جائے گا۔ میں نے آپ کا راستہ روک کر بہت بُرا کیا ہے اور آلِ محمدؐ کا دل توڑا ہے''۔

حضرت حُر، سید الشہداءؑ کی بارگاہ میں

قسمت ہی میں لکھی تھی سعادت زہے نصیب
سر دے کے حُر بھی ہوگیا شامل ثواب میں
(پورن سنگھ ہنرؔ)

پس حضرت حُر بن یزید ریاحی چلتے ہوئے مولاؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں:
اے آقا و مولا! آپؑ پر قربان جاؤں، میں ہوں کہ جس نے آپؑ کی واپسی کا راستہ روکا اور یہاں تک آپ کے ہمراہ آیا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یوں ہوگا تو ہرگز آپ کا راستہ نہ روکتا۔

حضرت حُر نے کہا: میں اپنے کیے پر سخت پشیمان ہوں، خدا کی قسم! میں اپنے کیے ہوئے گناہ سے توبہ کرتا ہوں، کیا آپ کی نگاہ میں میری توبہ قبول ہو جائے گی؟ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے گا، اب نیچے اُتر آؤ۔ (مناقب، ج ۴، ص ۱۰۰۔ بحار، ج ۴۵، ص ۱۱۔ ترجمہ ارشاد، ج ۲، ص ۳۵۲۔ ترجمہ لہوف، ص ۴۹)

بیا ای حُر، دوای درد اینجا است شفاخانه، شفای درد اینجا ست
بیا مایوس از اینجا بر نگردی رگراز درگه ما بر نگردی
بیادر این، سرا پرده فرود ای دمی اندر کنار ما بیاسای
تو تازه وارد مهمان مائی نه بیگانه نه که دیگر آشنای

"اے حُر! یہاں پر آجاؤ تمہارے دکھ کا علاج یہاں پر ہے، ہر طرح کے مرض سے شفا حاصل کرنے کا شفاخانہ یہاں پر ہے۔
اے حُرؒ! آجاؤ، یہاں سے مایوس مت لوٹو، ہمارے دروازے سے پلٹ کر مت جاؤ۔
خیمے کے اندر آجاؤ اور پردہ نیچے گرا کر کچھ دیر ہمارے پاس سکون کرلو۔ تم ہمارے آنے والے نئے مہمان ہو، تم بے گانے نہیں ہو، ہمارے آشنا ہو"۔

حضرت حُر عرض کرتے ہیں: مولاؑ! نیچے اُترنے سے بہتر ہے کہ گھوڑے پر سوار رہوں اور راہِ خدا میں لڑتے ہوئے مارا جاؤں کیونکہ میں پہلا شخص ہوں جو آپؑ کے ساتھ

جنگ لڑنے کے لیے آیا ہوں، اب میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے آپؑ کے قدموں میں جان دے دوں۔ شاید اس طرح رسولِؐ خدا میرے ہاتھ تھام لیں اور میری شفاعت کریں۔

پس سیدالشہداء علیہ السلام نے انہیں جہاد کا اذن دیتے ہوئے فرمایا:

خدا تمھیں بخش دے تم اپنی سوچ کے مطابق عمل کرو۔ روایت ہے کہ حضرت حُر نے اس بہادری سے جنگ لڑی کہ اشقیاء کے چالیس فوجی واصلِ جہنم کیے۔ (بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۱۵۔ طوفان البکاء، ص ۱۷۰)

مقاتل کی بعض کتب میں لکھا ہے کہ حضرت حُر نے سیدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے درخواست کی کہ اسے مخدرات اہلِ بیتؑ سے معافی مانگنے کی اجازت عطا کی جائے۔ آپؑ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت حُر خیامِ حسینیؑ کے قریب آئے اور کہا: اے اولادِ رسولؐ! مجھے معاف کردیں کہ میں نے آپؑ کے دلوں کو پریشان کیا ہے، کل روزِ قیامت صدیقہ طاہرہ حضرت زہراء علیہا السلام کی بارگاہ میں میری شکایت نہ کرنا۔

اہلِ حرم کا گریہ

جب حضرت حُر نے خیامِ حسینیؑ کے قریب جا کر مخدرات عصمت سے معافی مانگی تو حضرت حُر کے کلمات سن کر اہلِ حرم کا گریہ بلند ہوا۔ حُر پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ گھوڑے سے نیچے اُترے، اپنے منہ پر طمانچہ مارا، سر میں خاک ڈالی اور کہا:

کاش! میرے ہاتھ کٹ جاتے اور زبان بند ہو جاتی مگر میں اولادِ زہراءؑ علیہا السلام کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرتا۔ اس پر اہلِ حرم نے انہیں حوصلہ دیا۔ (مصائب الابرار، ص ۱۱۶)

حضرت حُرؒ آزادی کی معراج پر

جب حضرت حُرؒ کو اپنے آقا سے اجازت مل گئی تو آپ میدانِ کارزار میں اُترے اور اس قدر بہادری سے جنگ لڑی کہ فوجِ اشقیاء کے بڑے بڑے بہادروں اور دلیروں کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ آخر کار خود بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ شہادت پانے کے بعد ان

کا بدن سید الشہداء علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا۔ آنحضرتؑ نے ان کے چہرے سے خاک صاف کرتے ہوئے فرمایا:

أَنْتَ الحُرُّ كَمَا سَمَّتْكَ أُمُّكَ حُرٌّ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ

"تم آزاد ہو، جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام حُر رکھا ہے، تم دنیا اور آخرت میں آزاد ہو"۔ (تذکرہ ابن جوزی، ص ۱۴۳۔ مقتل الحسین آل صاحب جواہر، ص ۴۰۔ انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۷۹۔ اخبار الطوال، ص ۲۴۹۔ بحار، ج ۴۵، ص ۱۴۔ معالی السبطین، ص ۳۳۶)

خوشا بر حال تو با این شہادت کہ مرگ سرخ شد بر تو سعادت
سر انجام این رہی کہ برگزیدی بہ آنچہ خواستی آخر رسیدی

"اس شہادت کے سبب تمہاری حالت پر بہت خوشی ہوئی کہ یہ سرخ موت تمہارے لیے سعادت وخوش بختی کا موجب بنی ہے۔
بالآخر یہ راستہ انتخاب کرکے، جو تمہاری خواہش تھی تم اس تک پہنچ گئے ہو"۔

امام سجاد علیہ السلام کا کلام

حضرت امام زین العابدین وسید الساجدین نے حضرت حُرؓ کے غم میں کچھ اشعار ارشاد فرمائے جن کے معانی کچھ اس طرح سے ہیں:

"آفرین وشاباش! کہ قبیلہ ریاح سے تعلق رکھنے والا شخص حُر بن یزید کتنا نیک انسان ہے کہ اس نے نیزوں اور تلواروں کے سائے میں صبر کیا۔ آفرین ہو حُر پر کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کے راستے پر جان کی بازی لگادی اور نجات حاصل کرلی۔ اس نے امام حسین علیہ السلام کی آواز پر کتنے اچھے انداز میں جواب دیا اور میدانِ کارزار میں جان قربان کردی"۔

بریر ہمدانی اور حورالعین

راوی کہتا ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے شب عاشور رکوع، سجود، قیام، قعود اور عبادتِ خدا میں گزاری۔ ان کی مناجات کی آواز شہد کی مکھیوں کی مانند آ رہی تھی، اس رات میں ابن سعد کے لشکر سے ۳۲ افراد امام علیہ السلام سے آ ملے۔ بریر بن حصین ہمدانی اور عبدالرحمٰن بن عبد ربہ انصاری خیمے کے دروازے پر کھڑے تھے۔ بریر ہمدانی نے عبدالرحمٰن کو ہنسایا، اس نے کہا: اے بریر! کیا مسکرا رہے ہو؟ یہ وقت ہنسی مذاق کا تو نہیں ہے۔ بریر نے کہا: میری قوم جانتی ہے کہ میں جوانی سے بے ہودہ کاموں سے دور رہتا ہوں اس وقت میرا ہنسنا اس واقعے کی وجہ سے ہے جو میں نے اختیار کیا ہے۔ خدا کی قسم! ہمارے اور حورالعین کو آغوش میں لینے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے کہ اس قوم کے ساتھ جنگ کریں اور راہِ خدا میں شہید ہو جائیں۔

بریر ہمدانی میدانِ جنگ میں

جس وقت حضرت حُر درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو کوفہ و شام کے لشکر سے ھَل مِن مُبَارِز کی صدا بلند ہوئی کہ تم میں سے جو کوئی بھی حسینؑ بن علیؑ کو تنہا چھوڑنا چاہتا ہے، میدانِ جنگ میں آئے۔ اس وقت سیدالشہداء علیہ السلام نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ
مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

''مومنین میں ایسے بھی مردِ میدان ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے وعدے کو سچ کر دکھایا، ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے''۔ (سورۂ احزاب: ۲۳)

اس وقت کسی نے پیچھے سے آ کر کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ امام

علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ بریر آگے بڑھا۔ (بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۱۵)

راوی کہتا ہے: بُریر بن حصین جو ایک زاہد و عابد شخص تھا، میدانِ جنگ میں گیا اور یزید بن معقل کو واصلِ جہنم کیا۔ اس کے بعد بُریر بن حصین نے کہا: اے مومنین کے قاتلو! اے اولادِ پیغمبر کو ذبح کرنے والو! کون ہے جو میرے مقابلے میں آئے۔ اس زاہد و پارسا اور قاری الزمان شخص نے مسلسل جہاد کیا اور سپاہ یزید کے تیس لوگوں کو واصلِ جہنم کیا، اس کے بعد جنگ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان پر خدا کی رحمت ہو۔ (ابصارالعین، ص ۷۰ و ۷۱۔ الکامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۰۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۴۳۔ طوفان البکاء، ص ۱۷۲۔ دمع السجوم، ص ۱۲۱۔ فوادح الحسینیہ، ص ۱۰۴)

اصحابِ حسینؑ میں پہلا شہید

بذر آزادی بہ دلہا کاشتم پرچم آزادی افراشتم
برگرفتم تا لوای حق بہ دست پای بر فرق ستم بگذاشتم
در دل دریا دلانِ پاک باز انجاری از شرف انباشتم
گر جوانانم بہ خون آغشتہ اند مسلم بن عوسجہ ھا داشتم

"میں نے دلوں میں آزادی کا بیج بو دیا ہے، میں نے آزادی کا پرچم بلند کیا ہے۔ میں نے لوای حق (حق کا پرچم) ہاتھ میں لیا ہے اور ستم گر کی گردن پر پاؤں رکھا ہے۔
میں نے پاک باز دریا دلوں کے دل عزت و شرافت سے بھر دیے ہیں۔ اگرچہ میرے نوجوان خون میں لت پت ہیں، میرے پاس بہت سے مسلم بن عوسجہؓ ہیں"۔

حضرت مسلم بن عوسجہؓ میدانِ قتال میں آئے، دشمن کے مقابلے میں ڈٹ کر جنگ کی، مشکلات پر صبر کیا، جب زین سے زمین پر آئے تو اس وقت جان میں جان تھی، امام علیہ السلام ان کی طرف آئے، حضرت حبیبؓ آپؑ کے ہمراہ تھے۔ سید الشہداء علیہ السلام

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے۔ اس کے بعد اس آیہ کی تلاوت فرمائی:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورۂ احزاب: ۲۳)

"ان میں سے بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی"۔

مسلم بن عوسجہؓ کی حبیب ابن مظاہرؓ کو وصیت

حبیب بن مظاہرؓ مسلم بن عوسجہؓ کے نزدیک آئے اور کہا: آپ کا قتل ہو جانا میرے لیے بہت مشکل ہے لیکن آپ کو بہشت جانے کی خوشخبری ہو۔ حضرت مسلم بن عوسجہؓ نے نحیف سی آواز میں کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور خیر کی بشارت دے۔

حبیبا گر رمق اکنون بہ تن نیست	توان و قدرتی در جانِ من نیست
هم اکنون کہ بہ بالینم رسیدی	مرا اینگونہ روی خاک دیدی
حبیبا هم سفر بودیم باہم	من و تو عہد بنمودیم باہم
کنون کہ ما جز این رهبر نداریم	بیا تا دست از او برنداریم
سفارش می نمایم از برایت	از این مظلوم بنمائی حمایت

"اے حبیب! اگرچہ اب میرے بدن میں حیات کی رمق باقی نہیں اور نہ ہی میری جان میں کوئی طاقت وقدرت ہے۔

اب آپ میرے سر پر پہنچے ہو اور مجھے خاک پر اس طرح گرا ہوا دیکھ رہے ہو۔

اے میرے دوست حبیبؓ! ہم دونوں ہم سفر تھے اور ہم نے ایک دوسرے سے عہد وپیمان باندھا ہوا تھا۔ اب ان کے علاوہ ہمارا کوئی رہبر و راہنما نہیں ہے، آئیں انہیں تنہا مت چھوڑیں۔

میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ان مظلوم (امام حسینؑ) کی حمایت سے کبھی بھی ہاتھ مت کھینچنا"۔

حبیبؓ نے کہا: اگر آپ کے بعد مجھے اپنے قتل ہو جانے کا یقین نہ ہوتا تو آپ جس قدر چاہتے، مجھے وصیتیں کرتے۔ حضرت مسلم بن عوسجہؓ نے امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حبیب بن مظاہرؓ سے کہا: میں آپ کو اپنے آقا و مولا امام حسینؑ کی مدد کے لیے وصیت کرتا ہوں اور اس طرح سے آپ کی آنکھیں روشن کرتا ہوں۔ وصیت کے یہ کلمات ادا کرنے کے بعد آپ جام شہادت نوش کر گئے۔ (انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۹۳۔ العبرات محمودی، ج ۲، ص ۳۳۔ اولین مقتل سالار شہیداں، ص ۲۸۵-۲۸۹۔ دمع السجوم، ص ۱۳۶۔ بحار، ج ۴۵، ص ۱۹)

اس وقت مسلم کی کنیز نے فریاد بلند کی: یَابنَ عوسجَتَاہُ ، یَا سَیِّدَاہُ مسلم بن عوسجہؓ کی پاک و پاکیزہ روح پر اللہ اور اس کے رسول کا سلام ہو۔

راوی کہتا ہے: جب مسلم بن عوسجہؓ درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو ابن سعد کے سپاہیوں نے بلند آواز سے کہا: اے لشکریو! مسلم بن عوسجہؓ کے قتل پر تم کو مبارک ہو۔ جب شیث بن ربعی نے یہ سنا تو اپنے قریب موجود لوگوں سے کہا:

تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں۔ تم لوگوں نے اپنے ہاتھوں اپنے نفس کو قتل کیا ہے اور اپنے عزیزوں کو ذلیل و خوار کیا ہے۔ یا تم لوگ مسلم بن عوسجہؓ کے قتل پر راضی ہو؟ خدا کی قسم! میں نے ان کا دین اختیار کیا ہے، میں نے انہیں بہت سے مواقع پر کامیابیوں سے ہمکنار دیکھا ہے۔ آذربائیجان میں جنگ سلق کے دن انہوں نے مسلمانوں کی صف آرائی سے قبل ہی چھ مشرکوں کو واصلِ جہنم کر دیا تھا۔ کیا ایسا شخص جب قتل ہو جائے تو تم خوشی مناؤ گے۔ (بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۰)

شہادتِ وھب

وھب بن عبداللہ بن جناب کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لبیک کہتے ہوئے میدانِ جہاد

میں گئے، اس روز وہب کی ماں ان کے ہمراہ تھی۔ اس نے وہب سے کہا:

قُم يَابُنَيَّ فَانصُر ابنَ بِنتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّم فَقَالَ: يَا اُمَّاهُ وَلَا اُقَصِّرُ

"اے میرے بیٹے! اُٹھو اور بنت رسولؐ خدا کے بیٹے کی مدد کرو۔ اس نے کہا: اے ماں! میں اس کام میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا"۔

حضرت وہب میدانِ جنگ میں گئے اور درج ذیل اشعار پڑھے:

اِن تَنكِرُونِي فَاَنَا ابنُ الكَلبِ — سَوفَ تَرَونِي وَتَرَونَ ضَربِي
وَحَملَتِي وَصَولَتِي فِي الحَربِ — اُدرِكُ ثَارِي بَعدَ ثَارِ صَحبِي
وَادفَعُ الكَربَ اَمَامَ الكَربِ — لَيسَ جِهَادِي فِي الوَغٰی بِاللَّعبِ

"اگر تم مجھے نہیں جانتے تو جان لو کہ میں فرزندِ قلبی ہوں، بہت جلد تم مجھے دیکھو گے اور میری ضرب اور مار کا تم نے مشاہدہ کیا ہوا ہے۔

جنگ میں میرے حملے اور رعب و دبدبے سے آگاہ ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ جب تمہارے خون کے سیلاب بہیں گے تو اس کے بعد تم میرا خون بہاؤ گے۔

میں رنج و غم سے پہلے دکھ درد دُور کروں گا، میدان میں میرا جہاد کرنا کوئی کھیل نہیں ہے"۔

پس حضرت وہب نے دشمن پر تابڑتوڑ حملہ کیا، بہت سے افراد کو قتل کرنے کے بعد اپنی ماں اور زوجہ کے پاس آئے اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے:

اے ماں جی! کیا اب آپ راضی ہیں؟ ان کی ماں نے کہا: میں اس وقت خوش ہوں گی جب تم میرے مولا حسین علیہ السلام کے قدموں میں جامِ شہادت نوش کرو گے۔

ان کی زوجہ نے کہا: خدا کی قسم! اپنی مصیبت میں مجھے مت رُلاؤ۔ حضرت وہب کی ماں نے کہا: اس کی بات مت سنو، فرزندِ رسولؐ کی خدمت میں واپس چلے جاؤ اور راہِ خدا

میں جہاد کرو تا کہ کل روزِ قیامت وہ تمہاری شفاعت کریں۔ حضرت وھب میدانِ جنگ کی طرف واپس لوٹ گئے۔ (بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۱۶۔ ترجمہ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۰۳۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۴۳۔ طوفان البکاء، ص ۴۱۷۔ ضیاء العین، ص ۴۰۵)

اگر خواہی رضای من بیابی — بباید جانب میدان شتابی
هم اکنون کہ امامِ ما است مظلوم — فروغ دیدے زہرا ست مظلوم
صدای غربتش برگوش آید — چہ کس خبر ما از او یاری نماید
اگر خواہی کنم شیرم حلالت — بباید غرقِ خون بینم جمالت
حسین بن علی تنہای تنہا ست — کہ یاری کردنش برعہد ما ست

"اگر تم میری خوشی اور رضا چاہتے ہو تو میدانِ جنگ کی طرف جلدی سے واپس چلے جاؤ۔
ہمارے امام اب مظلوم ہیں، حضرت زہراء علیہا السلام کی آنکھوں کا نور مظلوم ہے۔ ان کی صدائے غربت ہمارے کانوں پر پڑ رہی ہے۔ ہمارے علاوہ کون ہے جو ان کی مدد کرے گا۔
اگر تم چاہتے ہو کہ میں اپنا دودھ تمہیں بخش دوں تو میں تیرا خوبصورت چہرہ خون میں لت پت دیکھنا چاہتی ہوں۔
حسینؑ بن علی اس وقت تنہا ہی تنہا ہیں، اب ہمارے اُوپر واجب ہے کہ ان کی مدد کریں"۔

وصال کی گھڑیاں

حضرت وھبؓ میدانِ جنگ کی طرف لوٹ گئے۔ انہوں نے اُنیس سوار اور بارہ پیادہ سپاہیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ اُن کے دونوں بازو کٹ چکے تھے، اُن کی زوجہ نے بھی خیمہ کی چوب اُٹھائی اور ان کے پیچھے پیچھے آتے ہوئے کہا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں، آپؑ نے اہلِ بیت علیہم السلام اور حرمِ

رسولؐ مختار کی حمایت میں جنگ لڑی ہے۔ حضرت وھبؓ اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ اُسے مخدرات کے خیمہ میں واپس بھیجیں، لیکن اُن کی زوجہ نے اُن کا دامن پکڑتے ہوئے کہا: میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گی، میں آپ کے ساتھ مرنا چاہتی ہوں۔

سیدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو اہلِ بیتؑ کی مدد کے عوض جزائے خیر دے، مخدرات کے خیمے کی طرف چلی جاؤ۔ زوجۂ وھبؓ واپس آ گئی اور حضرت وھبؓ جنگ کرتے ہوئے واصلِ حق ہوئے۔

شہیدہ

حضرت وھبؓ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ جب درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو ان کی زوجہ ان کی لاش پر پہنچی۔ اس نے حضرت وھبؓ کے چہرے سے خون صاف کیا، ادھر سے شرلعین نے دیکھا تو اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس عورت کو قتل کر دو، اس نے لوہے کی سلاخ اُٹھائی اور زوجۂ وھبؓ کے سر پر مار کر اُسے شہید کر دیا۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں پہلی خاتون تھی جو شہید ہوئی۔

زوجۂ وھبؓ شہادت پہ ہوئی ہے فائز
گرچہ خواتین پہ اسلام میں ساقط ہے جہاد

مادرِ وھبؓ

فَقَالَ لَهَا الْحُسَيْنُ: إِرْجِعِي يَا أُمَّ وَهَبٍ، أَنْتِ وَابْنُكِ مَعَ رَسُولِ اللهِ (بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۷)

"حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُم وھب سے فرمایا: اے مادرِ وھبؓ! واپس چلی جاؤ تم اور تمہارا بیٹا رسولؐ خدا کے ساتھ ہوں گے، جہاد عورت سے ساقط ہے"۔

پس وہ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئیں، خدایا! مجھے نا امید نہ کرنا۔

فَقَالَ لَهَا الْحُسَيْنُ: لَا يَقْطَعُ رَجَاكِ يَا أُمَّ وَهَبٍ

''امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے اُم وھب! خدا تمہیں کبھی بھی ناامید نہیں کرے گا''۔

شہادتِ زہیر بن قینؓ

بھرے جہان میں کوئی زہیر قین نہیں
کہ جیسے سارے زمانے میں اک حسینؑ نہیں
(مظہر)

حضرت زہیر بن قینؓ خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے دوشِ مبارک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

اے حسینؑ! اے راہِ ہدایت پانے والوں کے رہنما! آگے بڑھیں، آج آپ اپنے جدِ بزرگوار رسولؐ خدا، اپنے والد گرامی علی مرتضیٰؑ، اپنی والدہ ماجدہ زہراء مرضیہؑ، اپنے بھائی حسنِ مجتبیٰؑ، ذوالجناحین جعفرِ طیارؓ، مردِ شجاع حمزہؓ اسداللہ، شہید زندہ کی زیارت کریں گے۔

پھر زہیر بن قین (خود) میدانِ کارزار میں اُترے، سخت جنگ کی اور یہ شعر پڑھا:

اَنَا زُهَيْرٌ وَاَنَا ابْنُ الْقَيْنِ
اَذُوْدُكُم بِالسَّيْفِ عَنِ الْحُسَيْنِ

(تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۴۵۔ بحار، ج ۴۵، ص ۲۵

''میں زہیر بن قین ہوں کہ اپنی تلوار سے دشمن کو امام حسین علیہ السلام سے دُور کروں گا''۔

سید محمد بن ابی طالب کہتے ہیں: زہیر بن قینؓ نے اس قدر بہادری سے جنگ لڑی کہ اُنہوں نے ایک سو بیس افراد کو واصلِ جہنم کیا۔ کثیر بن عبداللہ اور مہاجرین اوس تمیمی نے مل کر ان پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے زہیرؓ کی شہادت کے بعد فرمایا:

خدا تمہیں اپنی رحمت سے دُور نہ کرے اور تمہارے قاتل پر لعنت کرے۔ پھر ان

دونوں پر اس طرح سے لعنت بھیجی کہ وہ بندر اور سؤر کی شکل میں مسخ ہو گئے۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۲۷۵۔ بحار، ج ۴۵، ص ۲۳۔ الکامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۷۱۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۰)

شہادت حبیب ابن مظاہرؓ

حبیب ابن مظاہر سلام ہو تم پر
شرف تمہارا ہے شہؑ کی اعانتیں کرنا
(مظہر)

حبیب من کہ محبوب است و یزدان و پیمبر را
چو سلمان است احمد را، چو عمار است حیدرؑ را

بہ وصفش بہتر آن کز قول مولایش سخن رانم
کہ فرماید من از اصحاب خود بہتر نمی دانم

بود او حافظ قرآن و قرآنش بود مکتب
زبس مجذوب قرآن، ختم قرآن کرد در یک شب

سلام ما بر او کز عشق می تابد چنان کوکب
حسینش می کند تحسین سلامش می دھد زینب

''میرا حبیب اللہ اور اس کے رسول کا یوں محبوب ہے جس طرح سے احمد مرسلؐ سلمانؓ سے اور حیدر کرارؑ کو عمارؓ سے پیار ہے۔

حبیب کی تعریف میں بہتر ہے کہ ان کے مولا و آقا کا فرمان بیان کروں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے اصحاب سے بہتر کسی کے اصحاب کو نہیں پایا۔ وہ قرآن کے حافظ تھے اور قرآن اُن کی درس گاہ تھا، قرآن ان کے رگ و پے میں اس قدر جذب ہو چکا تھا کہ وہ ایک رات میں قرآن ختم کرتے تھے۔ میرا ان پر سلام ہو کہ وہ عشق

حسینؑ میں ستارے کی مانند درخشاں تھے، امام حسینؑ ان کی تعریف کرتے اور حضرت زینبؑ کبریٰ انہیں سلام کہتیں"۔

آخری نماز

نماز حضرتِ شبیرؑ نے نہیں چھوڑی
اگرچہ تیروں کی بوچھاڑ تھی مصلّے پر

طبری لکھتا ہے: جب ابوثمامہ بن عمرو بن عبداللہ صایدیؓ نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب قتل ہو رہے ہیں تو انہوں ۔ نے امام علیہ السلام سے کہا: اے ابوعبداللہ! میری جان آپ پر قربان ہو، میں دیکھ رہا ہوں کہ یزیدی لشکر آپ کے نزدیک آتا جا رہا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک ہم زندہ ہیں ان شاء اللہ آپ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں تو جس نماز کا ابھی وقت ہے اسے پڑھ کر جائیں۔ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے سربلند کرتے ہوئے فرمایا: آپ نے ہمیں نماز کی یاد دلائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو نماز گزاروں اور ذکر کرنے والے افراد میں سے شمار کرے۔ ہاں، اب نماز کا وقت ہے۔

پس امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ہمراہ نمازِ خوف بجا لائے۔ پھر ابوثمامہ نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

مولاؑ! میں اصحاب کے ساتھ ملحق ہونا چاہتا ہوں، میں یہ برداشت نہیں کرتا کہ آپؑ کو خون میں ڈوبا ہوا دیکھوں۔ سید الشہداء علیہ السلام نے انہیں میدانِ جہاد میں جانے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

آپ آگے آگے چلیں، تھوڑی دیر بعد ہم بھی آپ کے پیچھے آنے والے ہیں۔ پس ابوثمامہؓ میدان کارزار میں گئے اور اشقیاء پر حملہ آور ہوئے۔ خود انھیں بہت سے زخم لگے اور ان کے چچازاد قیس بن عبداللہ صایدی نے انہیں شہید کر دیا۔

زیارت مبارکہ ناحیہ میں منقول ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِی ثُمَامَةِ وَعَمرو بنِ عَبدِاللّٰهِ الصَّائِدِی
(ضیاء العین، ص ١٧٦)

ابوثمامہؓ کی شہادت

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان لوگوں سے کہیں کہ ہمیں اتنی مہلت دے دیں کہ ہم نماز پڑھ سکیں۔ ادھر سے حصین بن تمیم نے کہا کہ تمہاری نماز قبول نہیں ہے۔ (مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ١٧)

حبیب ابن مظاہرؓ نے کہا: اے گدھے! تم یہ کہہ رہے ہو کہ خاندانِ پیغمبرؐ خدا کی نماز قبول نہیں اور تمہاری قبول ہے۔

نماز آج بھی صدیوں سے اس تلاش میں ہے
مجھے حسینؑ کی طرح ادا کرے کوئی

راوی کہتا ہے: یہ سن کر حصین بن تمیم حملہ آور ہوا، جناب حبیب بن مظاہرؓ مقابلے میں گئے۔ آپ نے گھوڑے پر سواری کی حالت میں تلوار سے حملہ کیا اور اُسے زمین پر گرایا۔ یہ دیکھ کر اس کے ساتھی درمیان میں کود پڑے اور اسے چھڑوا کر لے گئے۔ اس وقت حبیب ابن مظاہرؓ نے یہ اشعار پڑھے:

اَنَا حَبِیبُ وَاَبِی مُظَهَّرُ — فَارِسُ هَیجَاءٍ وَحَربُ تَسعَر
اَنتُم اَعَدَّ عِدَةً کَثَرُ — وَنَحنُ اَوفٰی مِنکُم وَاَصبَرُ
وَنَحنُ اَعلٰی حُجَّةً وَاَظهَرُ — حَقًّا وَاَتقٰی مِنکُم وَاَعذَرُ

"میں حبیبؓ ہوں اور میرا باپ مظاہرؓ ہے۔ میدانِ جنگ کا شاہ سوار
اور جنگ کے شعلے بلند کرنے والا ہوں۔
اگرچہ تم تعداد کے لحاظ سے کثرت میں ہو، لیکن ہم تم لوگوں سے
زیادہ وفادار اور صابر ہیں۔
ہم حجت و دلیل میں تم پر بھاری ہیں، حق اور پرہیزگاری میں تم لوگوں

سے قوی تر ہیں"۔

بہ مہد تربیت دل دادۂ روی حسینؑ است او
ز مہد کود کی دل بستہ بر موی حسینؑ است او

بہ پیمانی کہ با مسلم بہ راہ کربلا بست او
کمر بر یاری نو بادگان مصطفیٰ بست او

کتاب عمر خود با گریہ خون خدا بست او
بہ راہ دین محاسن را ز خون سرحنا بست او

"وہ ماں کی گود سے ہی امام حسین علیہ السلام کے چہرے کے عاشق تھے۔ انہوں نے بچپن سے ہی اپنے آپ کو امام حسین علیہ السلام سے وابستہ کرلیا تھا۔ وہ عہد و پیمان جو انہوں نے کربلا کے راستے میں مسلمؑ سے باندھا، اسے پورا کیا، انہوں نے خاندانِ مصطفیٰ کی مدد کے لیے کمر ہمت باندھی۔

انہوں نے اپنی کتاب حیات خونِ خدا یعنی امام حسین علیہ السلام پر گریہ سے بند کی۔ انہوں نے راہِ دین میں اپنے سر کے خون سے اپنی ریش کو مہندی لگائی"۔

حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے ایسی جنگ لڑی کہ کوفہ و شام کی فوج میں سے ۶۲ آدمیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نے آپؓ کے سر میں تلوار ماری اور اسی قبیلہ کے ایک اور شخص نے آپؓ کے جسمِ اطہر پر نیزہ مارا۔ حبیب ابن مظاہر زمین پر آئے، آپؓ اُٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے آپؓ کے سر پر تلوار ماری، آپ گر گئے۔ تمیمی شخص گھوڑے سے نیچے اُترا اور حبیب کا سر بدن سے جدا کر دیا۔ (انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۹۵۔ ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۴۲۔ ترجمہ نفس المہموم، ص ۱۳۹-۱۴۰)

پسرِ حبیب ابن مظاہرؓ

تاریخ طبری میں نقل ہوا ہے کہ حصین بن تمیم نے حبیب ابن مظاہرؓ کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر میدانِ جنگ کا چکر کاٹا، جب سروں کو لے کر کوفہ پہنچے تو اُس نے حبیبؓ کا سر کسی اور کو دے دیا، اس نے اسے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اور ابن زیاد کے قصر کی طرف روانہ ہوا۔

کہتے ہیں اس وقت حبیبؓ کا بیٹا قاسم بالغ ہونے کے قریب تھا۔ وہ سوار شخص کے ساتھ ساتھ قصر میں گیا، جب وہ شخص باہر نکلا تو یہ بھی اُس کے ساتھ باہر آیا۔ تمیمی شخص نے کہا:

اے لڑکے! تمہیں کیا کام ہے، تم کیوں میرے پیچھے پیچھے پھر رہے ہو؟

قَالَ هٰذَا الرَّأْسُ الَّذِي مَعَكَ رَأْسُ اَبِي فَتُعْطِينِهُ حَتّٰى اَدْفَنَهُ

''اس نے کہا: یہ سر جو تمہارے پاس ہے میرے بابا کا ہے۔ پس اس شخص نے وہ سر بچے کے حوالے کیا، پھر اُسے وہاں پر دفن کر دیا گیا''۔

به من گوی که این امری عجیب است — بدان که این سر بابم حبیب است
بده تا بغل گیرم پدر را — بده بوسه زنم یک لحظه سر را
نخواهی کرد از بابا جدایم — به هر جا که روی من هم بیایم
بده تا بلکه سر را دفن سازم — که این وضع در سوز و گدازم

''مجھے کہتے ہو کہ یہ عجیب بات ہے، تم جان لو کہ یہ میرے بابا حبیب کا سر ہے، یہ مجھے دو تا کہ میں اپنے بابا کو اپنی بغل میں لوں، یہ مجھے دو کہ میں اپنے بابا کے سر کا بوسہ لوں۔ مجھے میرے بابا سے ہرگز جدا نہیں کر سکتے ہو تم جہاں جاؤ گے میں بھی وہاں پر آؤں گا۔ بلکہ یہ سر مجھے دے دو تا کہ میں اسے دفن کروں۔ میں یہ حالت دیکھ کر جل رہا ہوں۔

چشمِ قاسمؓ میں باپ کا سر تھا
بے بسی کا عجیب منظر تھا

نافع بن ہلالؓ

تاریخ طبری میں منقول ہے کہ نافع بن ہلال جملی نے تیروں پر اپنا نام لکھا ہوا تھا، وہ دشمن کی سمت زہر میں بجھے ہوئے تیر پھینکتے اور کہتے کہ میرا تعلق جملی خاندان سے ہے اور میں دین علیم (دین خدا) کا پیرو ہوں۔ اُنھوں نے ابن سعد کے لشکریوں میں سے زخمیوں کے علاوہ بارہ آدمیوں کو لقمۂ اجل بنایا۔ جناب نافع کو کئی ایک زخم بھی لگے، ان کا بازو ٹوٹ گیا، اُنھیں اسیر بنالیا گیا۔ شمر بن ذی الجوشن نے اُنہیں پکڑا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھینچ کر عمر ابن سعد کے پاس لے گیا۔

اس نے کہا: برباد ہو جاؤ اے نافع! تمہیں کس چیز نے مجبور کیا ہے کہ تم نے اپنے ساتھ یوں کیا ہے؟

نافع نے کہا: میرا اللہ جانتا ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں؟

شمر ذی الجوشن نے اُسے قتل کرنے کے لیے تلوار نیام سے نکالی تو نافع نے اس سے کہا: اگر تو مسلمان ہوتا تو اس قدر نڈر نہ ہوتا اور میرے خون سے ہاتھ رنگین کر کے خدا کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوتا، تعریف ہے اس خدا کی، جس نے میری موت بدترین شخص کے ہاتھوں قرار دی ہے۔ اس کے بعد شمر نے اسے شہید کر دیا۔

نافع کی شہادت بھی ہوئی شمر لعین سے
شبیرؑ نے ہم رنگ اُسے اپنا کیا ہے

(تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۴۶ اور بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۷ پر لکھا ہوا ہے کہ نافع بن ہلالؓ نے تیرہ لوگوں کو قتل کیا ہے)

حق و باطل کی جلوہ گاہ

مرحوم شیخ مفید علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں: نافع بن ہلالؓ لشکر سے باہر نکلے اور رجز پڑھتے ہوئے کہا: میں ہلال بجلی کا بیٹا ہوں، دین علیؑ پر ہوں۔ ابن سعد کے لشکر سے مزاحم بن حریث مبارزہ کے لیے آیا اور کہا:

میں عثمان کے دین پر ہوں۔

نافع نے کہا: ایسا نہیں ہے بلکہ شیطان کے دین پر ہو۔

نافع اس پر حملہ آور ہوا اور اُسے قتل کر دیا۔ (مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۱۵، ضیاء العینین، ص ۲۰۴)

قرعۂ عشق تو خوردہ است بہ نام دلِ من — از شراب غم تو پُر شدہ جام دلِ من

بہ بلای تو بلی گفتہ ام از روز ازل — مرغ عشق تو نشستہ است بہ بام دلِ من

"تیرے عشق کا قرعہ میرے دل کے نام کا نکلا ہے، تمہارے غم کی شراب سے میرے دل کا جام پُر ہو چکا ہے۔

میں نے روز ازل سے آپ کی مشکلات کو ہاں کہا ہے۔ تیرے عشق کے پرندے نے میرے دل میں آبسیرا کیا ہے۔

سیاہ غلام حضرت جونؓ

حجرِ اسود سے ہے تیرے جونؓ کا رتبہ بلند
کربلا تو خانۂ حق کی نئی تعبیر ہے

جونؓ ایک سیاہ پوست غلام تھا، اُس نے امام حسین علیہ السلام سے اذنِ جہاد طلب کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: تم آزاد ہو، تمہیں اجازت ہے کہ تم اپنے لیے کوئی محفوظ راستہ تلاش کرلو، کیونکہ تو نے ہمارے ساتھ پُرسکون زندگی گزاری ہے۔ اب ہمارے اُوپر آنے والے مصائب میں اپنے آپ کو مت ڈالو۔

اس نے عرض کیا: یابن رسولؐ اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آرام و آسائش کے وقت تو میں آپؑ کے دسترخوان کے ٹکڑوں پر پلتا رہا، اور اب مشکلات کے وقت آپؑ کو تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں۔ خدا کی قسم! یہ ٹھیک ہے کہ مجھ سے اچھی بو نہیں آتی، میرا تعلق پست قوم سے ہے اور میرا رنگ سیاہ ہے۔

اے میرے آقا! مجھ پر احسان کریں کہ میں راہِ بہشت طے کرتے ہوئے خوشبو،

شرافتِ نسب اور سفید چہرے کا مالک بن جاؤں۔ خدا کی قسم! میں آپؑ سے اُس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک میرا سیاہ خون آپؑ کے (پاکیزہ) خون سے نہ مل جائے۔ اس کے بعد جونؓ نے دشمن سے جنگ کی اور جامِ شہادت نوش کیا۔ (نفس المہموم، ص ۱۵۰۔ ضیاء العینین، ص ۲۰۲۔ انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۹۶۔ بحار، ج ۴۵، ص ۲۲۔ ابصار العین، ص ۱۰۵)

مرحوم سید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جونؓ نے ۲۵ افراد کو واصلِ جہنم کیا، اس کے بعد خود شہادت کے بلند مقام پر فائز ہوئے۔

محمد بن ابی طالب نقل کرتے ہیں: حضرت امام حسین علیہ السلام نے جونؓ کے سر پر کھڑے ہو کر فرمایا: خدایا! اس کا چہرہ سفید کر دے، اُسے اچھی خوشبو کا مالک بنا، اس کو نیک لوگوں کے ساتھ محشور فرما اور اسے محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے جوار میں جگہ عطا فرما۔

مُشک کی خوشبو

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنگ ختم ہونے کے بعد کچھ لوگ میدانِ جنگ میں آئے اور مقتولین کو سپردِ خاک کرتے رہے۔ لیکن جونؓ کو دس روز کے بعد دیکھا گیا، تب بھی ان سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

جونؓ کی خواہش

گم شدم در خویش ، پیدا کن مرا — قطره ام ، واصل ، به دریا کن مرا
نی همین من بر تو محرم نیستم — خاک پای اکبرت هم نیستم
آسمان بر آن رشادت بوسه زد — بند بندش را شهادت بوسه زد
خواست تا خواند امامش را به بر — کاید و گیرد غلام اش را به بر
گفت وای من جسارت تا کجا — من کجا و زادهٔ زهراؑ کجا
صورت او چون قمر تابیده بود — بوی عطرش در فضا پیچیده بود
ناگهان حس کرد روی صورتش — گرمیٔ لب های خشک حضرتش

دل نوازی بین کہ ننہاد آن امام | امتیازی بین فرزند و غلام
جون را تو دیع بالب خند کرد | کرد کاری را کہ بافرزند کرد

''میں اپنے آپ میں گم ہو چکا ہوں، مجھے تلاش کریں، میں پانی کا ایک قطرہ ہوں مجھے سمندر کے ساتھ متصل کریں۔

نہیں میں آپ کا محرم نہیں ہوں، میں آپؑ کے اکبرؑ کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوں۔

آسمان نے اس نیک راستے پر چلنے والے کے بوسے لیے، شہادت نے ان کے ہر جوڑ کے بوسے لیے۔

وہ چاہتے تھے کہ امامؑ کو بلائیں تاکہ آ کر اپنے غلام کو لے جائیں۔

اس نے اپنے آپ سے کہا، تو ہلاک ہو جا، یہ جسارت اور بے ادبی کر دہا ہے تو کہاں اور فرزند زہراؑ کہاں؟؟

اس کا چہرہ چاند کی مانند چمک رہا تھا، اس سے آنے والی عطر کی خوشبو فضا میں پھیل چکی تھی۔ اس نے اچانک اپنے چہرے پر آنحضرتؑ کے خشک ہونٹوں کی گرمی محسوس کی۔

ان امام علیہ السلام کی دل نوازی کا مشاہدہ کریں کہ انہوں نے غلام اور بیٹے کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا''۔

حضرت حنظلہؓ کی شہادت

جنت میں ملاقات حسینؑ ابن علیؑ سے
ہے حنظلہ پیاری تجھے دنیائے دنی سے
(مظہر عباس)

حضرت حنظلہؓ بن اسود آگے بڑھے اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے بولے:

يَاقَوْمِ إِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُم مِثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ

''اے قوم! مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر لشکرِ احزاب کی مانند عذاب نازل نہ ہو''۔

مجھے خوف ہے کہ تمہارے اُوپر گذشتہ اُمتوں کی مثل قومِ نوحؑ، قومِ عادؑ اور قومِ ثمود کی مانند عذاب نازل نہ ہو۔ خداوند کریم نہیں چاہتا ہے کہ اُس کے بندوں پر ظلم وستم ہو۔

اے قوم! مجھے ڈر ہے کہ روزِ قیامت تمہیں کہیں جہنم میں نہ ڈالا جائے اور اس دن تمہیں خدا کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہو۔ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اسے کوئی بھی ہدایت نہیں کرسکتا۔

اے قوم! تم امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کے درپے ہو، خدا تمہارے اُوپر تباہ وبرباد کرنے والا عذاب نازل کرے اور تمہیں نابود کردے۔

وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (طٰہٰ:٦١)

''اور جس نے اس پر بہتان باندھا وہ یقیناً رسوا ہوا''۔

حضرت امام حسین نے فرمایا: اے سعد کے بیٹے! خدا تمہارے اُوپر رحم فرمائے، بے شک وہ لوگ جو عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے ہیں انہوں نے آپ کی دعوتِ حق کو قبول نہیں کیا ہے بلکہ وہ آپ اور آپ کے دوستوں کا خون بہانے کے درپے ہیں۔ یہ لوگ اب تک آپ کے نیک اور صالح بھائیوں کو قتل کرچکے ہیں۔ (ترجمہ مقتل ابی مخنف، ص ۲۸۱۔ نفس المہوم، ص ۱۴۴۔ بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۲۳۔ ضیاء العینین، ص ۱۷۹، ترجمہ لہوف، ص ۵۲)

حضرت حنظلہؓ نے کہا: میری جان آپؑ پر قربان ہو، آپؑ نے سچ فرمایا ہے، آپؑ مجھ سے صاحبِ عقل وبصیرت ہیں۔ کیا میں سفرِ آخرت پر نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے نہ ملوں؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم وہی راستہ اختیار کرو جو تمہارے لئے اس دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ تم اس ملک وسلطنت کا سفر اختیار کرو جو کبھی برباد ہونے والی نہیں ہے۔

انجامِ ذی مقام کی جانب بڑھے چلو
تم وادیٔ دوام کی جانب بڑھے چلو

درود بر حسین بن علی علیہما السلام

حضرت حنظلہؓ نے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ وَعَرَّفَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ فِي الْجَنَّةِ

(مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۴۔ تاریخ کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۷۲)

"اے ابا عبداللہ! آپؑ پر سلام، آپؑ اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ پر درود ہو، ہمارے اور آپؑ کے درمیان جنت میں ملاقات ہوگی"۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: آمین، آمین۔ اس کے بعد حضرت حنظلہؓ میدانِ جنگ میں اُترے اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹ کر لڑے اور بالآخر کاروانِ شہداء سے جا ملے۔

شوذب و عابسؓ

ہم شوذب و عابس کی محبت میں ہیں زندہ
شبیرؑ کے عاشق ہیں ہمیں جان سے پیارے
(مظہر عباس)

عابس بن ابی شبیبؓ شاکری[1] آئے، جبکہ شوذبؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ عابسؓ نے شوذبؓ سے کہا:

---

(1) شاکر یمن کے شہر ہمدان میں رہنے والا ایک قبیلہ ہے، اس کا سلسلۂ نسب شاکر بن ربیعہ بن مالک تک پہنچتا ہے۔ عابس کا تعلق اسی قبیلے سے تھا، جب کہ شوذب بھی اسی قبیلے سے وابستہ تھا، یعنی اس قبیلہ میں آ کر آباد ہوئے تھے یا عابس کے منہ بولے بھائی تھے۔ شوذب، عابس کے غلام یا آزاد شدہ نہیں تھے۔ نقل ہوا ہے کہ عابس شیعہ رجال میں سے ہیں جو کہ رئیس، شجاع، عابد اور مجتہد تھے۔ مسلم بن عقیل نے انہی کے ہاتھ اپنے آقا و مولا امام حسین علیہ السلام کے نام خط بھیجا تھا۔ (اولین مقتل سالار شہیداں، ص ۲۸۳)

اے شوذبؓ! تمہارے دل میں کیا ہے اور تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں کیا کروں؟ میں فرزندِ زہراؑ کی حمایت میں جنگ کروں گا اور جامِ شہادت نوش کروں گا۔

عابسؓ نے کہا: مجھے بھی آپ سے یہی توقع تھی۔ پس آپ ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ وہ آپ کو اپنے دوستوں میں سے سمجھیں، جس طرح انہوں نے آپ کے علاوہ دوسروں کو اپنا دوست سمجھا۔ اگر آج میرے ساتھ آپ سے کوئی نزدیک تر اور محبوب نہ ہوتا تو اپنے آپ سے پہلے اسے بھیجتا، تاکہ اس کے دکھ میں اجر و ثواب حاصل کرتا، کیونکہ آج کا دن ایسا دن ہے کہ جہاں تک ہو سکے اجر و ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ کل کا دن ثواب کے حصول کی نہیں بلکہ حساب کا دن ہے۔ پس حضرت شوذب امام حسین علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کرنے کے بعد میدانِ جہاد میں گئے اور دشمن سے جنگ کی۔

طبری لکھتا ہے: عابس بن ابی شبیب شاکری نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس زمین پر اپنوں اور بیگانوں میں کوئی بھی آپ سے زیادہ پیارا اور محبوب نہیں ہے۔ اگر میں اپنی جان سے زیادہ محبوب کوئی شے آپ پر قربان کر کے آپ کو قتل ہونے سے بچا سکتا تو ذرا برابر دریغ نہ کرتا۔ (کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۷۳۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۳۔ انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۹۷۔ ضیاء العینین، ص ۸۶)

راہِ علی و حسین علیہما السلام

جناب عابسؓ، حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنِّي عَلٰى هُدَاكَ وَهُدٰى اَبِيْكَ (مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۳۔ بحار، ج ۴۵، ص ۲۹)

"اے ابا عبداللہ الحسینؑ! آپؑ پر درود و سلام ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آپؑ اور آپؑ کے بابا علی علیہ السلام کے راستے پر ہوں"۔

حضرت عابسؓ تلوار کھینچتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھے، ان کی پیشانی پر زخم کا نشان

تھا، ربیع بن تمیم کہتا ہے: اس دن میں کربلا میں موجود تھا، چونکہ میں نے عابس کو پہلے سے دیکھا ہوا تھا وہ شجاع ترین انسان تھا۔ میں نے کہا: اے لوگو! ابی شبیب کا فرزند سیاہ رنگ کا شیر ہے، تم میں سے کوئی بھی اس کے مقابلے میں نہ جائے۔ عابسؓ نے بلند آواز سے مبارزہ طلبی کرتے ہوئے کہا: اَلا رَجُلٌ اَلا رَجُلٌ ، کیا کوئی مرد ہے؟ کیا کوئی مرد ہے؟ (جو میرے مقابلے میں آئے)

عمر بن سعد نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اس پر ہر طرف سے سنگ باری کریں۔ پھر انہوں نے حملہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ عابسؓ نے دو سو سپاہیوں کو اپنے آگے رکھا، دشمنوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر شہید کر دیا۔ (دمع السجوم، ص ۱۴۶)

یارب ز تو گر باغ ارم خواستہ ام — گر حور و قصور و گر نعم خواستہ ام
جز مہر محمدؐ و علیؑ و زہراؑ — من ہرچہ بخواہم از تو کم خواستہ ام
تا در دل و جان ولای احمدؐ داریم — عیش ابد و بقای سرمدؐ داریم
بر جملہ امم فخر کنیم در ہمہ عمر — کز لطف خدا دین محمدؐ داریم

"اے پالنے والے! اگر میں نے آپ سے بہشت کا مطالبہ کیا، اگر میں نے آپ سے حور و قصور اور نعمتیں مانگی ہیں۔
محمد و علی و زہراء علیہم السلام کی محبت کے علاوہ میں نے جو کچھ مانگا ہے، وہ بہت کم ہے۔
جب تک ہمارے دل و جان میں ولائے مصطفیٰ ہے ہمیں ابدی و ہمیشگی بقا ہے۔
ہم تمام اُمتوں پر ہمیشہ ساری عمر فخر کریں گے کہ خدا کے لطف و کرم سے ہم دین محمدؐ کے پیرو ہیں"۔

شہادتِ شوذبؓ

ابومخنف کہتے ہیں: شوذب اپنے آقا عابس نامہ بردار علم کے ہمراہ کوفہ سے مکہ

آئے۔ آپ مکہ ہی میں تھے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کوفہ کی جانب روانہ ہوئے، وہ زمینِ کربلا تک پہنچنے تک امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔

ابوجعفر طبری ناقل ہیں، جب میدانِ قتال گرم ہوا تو عابس نے اُنہیں (شوذب) بلایا اور ان سے دل کی بات پوچھی۔ اس کے بعد شوذب میدانِ قتال میں اُترے، سخت جنگ کی، دشمن کے بہت سے افراد کو لقمۂ اجل بنایا۔ بالآخر جنگ کرتے کرتے خود بھی جامِ شہادت نوش کر گئے۔ زیارتِ ناحیہ مبارکہ میں ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی شَوْذَبٍ مَوٰی شَاکِرٍ (ضیاء العینین، ص ۱۸۷)

"سلام ہو شاکر کے دوست شوذب پر"۔

مسلمؑ اور زہیرؑ قین دو غفاری بھائی

عزرہ ترے بیٹوں پہ فدا جان ہماری
شبیرؑ پہ قربان جو مقتل میں ہوئے ہیں
(مظہر عباسؔ)

جس وقت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کو یقین ہوگیا کہ دشمن کی فوج بہت زیادہ ہے اور سید الشہداء علیہ السلام کے مددگار کم ہیں لہٰذا وہ اپنے آقا امام حسین علیہ السلام اور اپنی ذات سے دشمن کو دُور رکھنے پر قادر نہیں ہیں تو وہ راہِ خدا میں شہید ہونے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرتے رہے۔ ان میں سے عبداللہ بن عزرہ غفاری اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن عزرہ غفاری سید الشہداء علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرتے ہیں:

یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْكَ السَّلَامُ

"اے ابوعبداللہ! آپؑ پر سلام ہو"۔

اب دشمن نے ہمیں گھیرے میں لے لیا ہے اور آپؑ کے قریب تر ہوگیا، میں پسند کرتا ہوں کہ آپؑ کے قدموں پر جان نچھاور کردوں اور دشمن کو آپؑ سے دُور بھگا دوں۔

امام علیہ السلام نے انہیں آفرین کہا اور شاباش دیتے ہوئے فرمایا: جائیں، حملہ کریں۔ پس وہ قریب گئے اور امام حسین علیہ السلام کی موجودگی میں سخت جنگ لڑی۔ بالآخر دونوں بھائیوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ درود و سلام اور رحمتِ خدا ہو راہِ حسینؑ کے مسافروں پر، صد آفرین ہو سید الشہداء علیہ السلام کے جانثاروں پر۔

امام حسین علیہ السلام کا مؤذن

ہے پیشِ نظر احمدؐ و حیدرؑ کی زیارت
حجاج سے لمحات یہ کاٹے نہیں کٹتے
(مظہر عباس)

امام حسین علیہ السلام کے مؤذن حجاج بن مسروق تھے۔ سید الشہداءؑ کے اصحابِ باوفا راہِ خدا میں شہید ہونے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہوئے اپنے آقا و مولا امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اجازت حاصل کرتے اور دشمن پر حملہ کرتے ہوئے یہ رجز پڑھتے:

أَقْدِمْ حُسَيْنَ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَالْيَوْمَ تَلْقِي جَدَّكَ النَّبِيَّا
ثُمَّ أَبَاكَ ذَا النَّدَى عَلِيًّا ذَاكَ الَّذِي نَعْرِفُهُ وَصِيًّا

"یا حسینؑ! جس رہبر نے ہمیں ہدایت دی، آج ہم آپ کے جدِ بزرگوار نبی مکرم علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔
ان کے بعد آپؑ کے بابا علیؑ سے ملاقات کریں گے جو صاحب جود و سخا تھے اس حال میں کہ ہم نے انہیں پیغمبرؐ کے وصی کے طور پر جانا و پہچانا ہے"۔

حجاج بن مسروق نے پچیس لوگوں کو فی النار کیا، اس کے بعد جامِ شہادت نوش کیا۔
(دمع السجوم، ص ۱۵۱۔ ترجمہ مقتل ابی مخنف، ص ۲۹۵)

ان کے پاک و مطہر روح پر درود و سلام ہو کہ انہوں نے دین اور آزادی کی خاطر

خلوص کے ساتھ اپنی جان کی بازی لگائی اور فرزندِ زہراؑ کے قدموں پر جان نچھاور کی اور شربتِ شہادت نوش فرمایا۔

مہر تورا بہ عالم امکان نمی دھم — این گنج پُر بہاست من ارزاں نمی دھم
گر انتخاب جنت و کویت بہ من دھند — کوی تورا بہ جنت و رضوان نمی دھم
ای خاک کربلای تو مُہر نماز من — آن مُہر را بملک سلیمان نمی دھم
مارا غلام تو بود تاج افتخار — این تاج را بہ افسر شاہان نمی دھم
دل جایگاہ عشق تو باشد نہ غیر تو — این خانہ خداست بہ شیطان نمی دھم
گر جرعہ ای از آبِ فراتم شود نصیب — آن جرعہ را بہ چشمۂ حیوان نمی دھم

”میں دنیا میں آپ کی محبت کسی کو نہیں دوں گا یہ ایک بہت قیمتی خزانہ ہے۔ میں اسے کم قیمت پر نہیں دوں گا۔
اگر مجھے جنت اور آپ کے کوچے کے درمیان انتخاب کرنے کا حق دے دیں تو میں جنت و رضوان کے عوض آپ کا کوچہ نہیں چھوڑوں گا۔
اے خاکِ کربلا! نماز کے وقت تو میری سجدہ گاہ ہے۔ یہ سجدہ گاہ میں حکومتِ سلیمانؑ کے عوض میں بھی نہیں دوں گا۔
میرے لیے آپ کی غلامی تاجِ افتخار ہے، میں یہ تاج کسی قیمت پر بادشاہوں کے افسروں کو نہیں دوں گا۔
میرا دل آپ کے عشق کی جائے گاہ ہے اس میں کسی اور کی کوئی گنجائش نہیں ہے، یہ خدا کا گھر ہے یہ شیطان کو نہیں دوں گا، اگر آبِ فرات کا ایک گھونٹ میرے نصیب ہو جائے تو یہ گھونٹ چشمے کے عوض میں بھی کسی کو نہیں دوں گا“۔

غلامی آپ کی ہے تاجداری
میں اپنا یہ شرف جانے نہ دوں گا
(شہزادہ محمد قاسم)

نمازِ ظہر کا وقت ہوا، امام حسین علیہ السلام نے زُہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ سامنے کھڑے ہو جائیں تا کہ باقی اصحاب نماز خوف بجالائیں۔ جو تیر بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی جانب آتا، جناب سعید بن عبداللہؓ اسے اپنی جان پر لے لیتے، اُنہوں نے اپنے آپ کو سید الشہداء کی حفاظت کے لیے وقف کر دیا، وہ ایک قدم تک پیچھے نہ ہٹے، اتنے تیر لگے کہ زمین پر گر گئے۔

انہوں نے کہا: خداوند! ان لوگوں پر عاد و ثمود جیسا عذاب نازل فرما، خداوند! اپنے پیغمبرؐ کو میرا اسلام پہنچادے اور انہیں یہ بتادے کہ ہم نے ان زخموں کو کس طرح برداشت کیا ہے۔ میں آلِ رسولؐ کی مدد کرنے کے صلہ کا آپؐ سے مطالبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپؓ کے بدن پر نیزوں اور تلواروں کے زخموں کے علاوہ تیرہ تیر پیوست ہوئے تھے۔ (ترجمہ لہوف، ص ۱۴۶)

❁❁❁

نویں فصل

نویں کی رات

شب تاسوعا اور پیغمبرِ وفاؑ

عمر بن سعد بروز جمعرات ۹ محرم کو امام حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوا، شمر آگے بڑھا، اصحاب حسینؑ کے قریب کھڑا ہو کر کہتا ہے۔ میرے بھانجے کہاں ہیں؟ حضرت علیؑ کے بیٹے عباس علمدار، عبداللہ اور عثمان آگے بڑھ کر کہتے ہیں: تم کیا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: اے میرے بھانجو! تمہیں امان دی جاتی ہے (یہاں پر اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ حضرت عباسِ علمدار کی والدہ ماجدہ اُم البنینؑ اور شمر دونوں کا تعلق خاندان کلابیہ سے ہے، یہ دونوں سگے بہن بھائی نہیں ہیں)۔ اُم البنینؑ کے بیٹوں نے فرمایا: ہم تم پر اور تمہارے امان نامے پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہمیں تو امان دیتے ہو لیکن فرزند فاطمہ زہراء علیہا السلام کے لیے کوئی امان نہیں۔ (دمع السجوم، ص ۱۱۳۔ بحار، ج ۴۴، ص ۳۹۱۔ ابصار العین، ص ۲۷)

من وفادار ترین سَر بازم — آمدم کرب و بلا جان بازم
آنچہ باشد بہ کفم ھست از او — عھد بستم نکشم دست از او
تادمِ مرگ بہ حق ازلی — پای بندم بہ حسینؑ بن علیؑ
گر شود غرقہ بہ خون دامن من — گر شود دست جدا از تن من
کی بہ فکر دگری پردازم — جان چہ باشد بہ فدایش سازم

”میں اپنے آقا و مولاؑ کا وفادار ترین سپاہی ہوں، میں کربلا میں سر دھڑ کی بازی لگانے آیا ہوں۔

جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے انہی کے صدقے میں ہے، میں نے اپنے
آپ سے عہد کیا ہے کہ کبھی بھی ان سے جدا نہیں ہوں گا۔
حی ازلی یعنی خدا کی قسم، میں تادمِ مرگ حسینؑ بن علیؑ کا پابند
ہوں (یعنی غلام ہوں) مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے کہ میرا
دامن میرے خون سے تر اور میرے ہاتھ میرے بدن سے جدا
ہوجائیں۔
میں کسی دوسرے کی فکر میں کب ہوں، ایک نہیں ہزار جانیں بھی ہوں
ان پر قربان کردوں گا"۔

روایت میں مذکور ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے کہا: اے میرے بھانجو! تمھیں امان دی جاتی ہے، تم اپنے بھائی کے ہمراہ اپنے آپ کو معرضِ قتل میں مت قرار دو۔ یزید بن معاویہ کی نوکری اختیار کرلو۔

حضرت عباس علمدارؑ بلند آواز میں بولے:

لَعَنَكَ اللّٰهُ وَلَعَنَ اَمَانَكَ اَتُؤمِنُنَا وَابنُ رَسُولِ اللّٰهِ لَا اَمَانَ لَهٗ (ترجمہ لہوف، ص ۱۳۴۔ ارشاد مفید، ص ۴۳۵)

"خداوند تعالیٰ تم اور تمہارے امان نامے پر لعنت کرے، ہمیں امان دیتے ہو لیکن فرزندِ رسولؐ کے لیے کوئی پناہ نہیں ہے"۔

دست برداریم از مولای خود؟ چشم کی پوشیم از آقای خود
وای بر تو لعنت حق بر تو باد مرگ بر آن کہ بہ تو این نامہ داد
دست از دامان او کی می کشیم؟ تا شہادت در رکابش را چشیم
آمدیم از حق نگہداری کنیم تا امام خویش را یاری کنیم

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے مولا و آقا سے دستبردار ہوجائیں؟ ہم
اپنے آقا سے کیسے چشم پوشی کرسکتے ہیں؟

تم ہلاک و برباد ہو جاؤ، تمہارے اُوپر خدا کی لعنت ہو اور اس پر بھی لعنت ہو جس نے تمہیں یہ امان نامہ دیا ہے۔

ہم اپنے آقا و مولاؑ کی حمایت کرنے سے کیسے منہ پھیر سکتے ہیں، ہم تو ان کی رکاب میں شہادت کا مزا چکھنے تک ان کے ساتھ ہیں۔ ہم حق کی حفاظت اور پاسداری کے لیے ہیں، ہم اس لیے آئے ہیں کہ اپنے امامؑ کی مدد کریں"۔

خدا سے راز و نیاز کی مہلت

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ پند و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہو رہا اور دشمن جنگ کے لیے جلدی کر رہا ہے تو آپ نے اپنے بھائی عباسؑ علمدارؑ سے فرمایا:

اگر آپ آج کے دن جنگ کو ٹال سکتے ہیں تو یہ کام کریں تاکہ آج کی رات ہم اپنے پروردگار سے راز و نیاز میں گزاریں کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے نماز اور تلاوتِ قرآن سے بے حد عشق ہے۔ حضرت عباس علمدارؑ نے آپؑ کا یہ مطالبہ دشمن کے سامنے رکھا۔ عمر سعد کے سر پر پرندے بیٹھ گئے۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: اگر یہ ترک و دیلم ہوتے اور یہ مطالبہ کرتے تو تب بھی ہم انہیں مہلت دے دیتے، جبکہ یہ اولادِ پیغمبرؐ خدا ہیں۔ آپؑ کا یہ مطالبہ مان لیا گیا اور ایک رات کی مہلت دے دی گئی۔ (ترجمہ لہوف، ص ۱۳۴۔ دمع السجوم، ص ۱۱۴۔ ترجمہ ارشاد، ص ۴۴۱۔ ابصار العین، ص ۲۷)

راوی کہتا ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے کہ انہیں اونگھ آ گئی، بیدار ہونے کے بعد ارشاد فرمایا:

اے میری پیاری بہن! میں نے خواب میں اپنے جد محمد مصطفیٰؐ، بابا علی مرتضیٰؑ، ماں فاطمۃ الزہراؑ اور بھائی حسن مجتبیٰؑ کو دیکھا ہے، وہ فرما رہے تھے: اے حسینؑ! تم بہت جلد ہمارے پاس آ جاؤ گے۔ حضرت زینب کبریٰؑ نے اپنے چہرے پر طمانچہ مارا اور فریاد بلند کی۔

اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

میری بہن بے قراری کا مظاہرہ مت کریں۔ (دمع السجوم، ص ۱۱۵۔ ابصار العین، ص ۲۷۰۔ بحار، ج ۴۴، ص ۳۹۱)

یَا اُخَیَّہ خَدَّكِ لَا تَلطِمِي	مادری کن بر بنات فاطمی
خواهرا ناموس حی داوری	بر یتیمان تو جای مادری
زینبا غارت شود چون خیمه ها	جمع کن اطفال حیران مرا
بعد یغما ، موسمِ آتش زدن	حین مبادا چاک سازی پیرهن
پیکرم بینی چو اندر خاک و خون	پامنه از نقطهٔ طاقت بیرون
خواهرم در ماتم افغان مکن	موی سر اندر غمم افشان مکن

"اے میری بہن! اپنے چہرے پر طمانچے مت مارو، فاطمہؑ کی بیٹیوں کے لیے ماں بنو۔

اے بہن! تم حی داور یعنی اللہ تعالیٰ کی ناموس ہو، تم یتیموں کے پاس ماں کی جگہ پر ہو۔

اے زینبؑ! جب خیام تباہ و برباد ہو جائیں تو میرے حیران پریشان بچوں کو اکٹھا کرنا۔

خیام کو لوٹنے اور تاراج کرنے کے بعد آگ لگا دی جائے گی، خبردار اس وقت اپنی قمیص مت چاک کرنا۔

جب تم میرے پیکر کو خاک وخون میں ڈوبا ہوا دیکھو تو اپنے ہوش و حواس نہ کھو بیٹھنا۔

اے میری بہن! میرے سوگ میں چیخ پکار نہ کرنا، میرے غم میں اپنے سر کے بال مت کھولنا"۔

زینبؑ سے کہا حضرت شبیرؑ نے اِمشب
میں سونپ کے جاتا ہوں یہ گھر آپ کو بہنا!

شبِ عاشورا معرفت کی رات

کاغذ پہ لکھے کیا قلم اس شب کی سیاہی ہے چار طرف جس کی سیاہی سے تباہی
مُرغانِ ہوا بر میں تپاں بحر میں ماہی تربت سے نکل آئے تھے محبوبِ الٰہی

فریاد کا تھا شور رسولانِ سلف میں
یثرب میں تزلزل تھا، اداسی تھی نجف میں

(میر انیسؔ)

قَالَ : وَبَاتَ الحُسَينُ وَاَصحَابُهُ تِلكَ اللَّيلَةَ وَلَهُم دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحلِ مَا بَينَ رَاكِعٍ وَسَاجِدٍ وَقَائِمٍ وَقَاعِدٍ ، فَعَبَرَ اِلَيهِم فِي تِلكَ اللَّيلَةِ مِن عَسكَرِ عُمَرَ بنِ سَعدٍ اِثنَانِ وَثَلَاثُونَ رَجُلًا (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۴، مفاتیح الجنۃ، باب ۶۱، لہوف، ص ۴۳)

"راوی کہتا ہے: امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے وہ رات گزاری، لیکن ان کی دعا و مناجات کی آواز شہد کی مکھیوں کی مانند آرہی تھی، ان میں سے کچھ رکوع میں تھے، کچھ سجود میں، کچھ کھڑے اور کچھ بیٹھے عبادتِ خدا میں مشغول تھے۔ اس رات ابن سعد کے لشکر سے ۳۲ لوگ ابن سعد کو چھوڑ کر حضرت امام حسینؑ کے لشکر سے آملے تھے"۔

آنحضرتؑ کی کثرتِ نماز اور صفاتِ کمالیہ میں ہمیشہ سے یہی سیرت رہی ہے۔

ابی مخنف کہتے ہیں: حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے وہ ساری کی ساری رات دعا و مناجات اور تضرع و استغفار میں گزاری۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے زندہ بچ جانے والے صحابی ضحاک بن عبداللہ کہتے ہیں: آدھی رات کے وقت جب دشمن کے کچھ سوار جو ہماری نگہبانی کررہے تھے، ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے اس آیہ کریمہ

کی تلاوت فرمائی:

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (سورہ آل عمران:۱۷۸-۱۷۹)

"اور خبردار یہ کفار یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم انہیں جس قدر راحت و آرام دے رہے ہیں وہ ان کے حق میں کوئی بھلائی ہے ہم تو صرف اس لیے دے رہے ہیں کہ جتنا گناہ کر سکیں کر لیں، ورنہ ان کے لیے رُسوا کن عذاب ہے۔ خدا صاحبانِ ایمان کو انہی حالات میں نہیں چھوڑ سکتا جب تک خبیث اور طیب کو الگ الگ نہ کر دے"۔

یہ شب شبِ معراج ہے پندارِ وفا ہے

مر مٹنا جانتے ہیں جو اپنے اصول پر — ذلت کی زیست اُن کے لیے ناگوار ہے
تازہ ہے پھر سے یادِ شہیدانِ کربلا — آنکھیں چھلک رہی ہیں تو دل سوگوار ہے

(غیر مسلم شاعر پرتپال سنگھ بیتاب)

شب عاشورا شب معرفت، شب عشق و ایثار و وفا، شب قرآن و نماز و دعا اور اصحاب عاشورا کی شب قدر تھی، اگرچہ وہ رات تھی لیکن خدا رسیدہ اور ملکوتی و سماوی افراد کے لیے صبح صادق تھی جو روزِ روشن کی مانند تاابد تابندہ ہے، اس کی سحرگاہ کی خوشبو نے دنیا میں بسنے والے افراد کی روحوں کو تا قیامِ قیامت معطر کر دیا ہے۔

دوسرے لفظوں میں یہ کہ شب عاشورا میں امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے عشق، ان کی محبت اور جانثاری و جانفشانی کو لفظوں کا لباس پہنانے کی کسی فردِ بشر میں طاقت ہے؟ نہیں، نہیں ہرگز یہ ممکن نہیں ہے۔ مہدیٔ فاطمہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے علاوہ کوئی بھی اس صورت حال کو بیان نہیں کر سکتا۔

اندازِ فکر

ابوحمزہ ثمالی حضرت امام سجاد زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: میں اس شب اپنے باباؑ کے ہمراہ تھا جس سے آئندہ دن وہ شہید ہو گئے تھے۔ اس رات میں آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

ان لوگوں کو صرف مجھ سے غرض ہے، اگر یہ مجھے قتل کر دیں تو پھر یہ آپؑ لوگوں کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں، میں تم لوگوں سے اپنی بیعت اُٹھا رہا ہوں، تم لوگ اس رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاؤ اور چلے جاؤ۔ آپؑ کے باوفا اصحاب نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ (مناقب، ج ۴، ص ۱۰۷)

بنی ہاشم کا اعلان

سب سے پہلے شخص جنہوں نے بڑے والہانہ انداز میں ایثار و قربانی کا اظہار کیا، وہ حضرت عباس علمدارؑ تھے۔ انہوں نے اپنی جگہ پر اٹھتے ہوئے فرمایا:

لِمَ نَفعَل ذٰلِکَ ؟ لِنَبقیٰ بَعدَکَ؟ لَا اَرَانَا اللّٰہُ ذٰلِکَ اَبَدًا

"ہم ایسا کیوں کریں؟ اس لیے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خداوند متعال ایسا وقت ہمیں نہ دکھائے"۔ (ابصار العین، ص ۴۹)

ان کے بعد حضرت عباس علمدارؑ کے بھائیوں، امام حسین علیہ السلام کے بیٹوں، آپؑ کے بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفرؓ[1] کے دو بیٹوں محمد و عبداللہ نے بھی اسی طرح کا اظہار کیا۔

---

(1) عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے گھر دورانِ ہجرت پیدا ہونے والے پہلے بچے ہیں۔ وہ انتہائی سخی آدمی تھے، انہیں بحرالجود (سخاوت کا سمندر) کہتے ہیں۔ شاعروں نے ان کی مدح میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ۸۰ ہجری قمری میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ (الاصابہ، ص ۴۵۸۲۔ فوات الوفیات، ج ۱، ص ۲۰۹۔ تہذیب ابن عساکر، ج ۷، ص ۳۲۵۔ لہوف، ص ۱۳۵۔ الاعلام، ج ۴، ص ۷۶)

بنی عقیل ولایت کے پاسدار

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اولادِ عقیل سے مخاطب ہو کر فرمایا:

حَسبُکُم مِنَ القَتلِ بِمُسلِمٍ ، اِذھَبُوا قَد اَذِنتُ لَکُم قَالُوا: فَمَا یَقُولُ النَّاسُ؟ یَقُولُونَ اِنَّا تَرَکنَا شَیخَنَا وَسَیِّدَنَا

(ترجمہ مقتل ابی مخنف، ص ۲۰۳۔ لہوف، ص ۱۳۵۔ ترجمہ ارشاد، ص ۴۴۴۔ ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۱۶)

''اے عقیلؑ کے فرزندو! آپ کی طرف سے مسلم کی شہادت کافی ہے، میں تمہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں، انہوں نے کہا: اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو لوگ ہمارے بارے میں کیا کہیں گے؟ وہ یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور آقاؑ کو تنہا چھوڑ دیا ہے؟ ہم تو اپنی جان، اپنا مال اور اپنے تمام افراد آپؑ پر قربان کریں گے۔ خداوند متعال آپؑ کے بعد زندگی کا چہرہ سیاہ کرے یعنی آپؑ کے بعد زندہ رہنا نصیب نہ کرے''۔

اصحابِ حسینؑ کی تیاری

مسلمؓ، زہیر قینؓ بھی سوئے قضا چلے ۔۔۔ عابسؓ، حبیبؓ، جونؓ سبھی کام آگئے
شوذب، بریر، وہب بھی سر اپنے دے چکے ۔۔۔ ترکی غلام بھی رہِ اسلام میں کٹے

ایسے کسی نبیؐ کے بھی اصحاب تھے کہاں
قرباں ہوئے حسینؑ پہ جتنے بھی تھے وہاں

(مظہر عباس)

اَنَحنُ نُخَلِّیَ عَنکَ وَلَمَّا نُعذِرُهُ اِلَی اللّٰهِ فِی اَدَاءِ حَقِّكَ؟ اَمَا وَاللّٰهِ حَتّٰی اُکَسِّرَ فِی صُدُورِهِم رُمحِی وَاَضرِبَهُم بِسَیفِی مَا ثَبَتَ قَائِمُهُ فِی یَدِی (مقتل ابی مخنف، ص ۲۰۳۔

مقتل سید محمد بن ابی طالب، ج ۲، ص ۲۷۰۔ مناقب، ج ۴، ص ۱۰۷-۱۰۸۔ ترجمہ ارشاد، ص ۴۴۳)

"کیا ہم آپ کو تنہا چھوڑ دیں؟ اس صورت میں اللہ کی بارگاہ میں آپ کا حق ادا کرنے کا ہمارے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم! ہم کسی بھی صورت میں ایسا نہیں کریں گے، یہاں تک میں اپنا نیزہ دشمنوں کے سینے میں توڑوں گا اور میری تلوار جو میرے ہاتھ میں ہے، میں اس سے دشمنوں کو ختم کروں گا"۔

سعید بن عبداللہ حنفی گویا ہوئے: خدا کی قسم! اگر مجھے علم ہو جائے کہ میں آپؑ کے راستے پر قتل ہو جاؤں گا، پھر زندہ ہوں گا، اس کے بعد (دشمن) مجھے زندہ جلا دیں گے اور میری راکھ ہوا میں اڑا دیں گے تو اگر وہ ستر مرتبہ ایسا کریں گے تب بھی میں آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ آپؑ کے قدموں میں موت نصیب ہو جائے۔ میں ایسا کیوں نہ کروں، قتل تو صرف ایک دفعہ ہونا ہے لیکن اس کے بعد خدا کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے مسلسل مستفید ہونا ہے۔

غیر نام تو، بہ زخم دل ما مرهم نیست — این دوائی ست شفا بخش که در عالم نیست
رشتهٔ عشق تو، بر گردن عشاق بود — رشتهٔ عشق تو را مونس و همدم نیست
تو حسینؑ و جگر گوشهٔ زہراء بتولؑ — رفعت و منزلت فاطمهٔ در مریمؑ نیست
تو مسیحا دمی ای قافله سالار وفا — کیست گوید: پسر فاطمه صاحب دم نیست
تای عشق تولای تو در ساغر ما است — در پی کوثر و در آرزوی زمزم نیست

"آپؑ کے نام مبارک کے سوا ہمارے دل کے زخم کی اور کوئی مرہم نہیں ہے۔ یہ ایسی شفا بخش دوا ہے کہ دنیا میں ایسی کوئی دوا نہیں۔ آپ کے عشق کا ہار عشاق کی گردن پر تھا۔ آپؑ کے عشق کا کوئی ثانی نہیں۔

آپ حسینؑ ہیں اور بتول عذراؑ کے جگر گوشہ ہیں، وہ مقام و منزلت جو حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کو حاصل ہے وہ جناب مریمؑ کو بھی حاصل نہیں۔ اے وفا کے قافلہ سالار تو ہر دکھ کی دوا ہے۔ کون ہے جو یہ کہے کہ پسرِ فاطمہؑ کے ہاتھ میں شفا نہیں ہے۔

جب تک میرے ساغر میں آپؑ کی محبت کے عشق کی شراب ہے تب تک مجھے زمزم و کوثر کی کوئی آرزو نہیں ہے"۔

حضرت زہیر بن قینؓ نے کہا:

وَاللّٰهِ لَوَدِدتُ اَنِّی قُتِلتُ ثُمَّ نُشِرتُ ثُمَّ قُتِلتُ حَتّٰی اُقتَلَ کَذا اَلفَ قَتلَةٍ وَ اِنَّ اللّٰهَ یَدفَعُ بِذٰلِكَ القَتلُ عَن نَفسِكَ وَعَن اَنفُسِ هٰؤُلَاءِ الفِتیَة مِن اَهلِ بَیتِكَ (مقتل ابومخنف، ص ۲۰۴۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۳۷۔ بحار، ج ۴۴، ص ۳۹۳۔ مقتل سید محمد بن ابی طالب، ج ۲، ص ۷۰۔ مقتل مقرم، ج ۱، ص ۳۷۳)

"خدا کی قسم! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے قتل کیا جائے پھر زندہ ہو جاؤں، پھر قتل کیا جائے، حتیٰ کہ ہزار بار اس طرح ہو، اور اللہ تعالیٰ اس قتل کے عوض میں آپؑ، آپؑ کے جوانوں اور اہلِ بیتؑ سے اس مصیبت کو ٹال دے"۔

زہیر بن قین کے بعد آنحضرتؑ کے تمام اصحاب نے وفاداری و جانثاری کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا: خدا کی قسم! ہم آپ سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے بلکہ اپنی جانیں آپؑ کے قدموں میں نثار کریں گے۔

موت تو شہد سے بھی میٹھی ہے

جب بنی ہاشم اور تمام اصحابؓ اظہارِ وفاداری کر چکے تو ایک نوجوان تصویرِ حسن حضرت قاسمؑ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے:

أَنَا فِيمَن يُقتَلُ؟ فَاَشفَقَ عَلَيهِ فَقَالَ لَهُ : يَابُنَيَّ كَيفَ المَوتُ عِندَكَ ؟ قَالَ: يَا عَمِّ! اَحلٰى مِنَ العَسَلِ ، فَقَالَ: اَى وَاللّٰهِ فِدَاكَ عَمُّكَ (ترجمہ مقتل ابی مخنف، ص ۲۰۶)

"کیا میرا نام بھی (ان) قتل ہونے والوں میں ہے؟ امام علیہ السلام کو اس پر بہت پیار آیا اور فرمایا: اے میرے بھائی کی آنکھوں کے نور! تمہارے نزدیک موت کیسی ہے؟ حضرت قاسمؑ نے کہا: چچا جان! شہد سے زیادہ میٹھی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! تم بھی اپنے چچا پر قربان ہو گے"۔

یہ سوال و جواب کس قدر خوبصورت اور امیدوار کنندہ ہے۔ اگرچہ وہ وقت امام حسینؑ اور جناب قاسمؑ پر بہت مشکل تھا لیکن دنیا والوں کے لیے ایک نمونہ ہے۔ کیونکہ روایت کے مطابق حضرت قاسمؑ اس وقت تیرہ سال کے نوجوان تھے، اور ایک نوجوان کے لیے چڑھتی جوانی لذت بخش ہوتی ہے لیکن چونکہ حضرت قاسمؑ کی روحِ حیات معنویت سے مملو تھی، لہٰذا آپؑ نے جواب دیا کہ جس کی بھی نگاہیں زندگی کے آخری لمحات میں سید الشہداء علیہ السلام کے پُرنور چہرے کے دیدار سے نورانی ہوں، اس کے لیے موت شہد سے زیادہ میٹھی ہوگی۔

خدایا! تو جانتا ہے کہ جب سے میں نے یہ روایت دیکھی اور پڑھی ہے اس وقت سے جب بھی مجھے موت کی گھڑیاں یاد آتی ہیں امام حسین علیہ السلام کے اس تیرہ سالہ سپاہی کے کلمات میرے ذہن میں گونجنے لگتے ہیں اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں۔

خدایا! میری آرزو اور تمنا ہے کہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنا سر امامؑ کے قدموں پر رکھوں اور اپنی آنکھوں میں ان کی خاکِ پا کا سرمہ لگاؤں۔

خداوندا! مجھے اور تمام مومنین کو اس قابل بنا کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کر سکیں۔

دیدنِ شش گوشہ مرقد تو زکود کی آرزویم یاحسینؑ
بہ دست خود آب زلال فرات بریز اندر گلویم یاحسینؑ

"اے میرے آقا و مولا حسینؑ! میری بچپن سے یہ آرزو اور تمنا ہے
کہ آپ شش گوشہ مرقدِ مطہر کی زیارت کروں۔
اے میرے آقا و مولا حسینؑ! اپنے دست مبارک سے نہر فرات کا
آب زُلال میرے حلق میں ڈالنا"۔

شب عاشور بروایت امام سجاد علیہ السلام

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس رات کی صبح (یعنی شب عاشور) کو میرے پدر بزرگوار کو شہید کیا گیا میں اس رات میں اپنی پھوپھی زینب سلام اللہ علیہا کے پاس حالت بیماری میں پڑا تھا جبکہ میرے بابا امام حسینؑ ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ حضرت جونؓ بھی وہاں پر موجود تھے۔ میرے بابا نے اس وقت یہ اشعار پڑھے:

يَادَهرُ اُفٍ لَكَ مِن خَلِيلٍ كَم لَكَ بِالاَشرَاقِ وَالاَصِيلِ
مِن صاحب وَطَالِبٍ قَتِيلٍ وَالدَّهرُ لَا يَقنَعُ بِالبَدِيلِ
وَ اِنَّمَا الاَمرُ اِلَى الجَلِيلِ وَكُلُّ حَيٍّ سَالِكٌ سَبِيلِي

"اے زمانے تمہارے اُوپر افسوس ہے کہ تم کس قدر بُرے دوست
ہو، زمانے تم میں کس قدر شب و روز تھے۔
کس قدر دوست اور طالب حق قتل ہوئے یہ زمانہ ہے کہ عوض پر
قناعت نہیں کرتا۔
بے شک میں نے اپنے امور اللہ کے سپرد کیے ہیں جو بھی زندہ ہے وہ
اسی راستے پر چلے گا جس پر میں چلا ہوں"۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

میرے پدر بزرگوار نے دو یا تین مرتبہ ان اشعار کا تکرار کیا، اس تکرار کرنے سے میں ان کی مراد سمجھ گیا، پس گریہ نے میرا گلہ پکڑ لیا۔ میں نے اپنا گلہ صاف کیا اور خاموش ہو گیا۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ بلا نازل ہو چکی ہے۔ (ارشاد مفید، ص ۲۳۲۔ بحار الانوار، ج ۴۵۔ مفاتیح الجنہ، ص ۶۱۔ الکامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۵۹)

شبی کہ سینہ ھا را غم گرفتہ
زمین و آسمان ماتم گرفتہ

شبی کہ شیرخوارہ رفتہ از ہوش
درون خیمہ افتادہ است خاموش

یکی تا نیمہ شب سرگرمِ راز است
یکی تا صبح مشغول نماز است

یکی در گوشہ ای قرآن بخواند
یکی خونِ دل از دیدہ فشاند

یکی در گفت و گو با مادرِ خود
یکی در زمزمہ با خواہر خود

یکی امشب پرستاری نماید
بہ زین العابدین یاری نماید

یکی اندر وداع آخرین است
یکی افتادہ بر روی زمین است

"ایسی رات کہ جس میں سینے غم وحزن سے پُر تھے اور آسمان وزمین ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ ایسی رات کہ جس میں ایک شیر خوار بے ہوش ہو گیا اور خیمہ کے اندر خاموش پڑا تھا۔ کوئی آدھی رات تک راز و نیاز میں سرگرم رہا اور کوئی صبح تک نماز میں مشغول ہے۔ کوئی کسی گوشہ میں بیٹھا قرآن پڑھتا ہے تو کوئی خون کے آنسو بہا رہا ہے۔ کوئی اپنی ماں سے محوِ گفتگو ہے تو کوئی اپنی بہن کے ساتھ خاموشی سے باتیں کر رہا ہے۔ کوئی اس رات میں امام زین العابدینؑ کی تیمارداری اور مدد میں مصروف ہے تو کوئی ایک خیمہ کے اندر آخری الوداع میں مشغول ہے تو کوئی زمین پر گرا ہوا ہے"۔

حضرت امام سجادؑ مزید فرماتے ہیں: جو کچھ میں نے اپنے بابا سے سنا تھا وہی میری پھوپھی نے بھی سنا تھا، چونکہ خواتین کا دل نرم ہوتا ہے، لہٰذا آپ میرے بابا کے پاس گئیں

اور عرض کیا:

وَاثُکلَاہُ لَیتَ المَوتُ اَعدَمَنِی الحَیَاۃَ ، اَلیَومَ مَاتَت اُمِّی فَاطِمَۃُ وَاَبِی عَلِیٌّ وَاَخِی الحَسَنُ ، یَاخَلِیفَۃَ المَاضِی وَثِمَالَ البَاقِی (بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۔ دمع السجوم، ص ۱۷۷)

''اے گذشتگان کے جانشین اور باقی رہنے والوں کی پناہ گاہ! افسوس اس مصیبت پر، کاش مجھے موت آ جاتی، گویا آج میری ماں زہراؑ، میرے بابا علیؑ اور میرے بھائی حسنؑ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں''۔

اس وقت سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا:

یَا اُخَیَّۃَ لَا یَذھَبَنَّ حِلمَکَ الشَّیطَانُ

''اے میری بہن! تحمل و بردباری کو کسی صورت میں ہاتھ سے مت کھونا''۔

یہ جملہ ارشاد فرمانے کے بعد میرے بابا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

تو کہ درد آشنای، زینبؑ من | شدہ وقت جدائی زینبؑ من
پس از من دختران من اگر بود | ز تو من انتظارم بیشتر بود
تو باید قافلہ سالار باشی | اسیران را تو پرچم دار باشی

''اے میری بہن زینبؑ! تم مشکل کو جانتی ہو، اے زینبؑ! اب جدائی کا وقت آ چکا ہے۔ میرے بعد اگر میری بیٹیاں زندہ ہیں تو مجھے تم سے ہی وہ امید ہے کہ انہیں سنبھالو گی۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ قافلہ سالاری کرو اور قیدیوں کی علم داری کرو''۔

اس وقت تو عباسؑ کا کردار ہے زینبؑ
یعنی کہ اسیروں کی علمدار ہے زینبؑ
(شہزادہ محمد قاسم)

يَاوَيلَتَاهُ أَتَغتَصَبُ نَفسُكَ اِغتِصَابًا ، فَذَاكَ أَقرَحُ لِقَلبِي وَأَشَدُّ عَلٰى نَفسِي (مناقب، ج ۴، ص ۱۰۸۔ دمع السجوم، ص ۱۷۷)

''ہائے افسوس، وہ آپ کو ظلم وستم سے پکڑیں گے؟ پس وہ میرے دل کو زیادہ پریشان کریں گے، یہ میرے اُوپر بہت سخت ہے''۔

ثُمَّ لَطَمَت وَجهَهَا وَهَوَت اِلٰى جَيبِهَا وَشَقَّتهُ وَخَرَّت مَغشِيَّةً عَلَيهَا (تذکرہ ابن جوزی، ص ۱۴۲، انساب الاشراف، ج ۲، ص ۱۸۶۔ بحار، ج ۴۵، ص ۲)

''پھر آپؑ نے اپنے چہرے پر طمانچہ مارا، گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہوگئیں''۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اُٹھے، آپؑ کے چہرے پر پانی چھڑکا تو آپؑ ہوش میں آگئیں۔

مبادا در غم من گریہ سازی
مبادا پیش دشمن گریہ سازی

اگر راس مرا بر نیزہ دیدی
ز لب ھایم اگر قرآن شنیدی

مبادا خویش را آزردہ سازی
قلوب کودکان افسردہ سازی

مبادا بر تو شیطان غالب آید
کہ علم و بردباری ات ربایہ

''کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے غم میں گریہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کے سامنے آنسو بہاؤ، اگر تم نے نیزے پر میرا سر دیکھا، اگر میرے ہونٹوں سے قرآن کی تلاوت سنی، کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے آپ کو اذیت دو اور بچوں کے دل غمگین کرو۔ تمہارے اُوپر آنے والے مصائب اگرچہ انتہائی غم انگیز اور اندوہناک ہیں، لیکن تمہارے صبر کا پیمانہ کبھی لبریز نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں گمراہ کرے اور تمہارے حلم و بردباری کو ختم کردے''۔

اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

يَا اُخَيَّةَ اِنِّی اَقسَمتُ عَلَيكَ فَاَبِرِّی قَسمِی لَا تَشقِّی عَلَیَّ جَيبًا وَلَا تَخمِشِی عَلَیَّ وَجهًا (مع الہموم، ص ۱۱۸۔ بحار، ج ۲، ص ۴۵٦)

"اے میری بہن! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں اور میری قسم کو سچ سمجھو، مجھ پر گریبان چاک مت کرنا، میرے اُوپر بلند آواز سے گریہ مت کرنا"۔

گو صبر کی تلقین کیے جاتے ہیں شبیرؑ
غمگین و حزیں خود بھی نظر آتے ہیں شبیرؑ
(شہزادہ محمد قاسم)

شب عاشورا میں حضرت نافع بن ہلالؓ کا کردار

رہتا تھا مثل سایہ امام مبینؑ کے ساتھ
کتنا وفاشعار تھا نافع حسینؑ کا
(کاظم جعفری)

شب عاشور حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اکیلے خیمے سے باہر تشریف لائے تاکہ اس جگہ کا سروے کریں جہاں خیام نصب کیے گئے تھے۔ یہ کام اس لیے کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن مخفیانہ طور پر خیام گاہ کا نقشہ کھینچ لے اور حملہ کردے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت نافع کہتے ہیں: جب میں نے اپنے آقا و مولا کو تنہا جاتے ہوئے دیکھا تو میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن آپ پر حملہ کردے۔ امام حسینؑ کو میرے آنے کا پتہ چلا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: تم خیموں سے باہر کیوں نکلے ہو اور میرے ساتھ کس لیے آرہے ہو؟

نافعم با تو سخت همراهم   زندگی بعد تو نمی خواهم
دست هرگز زدامنت نکشم   تا شهادت بہ راه حق نچشم
در رهت ترک جان و سرکردم   وای برمن اگر کہ برگردم

”میں نافع ہوں اور ہر حال میں آپؑ کا محافظ ہوں، میں آپؑ کے
بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا۔
میں ہرگز آپؑ کی حمایت سے دستبردار نہیں ہوں گا یہاں تک کہ راہِ
حق میں شہادت کا مزہ نہ چکھ لوں۔
میں آپؑ کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے آیا ہوں، سخت افسوس ہے
مجھ پر کہ اگر میں واپس چلا جاؤں“۔

حضرت نافع کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: مولاؑ! اس لیے آپؑ کے پیچھے پیچھے آیا ہوں کہ میں نے آپؑ کو رات کے اس لمحے اس بیابان میں تنہا آتے ہوئے دیکھا ہے جبکہ دشمن نے ہمارے نزدیک پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں اس جگہ کا جائزہ لینے کے لیے نکلا ہوں تا کہ معلوم کر سکوں کہ دشمن کس طرف سے حملہ آور ہو سکتا ہے۔

حضرت نافع کہتے ہیں: امام حسین علیہ السلام خیامِ حرم کی جانب واپس ہوئے، میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے مجھے فرمایا: جو کچھ خدا چاہے گا وہی ہوگا، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ رات کی اس تاریکی سے فائدہ اٹھاؤ اور ان دو پہاڑوں کے درمیان سے کہیں جا کر اپنے آپ کو نجات دو؟

نافع اس وقت امام حسین علیہ السلام کے پاؤں پر گرے اور پابوسی کرتے ہوئے کہا: میری ماں میرے غم میں بیٹھے، اگر میں آپؑ کی مدد سے ہاتھ کھینچ لوں۔ میں نے یہ گھوڑا اور تلوار ہزار ہزار درہم کے صرف اور صرف آپؑ کی مدد کرنے کے لیے خریدے ہیں۔ میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں لیکن میں کسی قیمت پر آپؑ کی حمایت سے

دستبردار نہیں ہوں گا۔ اس کے بعد آپؑ اپنی بہن علیہا السلام کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

آمد اندر وداع خواہر خود | خواند او را دوبارہ در بر خود
باز با او وداع دیگر کرد | توصیہ ھا برای خواہر کرد
گفت این کودکان بہ دست تو | پسرم ھست سرپرست تو
باش بازین العابدین ہمراہ | کود کانم بخفتند اندر راہ
نزند بر سکینہؑ کس سیلی | نکند روی ماہ او نیلی

"آپؑ اپنی بہن کے خیمہ میں آئے، انہیں دوبارہ اپنے پاس بلایا، پھر ان سے دوبارہ الوداع ہوئے اور انہیں کچھ وصیتیں کیں۔
فرمایا: ان بچوں کی آپ محافظ ہیں، میرا بیٹا آپ کا سرپرست ہے، آپ زین العابدینؑ کے ہمراہ رہنا، خیال رکھنا کہ میرے بچے کہیں راستے میں گر نہ جائیں۔ میری سکینہؑ کا خاص خیال رکھنا، اسے کوئی طمانچے نہ مارے اور اس کا چاند جیسا چہرہ طمانچوں سے نیلا نہ کردے"۔

تھی روح حسینؑ ابن علیؑ کتنی پریشاں
جب شمر نے مارے تھے سکینہؑ کو طمانچے
(ریاض جعفری)

حضرت نافع کہتے ہیں: میں نے خیمے کے پیچھے سے سنا کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا اپنے بھائی سے کہہ رہی تھیں: کیا آپ اپنے اصحاب کا امتحان کر چکے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل میدان جنگ میں آپ کو یک وتنہا چھوڑ دیں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں سب کا امتحان لے چکا ہوں، انہیں موت سے اس قدر پیار ہے جس قدر بچے کو اپنی ماں کے سینے سے ہوتا ہے۔

نافع کہتے ہیں: میں اپنی آقا زادی کی یہ بات سن کر بہت پریشان ہوا۔ میں روتے ہوئے حبیب ابن مظاہرؓ کے خیمے میں آیا اور میں نے جو کچھ سنا تھا انہیں بتایا اور کہا: گویا کہ ہماری آقا زادی زینب علیہا السلام اپنے بھائی کے اصحاب پر مطمئن نہیں ہیں۔ کتنا اچھا ہوگا کہ ہم کچھ افراد حضرت زینب سلام اللہ علیہا اور اہلِ بیتؑ کے خیام کے قریب اکٹھے ہوں اور اپنی وفاداری کا اظہار کریں تاکہ ہم ان کے لیے تسکینِ قلب کا باعث بنیں۔

حضرت حبیب بن مظاہرؓ نے حضرت نافع کی اس پیش کش پر اصحاب کو اس بات پر راضی کیا کہ عقیلۂ بنی ہاشم حضرت زینب علیہا السلام کے خیمۂ نور کے اردگرد اکٹھے ہو کر بلند آواز سے کہیں:

اے مخدرات عصمت و طہارت ہماری یہ کھینچی ہوئی تلواریں تیار ہیں کہ دشمن کے مقابلے میں جائیں اور ان کے سر دھڑ سے جدا کر دیں۔ کچھ خواتین اپنے خیموں سے باہر آئیں اور کہا: اے پاکباز و اور اے جوان مردو! اپنے پیغمبرؐ کی بیٹیوں کی حفاظت کرو، یہ وہ مقام تھا جہاں پر اصحاب حسینؑ نے بچوں اور خواتین کی حفاظت کے لیے اپنی وفاداری اور جانثاری کا دوبارہ اعلان کیا۔ (مقتل الحسین مقرم، ص ۲۶۲)

اولادِ پیمبرؐ پہ ایسے بھی دن آئے ہیں
حامی ہے کوئی ان کا پردے ہیں نہ سائے ہیں
(کاظم جعفری)

شہدائے بنی ہاشم

ماجرا صبحِ شہادت کا بیاں کرتا ہوں   رنج و اندوہ مصیبت کا بیاں کرتا ہوں
تشنہ کاموں کی عبادت کا بیاں کرتا ہوں   جانثاروں کی اطاعت کا بیاں کرتا ہوں

جن کا ہوتا نہیں اک ایک مصاحب ایسا
ایسے بندے نہ کبھی ہوں گے نہ صاحب ایسا
(میر انیس)

عبداللہ بن مسلمؑ

خوارزمی کہتے ہیں: عاشورا کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ میں سب سے پہلے جو میدانِ قتال میں آئے، وہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل تھے۔ وہ جب میدان میں اُترے تو یہ رجز پڑھا:

اَلْیَوْمَ اَلْقٰی ، مُسْلِمًا وَھُوَ اَبِی   وَفِتْیَۃٌ بَادُوا عَلٰی دِیْنِ النَّبِی
لَیْسُوا کَقَوْمٍ عُرِفُوا بِالْکِذْبِ   لٰکِنْ خِیَارٌ وَکِرَامُ النَّسَبِ

"میں آج اپنے بابا مسلمؑ سے ملاقات کروں گا جنہوں نے اپنے پیغمبرؐ کے دین پر کھل کر عمل کیا۔
تمہارے جیسی جھوٹی اور کوئی قوم نہیں دیکھی گئی، ہم منتخب شدہ لوگ ہیں اور کریم ترین نسب کے مالک ہیں"۔

سب منتخب تھے عالی نسب تھے کریم تھے
کردار کربلا کے وہ کتنے عظیم تھے

یہ رجز پڑھنے کے بعد دشمن پر حملہ آور ہوئے، دشمن کی ایک تعداد کو قتل کرنے کے بعد خود بھی رتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔ (مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۶۔ بحار، ج ۴۵، ص ۳۲)

اہلِ سنت کی روایات میں آیا ہے کہ عبداللہ بن مسلمؑ حضرت علیؑ اکبر کے بعد میدان میں آئے ہیں، سخت جنگ لڑنے کے بعد شہید ہو گئے۔ (اخبار الطوال، ص ۲۲۹)

ابن شہر آشوب اور محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن مسلم نے تین حملوں میں ۹۳ دشمنوں کو جہنم میں پہنچایا اور عمرو بن صبیح صیداوی لعین نے انہیں شہید کیا۔

محمد بن مسلمؑ کہتے ہیں: عبداللہ بن مسلمؑ کا ہاتھ ان کی پیشانی پر تھا کہ دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا، جو پیشانی پر لگا اور ہاتھ اور ماتھے کو باہم پیوست کر گیا۔ (فضائل الطا... ص ۶۲۔ بحار، ج ۴۵، ص ۳۲۔ ضیاء العینین، ص ۲۲۳)

محمد بن مسلمؓ بن عقیلؓ

سلام اُن پر جو جاں دے گئے ہیں نذرانہ
سلام اُن پر جو جاں سے گزرنا چاہتے ہیں
(مظہر عباس)

ابوالفرج کہتے ہیں: ابوجعفر محمد بن علی نے کہا کہ محمد بن مسلم کے قاتل ابومرھم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی تھے۔

تاریخ طبری والے لکھتے ہیں: عبداللہ بن مسلمؓ کی شہادت کے بعد ابوطالب کی اولاد نے مل کر ایک دفعہ حملہ کر دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن سے فرمایا:

اے میرے چچازاد بھائیو! موت پر صبر کرو، جب انہوں نے مل کر حملہ کیا تو محمد بن مسلم بن عقیل اس وقت شہید ہوئے تھے۔ (ضیاء العینین، ص ۲۲۷)

عبداللہ الاکبر بن عقیلؓ

ابوالفرج لکھتے ہیں کہ مدائنی کے بیان کے مطابق عبداللہ الاکبر بن عقیل کو عثمان بن خالد بن اشیم الجہنی نے شہید کیا، ان کی پاک و پاکیزہ روح اور زخمی جسم پر ہزاروں درود و سلام ہوں کہ انہوں نے حضرت سیدالشہداء علیہ السلام کی حمایت میں جنگ کی اور اپنی جان ان پر قربان کر دی۔

جعفر بن عقیلؓ

قربان حسینؑ ابن علیؑ پر جو ہوا ہے
خوش بخت ہے وہ اُس نے بلند نام کیا ہے

عبداللہ بن عقیلؓ کے بعد جعفر بن عقیلؓ بن ابی طالب میدانِ کارزار میں آئے اور دشمن پر پے در پے حملے کیے اور یہ رجز پڑھا کہ میں جوان بطحا اور ابوطالب کے بیٹوں میں سے ہوں، میرا تعلق قبیلۂ بنی ہاشم سے ہے۔ ہم ہی کامیاب ہیں اور ہم ہی حق پر ہیں۔ دفاع

کرنے والے ہم میں سے ہیں اور حسینؑ بن علیؑ سب سے افضل ہیں۔ انہوں نے دشمن کے پندرہ سپاہیوں کو قتل کیا اور بالآخر خود بھی جامِ شہادت نوش کر گئے۔

عبدالرحمٰن بن عقیلؓ

میدانِ کربلا پہ رقم ہے یہ واقعہ
کتنا بڑا شجاع ہے جعفر حسینؑ کا

جعفر بن عقیلؓ کے بعد ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن عقیلؓ نے میدانِ جنگ میں قدم رکھا اور رجز پڑھا جس کا مضمون و مطلب یہ ہے کہ میرا باپ عقیل ہے، ہمارے مقام و مرتبہ کو پہچانو، ہمارا تعلق بنی ہاشم سے ہے اور بنی ہاشم ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے درمیان ہمارے سید و سردار حسینؑ بن علیؑ ہیں جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عقیل بھی عثمان بن خالد کے ہاتھوں رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عقیلؓ نے دشمن پر سخت حملہ کیا اور ۱۷ افراد کو واصلِ جہنم کیا، انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور عثمان بن خالد بن اسیر جہنی نے انہیں شہید کیا۔ (ضیاء العین، ص ۲۲۹۔ اخبار الطوال دینوری، ص ۲۳۰۔ مناقب، ج ۴، ص ۱۱۵)

محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ

گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے پہنچے جو بہادر — فوج ستم آرا ہوئی سب غرقِ تحیر
اک شور ہوا کون سے دریا کے ہیں یہ دُر — لڑکے ہیں یہ اللہ رے اقبال و تہور

کیا جانئے کیا نام ہیں ان کے اب و جد کے
تیور سے یہ پیدا ہوا ہے کہ بچے ہیں اسد کے

(میر انیس)

عبدالرحمٰن بن عقیلؓ کے بعد محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ نے دشمن کے لشکر پر حملہ کرتے ہوئے یہ رجز پڑھا کہ اے (دشمنانِ دین) ہم شہداء، اللہ کی بارگاہ میں دشمنوں

کی شکایت کریں گے کہ اس قوم نے جہالت و گمراہی کو واپس پلٹانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی، قرآن کی ہدایات کو ترک کر دیا اور ہمارے ساتھ اپنی سرکشی، گمراہی اور کفر کو واضح طور پر ثابت کیا۔ یہ رجز پڑھنے کے بعد انہوں نے دشمن پر شدید حملے کیے۔ مناقب میں نقل ہوا ہے کہ انہوں نے دس لوگوں کو واصلِ جہنم کیا اور اس کے بعد جامِ شہادت نوش فرمایا۔
(مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۶۔ دمع السجوم، ص ۱۶۷۔ مناقب، ج ۴، ص ۱۱۵)

ز جہان غمِ عشق تو بس است — بی رضای تو دو جہانم قفس است
این بیان است مرا تا نفس است — یا حسینؑ بن علیؑ اورکنی
خون شد از غم دلِ زارم چہ کنم؟ — یا حسینؑ بن علیؑ اورکنی

عون بن عبداللہؑ

عبداللہ کے بیٹوں پہ فدا جانیں ہماری
جو فدیۂ شبیرؑ بنے کرب و بلا میں
(کاظم جعفری)

محمد بن عبداللہ کے بعد ان کے بھائی عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ سپاہِ یزید پر حملہ آور ہوئے اور کچھ اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے:

اے یزید کے نوکرو! اگر مجھے نہیں جانتے تو جان لو کہ میں شہیدِ صادق جعفر بن ابی طالب کا فرزند ہوں کہ وہ اپنے دو پروں کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں، روزِ محشر ہمارے لیے یہی شرف و بزرگی کافی ہے۔ اس کے بعد دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہوئے اور عبداللہ بن قطبۂ کے ہاتھوں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

مناقب میں نقل ہوا ہے کہ انہوں نے تین سوار اور پندرہ پیدل سپاہیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ (مناقب، ج ۴، ص ۱۱۵)

عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفرؑ

ابوالفرج، یحیٰ بن حسن العلوی کہتے ہیں: عبیداللہ بن عبداللہ واقعۂ طف (کربلا)

میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ (مقاتل الطالبین، ص ۶۱۔ ضیاء العینین، ص ۲۵۹)

در دلم نیست جز ولای حسینؑ | در سرم نیست جز ہوای حسینؑ
نزد بیگانہ کی شود تسلیم | ھر کہ گردد آشنای حسینؑ
زیر این آسمان کجا باشد | ھمچو اصحاب باوفای حسینؑ
ھر کہ بر غربتش فشاند جان | اجر او باشد باخدای حسینؑ

"میرے دل میں آقا حسینؑ کی محبت و الفت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، میرے دماغ میں بھی صرف اور صرف آقا امام حسین علیہ السلام کا عشق ہے۔

جو کوئی بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کو پہچان لیتا ہے وہ کسی غیر کے سامنے کب سر تسلیم خم کرتا ہے، اس آسمان کے نیچے امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی مانند باوفا کہاں ہیں؟

جو کوئی بھی امام علیہ السلام کی مظلومیت پر جاںنثاری کرے گا اس کا اجر وثواب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے خدا کے پاس ہے"۔

عبداللہ بن حسینؑ

عبداللہ کی والدہ امرءُ القیس کی بیٹی ربابہ تھیں۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی ربابہؑ اور سکینہؑ کی طرف خاص توجہ تھی۔ امام علیہ السلام نے ربابؑ اور سکینہؑ کے بارے میں کچھ اشعار کہے ہیں جو اہل سنت اور شیعہ علماء نے اپنی اپنی تصنیفات میں نقل کیے ہیں۔ ان میں سے کچھ اشعار یہ ہیں:

لَعَمْرُکَ اِنَّنِی لَاُحِبُّ دَارًا | تَکُونُ بِهَا سُکَیْنَةُ وَالرَّبَابُ
اُحِبُّهُمَا وَاَبْذَلُ جُلَّ مَا لِی | وَلَیْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِی عِتَابُ

"مجھے تیری جان کی قسم! مجھے اس گھر سے بہت محبت ہے جس میں

سکینہؑ اور رباب رہتی ہیں۔ مجھے ان دونوں سے محبت ہے اور ان کے لیے میں اپنا سارا مال بھی خرچ کرسکتا ہوں اور مجھے (اس کام پر) ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں ہے"۔

زمانے بھر سے شجاعت میں جو نرالا ہے
وہ آپ ہی کا ہے بیٹا سلام آپ کے نام
کنیز فاطمہ زہراءؑ سلام آپؑ کے نام
مرے امام کی زوجہ سلام آپؑ کے نام

سوید بن قیس کہتے ہیں: وہ لوگ جو روز عاشورا کربلا میں موجود تھے ان میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میں نے حسینؑ بن علیؑ کو ایک چھوٹے سے بچے کے ساتھ دیکھا کہ ایک تیر آیا جو اس بچے کے حلق کے نیچے لگا۔ پس حسینؑ نے اس کے گلے سے بہتا ہوا خون ہاتھ میں لیا اور اسے آسمان کی بلندی کی طرف پھینکا، اس خون سے ایک قطرہ بھی واپس نہ گرا اور آپؑ نے فرمایا:

پروردگار! یہ بچہ تیرے لیے ناقۂ صالح سے کم تر نہیں ہے۔ (مقاتل الطالبین، ص ۵۹ و ۶۰۔ ترجمہ طبری، ج ۷، ص ۳۰۵۵۔ امامت و سیاست دینوری، ص ۲۳۶۔ ضیاء العینین، ص ۳۱۵)

مقاتل کی بعض کتابوں میں اس طفلِ صغیر کا نام علی اصغرؑ ذکر کیا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ روایات معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے، اگرچہ اس بچے کا نام علیؑ تھا لیکن اس کا لقب عبداللہ تھا۔ اسی نام کی وجہ سے سیدالشہداءؑ کی کنیت ابا عبداللہ ہے۔ (ضیاء العینین، ص ۳۱۵)

اصغرؑ بڑا شجاع پسر ہے حسینؑ کا

بس قبر میں سمیٹ دی اصغرؑ کی پیاس نے
پھیلی تھی جو یزید کی جاگیر ہر طرف
(غیر مسلم شاعر، سردار پنچھی)

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا: اے میری بہن! میں تمہیں اپنے فرزند کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کیونکہ یہ بہت چھوٹا ہے اس کی کل عمر چھے ماہ ہے۔ حضرت اُم کلثوم علیہا السلام عرض کرنے لگیں: یہ بچہ تو تین دن سے پیاسا ہے، اس کے لیے تھوڑا سا پانی لے آئیں۔

ز سوزِ تشنگی امشب نخوابد تا سحر اصغر
زبی آبی تلظی میکند بر دامن مادر

ندای العطش خیزد ز دشت کربلا ام امشب
فغان و آه و واویلا بر آید از دل زینبؑ

بہ گوش از خیمہ طفلان ندای آب آب آید
علی اصغرؑ زبی آبی دلش در پیچ و تاب آید

"علی اصغر شدتِ پیاس کی وجہ سے آج کی رات نہیں سوئے، وہ پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے ماں کی گود میں مچھلی کی طرح تڑپتے رہے۔
آج کی رات دشتِ کربلا سے ندائے العطش بلند ہوئی ہے۔
آقازادی حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام کے دل سے آہ و فغاں اور واویلا کی آوازیں اُٹھ رہی ہیں۔
بچوں کے خیمے سے آنے والی ہائے پانی! ہائے پانی! کی صدائیں کانوں سے ٹکرا رہی ہیں۔ علی اصغر کا دل پانی نہ ہونے کی وجہ سے بے قرار ہے"۔

مرے بچو! زبانی یاد رکھنا
علی اصغرؑ کا نوحہ لکھ رہا ہوں
(مظہر عباس)

سید الشہداء علیہ السلام نے بچے کو لیا، قومِ اشقیاء کے قریب آ کر فرمایا:

يَا قَوْمُ قَدْ قَتَلْتُمْ اَخِي وَ اَوْلَادِي وَاَنْصَارِي وَمَا بَقِيَ غَيْرُ هٰذَا الطِّفْلِ وَهُوَ يَتَلَظّٰى عَطَشًا فَاسْقُوْهُ شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ

(مقتل ابی مخنف، ص ۸۳۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۵۰)

''اے سپاہ یزید! تم نے میرے بھائی، میری اولاد اور میرے دوستوں کو قتل کر دیا ہے۔ اس شیر خوار کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا۔ وہ تشنگی سے ماہی بے آب کی مانند تڑپ رہا ہے، اسے پانی کا گھونٹ پلا دو''۔

جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام یزیدی لشکر سے گفتگو میں مصروف تھے، ایک سہ شعبہ تیر آیا، اس نے بچے کو ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر دیا۔ غریب کربلا نے اپنے لاڈلے کا خون چلّو میں لیا اور آسمان کی جانب پھینک دیا اور فرمایا:

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
بیٹا تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُشْهِدُكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَاِنَّهُمْ نَذَرُوا اَنْ لَا يَتْرُكُوا اَحَدًا مِنْ ذُرِّيَّةِ نَبِيِّكَ (مقتل ابی مخنف، ص ۸۳)

''اے میرے معبود! میں تمہیں اس قوم پر گواہ بنا رہا ہوں کہ ان لوگوں نے عہد کر رکھا ہے کہ خاندانِ پیغمبرؐ سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے''۔

بخواب ای کودک در خون تپیده — که اکبر در کنارت ارمیده
بخواب ای شیرخوار نازنینم — خودم بالین قبرت می نشینم
بخواب ای که جهانی اشکبارت — شهادت منتهای افتخارت

''اے بچے! اس گرم خون میں سو جا کہ علی اکبر بھی تمہارے ایک طرف آرام کر رہا ہے۔

اے میرے نازک شیر خوار بچے سو جا، میں خود تمہاری قبر کے سرہانے بیٹھتا ہوں۔

اے بچے کہ تیرے اُوپر پوری دنیا اشکبار ہے تو سو جا، بالآخر شہادت تیرا افتخار ہے"۔

ثُمَّ رَجَعَ بِالطِّفْلِ مَذْبُوحًا وَدَمُهُ يَجرِي عَلٰى صَدْرِهٖ

"پس سید الشہداء علیہ السلام ذبح شدہ بچے کو واپس لائے جبکہ اس کے سینے پر خون جاری تھا"۔

اصغرٗ قنداقہ ات شد غرق خون	زود بودت این کفن پوشی علیؑ
گفتمت آرام باش از تشنگی	نی کہ تا سرحد بی ہوشی علیؑ
خندہ ات وقتِ شہادت برلب است	تا چہ گفت تیر در گوشی علیؑ
اصغرم ایک گواریت بود	از می کوثر قدح نوشی علیؑ

"اے اصغرؑ! تمہارا نہالچہ (جس کپڑے میں بچے کو لپیٹا جاتا ہے) خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ اے علی اصغرؑ! کفن پوشی کا یہ وقت بہت جلد تھا۔

میں نے تو تجھے کہا تھا کہ شدتِ پیاس کو برداشت کرو اور آرام کرو،

اے علی اصغرؑ! میں نے تو یہ نہیں کہا تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سو جاؤ۔

شہادت کے وقت تمہارے ہونٹوں پر تبسم تھا، یہ مسکراہٹ اس وقت تھی جب تک تیر نے علیؑ کے کان سے منہ لگا کر گفتگو نہ کی۔

اے میرے اصغرؑ! اب تمہیں وہ خوش مزہ پانی مبارک ہو اور حوضِ کوثر سے پیالے بھر بھر کے پیو"۔

ننھی سی قبر کھود کر اصغرؑ کو گاڑ کر
شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کر

ادیبو!

کربلا پر جب بھی لکھو!

____ علی اصغرؑ کو زندہ باد لکھنا!

____ شقی حُرمل کو مُردہ باد لکھنا

گلِ پُر خون کا بوسہ

حسنِ رخِ اصغرؑ سے خجل نیرِ اکبر خورشید تو ذرّہ ہے ستارہ مہِ انور
گرمی سے جو قطرے ہیں پسینے کے جبیں پر ہیں صانعِ قدرت نے جڑے چاند پہ اختر
بالوں کے تلے لوحِ جبیں نور فشاں ہے
ہے نصف قمر ابر میں اور نصف عیاں ہے
(میر انیسؔ)

جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اس واقعہ کو ایک اور طرح سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جس وقت سب کو خدا حافظ کہہ رہے تھے اس وقت آپؑ نے فرمایا:

نَاوِلُونِي عَلِيًّا اِبْنِي الطِّفلَ حَتّٰی اُوَدِّعَهُ

''میرے بیٹے علی اصغرؑ کو میرے پاس لائیں تاکہ اس سے الوداع و خدا حافظ کرلوں''۔

اس شیرخوار بچے کو سیدالشہداءؑ کے ہاتھوں میں دیا، آپؑ اس سے خدا حافظی کے لیے بوسہ لینے ہی والے تھے کہ دشمن کی طرف سے چلایا ہوا تیر اس کے گلے پر لگا اور اس بچے نے اپنے بابا کی گود میں جان دے دی۔ (بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۶۴)

در آغوشِ پدر جان داد اصغرؑ وگداز گریہ ھا افتاد اصغرؑ
حسین با اصغرش در گفت و گوشد سہ شعبہ تیر آمد در گلوشد
گلوی شیرخوارہ تیر بشکافت علی اصغرؑ سوی دلدار بشتافت

''حضرت علی اصغرؑ نے اپنے بابا کی گود میں جان دے دی، آج کے بعد اصغرؑ کا گریہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔
امام حسینؑ اپنے بیٹے اصغرؑ کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے کہ سہ شعبہ تیر آکر گلے میں لگا۔ اس تیر نے شیرخوار کا گلا کاٹ دیا، جس سے علی اصغرؑ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

بوند دو بوند تھا اصغرؑ کی عطش کا ساماں
ننھے معصوم نے مانگے تھے سمندر کوئی؟
(مظہر عباس)

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت امام حسین علیہ السلام پر اس قدر سخت تھی کہ آپؑ نے صرف اسی شیر خوار کے غم میں فرمایا تھا:

لَیتکُم فِی یَومِ عَاشُورَاءِ جَمِیعًا تَنظُرُونی
کَیفَ اَستَسقِی لِطِفلِی فَاَبُوا اَن یَرحَمُونِی

"اے کاش آپ سب لوگ روزِ عاشورا کو ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے کس طرح سے طفلِ صغیر کے لیے پانی کی درخواست کی لیکن انہوں نے کوئی رحم نہیں کیا"۔ (منہاج الدموع، ص ۳۳۳)

اصغر کہ بہ چہرہ زعطش رنگ نداشت | یارای سخن با من دلتنگ نداشت
یارب تو گواہ باش، شش ماھۂ من | شد کشتۂ ظلم و باکسی جنگ نداشت

"اصغرؑ کہ جس کے چہرے کا رنگ پیاس کی وجہ سے اُڑا ہوا ہے وہ مجھ مغموم ومحزون کے ساتھ بات کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔
خدایا! گواہ رہنا کہ میرا چھے ماہ کا شیر خوار بچہ ظلم وستم سے قتل ہوا جبکہ اس کی کسی کے ساتھ کوئی جنگ نہیں تھی"۔

علی اصغرؑ نے کیا تقصیر کی تھی
خدایا! پوچھ ظالم حُرملہ سے
(مظہر عباس)

محمد بن طلحہ اپنی کتاب "مطالب السؤل" میں کتاب "الفتوح" سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کا ایک چھوٹا سے بچہ تھا جو تیر لگنے سے شہید ہوا، اسے خون سے نہلایا، اپنی تلوار سے قبر بنائی، اس پر نماز پڑھی اور اسے سپردِ خاک کر دیا۔ (دمع السجوم، ص ۱۸۷)

وہ چہ طفلی ، ممکنات او را طفیل — دست یک سر کائنات او را بذیل
اشرف اولادِ آدم را پسر — لیکن اندر رتبہ عالم را پدر
از علی اکبرؑ بہ صورت اصغرؑ است — لیک در معنا علی اکبرؑ است
ظاہراً از تشنگی بی تاب بود — باطناً سرچشمۂ ہر آب بود

"یہ کیسا بچہ ہے کہ پوری کائنات جس کے صدقے میں ہے، یہ ایسا بچہ ہے کہ جس پر پوری کائنات کو فدا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے افضل ترین شخص کا بیٹا ہے لیکن مرتبہ کے لحاظ سے پوری کائنات کا روحانی باپ ہے۔ ظاہر لحاظ سے حضرت علی اکبرؑ سے چھوٹے ہیں لیکن معنوی لحاظ سے خود علی اکبرؑ ہیں۔ ظاہراً پیاس کی وجہ سے بے تاب تھے لیکن باطن میں ہر پانی کا سرچشمہ تھے"۔

کربلا میں حرملہ کی کارستانی

حرمل کا کوئی نام نہ لے سامنے میرے
لگتا ہے کلیجے پہ میرے تیر کی مانند
(مظہر عباس)

لکھتے ہیں کہ حرملہ[1] کو جب اپنے قتل ہونے کا یقین ہوگیا تو اس نے مختار ثقفی سے کہا:

---

(1) حرملہ بن کاہل انتہائی پست فطرت شخص تھا۔ جب وہ گرفتار ہوا اور مختار نے اسے دیکھا تو روتے ہوئے کہا: تم برباد ہو جاؤ، اتنا بڑا ظلم کہ تم نے چھوٹے سے بچے کو بھی ذبح کر دیا، اے دشمن خدا! کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ اولادِ پیغمبرؐ میں سے تھا؟ پھر مختار کے حکم پر اس پر تیر برسائے گئے اور اسے واصلِ جہنم کیا گیا۔
ایک دوسری روایت کے مطابق جب مختار نے حرملہ کو دیکھا تو کہا: اے دشمن خدا! حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے تم پر مسلط کیا، اس کے بعد قصاب کو بلایا، حرملہ کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، اس کے بعد لوہے کی ایک سلاخ آگ میں اس قدر رکھی کہ وہ سرخ ہو کر دوبارہ سفید ہوگئی، وہ سلاخ اس کی گردن پر رکھی، اس کی گردن جلتی رہی وہ چیخ و پکار کرتا رہا اور یوں اس کی گردن جلتے جلتے اس کے بدن سے جدا ہوگئی۔ (ترجمہ لہوف، ص ۱۱۰)

تم نے مجھے قتل کرنے کا پکا ارادہ کرلیا ہے لیکن تھوڑی دیر صبر کرو کہ میں تمہیں وہ کچھ بتا دوں جو میں نے حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ کیا تھا تا کہ تیرا دل زیادہ تڑپے۔ اس نے کہا: اے مختار! زمین کربلا پر میرے پاس زہر میں بجھے ہوئے سہ شعبہ تین تیر تھے، ایک کے ذریعے میں نے اصغرؑ کا گلا اس کے باپ کے ہاتھوں پر چھیدا، دوسرا سہ شعبہ تیر اس وقت حسینؑ بن علیؑ کے دل میں اُتارا جب وہ اپنی قمیص کا دامن اٹھا کر اپنا خون آلودہ چہرہ صاف کرنے لگے تھے اور تیسرے تیر سے عبداللہ کا گلا کاٹا۔ (منہاج الدموع، ص ۳۱۱)

(روایت سے ظاہر ہے کہ پہلے تیر سے گلا پوری طرح نہ کٹ سکا۔ مصحح)

شہادتِ علی اکبرؑ

پھر ہی ہوسکتا ہے شبیرؑ کا ہم سر کوئی
کر دے قربان رہِ حق میں جب اکبرؑ کوئی

ز صحرا بوی خون آید زمینِ کربلا اینجا ست
قبور و قتل گاہِ ما بہ فرمانِ خدا این جا ست

در این جا خیمہ باید زد کہ لیلی بی پسر گردد
بہ خون در پیش چشمانم جوانم غوطہ ور گردد

در اینجا خیمہ باید زد کہ فرزندم علی اصغرؑ
زند با خنجر خونیں بہ روی دست من پرپر

در این جا خیمہ باید زد کہ عباسؑ فدا گردد
در این صحرا بہ راہ دین دو دست او جدا گردد

بہ زبانِ حال امام حسین علیہ السلام:

”اس صحرا سے خون کی بو آ رہی ہے کہ زمینِ کربلا یہی ہے، خدا کے فرمان کے مطابق ہماری قتل گاہ اور ہماری قبروں کی جگہ یہیں ہے۔

یہاں پر خیمہ نصب کریں کہ لیلیٰؑ اسی جگہ پر اپنے لال کو ہاتھ سے کھوئے گی اور میرا جوان بیٹا میری آنکھوں کے سامنے خون میں غوطہ ور ہوگا۔

یہاں پر خیمہ لگائیں کہ میرا علی اصغرؑ ظالم کے خونیں تیر سے میرے ہاتھوں پر تڑپ کر جان دے دے گا۔

یہاں پر خیمہ نصب کریں کہ یہاں پر ہی میرا بھائی عباسؑ جان کی قربانی دے گا۔ اسی صحرا میں دین کے راستے پر اس کے دونوں بازو جدا ہوں گے"۔

جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزندِ دلبند حضرت علی اکبرؑ کو میدانِ کارزار کی طرف روانہ کیا تو فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اشھد فَقَد بَرَزَ اِلَیھِم غُلَامٌ اَشبَہُ النَّاسِ خَلقًا وَخُلقًا وَمَنطِقًا بِرَسُولِکَ وَکُنَّا اِذَا اشتَقنَا اِلٰی نَبِیِّکَ نَظَرنَا اِلَیہِ (نفس المہموم، ص۱۶۴۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۴۷-۱۴۸)

"اے میرے معبود! گواہ رہنا کہ میں ایسے جوان کو میدانِ مبارزہ کی طرف بھیج رہا ہوں جو شکل و شمائل، اخلاقِ حسنہ اور گفتار میں تیرے رسولؐ کے ساتھ سب سے زیادہ شباہت رکھتا ہے، جب بھی مجھے آپ کے پیغمبرؐ کی زیارت کا شوق ہوتا تو میں اسے دیکھتا"۔

نوجوانی کہ گلِ گلشنِ آئین بودی
شبہ پیغمبر وھم مظہر یاسین بودی
پسر فاطمہؑ و جان شہِ دین بودی
خاک راھش زشرف تاج سلاطین بودی
نام نیکوش علی اکبر شیرین سخن است
ثانی حیدر وھم کنیۂ او بوالحسن است

ناگہان گفت بہ لشکر شنوید این سخنم
من پیمبر نی ام ولیک گل آن چمنم
زادۂ خونِ خدا اکبر خونیں کفنم
بر نگہ داری ناموس خدا مؤتمنم

"تو ایسا نوجوان تھا جو خوبصورت گلشن کا ایک پھول تھا، تو پیغمبرؐ خدا کی شبیہ اور یاسین کا مظہر تھا۔
تو فاطمہ علیہا السلام کا فرزند اور شاہِ دین کی جان تھا، تیرے راستے کی خاک تاجِ سلاطین کا شرف تھی۔
اس کا خوبصورت نام علی اکبرؑ اور لہجۂ گفتگو بہت شیریں ہے، وہ ثانیٔ حیدرؑ ہے اور اس کی کنیت بھی ابوالحسن ہے۔
اچانک اس نے کہا: اے لشکرِ اعداء میری یہ بات دھیان سے سنو، میں پیغمبرؐ تو نہیں ہوں لیکن اس چمن کا ایک پھول ضرور ہوں۔ میں خونِ خدا (امام حسینؑ) کا فرزندِ اکبرؑ ہوں اور میرا کفن خونی ہے۔
میں ناموسِ خدا کی حفاظت ونگہداری کا امین ہوں"۔

زہیر بن عبدالرحمن خثعمی کہتا ہے: روزِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کا سب سے آخری بچنے والا اصحابی سوید بن عمرو خثعمی تھا (1) اور آلِ ابی طالبؑ میں سے میدانِ جنگ میں

---

(1) اکثر منابع میں سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی ذکر ہوا ہے وہ ایک انتہائی شریف اور نماز گزار شخص تھا۔ وہ ان دو صحابیوں میں سے ایک تھا جو امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت کے بعد شہید کیے گئے۔ اسے ہانی بن ثبیت نے قتل کیا تھا۔ مناقب (ج ۴، ص ۱۰۲) پر عمرو بن ابی المطاع جعفی نقل کرتا ہے کہ جب سوید گھوڑے کی زین سے زمین پر آیا تو بے ہوش ہوگیا۔ لشکر ابن سعد نے یہ خیال کیا کہ وہ مر چکا ہے۔ اسے اس وقت ہوش آیا جب لشکر ابن سعد امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کے بعد پکارا کہ حسین قتل ہوگیا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی کمر کے ساتھ باندھے ہوئے چاقو سے دشمن پر حملہ آور ہوا اور دوبارہ جنگ کرنے کے بعد رتبۂ شہادت پر فائز ہوا۔ (بحار، ج ۴۵، ص ۲۴۔ ابصار العین، ص ۱۰۱)

آنے والا سب سے پہلا شخص حسین علیہ السلام کا بیٹا علی اکبرؑ تھا۔ ان کی ماں کا نام لیلیٰ تھا جو ابومرہ عروہ ثقفی کی بیٹی تھی۔ علی اکبرؑ نے حملہ کیا اور ایک رجز پڑھا جس کا مضمون درج ذیل ہے:

''میں علیؑ بن حسینؑ ہوں، خدا کی قسم! ہم پیغمبرؐ خدا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں، پس کسی بھی حرام زادے کو ہمارے بارے میں قضاوت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے''۔

آپؑ نے اس رجز کا متعدد بار تکرار کیا، مرہ بن منقذ عبدی لعین نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا: عربوں کا بہت بڑا گناہ میری گردن پر ہو کہ کوئی میرے پاس سے یوں کرتے ہوئے گزر جائے اور میں اس کے باپ کو عزادار نہ کروں، دوسری بار حضرت علی اکبرؑ میدان جنگ میں آئے، دشمن پر حملہ کیا، مرہ بن منقذ نے ان کا راستہ روکا اور ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ زمین پر آئے۔ لشکر عمر بن سعد نے انہیں چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا اور تلواروں کے ساتھ ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۳۰۲۔ ترجمہ ارشاد مفید، ص ۴۵۹)

سخت است کہ پیش چشم بابا غلتیدہ بہ خون چون بمیرد
از بہر پدر عصای پیری است ای وای کہ پیش از آن بمیرد

''یہ کتنا سخت ہے کہ جوان بیٹا باپ کی آنکھوں کے سامنے خون کے اندر اس طرح بے چینی سے کروٹیں لے رہا ہو جیسے دنیا سے رخصت ہو رہا ہو۔

بہرحال جوان بیٹا بڑھاپے میں باپ کا سہارا ہوتا ہے، بہت افسوس کی منزل ہے کہ بیٹا باپ سے قبل موت کی آغوش میں سو جائے''۔

مرحوم سید کتاب 'لہوف' میں تحریر کرتے ہیں: حضرت علی اکبر علیہ السلام خوبصورت ترین اور اخلاق حسنہ کے مالک نوجوان تھے۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے جہاد کی

اجازت مانگی۔ امام حسین علیہ السلام نے انہیں اجازت دی، انہیں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

صورتِ نبیؐ معظم سے ہوا تمامِ دلیل
سب سے پہلے سرِ میداں مرا اکبرؑ آئے
(مظہر عباس)

تو زمن آب طلب کردی و من می سوزم
کہ چرا تشنہ لب از خویش جدایت کردم
گر کی آب نبودم کہ رسانم بہ لبت
داشتم اشکی و ایثار بہ پایت کردم

"اے علی اکبرؑ! تو نے مجھ سے پانی مانگا لیکن اس بات پر جل رہا ہوں
کہ میں نے تجھے تشنہ لب اپنے آپ سے جدا کیوں کیا۔
اگر میرے پاس پانی کی کمی نہ ہوتی تو میں ضرور آپ کو پلاتا، اپنے
آنسو آپؑ کے پاؤں پر نچھاور کرتا"۔

حضرت سید الشہداء علیہ السلام علی اکبرؑ کو روانہ کرنے کے بعد بارگاہِ ایزدی میں عرض کرتے ہیں:

"اے میرے پالنے والے! گواہ رہنا کہ ان لوگوں کی طرف ایسا جوان جا رہا ہے جو صورت و سیرت اور گفتار میں سب سے زیادہ تیرے پیغمبرؐ سے مشابہ ہے، مجھے جب بھی آپ کے پیغمبرؐ کی زیارت کا شوق ہوتا تو میں اس جوان کی طرف نگاہ کرتا"۔ (ترجمہ مقتل ابی مخنف، ص ۳۰۳۔ لہوف، ص ۵۴)

ابن سعد کے لشکر میں چیخ و پکار

جب حضرت علی اکبرؑ میدانِ قتال میں اُترے تو دشمن پر سخت حملہ کیا، جسے روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَقَتَلَ مِنهُم جمعًا كَثِيرًا حَتّٰى ضَجَّ النَّاسُ مِن كَثرَةِ مَن
قُتِلَ مِنهُم وَ رُوِيَ اَنَّهُ قَتَلَ عَلٰى عَطَشِهِ مِائَةً وَ عِشرِينَ

یہ مجلہ ①

''اور حضرت علی اکبرؑ نے منافقین کی ایک بڑی تعداد کو قتل کیا، قتل ہونے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ہر طرف سے چیخ و پکار کی صدائیں آ رہی تھیں''۔ (نفس المہموم، ص ۳۰۹)

دیکھے ہیں بہادر تو زمانے نے ہزاروں
مولاؑ ترے اکبرؑ سے جگرور نہیں دیکھے
(مظہر عباس)

نگشودی لب خود ھر چہ تو را بوسیدم
نشنیدی سخنی ھر چہ صدایت کردم

پدرت را نبود بعد تو اُمید حیات
جانِ من بودی و تقدیم خدایت کردم

یارب این دشتِ بلا ، این من و این اکبرم
ہر چہ را داشتم ای دوست فدایت کردم

آن خلیلم کہ ذبیحم نکند فدیہ قبول
وین ذبیحی است کہ قربان بہ منایت کردم

---

① نقل ہوا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ نے ۲۰۰ افراد کو واصلِ جہنم کیا (مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۰)۔ ابی مخنف کہتے ہیں حضرت علی اکبرؑ نے ۱۸۰ افراد کو لقمہ اجل بنایا (تسلیۃ المجالس، ج ۲، ص ۳۱۲)۔ مرحوم علامہ مجلسی نقل کرتے ہیں کہ جب علی اکبرؑ نے امام حسین علیہ السلام سے پانی مانگا تو آپؑ نے فرمایا: اپنی زبان باہر نکالو، جب انہوں نے اپنی زبان باہر نکالی تو امام حسین علیہ السلام نے اپنی زبان ان کی زبان پر رکھی (گویا انہیں یہ سمجھایا کہ میں تجھ سے بھی زیادہ پیاسا ہوں) پس آپؑ نے اپنی انگوٹھی اپنے بیٹے کے منہ میں رکھی اور فرمایا: دشمن پر حملہ کرو تا کہ اپنے جدِ بزرگوار کے ہاتھوں سیراب ہو۔ (بحار، ج ۴۵، ص ۴۳)

"میں نے جتنے بھی تمہیں بوسے دیے لیکن تو نے ہونٹ نہ کھولے،
میں نے جتنی بھی تمہیں آوازیں دیں تو نے میری آواز نہیں سنی۔
تیرے باپ کو تیرے بعد زندہ رہنے کی کوئی اُمید نہیں ہے، تو میری
جان تھا لیکن میں نے تمہیں تمہارے خدا کے سپرد کر دیا ہے۔
یارب! یہ کربلا کا صحرا، یہ میں اور یہ میرا اکبرؑ، اے میرے محبوب!
میرے پاس جو کچھ تھا تیرے اُوپر فدا کر دیا ہے۔
میں وہ خلیل ہوں کہ میرا ذبح فدیہ قبول نہیں کرتا، اور یہ ایسا ذبیحہ ہے
کہ جسے میں نے تیرے میدانِ منیٰ میں قربان کر دیا ہے"۔

حضرت علی اکبرؑ سخت جنگ لڑنے کے بعد اپنے بابا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا: اے بابا جان! پیاس نے مجھے ہلکان کر دیا ہے، آلات حرب کی سنگینی نے مجھے تھکا دیا ہے، کیا پانی کا ایک گھونٹ مل سکتا ہے؟

سید الشہداء علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور آپؑ نے فرمایا: اے میرے لاڈلے! تھوڑی دیر اور جنگ کرو، تم بہت جلد اپنے جد بزرگوار رسولؐ خدا سے ملاقات کرو گے، وہ تمہیں لبریز جام سے سیراب کریں گے، اس کے بعد تمہیں کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ (نفس المھموم، ص ۱۴۳۔ مناقب، ج ۴، ص ۱۸۸۔ فوادح الحسینیہ، ج ۲، ص ۱۰۴۔ اسرار الشہادۃ، ص ۳۸۰۔ مقتل ابی مخنف، ص ۷۷)

کنبے کی جان، باپ کا اقبال، گھر کا نور — یوسف جمال، صاحب توقیر، ذی شعور
جرار، بُردبار، دلاور سخی غیور — آنکھوں کی روشنی جگر و قلب کا سُرور

خُرد و کلاں کو اجرِ زیارت حصول ہیں
تم ہو تو اہلِ بیتؑ میں گویا رسولؐ ہیں
(میر انیس)

حضرت علی اکبرؑ دوبارہ میدانِ جنگ کی طرف آئے، سخت جنگ لڑی، دشمن کے کشتے کے پشتے لگا دیے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ دوبارہ میدانِ جنگ میں واپس آئے تو ۴۴ ظالموں کو فِي النَّارِ وَالسَّقَرِ کیا۔ (لہوف، ص ۱۳۰، اسرار الشہادۃ، ص ۳۷۰)

فَاعْتَرَضَهُ مَرَّةُ ابْنُ مُنقِذٍ فَطَعَنَهُ فَصُرِعَ وَاحْتَوَاهُ النَّاسُ فَقَطَّعُوهُ بِأَسْيَافِهِم (اولین مقتل سالار شہیداں، ص ۳۰۶)

"پس مرہ بن منقذ نے نشست لگائی اور نیزے سے ایسا حملہ کیا کہ علی اکبرؑ گھوڑے کی زین سے زمین پر آئے، لشکر نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور اپنی تلواروں سے آپؑ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے"۔

جس وقت حضرت علی اکبرؑ زین سے زمین پر آئے تو بابا کو پکارا:

يَا أَبَتَاهُ عَلَيْكَ مِنِّي السَّلَامُ، هٰذَا جَدِّي يَقْرِئُكَ السَّلَامُ وَيَقُولُ لَكَ: عَجِّلِ الْقُدُومَ عَلَيْنَا (نفس المہموم، ص ۱۶۵)

"اے بابا جان! آپ پر میرا اسلام ہو، یہ میرے جد بزرگوار آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور آپ کے نام پیغام دے رہے ہیں کہ ہمارے پاس آنے میں جلدی کرو"۔

مقتل ابی مخنف کے ص ۸۱ پر نقل ہوا ہے کہ جس وقت علی اکبرؑ زمین پر آئے تو فریاد بلند کی اور کہا:

هٰذَا جَدِّي وَهٰذَا أَبِي عَلِي وَهٰذِهِ جَدَّتِي فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءِ

کتاب "لہوف" میں مذکور ہے کہ حضرت علی اکبرؑ نے اپنی شہادت کے وقت آواز دی: بابا جان! آپؑ پر میرا اسلام ہو، یہ میرے جد بزرگوار آپ کو سلام دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: ہمارے پاس آنے میں جلدی کرو۔ ثُمَّ شَهِقَ شَهْقَةً فَمَاتَ پھر ایک بلند آواز نکالی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

کای فرس برگو جوانِ من چه شد؟
باز گو روح و روان من چه شد؟

باز گو سروش کی انداختی
بی علی اکبرؑ حسینؑ را ساختی

ریخت اشک از دیدگان همچو سحاب
گفت باشد ، این چنین اسب عقاب

زود بشتاب ای شه دنیا و دین
اکبرت را وقتِ جان دادن ببین

دید شه از دور جدش مصطفیؐ
ایستادہ یا علی مرتضیٰؑ

لب گزان و اشک ریزان چون سحاب
برکف هر یک بود جامی پُر آب

''اے گھوڑے یہ بتا کہ میرا جوان کہاں ہے؟ پھر بتا میری روح و رواں کہاں ہے؟ پھر بتا مجھے کہ میرے فرشتے کو کہاں پر اُتارا ہے، علی اکبرؑ کے بغیر میرے پاس آئے ہو۔ گھوڑے نے بادلوں کی طرح آنکھوں سے آنسو برسائے اور شاہِ دینؑ سے بولا، ہم کلام ہوا:
اے دنیا و دین کے بادشاہ! جلدی کریں اور اپنے اکبرؑ کو اپنی جان خدا کے سپرد کرتے ہوئے دیکھیں۔ دُور سے شاہِ دینؑ نے اپنے جدِ امجد حضرت مصطفیٰؐ کو اپنے بابا علیؑ کے ساتھ کھڑے ہوئے دیکھا۔ اپنے ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے بادل کی مانند آنسو بہا رہے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ پر پانی سے بھرا ہوا جام تھا''۔

امام حسین علیہ السلام علی اکبرؑ کے سرہانے

سب مر چکے اب کس کے لیے سر نہ کٹائیں — ایسے نہیں بچھڑے کہ جو اکبرؑ چلے آئیں
کس طرح سے اُس یوسفِ گم گشتہ کو پائیں — بے فرق بصارت میں کدھر ڈھونڈتے جائیں

ہے اُن کے نہ کھانے کا نہ پینے کا مزہ ہے
فرزند سلامت ہو تو جینے کا مزہ ہے
(میر انیسؔ)

فَجَاءَهُ الْحُسَيْنُ وَوَضَعَ خَدَّهُ عَلٰى خَدِّهٖ يَقُوْلُ : قَتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا قَتَلُوْكَ يَابُنَيَّ ، مَا اَجْرَاهُمْ عَلَى الرَّحْمٰنِ وَعَلٰى اِنْتِهَاكِ حُرْمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَا (نفس المہموم، ص ۱۶۵۔ مناقب، ج ۴، ص ۱۱۸۔ ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۵۲۔ مقتل ابی مخنف، ص ۷۶)

"مظلوم کربلا اپنے جوان بیٹے کے سرہانے آئے، اپنے رخسار علی اکبرؑ کے رخسار پر رکھتے ہوئے فرمایا:
خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تجھے قتل کیا ہے، اے میرے بیٹے! کس چیز نے انہیں خدا کی نافرمانی اور ہتکِ رسولؐ خدا پر اُبھارا ہے، تیرے بعد اس دنیا کے سر پر خاک"۔

عقیلہ بنی ہاشم علی اکبرؑ کی لاش پر

راوی کہتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب کی بیٹی زینب کبریٰ علیہا السلام خیمے سے باہر آئیں اور بلند آواز سے کہا:

اے میرے پیارے، اے میرے بھتیجے! کہتے ہوئے اپنے آپ کو ان (علی اکبرؑ) کی لاش پر گرا دیا۔ (ترجمہ ملہوف، ص ۱۴۸، مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۱۔ اسرار الشہادۃ، ص ۳۷۱)

به ناگه زینبؑ از خیمه در آمد
سراسیمه به سوی اکبرؑ آمد

دو دست خویش را بر سر نهادی
گهی در راه و گاهی او فتادی

غرض خود را به سوی میدان کشانید
کنار پیکر اکبرؑ رسانید

اچانک زینب کبریٰؑ خیمہ سے باہر آئیں، پریشانی کے عالم میں علی اکبرؑ کی طرف آئیں۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے۔ کبھی چلتے ہوئے اور کبھی گرتے ہوئے غرض یہ کہ انہوں نے اپنے آپ کو میدان کی طرف لایا اور علی اکبرؑ کی لاش کے پاس پہنچایا"۔

تاریخ طبری کے مؤلف اپنی کتاب میں حمید بن مسلم ازدی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: میں نے ایک خاتون کو آتے دیکھا جس سے نور ساطع تھا۔ اس نے فریاد بلند کی کہ اے میرے بھائی، اے میرے بھتیجے!

حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟

مجھے بتایا گیا، یہ دختر پیغمبرؐ حضرت فاطمہ زہراؑ کی بیٹی زینب کبریٰؑ ہے، پس وہ وہاں پر آئیں اور اپنے آپ کو علی اکبرؑ کی لاش پر گرایا۔ حسینؑ بن علیؑ آئے اور انہیں بازو سے پکڑ کر خیمے میں لے گئے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے جوانو! اپنے بھائی کو اٹھاؤ اور گنج شہیداں میں لے چلو۔ پس انہوں نے لاشہ اکبرؑ کو اٹھایا اور خیمہ گاہ میں لے گئے۔ (ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۵۳۔ بحار، ج ۴۵، ص ۴۴۔ مقتل ابی مخنف، ص ۸۲)

حضرت امام زمانہؑ کی سب سے پہلے شہید پر نگاہ

سجدوں سے، نمازوں سے یہ رخصت کی سحر ہے رونے کی تذلل کی عبادت کی سحر ہے

پیارے یہ سحر رنج و مصیبت کی سحر ہے عاشورِ محرم ہے شہادت کی سحر ہے

لٹنے کا، تباہی کا، پریشانی کا دن ہے

اولادِ حیدرؑ کی یہ قربانی کا دن ہے

(میر انیسؔ)

ابو منصور بغدادی کہتے ہیں: میں نے اپنی جوانی میں اپنے والد کی وفات کے موقع پر امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی خدمت میں ایک خط لکھا اور ان سے آقا و مولا امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کی زیارت کرنے کی اجازت طلب کی۔ آنحضرتؑ کی جانب سے اس خط کا جواب ۲۵۲ ہجری میں شیخ محمد بن غالب اصفہانی کے توسط سے مجھے ملا۔ اس کا مضمون کچھ اس طرح سے ہے:

اللہ کے نام سے جو بخشنے والا اور مہربان ہے۔ تم جس وقت شہداء، ان پر خدا کی رحمت ہو، کی زیارت بجالانا چاہو تو سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کی قبر کی پائنتی کی طرف کھڑے ہو، کیونکہ وہاں پر علی بن حسینؑ (علی اکبرؑ) کی قبر ہے، اس کے بعد رو بقبلہ کھڑے ہو کیونکہ وہاں پر شہیدوں کی قبریں ہیں۔ علی بن حسین علیہما السلام (علی اکبرؑ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہو:

سلام ہو آپؑ پر، اے حضرت ابراہیم خلیلؑ کے خاندان میں سے بہترین سلسلۂ نسب رکھنے والے سب سے پہلے شہید، آپ اور آپ کے والدِ بزرگوار پر درود و سلام ہو، جنہوں نے آپ کے بارے میں فرمایا:

خدا اس گروہ کو ہلاک و برباد کرے جس نے آپ کو قتل کیا، اے میرے بیٹے! کس چیز نے انہیں خدا کی نافرمانی اور رسولؐ خدا کی اہانت کرنے پر آمادہ کیا ہے؟ آپؑ کے بعد اس دنیا کے سر پر خاک۔ (الاقبال ابن طاؤس، ج ۳، ص ۷۳۔ بحار، ج ۴۵، ص ۶۵۔ انصار الحسین، ص ۱۴۱)

حضرت قاسم بن حسنؑ لباسِ شہادت میں

حمید بن مسلم کہتے ہیں: ایک نوجوان خیموں سے نکل کر ہماری طرف آیا، گویا اس کا چہرہ چاند کا ایک ٹکڑا ہو، اس کے ہاتھ میں شمشیر، گلے میں قمیص، اُوپر عبا اور پاؤں میں ایسی نعلین تھی جس کا ایک تسمہ کھلا ہوا تھا، میں بھولا نہیں ہوں، مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ وہ نعلین بائیں پاؤں کی تھی۔ (ترجمہ مقتل ابی مخنف، ص ۳۰۹۔ ترجمہ لہوف، ص ۵۵۔ مروج الذھب، ج ۳، ص ۷۱۔ اخبار الطوال، ص ۲۳۰۔ مقاتل الطالبین، ص ۵۸۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۷۔ ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۳۵)

مرحوم مجلسی علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں کہ اکثر روایات کے مطابق قاسمؑ بن حسنؑ ایک چھوٹے بچے تھے، جو ابھی جوانی کی حدوں تک نہیں پہنچے تھے۔ وہ اجازت حاصل کرنے کے لیے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے:

فَلَمَّا نَظَرَ الْحُسَيْنُ قَدْ بَرَزَ اَعْتَنَقَهُ وَجَعَلَ يَبْكِيَانِ حَتّٰى غُشِيَ عَلَيْهِمَا (بحار، ج ۴۵، ص ۳۴، دمع السجوم، ص ۱۶۹۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۷)

"جب امام حسین علیہ السلام کی نگاہ ان پر پڑی کہ وہ میدانِ قتال میں جا رہے ہیں تو امامؑ نے انہیں اپنے گلے لگایا، چچا اور بھتیجا ایک دوسرے کے گلے لگ کر اس قدر روئے کہ دونوں بے ہوش ہو گئے"۔

عمو دیگر بدہ اذنِ جہادم
کہ افتادہ است شوری در نہادم
نمی خواہم دیگر این زندگانی
بہ امید شہادت سخت شادم
ھمی خواہم چو اکبر کشتہ گردم
چہ می شد می رسیدم برمرادم

"چچا جان! مجھے جہاد کی اجازت دے دیں، یہ میرے دل کی آرزو ہے۔ مجھے اب اس زندگی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں شہادت کی امید پر بہت خوش ہوں۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ اکبرؑ کی مانند قتل ہو جاؤں، کیا ہو جائے گا اگر میں اپنی مراد کو پہنچ جاؤں"۔

حضرت قاسمؑ نے اپنے چچا سے میدان میں جانے کی اجازت مانگی، آنحضرتؑ نے انہیں منع کر دیا لیکن حضرت قاسمؑ نے روتے ہوئے اصرار کیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو چچا کے پاؤں پر گرایا، ان کے ہاتھ پاؤں چومے، انہیں میدانِ قتال میں جانے کی اجازت ملی۔

جب آپؑ میدانِ جنگ میں گئے تو یہ رجز پڑھا:

إِن تَنكُرُونِي فَأَنَا ابنُ الحَسَن سِبطُ النَّبِيِّ المُصطَفَى مُؤتَمَن
إِنِّي أَنَا القَاسِمُ مِن نَسلِ عَلِي نَحنُ وَبَيتُ اللهِ أَولَى بِالنَّبِي

"اگر تم میرا انکار کرتے ہو تو میں حسنؑ کا بیٹا قاسمؑ ہوں اور سبطِ مصطفیٰ ہوں۔ میں قاسمؑ ہوں اور میرا تعلق نسلِ علیؑ سے ہے، ہم اور اہلِ بیتؑ اللہ نبیؐ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

منم قاسم حسنؑ را نور عینم
برادر زادۂ مولا حسینم

منم قاسم ز آلِ مصطفایم
فروغ دیدگان مجتبایم

اگرچہ خستہ جان و تشنہ کامم
کجا من دست بردار از امامم

چرا با او شما در کار زارید
میان خصم تنہایش گزارید

"میں قاسمؑ ہوں جو اپنے بابا حسنؑ کی آنکھوں کا نور ہوں، میں مولا
حسین علیہ السلام کے بھائی کا بیٹا ہوں۔
میں قاسمؑ ہوں اور میرا تعلق آلِ مصطفیٰؐ سے ہے اور میں اپنے بابا مجتبیٰؑ
کی آنکھوں کی روشنی ہوں۔
اگر چہ میں تھکا ہوا ہوں اور تشنہ لب ہوں، میں اپنے امام ورہبر سے
کہاں دستبردار ہوں۔
آپ لوگ کیوں ان کے خلاف مصروف جنگ ہیں اور انہیں دشمن
کے نرغے میں تنہا چھوڑ رہے ہیں"۔

حضرت قاسم علیہ السلام نے بچہ ہونے کے باوجود سخت جنگ لڑی اور ۳۵ اشقیاء کو واصلِ جہنم کیا۔ (مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۷)

ایک روایت کے مطابق حضرت قاسمؑ کی اس وقت عمر چودہ سال تھی۔ جب آپؑ نے دشمن پر حملہ کیا تو ۷۰ سواروں کو لقمۂ اجل بنایا۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۷۹)

ایک اور راوی کہتا ہے: اس وقت عمرو بن سعد ازدی نے مجھے کہا: خدا کی قسم! اس لڑکے پر حملہ کروں گا اور اسے قتل کروں گا۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! یہ کیسا کام ہے جو تم کرو گے؟ پھر اس نے قاسمؑ پر حملہ کیا اور اس وقت تک واپس نہ ہوا جب تک تلوار سے اس کے سر پر ایسی ضرب نہ لگائی کہ جس سے وہ منہ کے بل زمین پر گرے اور فریاد بلند کی:

اے چچا جان! میری مدد کو آیئے۔ (اولین مقتل، ص ۳۱۱۔ مقاتل الطالبیین، ص ۵۸۔ ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۵۵)

عمو جان غرق خون شد پیکر من
بیا اکنون بہ بالین بر سر من
بہ صورت بر روی خاک او فتادم
چہ منہ شد سر بہ پایت می نہادم؟

"اے چچا جان! میرا بدن خون میں غرق ہو چکا ہے، اب میرے
سرہانے تشریف لائیں۔
میں منہ کے بل زمین پر گرا ہوں، کتنا اچھا ہوتا کہ اپنا سر آپؑ کے
قدموں میں رکھتا؟"

طبری کہتے ہیں: امام حسین علیہ السلام عقاب کی مانند جھپٹے اور غضب ناک شیر کی طرح حملہ آور ہوئے۔ عمر بن سعد پر تلوار سے حملہ کیا، اس نے ہاتھ سے حملہ روکا، اس کا بازو کہنی کے نیچے سے زخمی ہوا۔ اُس نے بلند آواز سے پکارا اور پیچھے ہٹا۔ عمر ابن سعد کی فوج میں سے کچھ سوار اس غرض سے حملہ آور ہوئے کہ اسے امام حسین علیہ السلام سے چھڑوائیں۔ ان لوگوں نے اپنے گھوڑے عمر کے سامنے لائے، انہیں دوڑایا اور حضرت قاسمؑ کی لاش کو پامال کیا۔ جب غبار بر طرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام قاسمؑ کے سرہانے کھڑے تھے اور وہ بچہ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی قسم! تمہارے چچا کے لیے کتنا مشکل ہے کہ تم اسے پکارو اور وہ تمہیں جواب نہ دیں، یا جواب تو دے لیکن اس کی آواز تمہیں کوئی فائدہ نہ دے۔ خدا کی قسم! اس کے دشمن زیادہ اور دوست کم ہیں۔ اس کے بعد جب امام حسین علیہ السلام انہیں اُٹھا کر خیمہ گاہ کی طرف جا رہے تھے، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے دونوں پاؤں زمین پر لکیر کھینچے جا رہے تھے جب کہ آپؑ نے انہیں اپنے سینے کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ میں نے آپؑ سے کہا: وہ اب اس لاش کو کیا کریں گے۔

امام حسین علیہ السلام انہیں لے گئے اور اپنے بیٹے علی اکبرؑ اور اپنے خاندان کے دوسرے شہداء کے پاس لے جا کر لٹا دیا۔ (ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۵۴ و ۳۰۵۵؛ بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۳۵ - ۳۶۔ اولین مقتل، ص ۳۱۰۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۷ - ۲۸)

هرچند کوچکم بہ تو دل بستم ای حسینؑ　　　من عاشق تو هستم و فریاد می زنم
در خاک و خون فتادہ یتیم برادرت　　　دست مرا بگیر کہ پامال دشمنم
جان عمو بہ دیدن قاسمؑ شتاب کن
ز آن پیشتر کہ فاطمہ آید بہ دیدنم

''اگرچہ بہت چھوٹا ہوں لیکن اے میرے آقا و مولا حسینؑ! میرے دل میں آپؑ کی محبت ہے، میں آپ کا عاشق ہوں اور فریاد بلند کر رہا ہوں۔
آپ کے بھائی حسنؑ کا یتیم خاک و خون پر گرا ہوا ہے۔ میرا ہاتھ پکڑیں، دشمن نے مجھے پامال کر دیا ہے۔
اے چچا جان! قبل اس کے کہ ماں زہراؑ مجھے دیکھنے کے لیے تشریف لائیں آپ قاسمؑ کو دیکھنے کے لیے جلدی آئیں''۔

عبداللہ بن الحسنؑ میدانِ شہادت میں

کتاب ''بحارالانوار'' میں روایت منقول ہے کہ حضرت قاسمؑ بن حسنؑ کے بعد ان کے بھائی عبداللہ بن الحسنؑ میدانِ جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھا:

اِن تُنکِرُونِی فَاَنَا ابنُ حَیدَرَہ　　　ضِرغَامُ اٰجَامٍ وَلَیثُ قَسوَرَۃ
عَلَی الاَعَادِی مِثلُ رِیحٍ صَرصَرَہ

''اگر تم مجھے نہیں جانتے تو میں اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں کہ میں حیدرِ کرار کا بیٹا، بیشۂ شجاعت کا شیر اور دشمنوں پر آندھی اور طوفان کی مانند ہوں''۔

کتاب لہوف میں مذکور ہے کہ جس وقت دشمنوں نے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو گھیرے میں لے لیا تو اس وقت عبداللہ بن حسنؑ بن علیؑ جو کہ نوعمر تھے اور ابھی تک ان کی مسیں نہیں بھیگی تھیں، زنانِ خانہ سے باہر آئے اور جلدی سے حضرت امام حسین علیہ

السلام کے پاس پہنچے۔ دخترِ علی حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے انہیں روکنے کی کوشش کی، لیکن عبداللہ بن حسنؑ نہ رُکے اور کہا:

خدا کی قسم! میں اپنے چچا سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گا۔ بحر بن کعب نے حُرملہ بن کاہل کے ساتھ مل کر امام حسین علیہ السلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس نوجوان نے کہا: اے خبیث زادے! تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تم میرے چچا کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ جس وقت اس نے آقا و مولا امام حسین علیہ السلام پر تلوار سے وار کیا تو عبداللہ بن حسنؑ نے اپنا بازو اپنے چچا جان کی حفاظت کے لیے سپر قرار دیا، تلوار لگنے سے عبداللہ کا بازو کٹ گیا۔

نوجوان نے ہائے چچا جان کی فریاد بلند کی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھتیجے کو آغوش میں لیا اور فرمایا:

اے میرے بھتیجے! جو کچھ تمہارے اوپر گزری ہے اس پر صبر سے کام لو۔

(عقد الفرید، ج ۴، ص ۳۸۰۔ مقتل ابی مخنف، ص ۷۷۔ ترجمہ ارشاد، ص ۴۶۵)

ایک اور روایت کے مطابق یہ ہے کہ حُرملہ بن کاہل نے نشانہ باندھ کر عبداللہؑ بن حسنؑ کی طرف تیر پھینکا اور انہیں ان کے چچا کے ہاتھوں میں شہید کر دیا۔

دسویں فصل

حضرت علیؑ کے بیٹے شہادت کے مشتاق

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں ذکر کرتے ہیں کہ عمر بن سعد کے ہمراہ کربلا میں موجود ایک شخص سے کچھ لوگوں نے کہا: تم برباد ہو جاؤ، تم نے کس طرح سے رسولؐ خدا کی آل کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: تم لوگ زبان کو لگام دو، اگر تم لوگ ہمارے ساتھ ہوتے اور جو کچھ ہم نے دیکھا ہے وہی کچھ تم دیکھتے تو تم بھی وہی کچھ انجام دیتے جو کچھ ہم نے دیا ہے۔ وہ مزید لکھتا ہے:

ثَارَتْ عَلَيْنَا عِصَابَةٌ أَيْدِيهَا فِي مَقَابِضِ سُيُوفِهَا كَالاُسُوْدِ الضَّارِيَةِ تَحْطِمُ الْفُرْسَانَ يَمِيْناً وَشِمَالاً ، وَتُلْقِيْ أَنْفُسَهَا عَلَى الْمَوْتِ لَا تَقْبَلُ الْاَمَانَ وَلَا تَرْغَبُ فِي الْمَالِ (ترجمہ مقتل ابومخنف، ص۳۰۰)

"وہ ایسا گروہ تھا جو تلواریں ہاتھوں میں لیے ہوئے شیر ببر کی مانند ہمارے اوپر حملہ آور ہوتا اور سواروں کو دائیں بائیں تتر بتر کر دیتا، وہ جان فروشوں کی ایسی جماعت تھی جو موت کے لیے تیار تھی، اس نے نہ تو امان کو قبول کیا اور نہ ہی مالِ دنیا کی طرف مائل ہوئے۔ وہ لوگ صرف اور صرف جامِ شہادت نوش کرنا چاہتے تھے یا ملک پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اگر ہم ان سے ہاتھ کھینچ لیتے تو وہ ہماری ساری فوج کو ختم کر دیتے۔ لہٰذا جو کچھ ہم نے انجام دیا ہے اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا"۔ (نفس المہموم، ص۳۰۲)

چونکہ حضرت عباس علمدارؑ نے اپنی آنکھوں سے اہلِ بیتؑ کے بہت سے افراد کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اپنے مادری بھائیوں سے کہا:

اے میری ماں کے بیٹو! تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے کہ تمہیں اس کی فکر ہو۔ تم قدم آگے بڑھاؤ تاکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں تمہارا خلوص دیکھوں۔ (ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۵۶)

عبداللہ بن علیؑ

عبداللہ بن علیؑ جب میدانِ کارزار میں اُترے تو انہوں نے یہ رجز پڑھا:

اَنَا ابنُ ذِی النَجدَۃِ وَالافضَالِ
ذَاکَ عَلِیّ الخَیرُ ذُو الفِعَالِ

(بحار، ج ۴۵، ص ۳۸۔ ارشاد مفید، ص ۴۶۳۔ مناقب، ج ۴، ص ۱۱۶)

اس کے بعد انہوں نے سخت جنگ کی، ان کے اور ہانی بن شبث حضرمی کے درمیان حملوں میں رد و بدل ہوئی، بالآخر ہانی بن شبث نے انہیں شہید کر دیا۔

جعفر بن علیؑ

جعفر بن علیؑ جب میدانِ قتال میں اُترے تو درج ذیل رجزیہ اشعار پڑھے:

اِنِّی اَنَا جَعفَرُ ذُو المَعَالی ابنُ عَلِیِّ الخَیرُ ذِی النَوَالِ
ذَاکَ الوَصِیُّ ذُوالسَنَا وَالوَالِی حَسبِی لِعَمِّی شَرَفًا وَ خَالِی
اَحمِی حُسَینًا ذَا النَّدیٰ المِفضَال

(دمع السجوم، ص ۱۷۲۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۸)

"میں اس علیؑ بن ابی طالبؑ کا بیٹا ہوں جو صاحب عزت و شرافت و فضیلت و کرامت ہیں اور منبعِ خیر اور ہر میدان کے فاتح ہیں۔ وہ حضرت محمدؐ کے جانشین اور بلند و بالا مراتب پر فائز ہیں۔ شرافت و

بزرگی میں میرے چچا جعفر اور میرے خالو میرے لیے کافی ہیں۔ میں
حسین بن علیؑ کی حمایت کرتا ہوں کیونکہ وہ صاحب فضل وکرم ہیں"۔

ابوالفرج روایت کرتے ہیں کہ خولی بن یزید اصبحی نے جعفر بن علیؑ کی کنپٹی پر یا آنکھ میں تیر مار کر شہید کیا تھا۔

عثمان بن علیؑ

جب عثمان بن علیؑ دشمن کے مقابلے میں جہاد کرنے کے لیے گئے تو انہوں نے یہ رجز پڑھا:

اِنِّی اَنَا عُثْمَانُ ذُو الْمَفَاخِرِ شَیْخِی عَلِی ذُوالْفِعَالِ الطَّاهِرِ
هٰذَا حُسَیْنُ سَیِّدُ الاَخَایِرِ وَسَیِّدُ الصِّغَارِ وَالاَکَابِرِ

"میں بہت سے مفاخر اور فضائل کا مالک عثمان ہوں، میرے سردار
ہر میدان کے فاتح اور طیب وطاہر علی علیہ السلام ہیں۔
یہ حسینؑ ہیں کہ ہر چھوٹے بڑے اور تمام نیک لوگوں کے سردار ہیں"۔

ان کی عمر ۲۱ سال تھی۔ یہ بھی اسی راستے پر گئے جس پر ان کے دونوں بھائی گئے تھے۔

ابوالفرج روایت کرتے ہیں کہ انہیں بھی خولی بن یزید نے تیر کا نشانہ بنایا اور شہید کردیا۔ (مقاتل الطالبیین، ص ۵۵۔ دمع السجوم، ص ۱۷۲۔ بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۳۷)

صاحب مناقب ذکر کرتے ہیں کہ تیر ان کے پہلو میں پیوست ہوا اور یہ زمین پر گر گئے۔ اس کے بعد بنی بن ابان بن دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کیا اور انہیں شہید کرنے کے بعد سر تن سے جدا کیا۔

ابوبکر بن علیؑ

ابوبکر بن علیؑ کو ہمدان کے ایک شخص نے شہید کیا۔ مدائنی سے روایت نقل ہوئی ہے کہ انہیں ایک مقام پر مقتول پایا گیا لیکن ان کے قاتل کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔

مناقب میں نقل ہوا ہے کہ ابوبکر بن علیؑ میدانِ مبارزہ میں گئے، جنگ لڑی لیکن زجر بن بدر جعفی (یا عقبی غنوی) نے انہیں شہید کیا۔

عمر بن علیؑ

روایت میں آیا ہے کہ ابوبکر بن علیؑ کے بعد ان کے بھائی عمر بن علیؑ دشمن کے مقابلے میں آئے۔ انہوں نے اپنے بھائی کے قاتل (زجر) کو واصلِ جہنم کیا۔ اس کے بعد دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے، انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔

شیخ عباس علیہ الرحمہ کہتے ہیں: اہلِ تاریخ کے درمیان مشہور یہ ہے کہ عمر بن علیؑ اپنے بھائیوں کے ساتھ کربلا میں نہیں آئے تھے اور یہی قول مصنف کے نزدیک صحیح ہے۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ کا ادب

حسینؑ کہتے تھے بھائی غلام بن کے رہا
وفا کے شہر کا پروردگار ہے عباسؑ

حضرت ابوالفضل العباس کبھی بھی امام حسین علیہ السلام سے اجازت لیے بغیر ان کے سامنے نہیں بیٹھے۔ اگر کبھی بیٹھتے بھی تو یوں بیٹھتے جیسے غلام اپنے جلیل القدر آقا کے سامنے بیٹھتا ہو۔ ہمیشہ آپؑ کے حکم کی اطاعت کرتے اور ہر حکم بلا چون و چرا مانتے، آپ سید الشہداءؑ کا ادب اس طرح سے کرتے جس طرح ان کے والد بزرگوار علی علیہ السلام پیغمبر اکرمؐ کا کرتے تھے۔ آپؑ جب بھی امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کرتے تھے تو یا سیدی، یا ابا عبداللہ، یا ابن رسولؐ اللہ جیسے الفاظ کے ذریعے سے کرتے۔

حضرت عباس علمدارؑ نے اپنی پوری زندگی میں امام حسین علیہ السلام کو بھائی کہہ کر نہیں بلایا، اگر بلایا ہے وہ زندگی کے آخری لمحے تھے، آپؑ نے فریاد بلند کی، بھائی جان میری مدد کو آئیں۔ (معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۷۱)

جس وقت امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی کے سر پر آئے تو امامؑ نے پوچھا:

اے عباسؑ! آج سے قبل تم نے مجھے کبھی بھی بھائی کہہ کر نہیں بلایا تھا۔

حضرت عباسؑ نے عرض کیا: میں اب سمجھا ہوں کہ حضرت زہراء علیہا السلام نے مجھے اپنا بیٹا بنایا ہے، کیونکہ جب میں زمینِ کربلا پر گرا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ میری ماں زہراءؑ تشریف لائی ہیں اور میرا سر اپنی گود میں رکھا ہے۔

سال ھا بر درگہت خدمت گزارم یا حسینؑ — وین زمان بر لطفِ تو امید وارم یا حسینؑ

مادرم بودت کنیز و من تو را ھستم غلام — ای غلامی ات مدال افتخارم یا حسینؑ

تشنگان در انتظار آب و من در پیش آب — غرقہ در خون تاب راہ رفتن ندارم یا حسینؑ

گر برادر خواندمت بود از کمالِ اشتیاق — ورنہ در کویت غلامی جانثارم یا حسینؑ

در ولادت دیدہ بگشودم بہ دامان علیؑ — در شہادت سر بہ پایت می گذارم یا حسینؑ

"اے میرے آقا و مولا حسینؑ! میں سالہا سال سے آپؑ کی بارگاہ میں آپؑ کا خدمت گزار ہوں اور اس زمانے میں آپؑ کے لطف و کرم کا امیدوار ہوں۔

میری ماں آپؑ کی کنیز اور میں آپؑ کا غلام ہوں۔

اے مولا حسینؑ! آپؑ کی غلامی میرے لیے تمغۂ افتخار ہے۔

پیاسے پانی کے منتظر ہیں اور میں پانی کے پاس کھڑا ہوا ہوں۔

اے مولا حسینؑ! میں خون میں غرق ہوں اور راستہ چلنے کی مجھ میں سکت نہیں ہے۔

اگر میں نے آپؑ کو بھائی کہہ کر بلایا ہے تو میرے شوق کا کمال تھا ورنہ آپؑ کے کوچ کا جانثار کرنے والا غلام ہوں یا حسینؑ!

میں نے پیدا ہونے کے بعد اپنی آنکھیں حضرت علیؑ کی گود میں کھولی ہیں۔

اے میرے آقاؑ! شہادت کے لیے میں اپنا سر آپؑ کے پاؤں میں رکھتا ہوں۔

قمر بنی ہاشمؑ کی شجاعت

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے　　رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے　　ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو
جبریلؑ لرزتے تھے سمیٹے ہوئے پر کو

(مرزا دبیر)

کتاب "معالی السبطین" میں منقول ہے کہ جنگِ صفین کے موقع پر امیر المومنین علی علیہ السلام کے لشکر سے ایک نقاب پوش نوجوان باہر آیا، اس سے شجاعت و بہادری اور ہیبت وسطوت کے آثار نمایاں تھے۔ جب آپؑ میدانِ قتال میں آئے تو لشکرِ شام میں سے کوئی بھی آپؑ کے مقابلے میں نہ آیا۔ معاویہ نے اپنے لشکر سے ابن شعثاء کو بلایا جو اس قدر بہادر تھا کہ دس ہزار افراد کا مقابلہ کرنے والا تھا۔ اسے حکم دیا کہ اس نوجوان کا مقابلہ کرنے کے لیے جاؤ۔

ابن شعثاء نے کہا: یا امیر! لوگوں کے اندر میری شہرت یہ ہے کہ میں دس ہزار سواروں سے لڑنے والا ہوں اور تم مجھے ایک بچے کے مقابلے میں جنگ کرنے بھیج رہے ہو؟

معاویہ نے کہا: پھر کیا کرنا چاہیے؟ اس نے کہا: میرے سات بیٹے ہیں، ان میں سے کسی ایک کو بھیج دے وہ اس کا کام تمام کردے گا۔ اس نے ایک کو حضرت عباسؑ کے مقابلے میں بھیجا، آپؑ نے اسے واصلِ جہنم کیا۔ پھر دوسرے کو بھیجا، اس کے ساتھ بھی وہی حشر ہوا۔ اس طرح ابن شعثاء کے ساتوں بیٹے حضرت عباسؑ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوئے۔ پھر ابن شعثاء خود میدانِ جنگ میں گیا اور کہا:

اے نوجوان! تو نے میرے سارے بیٹوں کو قتل کردیا ہے، اب میں تیرے ماں باپ کو تیرے غم میں بٹھاؤں گا۔

ابن شعثاء اور حضرت ابوالفضل العباسؑ کے درمیان کافی دیر حملوں کی ردوبدل ہوتی

رہی۔ بالآخر حیدری ہاتھ بلند ہوئے، اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ تمام لشکر ان کی شجاعت و بہادری دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اس کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

اے میرے لال واپس آ جا، جس طرح تو نے شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کیا ہے، کہیں لوگ آپ کو نظر نہ لگا دیں۔ حضرت عباسؑ میدان سے واپس ہوئے۔ مولائے کائناتؑ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، ان کے چہرے سے نقاب اٹھایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ لوگ اس وقت سمجھے کہ یہ حضرت ابوالفضل العباسؑ تھے۔

عباسؑ کربلا میں وہ جوہر دکھا گئے
بوڑھے بہادروں کو علیؑ یاد آ گئے

میدانِ کربلا

سینہ پر ہیجان دارم من	اسد اللہ نشان دارم من
در حمایت ز حسینؑ بن علیؑ	بہترین تحفۂ جان دارم من
منصب آب بہ خیمہ بردن	بہر این تشنہ ، لبان دارم من
باب حاجات مرا می خوانند	آنچہ خواهند همان دارم من
رخصت از بہر شہادت خواهم	چون کہ خوش حسرت آن دارم من
من ابوالفضلم و فرزند علیؑ	نگرانم ز چہ جان دارم من

''میرا سینہ جوش و ولولہ سے پُر ہے، میرا تمغہ اور نشان اسد اللہ ہے۔
آقا و مولا حسین بن علی علیہما السلام کی حمایت میں سب سے بہترین تحفہ میری جان ہے جو ان کے قدموں پر نچھاور کروں گا۔ مجھے جو منصب اور عہدہ سونپا گیا ہے وہ تشنہ لبوں کے لیے خیام میں پانی لے جانا ہے۔
مجھے باب الحوائج کہتے ہیں وہ جو چیز چاہیں وہ میرے پاس ہے۔
میں شہادت کی اجازت مانگتا ہوں کیونکہ اس کا مجھے بہت اشتیاق ہے۔ میں ابوالفضل ہوں اور علیؑ کا بیٹا ہوں''۔

صاحب معالی کہتے ہیں: شجاعتِ عباسؑ کے بارے میں اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ جب دشمن حضرت عباسؑ کا نام سنتے تو ان کے بدن اور دلوں پر لرزا طاری ہو جاتا، اسی لیے تو عبیداللہ بن زیاد نے ان کے لیے امان نامہ بھیجا تھا لیکن جب حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے روزِ عاشورا حضرت ابوالفضل العباسؑ کو میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت دی، اور فرمایا:

جائیں، ان تشنہ لب بچوں کے لیے پانی لے کر آئیں۔ مولا عباس علمدارؑ گئے، فرات پر قبضہ کیا، پانی سے مشکیزہ بھرا، جب خیام کی طرف واپس آنے لگے تو ایک روایت کے مطابق دس ہزار کے لشکر نے آپؑ کا محاصرہ کیا اور آپؑ پر حملہ آور ہوا۔ حضرت عباس علمدارؑ نے اس لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یزیدی لشکر کے کئی سواروں کو واصلِ جہنم کیا۔ (معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۶۸)

جب آپؑ حملہ آور ہوئے تو یزیدی لشکر اس طرح فرار ہوا جیسے گیدڑوں کا غول شیر سے فرار کرتا ہے۔ اس دوران آپؑ نے ایک سو اسی (۱۸۰) افراد کو واصلِ جہنم کیا۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۵۹۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۶۸)

اس وقت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے فرمایا

جَزَاكَ اللّٰهُ مِن اَخٍ خَيرًا لَقَد جَاهَدتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

"اے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپؑ نے راہِ خدا میں اس طرح سے جہاد کیا، جس طرح سے جہاد کرنے کا حق تھا"۔

(معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۶۹)

شیخ ابونصر بخاری، مفضل بن عمر سے اور وہ جنابِ صادق آلِ محمدؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

ہمارے چچا عباسؑ بابصیرت اور محکم ایمان کے مالک تھے۔ انہوں نے ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کی نصرت میں اس قدر جہاد کیا کہ رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ جب شہید

ہوئے تو اس وقت آپؑ کا سن چونتیس سال تھا۔

عباسؑ آئے رن میں تو منظر لرز گئے　　جبریلؑ بھی سمیت کے سہپر لرز گئے
دیکھا جلال میں تو دلاور لرز گئے　　حیدرؑ کی چال ڈھال سے لشکر لرز گئے

شجاع ترین خاندان کی تلاش

حضرت عقیلؑ بن ابی طالبؑ علم انساب کے ماہر تھے۔ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیلؑ سے فرمایا:

میرے لیے عربوں میں سے کوئی ایسی خاتون تلاش کرو جس کا تعلق زمانے کی شجاع ترین خاندان سے ہو، تاکہ میں اس سے شادی کروں اور اس سے شجاع ترین بیٹا پیدا ہو۔

حضرت عقیلؑ نے کہا: آپ اُم البنین کلابیہ سے نکاح کرلیں، کیونکہ دنیائے عرب میں اس خاندان جیسا کوئی اور دلیر خاندان نہیں ہے۔ پس حضرت عقیلؑ کی فرمائش پر مولائے کائناتؑ نے اس خاندان میں شادی کی۔

روزِ عاشورا شمر بن ذی الجوشن کہ جس کا تعلق خاندانِ کلابیہ سے تھا خیمہ گاہ کے نزدیک آ کر آواز دینے لگا: میرے بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت سیدالشہداء علیہ السلام نے فرمایا:

اگرچہ یہ فاسق ہے لیکن آپؑ کا خالو ہے، لہٰذا اسے جواب دیں۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ کی وفا

عباسؑ گرے پاؤں پہ گردن کو جھکا کر　　رونے لگے شہ بھائی کو چھاتی سے لگا کر
بانو نے کہا غش سے سکینہؑ کو جگا کر　　صدقے گئی دیکھ آؤ چچا جان کو جا کر

اس طرح جو شاہِ شہداء روتے ہیں بی بی
سرورؑ سے علمدارؑ جدا ہوتے ہیں بی بی
(میر انیس)

وَاللّٰهِ اِن قَطَعتُمُوا یَمِینِی اِنِّی اُحَامِی اَبَدًا عَن دِینِی

''خدا کی قسم! اگر میرے بازو میرے بدن سے جدا بھی کر دو تو میں تب بھی آخری لحات تک دین کی حمایت کروں گا''۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ کافی دیر تک دشمنوں سے جنگ کرنے کے بعد نہر فرات پر قابض ہوئے۔ آپؑ پانی چلو میں لے کر پینا چاہتے تھے کہ سیدالشہداء اور ان کے اہل بیتؑ کی پیاس یاد آ گئی۔ پانی نہر کے منہ پر دے مارا، مشکیزہ بھرا، دائیں کاندھے پر لٹکایا اور خیمہ گاہ کی طرف چلے۔ دشمنوں نے راستہ روک لیا، چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت عباس علمدارؑ نے ان کے ساتھ سخت جنگ کی۔

روزِ عاشور بہ چشم پُر زخون
مشک بردوش آمد از شط چون بروں

شد سوی آن تشنہ کامان رہ سپر
تیر بارانِ بلا را شد سپر

بس فرو بارید بر او تیر تیز
مشک شد بر حالت او اشک ریز

اشک چندان ریخت بر اُو چشم مشک
تا کہ چشمِ مشک خالی شد زاشک

تاقیامت تشنہ کامانِ ثواب
می خورند از رشحۂ آن مشکِ آب

''حضرت عباس علمدارؑ روزِ عاشور خون آلود آنکھوں کے ساتھ کاندھے پر مشکیزہ لٹکائے ہوئے جب نہر فرات سے باہر آئے۔ آپؑ پانی کا مشکیزہ لے کر پیاسوں کی طرف روانہ ہوئے اور تیروں

کی سخت بارش کے سامنے ڈھال بن گئے۔

آپؑ پر بہت تیز تیر برسائے گئے، تیر لگنے سے مشکیزہ بھی آپؑ کی حالت پر آنسو بہانے لگا۔ مشکیزے کی آنکھ نے آپؑ پر اس قدر آنسو بہائے کہ مشکیزے کی آنکھ بھی آنسو برساتے برساتے خشک ہوگئی۔

ثواب کے تشنہ لوگ قیامت تک اس مشکیزے سے ٹپکتے ہوئے پانی کے قطرے پیتے رہیں گے"۔

حضرت عباسؑ کا تشنہ لب بچوں سے وعدہ

عباسؑ نے ہی منہ نہ لگایا اسے رضا
دریا تو پاؤں چوم کے چلّو میں آ گیا
اب حشر تک اُٹھے گا ہر اک موج سے دھواں
پیاسا سمندروں کے کلیجے جلا گیا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام عزیز اور اصحاب شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہو چکے تو حضرت عباسِ علمدارؑ جو ہر لحہ شہادت کے منتظر تھے اور اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے کے مشتاق تھے، آپ کی نگاہیں جب شہداء کے زخموں سے چور لاشوں پر پڑیں تو غیرتِ حیدری اور صولتِ مرتضوی نے جوش کھایا، آپؑ برداشت نہ کرسکے، آپؑ نے علم اٹھایا اور اپنے مولا و آقا امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

اے میرے آقا و مولاؑ! کیا آپؑ مجھے میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؟

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے اس قدر گریہ فرمایا کہ آپؑ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

برادر سینہ من تنگ گشتہ / مرا نوبت برای جنگ گشتہ
ز بس کہ داغ دیدم آن چنانم / نمی خواہم پس از اکبرؑ بمانم
صدای گریہ ہای اصغرؑ آید / ز سوز تشنگی زاری نماید
سکینہؑ از عطش بی ہوش شد / ز بی ہوشی دگر خاموش شدہ

"اے بھائی جان! اب میرا دل تنگ ہو چکا ہے، اب جنگ کرنے کا میرا وقت آ گیا ہے۔

میں نے دوستوں کی جدائی کے اس قدر داغ دیکھے ہیں کہ اکبرؑ کے بعد اب میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔

اصغرؑ کے رونے کی آواز آ رہی ہے، وہ شدت پیاس کی وجہ سے گریہ کر رہا ہے۔

سکینہؑ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو چکی ہے اور اس بے ہوشی کی وجہ سے خاموش ہو گئی ہے۔

قَالَ العَبَّاسُ: فِدَاكَ رُوحُ اَخِيكَ يَاسَيِّدِي ، لَقَد ضَاقَ صَدرِي مِن حَيَاةِ الدُّنيَا وَاُرِيدُ اَخذَ الثَّارِ مِن هٰؤُلَاءِ المُنَافِقِين (معالی السبطین، ج۱، ص ۲۷۱۔ بحار، ج ۴۵، ص ۴۱۔ نفس المہموم، ص ۱۷۸)

"حضرت عباس علمدارؑ نے عرض کیا: اے میرے آقا و مولا! آپؑ کا بھائی آپؑ پر قربان ہو، حیاتِ دنیا سے میرا دل بھر چکا ہے، میں چاہتا ہوں کہ ان منافقین سے خونِ شہداء کا بدلہ لوں"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اب جب کہ آپؑ جہاد کے لیے جا ہی رہے ہیں تو ان تشنہ لب بچوں اور خواتین کے لیے کچھ پانی لے آئیں۔

کنون کہ عازم میدانِ جنگی — مہیای شہادت بی درنگی
برواز علقمہ جانِ برادر — برای کود کان آبی بیاور
یکی از تشنگی افتادہ بر خاک — نھادہ سینہ را بر خاک نم ناک
یکی ناخن زند بر جانِ مادر — یکی گریان بود بر دوشِ خواہر

"اب آپ میدانِ جنگ میں جا رہے ہیں اور راہِ خدا میں شہادت کے لیے بے خوف و خطر تیار ہو کر جا رہے ہیں۔
اے جانِ برادر! نہرِ علقمہ کی طرف جائیں اور ان تشنہ لب بچوں کے لیے پانی لے کر آئیں۔
کوئی شدتِ پیاس کی وجہ سے خاک پر لیٹا ہوا ہے اور گیلی خاک پر اپنا سینہ رکھا ہوا ہے۔
ایک پیاس کی شدت سے اس قدر بے چین ہے کہ اپنی ماں کو ناخن مار رہا ہے اور ایک اپنی بہن کے کاندھے سے لگا گریہ کر رہا ہے"۔

صاحبانِ مقاتل لکھتے ہیں کہ خیام میں ایک خیمہ ایسا بھی تھا جو صرف پانی کی مشکوں کے لیے مخصوص تھا۔ حضرت ابوالفضل العباسؑ جب اس خیمہ میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تشنہ لب بچے گیلی مشکیں اٹھائے ہوئے اپنے شکموں پر رکھے ہوئے ہیں کہ شاید اس طرح پیاس کی شدت کچھ کم ہو جائے۔ یہ وہی وقت تھا کہ حضرت عباس علمدارؑ نے پیاسوں سے وعدہ کیا کہ میں بہت جلد آپؑ لوگوں کے لیے پانی لے کر آؤں گا۔ (کبریت احمر، ص ۳۸۷)

شہادتِ قمرِ بنی ہاشمؑ

عباسؑ کو تو نہر سے پانی لے جانا ہے
سہما ہوا یہ کس لیے سارا زمانہ ہے
(مظہر عباس)

لَا اَرْهَبُ الْمَوتَ اِذَا الْمَوتُ زَقَا حَتّٰی اُوَارٰی فِی الْمَصَالِیتِ لَقَا
نَفْسِی لِنَفْسِ الْمُصطفٰی الطُّهرِ وَقَا اِنِّی اَنَا الْعَبَّاسُ اَغْدُو بِالسِّقَا
وَلَا اَخَافُ الشَّرَّ یَومَ الْمُلْتَقٰی

(مقاتل الطالبین، ص ۵۹۔ مقام زخار، ج ۲، ص ۳۴۳۔ بحار، ج ۴۵، ص ۴۰)

"جب موت میرے سامنے آئے تو میں اس سے نہیں ڈرتا اور اس سے پیٹھ نہیں پھیرتا، یہاں تک کہ اس سے لڑتے ہوئے باقی شہداء کے ساتھ میں بھی خاک وخون میں غلطاں ہو جاؤں۔
میری جان، نفسِ رسول حضرت امام حسینؑ پر فدا ہو، میں عباسؑ ہوں اور مشکیزہ لے کر حسینؑ کے پیاسے بچوں کے لیے پانی لینے جا رہا ہوں اور جنگ کے وقت میں دشمنوں کے شر سے ڈرنے والا نہیں ہوں"۔

نہیں میں دشمنوں سے ڈرنے والا
میں سقۂ حسینؑ ابن علیؑ ہوں

حضرت عباس علمدارؑ جنگ کرتے ہوئے نہر فرات پر پہنچے۔ آپؑ پانی پینا چاہتے تھے کہ فَذَکَرَ عَطَشَ الْحُسَینِ وَاَھلَ بَیتِہٖ آپؑ کو سید الشہداء اور اہل بیت علیہم السلام کی پیاس یاد آ گئی تو چلّو میں لیا ہوا پانی نہر کے منہ پر دے مارا، مشکیزہ پانی سے پُر کیا، کاندھے پر لٹکایا اور خیام کی طرف روانہ ہوئے۔

قدم چون در شریعہ برنہادی بہ یاد تشنہ لب ھا او فتادی
کنار آب بود ہرگز نخورد آب برای تشنگان از چہ نبرد آب
چگونہ در شریعہ آب نوشد سکینہؑ در حرم، لب تشنہ باشد

"جب آپؑ نے اپنا قدم نہر فرات کی گھاٹی میں رکھا تو اس وقت آپؑ کو پیاسوں کی یاد آئی۔

پانی کے کنارے پر ہوتے ہوئے انہوں نے پانی نہ پیا، وہ پیاسوں
کے لیے کسی طرح بھی پانی نہ لا سکے۔
وہ بہتی ہوئی نہر فرات سے کیسے پانی پیتے جبکہ سکینہؑ خیمہ میں پیاسی
ہوں"۔

حضرت علیؑ کی حضرت عباسؑ کو وصیت

طاقت ہے ہماری اسداللہ کی طاقت
پنجہ میں ہمارے ہے یداللہ کی طاقت

بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ مولائے کائنات علی علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے بیٹے عباسؑ کو اپنے پاس بلا کر گلے لگاتے ہوئے فرمایا:

وَلَدِی اِذَا کَانَ یَومُ عَاشُورَاءِ وَدَخلتَ المُشرِعَةَ اِیَّاکَ اَن تَشرِبَ المَاءَ وَاَخُوکَ الحُسَینُ عَطشَانُ

"اے میرے لالؑ! جب عاشوراء کا دن ہو اور تم نہر فرات پر قبضہ کرلو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس سے پانی پی لو اور تمہارے بھائی حسینؑ پیاسے ہوں"۔ (معالی السبطین، ج ا، ص ۲۷۷)

جس وقت حضرت عباسؑ نہر فرات سے باہر آئے تو ان کا راستہ روکا گیا اور چاروں طرف سے انہیں گھیرے میں لیا گیا۔ حضرت عباس علمدارؑ نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا۔ نوفل یا حکیم بن طفیل لعین نے ان کے بائیں ہاتھ پر ضرب لگائی جس سے آپؑ کا ہاتھ کلائی سے جدا ہوگیا، انہوں نے مشکیزے کو دانتوں میں لیا، ایک تیر آیا جو مشک پر لگا اور مشک کا پانی بہہ گیا، ایک اور تیر آیا جو اُن کے سینہ میں پیوست ہوا۔ وہ جب گھوڑے سے نیچے گرے تو انہوں نے فریاد بلند کی اور کہا:

یَا اَبَا عَبدِاللّٰهِ عَلَیکَ مِنِّی السَّلَامُ

"اے ابا عبداللہ الحسینؑ! آپؑ پر میرا سلام ہو۔ (مقتام زخار، ج ۳،

ص ۴۴۳۔ دمع السجوم، ص ۱۷۹۔ مقتل آل صاحب جواہر، ص ۴۷۔
بحار، ج ۴۵، ص ۴۱-۴۲۔ کبریت احمر، ص ۳۹۱)

بانگ زد ابن سعد روسیاہ — حملہ آریدش زہر سو اے سیاہ
لشکر از ہر سو بہ سویش تاختند — تا کہ دست راستش انداختند
اوگرو بگرفت لشکر ہمچو سیل — دست چپ انداختش ابن طفیل
باز بند مشک در گردن فگند — بازبان حال گفتی با سمند
کو دکان را وعدہ دادم از صواب — چشم بر راہ اند اکنون بہر آب
آرزویم نیست جز این بہ دل — نزد این طفلان نگردم من خجل
ناگہان تیری شد از شست قضا — ریخت آب و آبرویش برثری

"ابن سعد نے بلند آواز سے اپنی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ہر طرف سے ان پر حملہ کردو۔
ہر طرف سے لشکرِ یزید آپؑ پر حملہ آور ہوا اور آپؑ کا دایاں ہاتھ جدا کردیا۔ لشکر نے سیلاب کی مانند آپؑ کو گھیرے میں لے لیا اور ان کے بائیں ہاتھ کو ابن طفیل نے قطع کیا۔
انہوں نے مشک کا تسمہ گردن میں ڈالا، آپؑ نے اپنی زبانِ حال سے گھوڑے سے کہا: میں نے تشنہ بچوں سے پکا وعدہ کیا تھا کہ میں ضرور پانی لاؤں گا، وہ اب پانی کے انتظار میں میرا راستہ دیکھ رہے ہوں گے۔ میرے دل میں اس کے علاوہ اور کوئی آرزو نہیں ہے کہ ان بچوں سے شرمندہ نہ ہوں۔ اچانک کمان سے تیر نکلا اس نے پانی اور آبرو خاک میں ملا دی"۔

اے وقت مجھے بازوئے حیدرؑ کی قسم ہے
عباسؑ کو میں دست بریدہ نہ لکھوں گا

حضرت امام حسینؑ غازی عباسؑ کے سرہانے

مرگ اگر مرد است گو نزد من ای   تا در آغوشش بگیرم تنگ تنگ
من از او عمری ستانم جاودان   او از من دلقی ستاند رنگ رنگ

"اے موت اگر تم میں مردانگی اور جرأت ہے تو میرے قریب آ،
تاکہ تجھے اپنی آغوش میں لے کر اچھی طرح سے دباؤں۔
میں اس سے عمر جاوداں لینا چاہتا ہوں لیکن وہ مجھ سے رنگ برنگی زرم پوشین کا مطالبہ کرتی ہے"۔

کتاب "قمقام زخار" میں مذکور ہے کہ حضرت عباس علمدارؑ خوبصورت، حسین و جمیل، نیک اور بلند قامت انسان تھے، اگر وہ کسی بڑے سے بڑے گھوڑے پر سوار ہوتے تو ان کے دونوں پاؤں زمین پر لگتے۔ حضرت ابوالفضل علیہ السلام اس قدر خوبصورت تھے کہ انہیں قمر بنی ہاشم کہتے تھے۔ (قمقام زخار، ج ۲، ص ۴۴۳۔ فوادح الحسینیہ، ج ۲، ص ۱۰۴)

جس وقت حضرت عباس علمدار زین سے زمین پر آئے اور بلند آواز سے کہا کہ بھائی جان میری مدد کو آئیں۔ سید الشہداء علیہ السلام بھائی کے سرہانے پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ بھائی کا لاشہ بغیر بازوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوا پڑا ہے، پس امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، اور اس وقت آپؑ نے فرمایا:

اَلْآنَ اِنْکَسَرَ ظَھْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ

"اب میری کمر ٹوٹ گئی اور میری قوت کم ہو گئی"۔ (اخبار الطوال، ص ۲۳۰۔ نفس المہموم، ص ۱۷۹۔ بحار، ج ۴۵، ص ۴۲۔ کبریت احمر، ص ۳۹۳۔ مقتل الحسین آل صاحب جوہر، ص ۴۸)

حضرت عباسؑ کا مرثیہ

چلا کے شہ دیں نے کہا:

أَحَقُّ النَّاسِ أَن يَبکِی عَلَیهِ فَتًی أَبکَی الحُسَینُ بِکَربَلَا
أَخُوهُ وَابنُ وَالِدِهٖ عَلِیٍّ أَبُوالفَضلِ المُضَرَّجِ بِالدِّمَاءِ
وَمَن وَاسَاهُ لَایَثنِیهِ شَیءٌ وَجَادَلَهٗ عَلٰی عَطَشٍ بِمَا

''لوگوں میں سے سب سے زیادہ گریہ کا حق دار وہ نوجوان ہے جس پر امام حسین علیہ السلام کربلا میں روئے۔

وہ نوجوان ان کا بھائی اور ان کے والد گرامی علیؑ کا بیٹا ابوالفضل العباسؑ ہے جو اپنے خون سے رنگین تھا۔

وہ ایسا جوان ہے جس نے اپنے آقا و مولاؑ کی ہر حال میں مدد کی، اور کوئی چیز بھی ان کا ساتھ دینے میں رکاوٹ نہ بننے دی، اس نے پانی حاصل کرنے کے لیے دشمن سے جنگ کی، پانی پر قبضہ کیا، پیاسا ہونے کے باوجود اس نے اپنے آقا کی خاطر پانی نوش نہ کیا''۔

گریہ کن چون ابر بارانی بہ چاہ بر حسینؑ تشنہ لب در قتل گاہ
خاندانت را بہ غارت می برند دختر انت را اسارت می برند!
گریہ بربی دستی احساس کن گریہ بر طفلانِ بی عباسؑ کن
باز کن حیدر تو شطِّ اشک را تا نگیرد با خجالت مشک را

''قتل گاہ میں تشنہ لب امام حسین علیہ السلام پر یوں گریہ کرو جس طرح بادل کنویں پر برستے ہیں۔

اے امام حسین علیہ السلام آپؑ کے خاندان کو قتل و غارت کا نشانہ بنایا اور آپ کی بیٹیوں کو اسیر کیا گیا۔

ہاتھ نہ ہونے کا احساس کرتے ہوئے گریہ کرو اور ان بچوں پر گریہ کرو جن کے سر پر عباس علمدارؑ نہ رہا۔

اے حیدر کرارؑ! آپؑ آنسوؤں کا دریا بہا دیں تاکہ دشمن شرم کی وجہ سے مشک نہ چھینے''۔

علمدارِ حسینؑ غازی عباسؑ کی وصیت

کچھ بولو تو اے عاشقِ سلطانِ مدینہ — چلاتی ہے ڈیوڑھی پہ تمہیں بالی سکینہؑ
بتلاؤ بھتیجی کی تسلی کا قرینہ — اس صدمے سے دشوار ہے اس بچی کا جینا

یہ مشک جو اس خون سے تر جائے گی بھائی
بس ہائے چچا کہہ کے وہ مرجائے گی بھائی

(میر انیسؔ)

جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام غازی عباس علمدارؑ کے سرہانے پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے بھائی حسین بن علی علیہما السلام ان کے سرہانے بیٹھے ہیں۔ اس وقت آپؑ نے عرض کیا:

بھائی جان! اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کو خیمہ گاہ کی طرف لے جاؤں۔ اس موقع پر عباس علمدارؑ نے انتہائی دکھی جملے عرض کیا اور فرمایا:

بِحَقِّ جَدِّكَ رَسُولِ اللّٰهِ لَا تَحْمِلْنِي وَدَعْنِي فِي مَكَانِي هٰذَا (معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۷۴)

"آپؑ کو آپؑ کے جدِ امجد رسولؐ خدا کی قسم، میری لاش خیمہ گاہ میں نہ لے جائیں، اور مجھے اسی جگہ پر چھوڑ دیں"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے پوچھا: کس لیے ایسا کروں؟

حضرت عباسؑ نے عرض کیا: اول یہ کہ مجھے سکینہؑ کے سامنے جانے سے شرم آ رہی ہے کیونکہ میں نے اس سے پانی لانے کا وعدہ کیا تھا۔ دوم یہ کہ میں آپؑ کے لشکر کا سپہ سالار ہوں، جب آپؑ کے اصحاب مجھے اس حالت میں دیکھیں گے تو ان کے حوصلے پست اور عزم متزلزل ہو جائیں گے۔ پس حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباسؑ کو اسی جگہ چھوڑا اور خود خیمہ گاہ کی طرف پلٹ گئے۔ (معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۷۴)

(یہ بات اس قول کی بنا پر ہے کہ اگر حضرت عباس علمدارؑ دوسرے اصحاب سے قبل شہید ہوئے ہوں جبکہ اکثر و بیشتر راوی یہ کہتے ہیں کہ سید الشہداء علیہ السلام کے لشکر میں سب سے آخری شہید حضرت ابوالفضل العباسؑ تھے۔ ابومخنف بھی اسی کے قائل ہیں۔)

چرا ای غرق خون از خاک صحرا برنمی خیزی
حسینؑ آمد بہ بالیت تو از جا برنمی خیزی

خیام کودکان خالی ز آب است و پُر از فغان
چرا سقای من از پیش دریا برنمی خیزی

شکست از مرگ تو پشتم برادر داغ تو کشتم
کہ می دانم دگر از خاک صحرا برنمی خیزی

"اے خون میں ڈوبے ہوئے! اس صحرا کی خاک سے کیوں نہیں اُٹھتے ہو؟ حسینؑ تو تمہارے سرہانے کھڑا ہے لیکن تم اپنی جگہ سے نہیں اُٹھ رہے ہو۔

بچوں کے خیمے پانی سے خالی لیکن آہ و فغان سے پُر ہیں، اے میرے ماشکی! نہرِ فرات کے کنارے سے کیوں نہیں اُٹھ رہے ہو؟

تمہاری موت سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔

اے بھائی! تمہارے داغِ جدائی نے مجھے ہلاک کر دیا ہے، مجھے معلوم ہے کہ تم اب اس صحرا کی خاک سے بھی نہیں اُٹھو گے"۔

کتاب معالی السبطین میں ابی مخنف سے نقل ہوا ہے کہ جب حضرت سید الشہداءؑ خیمہ گاہ کی طرف واپس آئے تو آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اہلِ بیتؑ نے آگے بڑھ کر اس لیے استقبال کیا کہ دیکھیں کیا وہ عباسؑ کو اپنے ہمراہ لائے ہیں یا نہیں۔

حضرت سکینہؑ نے پوچھا: بابا جان! کیا ہوا ہے؟ چچا عباس کا علم کیوں ٹوٹا ہوا نظر

آ رہا ہے؟ انہوں نے تو مجھے پانی لانے کا وعدہ دیا ہوا تھا، انہوں نے کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ کیا انہوں نے خود پانی نوش فرمالیا ہے اور ہمیں فراموش کر دیا ہے؟ یا یہ کہ دشمن نے انہیں شہید کر دیا ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے سخت گریہ کرتے ہوئے فرمایا: اے میری لاڈلی بیٹی! آپؑ کے چچا عباسؑ کو دشمنوں نے شہید کر دیا ہے۔ (معالی السبطین، ج ۱، ص ۴۴۷)

تو بودی یاورم در زندگانی	چرا رفتی زدستم ناگہانی
چرا بافرق خونین او فتادی	زداغت بردہ ای از قلب شادی
ز جا بر خیز یار کودکان باش	پناہ ویاور تشنہ لبان باش
چہ گویم من جواب خواہرت را	چہ سازد گر بیند پیکرت را
در حرم دارد سکینہؑ آرزو	تا بیا رد آب زبہرش عمو
کودکان از تشنہ کامی کردہ غش	گشتہ اند خاموش از سوز عطش

"اے عباسؑ! تم زندگی بھر میرا ساتھی اور مددگار رہے ہو تم کیوں اچانک مجھ سے جدا ہو گئے ہو۔

تم خون سے لت پت سر کے ساتھ کیوں پڑے ہوئے ہو۔ تم نے داغ جدائی دے کر میرے دل کی خوشی ختم کر دی ہے۔

اپنی جگہ سے اٹھو اور بچوں کی مدد کرو اور پیاسوں کی پناہ گاہ اور ان کے مددگار بنو۔

میں آپؑ کی بہن کو کیا جواب دوں، وہ جب تمہارا پیکر دیکھے گی تو اس کا کیا حشر ہوگا؟

خیمہ گاہ میں سکینہؑ یہ آرزو لے کر بیٹھی ہوئی ہے کہ چچا اس کے لیے پانی لے کر آئیں گے۔

بچے پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو چکے ہیں اور پیاس کی جلن سے وہ

خاموش ہو چکے ہیں"۔

ابوالفضلؑ کی منزلت

اس ہج کا جواں غرب سے تا چرخ نہیں ہے
حیدرؑ میں اور اس میں سرِ مو فرق نہیں ہے
(میر انیس)

عَنْ عَلِيِّ بنِ الحُسينِ: اِنَّ لِلعَبَّاسِ عِندَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنزِلَةً يَغبِطُهُ بِهَا جَمِيعُ الشُّهَدَاءِ يَومَ القِيَامَةِ
(نفس المہموم، ص ۳۳۳۔ اولین مقتل سالار شہیداں، ص ۳۱۸)

"حضرت امام سجاد علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک حضرت عباسؑ کے لیے وہ مقام ومرتبہ ہے کہ روزِ قیامت تمام شہداء ان پر رشک کریں گے"۔

عباسؑ کا وہ مرتبہ پیشِ خدا ہوا
وہ رشکِ شہدائے جہانِ وفا ہوا
(کاظم جعفری)

این کیست کربلا را چون کوہ طور کردہ — زہرا مگر ازین دشت عبور کردہ
بر روی ماہ عباس این جلوۂ حسینؑ است — ازی قمر ز خورشید خود کسب نور کردہ
از اوج فکر انسان بنھادہ پا فراتر — درخلوت حسینی درک حضور کردہ
تا زندہ بود عباس غارت نبود ممکن — فقدان او عدو را این چہ جسور کردہ
دشمن پس از ابوالفضل در فکر غارت افتاد — یارب چہ با شہیدان شمر ستور کردہ
از راس اطہر او پیدا بود کہ دشمن — این سر جدا از پیکر با خشم و روز کردہ

"یہ کون ہیں جنہوں نے کربلا کو کوہ طور جیسا بنا دیا ہے، کیا اس صحرا سے حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کا گزر رہا ہے۔

عباس علمدارؑ کے چاند جیسے چہرے پر امام حسین علیہ السلام کا جلوہ رونما ہوا ہے، ہاں چاند نے اپنے سورج سے کسبِ نور کیا ہے۔

انہوں نے فکرِ انسانی کی بلندیوں سے بالاتر پاؤں رکھا ہے، انہوں نے خلوت میں حضرت امام حسینؑ کی معرفت حاصل کی ہے۔

جب تک حضرت عباسؑ زندہ تھے خیموں کو لوٹنا ممکن نہ تھا، ان کی شہادت نے دشمن کو اس حد تک جسور بنا دیا ہے۔

حضرت ابوالفضلؑ کی شہادت کے بعد دشمن خیموں کو لوٹنے کی فکر میں پڑ گیا۔ یارب ان لوگوں نے گھوڑوں کے سُموں سے شہداء کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔

ان کے پاک و پاکیزہ سر سے پتہ چلتا ہے کہ دشمن نے یہ سر ان کے پیکرِ مُطہر سے کس قدر غصے اور زور سے جدا کیا ہے"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی اپنے اصحاب سے گفتگو

کائنات عشق کا حاصل حسینؑ
یہ جہاں اک جسم ہے تو دل حسینؑ

راوی کہتے ہیں: حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب و انصار کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اپنے جدِ بزرگوار رسولِ خداؐ کا ذکر فرماتے ہوئے ان پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

تم لوگ ہمارے اُوپر آنے والے حالات کا مشاہدہ کر رہے ہیں، دنیا تبدیل ہو چکی ہے اور ہمیں اپنا مکروہ چہرہ دکھا رہی ہے، اس کی خوبیاں منحرف و روگردان ہو گئی ہیں اور اس کی برائیاں ختم نہیں ہو رہی ہیں۔ جس طرح پانی کے ظرف کی تہ میں گندے پانی (تلچھٹ) کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، دنیا بھی ایسے ہی ہے۔ دنیاوی زندگی اس ناپسندیدہ چراگاہ کی مانند خیر و پست ہے جو آنکھ کو نہیں بھاتی۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل

سے روکنے والا کوئی نہیں۔

آپؑ نے مزید ارشاد فرمایا:

لَیَرغَبَ المُؤمِنُ فِی لِقَاءِ اللّٰہِ فَاِنِّی لَا اَرٰی المَوتَ اِلَّا سَعَادَۃً وَالحَیَاۃَ مَعَ الظَّالِمِینَ اِلَّا ذُلًّا وَنَدَمًا (عقد الفرید، ج ۴، ص ۳۸۰۔ مناقب، ج ۴، ص ۶۷۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۴۰-۱۴۱)

''(کتنا اچھا ہے) کہ مومن اللہ سے ملاقات کا خواہش مند ہے، بے شک ''میری نظر میں موت سعادت ہے اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا ذلت وندامت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے''۔

خیامِ بے آب تک پانی

پانی نہ ہوا جس کو میسر لبِ دریا
لہریں اُسے رو جاتی ہیں آ کر لبِ دریا
(تابش)

ابو مخنف، حمید بن مسلم سے نقل کرتے ہیں جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلِ بیتؑ پر پیاس نے سخت غلبہ کیا تو آپؑ نے اپنے بھائی عباس علمدارؑ کو ۳۰ سواروں اور تیس پیادہ افراد کو طلب کیا اور انہیں ۲۰ مشکیزے دے کر پانی لانے کے لیے بھیجا۔ جب یہ لشکر نہر فرات کے قریب پہنچا تو نافع بن ہلال آگے بڑھے، عمرو بن حجاج نے ان سے کہا: تم کون ہو؟ اُنہوں نے کہا: میں نافع بن ہلال ہوں۔ اس نے کہا: کس لیے آئے ہو؟ نافع نے کہا: ہم پانی پینے آئے ہیں جو تم لوگوں نے ہمارے اُوپر بند کر رکھا ہے۔ اس نے کہا: پی لو۔ نافع بن ہلال نے کہا: خدا کی قسم! اس پانی سے میں ایک قطرہ بھی نہیں پیوں گا دراں حالیکہ آقا و مولا امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلِ بیتؑ پیاسے ہیں۔

عمرو بن حجاج نے کہا: ان لوگوں کے لیے پانی لے جانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں یہاں پر اس لیے کھڑا کیا گیا ہے کہ ہم آپ لوگوں کو پانی سے روکیں۔ اس وقت نافع

بن حلال نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اپنی اپنی مشکیں پانی سے بھرو۔ ان سب نے آگے بڑھ کر اپنی اپنی مشک پانی سے بھری، جب پانی لے کر فرات سے واپس آنے لگے تو عمرو بن حجاج نے اپنے ساتھیوں سے مل کر ان پر حملہ کر دیا، حضرت عباس علمدارؑ اور نافع بن حلال نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں راستے سے ہٹایا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ پانی خیمہ گاہ تک پہنچاؤ۔

ای حسینؑ کہ ز داغت در و دیوار گریست
ہر دل زندہ و ہر دیدۂ بیدار گریست

انبیاءؑ را ہمہ دل سوخت بہ مظلومی تو
اولیاء را ہمگی دیدہ و دل زار گریست

گفت چون واقعۂ کرب و بلا را جبرئیلؑ
فاطمہؑ نالہ زد و احمدِ مختار گریست

بود ذکر عطشت پیشتر از خلقتِ آب
ای کہ ابر از غمِ تو بر سر کہسار گریست

پیش دریا چو نظر کرد بہ حالتِ عباسؑ
خونِ دل در عوضِ اشکِ علمدارؑ گریست

"اے آقا و مولا حسینؑ! آپؑ کے داغ جدائی میں در و دیوار نے گریہ کیا، ہر زندہ اور چشم بیدار نے گریہ کیا۔ آپ کی مظلومی پر تمام انبیاءؑ کے دل تڑپ اُٹھے۔ تمام اولیاء کی آنکھیں اور ان کے دل آپؑ کی مظلومیت پر زار و قطار روئے۔ جس وقت حضرت جبرئیلؑ نے واقعۂ کربلا سے مطلع کیا تو جناب صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا اور احمدِ مرسلؐ نے گریہ کیا۔

اے حسینؑ! آپ کی پیاس کا ذکر پانی کی خلقت سے پہلے سے تھا۔ اے وہ کہ آپؑ کے غم واندوہ میں بادل نے پہاڑ کی بلندی پر گریہ کیا۔ نہر فرات کے کنارے جب حضرت عباسؑ کی حالت دیکھی تو دل نے اشکوں کے عوض خون کے آنسو بہائے"۔

قَالُوا وَاشْتَدَّ عَطَشُ الْحُسَيْنِ بنِ عَلِي عَلَيْهِمَا السَّلَامِ فَدَنٰى لِيَشْرَبَ مِنَ الْمَاءِ ، فَرَمَاهُ حَصِينُ ابنُ تَمِيمٍ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ فِي فَمِهٖ فَجَعَلَ يَتَلَقَّى الدَّمَ مِن فَمِهٖ بِيَدِهٖ وَيَحْمَدُ اللهَ وَ إِنَّهٗ رَمٰى بِالدَّمِ نَحوَ السَّمَاءِ (الوافی بالوفیات، ج ۱۲، ص ۲۶۵)

"ابن سعد کے لشکریوں سے نقل ہوا ہے کہ جس وقت حسینؑ بن علیؑ پر شدت پیاس نے غلبہ کیا تو آپؑ نہر فرات کے قریب آئے تاکہ پانی نوش کریں لیکن حصین بن تمیم (لعین) نے آپؑ پر تیر چلایا جو آپؑ کے لبوں پر لگا اور خون بہنے لگے۔ آنحضرتؑ نے خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔

لب فرات کے پیاس جو یاد پڑتے ہیں
میں آب خنک بھی چکھوں تو ہونٹ جلتے ہیں

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَحصِهِم عَدَدًا وَاقتُلهُم بَدَدًا وَلَا تَذَرْ عَلَى الاَرضِ مِنهُم اَحَدًا (انساب الاشراف، ج ۳، ص ۲۰۔ ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۵۶)

"اے میرے معبود! ان کی تعداد کم کر، اور ایک ایک کر کے ان لوگوں کی جان لے اور ان میں سے زمین پر کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ"۔

وَنَادٰى عَبدُ اللهِ بنُ حَصِينِ الاَزدِي...... يَاحُسَينُ : اَلَا

تَنظُرُ إِلَى المَاءِ كَأَنَّهُ كَبِدِ السَّمَاءِ ، وَاللّٰهِ لَا تَذُوقُونَ مِنهُ قَطرَةً وَاحِدَةً حَتّٰى تَمُوتوا عَطَشًا! فَقَالَ الحُسَينُ: اَللّٰهُمَّ اقتلهُ عَطَشًا وَلَا تَغفِرُ لَهُ اَبَدًا (کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۷۶۔ الوافی بالوفیات، ج ۱۲، ص ۲۶۵۔ ترجمہ ارشاد مفید، ص ۴۳۷)

''عبداللہ بن حصین ازدی نے بلند آواز سے جسارت کی: اے حسینؑ! کیا تم اس صاف وشفاف پانی کی طرف دیکھ رہے ہو جو آسمان کے وسط میں ہے، خدا کی قسم، اس سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکو گے، یہاں تک کہ تم پیاسے جان دے دو گے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: پروردگار! اس شخص کو پیاس کی حالت میں موت دے اور اس کے گناہ کبھی بھی معاف نہ کرنا''۔

عرب شاعر کا اظہار

میں اک پیاسے کو دریا لکھ رہا ہوں
مگر دریا کو پیاسا لکھ رہا ہوں

كَانَ الحُسَينُ سِرَاجًا يُستَضَاءُ بِهٖ وَاللّٰهُ يَعلَمُ اِنِّي لَم اَقُل زورًا
مَاتَ الحُسَينُ غَرِيبَ الدِّيَارِ مُنفَرِدًا ظَامِي حَشَاشَةَ صَادِيَ القَلبِ مَقهُورًا

''حضرت امام حسین علیہ السلام ایسا چمکتا ہوا چراغ ہیں جس کے نور سے ہم استفادہ کرتے ہیں۔ خدا جانتا ہے کہ میں نے کوئی بے ہودہ اور فضول بات نہیں کی ہے۔ حسین ابن علی علیہما السلام اپنے وطن سے دور تنہا شہید ہو گئے، پیاس کی شدت نے جان ختم کر دی اور دل جلا کر رکھ دیا ہے۔ (ترجمہ لہوف، ص ۱۹)

ابوالفرج کہتے ہیں: حضرت امام حسین علیہ السلام تشنہ تھے، انہوں نے پانی مانگا۔ شمر نے بکواس کی: خدا کی قسم! ہرگز انہیں پانی نہیں دوں گا۔ یزیدی لشکر سے ایک اور شخص

نے کہا: اے حسینؑ! کیا تم نہر فرات کی طرف نہیں دیکھ رہے ہو کہ وہ شکم ماہی کی مانند ہے؟ خدا کی قسم! اس سے ایک گھونٹ پانی نہیں پی سکو گے اور دنیا سے پیاسے ہی چلے جاؤ گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدایا! اس شخص کو پیاسا مار، خدا کی قسم! اس کے بعد یہ شخص ہمیشہ کہتا رہتا کہ مجھے پانی دو۔ وہ اس قدر پانی پیتا رہا کہ اس کے گلے سے واپس نکلنا شروع ہو جاتا، وہ پھر بھی کہتا: ہائے پیاس نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پس وہ یہی کہتے کہتے واصلِ جہنم ہوا۔ (بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۵۱-۵۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۸۶۔ نفس المہموم، ص ۲۲۱۔ کامل بن اثیر، ج ۴، ص ۴۷)

حضرت امام حسین علیہ السلام کا جوانوں کے سوگ میں گریہ

ہر دل ہے بے قرار تری یاد میں حسینؑ ۔۔۔ آنکھیں ہیں اشک بار تری یاد میں حسینؑ
روتی رہی بہار تری یاد میں حسینؑ ۔۔۔ پامال دیکھ کر ترے گلشن کی رونقیں

(مظہر عباس)

حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام نے یزید کے لشکر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میرے ساتھ کیوں جنگ کر رہے ہو؟ کیا میں نے حق کو چھوڑ دیا ہے یا سنت میں کوئی تبدیلی کی ہے یا شریعت کو تبدیل کر دیا ہے؟

انہوں نے کہا: آپؑ کے باپ علیؑ کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے آپؑ کے ساتھ جنگ لڑ رہے ہیں کہ اس نے جنگ بدر و حنین کے دن ہمارے بزرگوں کے ساتھ کیا کچھ نہ کیا۔

جب امام علیہ السلام نے یہ سنا تو گریہ کرتے ہوئے اپنے دائیں بائیں طرف دیکھا۔ تمام اصحاب خاکِ کربلا پر سجدہ ریز ہیں، موت نے ان کی آواز ختم کر دی تھی۔

امام علیہ السلام نے بلند آواز سے پکارا:

اے مسلم بن عقیل! اے ہانی بن عروہ، اے حبیب بن مظاہر...... اے دلیرو اور اے میدانِ جنگ کے شاہ سوارو! میں تمہیں آواز دے رہا ہوں، تم جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟

کہاں ہو مسلمؑ و ہانیؑ کہاں ہو؟

مرے اکبرؑ مرے جانی کہاں ہو؟

کجا رفتند مسلمؑ ها و هانیؑ اگر بودند پیرو نوجوانی

علی اکبرؑ و قاسمؑ کجا رفت زهیر و جعفر و عونم چرا رفت

چرا دیگر جوابم را نگوئید؟ که خاموش همچو بغضی در گلو پید

کجائی ای ابوالفضلؑ رشیدم زداغ جانگداز تو خمیدم

"مسلمؑ و ہانیؑ کہاں گئے ہو؟ چاہے وہ بوڑھے تھے چاہے نوجوان تھے۔

علی اکبرؑ و قاسمؑ کہاں گئے؟ زہیر، جعفر اور میرے عون کہاں گئے؟

میرے بلانے پر مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟ ایسے خاموش ہو جیسے تمہارے گلے گریہ کی وجہ سے رندھے ہوئے ہیں

اے میرے جوان ابوالفضلؑ کہاں ہو؟ زندگی کو ختم کر دینے والے تمہارے داغ جدائی سے میری کمر جھک گئی ہے"۔

راوی کہتا ہے: جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ یزیدی لشکر انہیں قتل کرنے پر بضد ہے تو آپؑ نے قرآن کھول کر اپنے سر اقدس پر رکھا اور بلند آواز سے فرمایا:

تمہارے اور میرے درمیان کتاب خدا اور میرے جد بزرگوار رسولؐ خدا فیصلہ کریں۔ اے لوگو! تم نے میرا خون بہانا کیوں جائز سمجھ رکھا ہے؟ کیا میں تمہارے پیغمبرؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں، کیا تم نے میرے جد کا وہ فرمان بھلا دیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا: میرے دونوں بیٹے حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ اگر تمہیں یقین نہیں ہے تو جابر بن عبداللہ انصاری، زید بن ارقم اور ابوسعید خدری سے پوچھ لو۔ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں؟

اس وقت شمر لعین نے کہا: یہ باتیں چھوڑیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اکبر! میرے جد بزرگوار نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں

ایک کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میرے اہلِ بیتؑ کے خون سے کھیلے گا۔ یہ کام تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے انجام نہیں پائے گا۔ (تذکرہ ابن جوزی، ص ۱۴۳۔ الوافی بالوفیات، ج ۲، ص ۲۶۶)

امامؑ نے پرانی قمیص مانگی

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اِیتُونِی بِثَوبٍ لَا یَرغَبُ فِیهِ اجعَلهُ تَحتَ ثِیَابِی لِئَلَّا اُجَرِّدُ مِنهُ (ترجمہ لہوف، ۱۵۴)

''مجھے کوئی ایسی قمیص دو جس کی کوئی قیمت و وقعت نہ ہو اور کوئی اس کا خواہش مند نہ ہو۔ میں اسے اپنے لباس کے نیچے پہننا چاہتا ہوں تاکہ کوئی مجھے برہنہ نہ کردے''۔

ایک تنگ اور چھوٹی سی قمیص آپؑ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ آپؑ نے فرمایا: یہ لباس مجھے نہیں چاہیے کیونکہ یہ لباسِ ذلت ہے۔ پھر ایک پرانی سی قمیص لی اسے جگہ جگہ چاک کیا اور اپنے لباس کے نیچے پہن لیا لیکن جب یزیدیوں نے آپؑ کو شہید کیا تو وہ لباس بھی آپؑ کے بدن مطہر پر نہ چھوڑا۔

بعض نے نقل کیا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک اور پیراہن لیا جو یمن کا بنا ہوا تھا۔ اسے جگہ جگہ سے چاک کیا اور پہن لیا۔ اس قمیص کو جگہ جگہ سے پھاڑنے کی وجہ یہ تھی کہ شہادت کے بعد دشمن اسے بے ارزش سمجھ کر آپؑ کو برہنہ نہ کرے گا۔

بیاور خواہرِ غم پرورِ من   لباسِ یادگار از مادرِ من
بیاور زیر پیراہن بپوشم   کہ تا شہدِ شہادت را بنوشم

''اے میری دکھیا بہن! میرا وہ لباس لے آؤ جو میری ماں کی یادگار ہے۔ مجھے وہ لباس لا کر دیں تاکہ اسے اپنے لباس کے نیچے پہنوں اور شہادت کا جامِ شہد نوش کروں''۔

اہلِ حرم سے الوداع

قَالَ: ثُمَّ نَادٰی ، یَا اُمَّ کُلثُوم ، وَیَازَینَبُ وَیَاسُکَینَۃُ وَیَارُقَیَّۃُ وَیَاصَفِیَّۃُ عَلَیکُنَّ مِنِّی السَّلَامُ (مقتل ابومخنف، ص ۸۴)

راوی کہتا ہے: "امام حسین علیہ السلام نے بلند آواز سے کہا: اے اُم کلثومؑ! اے اُم زینبؑ! اے سکینہؑ، اے رقیہؑ اور اے صفیہؑ! آپؑ سب پر سلام ہو، یہ آپ لوگوں سے میری آخری ملاقات ہے، عنقریب آپؑ لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوں گی"۔

پس حضرت اُم کلثومؑ نے بلند آواز سے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بھائی! گویا کہ آپؑ مرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے میری بہن کس طرح موت کے لیے تیار نہ ہوں، جبکہ میری مدد کرنے والا کوئی بھی نہیں رہا۔

اُم کلثومؑ نے کہا: بھائی جان! ہمیں ہمارے جدِّ بزرگوار کے حرم کی طرف واپس لے جائیں۔

حضرت سیدالشہداء علیہ السلام نے فرمایا: ھَیھَاتَ ھَیھَاتَ ، ہائے افسوس! ہائے افسوس!

دیگر کسی در کربلا یاور ندارم   دست از مرام و مکتب خود برندارم
اصحاب و انصارم ھمہ گشتند پر پر   عباسؑ رفت و اکبرؑ و اصغرؑ ندارم

"اب کربلا میں میرا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔
میرے تمام اصحاب و انصار راہِ خدا میں جان کی بازی لگا چکے ہیں، میرے عباسؑ بھی چلے گئے اور اکبرؑ و اصغرؑ بھی نہیں رہے"۔

حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا

بامِ منبر پر عماموں کے علم کھلتے ہیں
ماتم اے گریہ گرو! ذکرِ سکینہؑ آیا
(خالد احمد)

چونکہ حضرت سکینہ علیہا السلام کا بچپنا تھا، انہوں نے اپنی ماں سے پوچھا: آپ اس قدر بے چین کیوں ہیں؟

ان کی ماں نے کہا: اے میری جان! میں کس طرح سے آپ کو اس واقعہ کی تفصیل بتاؤں اور کس زبان سے کہوں کہ آپؑ کے بابا میدانِ شہادت کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔ حضرت سکینہؑ نے جب یہ سنا تو دوڑتی ہوئی بابا کے پاس گئیں اور ان کے پاؤں میں گریں اور زار و قطار روتے ہوئے کہا:

اے بابا جان! میں آپؑ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ہوں۔ جب امام حسین علیہ السلام نے حضرت سکینہؑ سے یہ بات سنی تو انہیں اپنی آغوش میں لیا اور ان کے بوسے لیتے ہوئے انہیں تسلی دی۔ (محرق القلوب فراقی، ص ۱۶۷)

دوسری روایت

جس وقت حضرت سکینہؑ کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو امام علیہ السلام نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور بوسے لیتے ہوئے اپنی آستین سے ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے فرمایا:

سَيَطُولُ بَعدِی یَاسَکِینَۃُ فَاعلَمِی   مِنكِ البُكَاءُ إِذَا الحَمَامُ دَهَانِي
(نفس المہموم، ص ۱۸۴)

”اے میری لاڈلی سکینہؑ! جان لو کہ میری موت کے بعد ایک لمبا عرصہ تمہیں گریہ کرنا ہوگا، جب تک میں زندہ ہوں آنسو بہا کر میرا دل نہ دکھاؤ“۔

اے سکینہؑ! جب میں قتل ہو جاؤں گا سب سے پہلے تم میری لاش پر آؤ گی اور آنسو بہاؤ گی"۔

حضرت سکینہؑ اپنے بابا کے سرہانے

اس سے مظلوم بھلا کون جہاں میں ہوگا
قتل گہ میں جو کسی شخص کی دختر آئے

اس الوداع کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت سکینہ علیہا السلام قتل گاہ میں آئیں، اپنے بابا کا زخموں سے چور پیکر مطہر پہچانا اور کہا: اے بابا جان! آپؑ کتنی جلدی ہم سے جدا ہو گئے ہیں، ہمیں کتنی جلدی آپؑ سے جدائی کا داغ دیکھنا پڑ رہا ہے، آپؑ کے بعد کون ہے جو ہماری سرپرستی کرے گا؟ اے میرے آقا و مولا! آپؑ کے بعد یہ یتیم کہاں پناہ لیں گے؟ یہ بے سہارا کدھر جائیں گے؟

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت سکینہؑ نے اپنے آپ کو بابا کی لاش پر گرایا اور کئی بار سسکیاں بھریں اور بے ہوش ہو گئیں، جب ہوش میں آئیں تو کہا میں نے عالم بے ہوشی میں سنا ہے کہ میرے بابا فرما رہے تھے:

شِيعَتِي مَهْمَا شَرِبْتُم مَاءَ عَذْبٍ فَاذْكُرُونِي
أَوْ سَمِعْتُم بِغَرِيبٍ أَوْ شَهِيدٍ فَانْدُبُونِي

"اے میرے شیعو! جب بھی ٹھنڈا پانی پیو مجھ تشنہ لب کو یاد کرنا اور جب بھی کسی مسافر اور شہید کے بارے میں سنو تو میری غربت پر گریہ کرنا"۔ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۳۱)

ای مجسم بدمنش، تو مزن تازیانہ ام
من از کنار کشتۂ بابا نمی روم
من با علی اکبرؑ و عباسؑ آمدم
از این دیار بی کس و تنہا نمی روم

تن ھا بہ روی خاک ، چنین ماندہ بی کفن
در شام و کوفہ ھمرہ سرھا نمی روم

سیلی مزن بہ صورتم ای شمر بی حیا!
من بی علی اکبرؑ و لیلا نمی روم

""اے بدفطرت دشمن تو مجھے تازیانے نہ مار، میں اپنے بابا کی لاش چھوڑ کرنہیں جاؤں گی۔ میں علی اکبرؑ اور چچا عباسؑ کے ہمراہ آئی ہوں میں اس شہر سے بے کس وتنہا نہیں جاؤں گی۔ شہداء کی لاشیں اس طرح خاک پر بغیر کفن کے پڑی ہوئی ہیں۔ میں سروں کے ہمراہ کوفہ وشام نہیں جاؤں گی۔

اے شمرِ بے حیا! میرے رخسار پر طمانچے مت مار، میں کربلا سے علی اکبرؑاور لیلا کے بغیر نہیں جاؤں گی""۔

امام حسینؑ کا آخری الوداع

جس وقت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اہلِ بیتؑ کے پاس سے آخری مرتبہ رخصت ہوئے تو انہیں صبر وحوصلے کا حکم دیا اور فرمایا:

اے میرے اہلِ بیتؑ! مصائب و مشکلات کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہ بات اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کا حامی و مددگار ہے اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا اور آپ کی عاقبت بخیر فرمائے گا۔ جب کہ دشمنوں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کرے گا۔ آپ کو ان مصائب کے عوض نعمتوں اور کرامات سے نوازے گا۔ پس زبان پر شکوہ مت لائیں اور کوئی بھی ایسی بات نہ کریں جو آپ کی قدرومنزلت میں کمی کا باعث بنے۔ (نفس المہموم، ص ۳۵۵)

اس وقت مخدرات کے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں، زمین و آسمان سے الوداع

الوداع اور الفراق الفراق کی آوازیں آنے لگیں۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام اپنی بہن زینب سلام اللہ علیہا سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

اے بہن! اے میری ماں زہراؑ کی یادگار! آج میں شہید ہو جاؤں گا اور دوبارہ آپ کو نہیں دیکھ پاؤں گا۔ (محرق القلوب، ص۱۶۶)

بعض مقاتل نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام خیموں سے کچھ دور پہنچے تو حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام نے پیچھے سے آواز دی اور کہا: تھوڑی دیر کے لیے رکیے تاکہ میں اپنی ماں زہرا علیہا السلام کی وصیت پر عمل کروں۔

سید الشہداء نے پوچھا: وہ وصیت کیا ہے؟

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: میری ماں فاطمہ زہراؑ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ جس وقت میرا بیٹا حسینؑ دشمن سے جہاد کرنے آخری مرتبہ جائے تو میری طرف سے اُس کے گلے پر بوسہ دینا۔ حضرت زینب علیہا السلام جھکیں اور اپنے بھائی کے گلے پر بوسہ دیا۔ (تذکرۃ الشہداء، ص۳۱۱)

سفارش کرد برمن مادر تو   در این لحظہ ببوسم حنجر تو
مرو آتش مزن برجان زینب   بہ قربان تو جان خواہر تو
الا پشت و پناہ دین برادر   بیا پائین بیا پائین برادر
فدای آن لب عطشان بفرما   چہ فرمائی برادر جان بفرما
چو برگشتم بی تو در مدینہ   چہ می خواہی بگویم باسکینہؑ
بگو قبر علی اصغر کجا بود   اگر روزی نصیم کربلا بود

"مجھے آپؑ کی ماں نے وصیت فرمائی تھی کہ اس وقت میں آپؑ کے
گلے کا بوسہ لوں اے بھائی مت جائیں، زینبؑ کی روح کو مت
تڑپائیں، آپؑ پر آپؑ کی بہن کی جان قربان ہو۔
اے اپنے بھائی کے دین کے محافظ! نیچے اُتر آئیں، نیچے اُتر آئیں،

اے بھائی جان! ان تشنہ لبوں پر فدا ہو جاؤں۔ بھائی جان! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں، فرمائیں۔ جب میں آپؑ کے بغیر مدینہ لوٹ کر جاؤں گی تو مجھے بتائیں کہ میں سکینہؑ سے کیا کہوں گی؟

مجھے علی اصغرؑ کی قبر کی نشانی تو بتا دیں اگر کربلا میں آنا نصیب ہوا تو اس کی قبر پر آؤں گی''۔

کتاب ''معالی السبطین'' میں نقل ہوا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام آخری دفعہ اہلِ حرم اور بچوں سے الوداع ہوئے تو سب کو حوصلہ دیا۔ حضرت زینب علیہا السلام ایک طویل مدت تک بھائی کے پاس بیٹھی روتی رہیں۔ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اے میری بہن! بعد میں گریہ کر لینا، لیکن حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دکھ بھری آواز میں عرض کیا:

مَهْلًا مَهْلًا يَا اَخِي! تَوَقَّفْ حَتّٰى اَتَزَوَّدَ مِنْكَ وَاُوَدِّعَكَ وِدَاعَ مُفَارِقٍ لَا تَلَاقِيَ بَعْدَهٗ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۲۶)

''اے بھائی جان! آرام آرام سے چلیں اور رُک جائیں، تاکہ میں آپؑ سے زادِ راہ لے لوں اور آپؑ کو وداعِ مفارقت یعنی آخری وداع کروں، اس کے بعد آپؑ سے ملاقات نہیں ہوگی''۔

امام حسینؑ کا امام سجادؑ کو خدا حافظ کہنا

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بیٹے امام زین العابدینؑ سے آخری دفعہ خدا حافظی کرنے کے لیے ان کے خیمہ میں تشریف لے گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ انہوں نے تکیے کا سہارا لیا ہوا ہے، ان کی پھوپھی ان کی دیکھ بھال کر رہی ہیں۔ جب ان کی نگاہیں اپنے والد بزرگوار پر پڑیں تو اپنی جگہ سے اُٹھنا چاہا لیکن بیماری کی شدت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنی پھوپھی زینب علیہا السلام سے کہا کہ مجھے اپنے سہارے پر

بٹھائیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے علی زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے اور تمہارے مرض کی کیا کیفیت ہے؟

انہوں نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائی، پھر پوچھنے لگے: بابا جان! آپ نے لوگوں سے کیا معاملہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: شیطان ان لوگوں پر غالب آچکا ہے۔ انہوں نے خدا کو فراموش کردیا ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان سخت جنگ ہوئی ہے اور ہمارے خون سے یہ زمین رنگین ہوچکی ہے۔

ایک تکلیف دہ سوال

یَا اَبَتَاهُ ! وَاَینَ عَمّی العَبَّاسُ؟ فَلَمَّا سَئَلَ عَن عَمّہِ اِختَنَقَت زَینَبُ علیها السَّلَام بِعَبرَتِهَا وَجَعَلَت تَنظُرُ اِلٰی اَخِیهَا کَیفَ یَجِبُهُ لِاَنَّهُ لَم یُخبِرهُ بِشَهَادَةِ عَمّهِ العَبَّاسِ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۳)

”حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے بابا سے سوال کرتے ہیں: اے بابا جان! میرے چچا ابوالفضل العباسؑ کہاں ہیں؟ جس وقت حضرت سجادؑ نے حضرت عباسؑ کے بارے میں پوچھا تو حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام کی آنکھیں بھر آئیں لیکن آپؑ نے اپنے آنسو چھپالیے اور اپنے بھائی حسینؑ کی طرف دیکھا کہ وہ اس سوال کا جواب کس طرح سے دیں گے، کیونکہ امام سجاد علیہ السلام کو ان کے چچا حضرت عباس علمدارؑ کی شہادت سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا“۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اے بیٹا! دشمن نے آپؑ کے چچا عباسؑ کو شہید کردیا ہے، ان کے بازو ان کے بدن سے علیحدہ کردیے ہیں۔ امام سجاد علیہ السلام نے یہ خبر سن کر اس قدر گریہ کیا کہ آپؑ

بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے بھائیوں اور اصحاب کے بارے میں پوچھا۔
حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے جواب دیا۔ پھر پوچھا:

أَيْنَ أَخِي الْأَكْبَرُ ، وَحَبِيبُ بنِ مظَاهِرَ وَمُسْلِمُ ابنُ عَوسَجَةَ وَ زُهَيرُ بنُ قَيْنٍ؟

"میرے بڑے بھائی علی اکبرؑ، حبیب ابن مظاہرؓ، مسلم ابن عوسجہؓ اور زہیر بن قینؓ کہاں ہیں؟"

حضرت سید الشہداء نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! مختصر جواب یہ کہ خیمہ گاہ میں مردوں میں سے تمہارے اور میرے علاوہ کوئی بھی باقی نہیں بچا۔

اس وقت حضرت علی زین العابدین علیہ السلام نے گریہ کرتے ہوئے اپنی پھوپھی زینب کبریٰ علیہا السلام سے کہا: میری شمشیر اور عصا مجھے دیں۔

امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تلوار اور عصا کس لیے مانگ رہے ہو؟

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: عصا کا سہارا لوں گا اور تلوار سے حریم ولایت کا دفاع کروں گا۔ حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام نے انہیں روکا اور سینے سے لگاتے ہوئے فرمایا:

آپؑ میرے بعد ان یتیم اور مظلوم بچوں کے سرپرست ہیں، ان کے پاس آپؑ کے علاوہ اور کوئی مرد نہیں ہے۔ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۲)

کتاب "محرق القلوب" میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے زین العابدین علیہ السلام سے فرمایا:

اے میرے بیٹے! جب آپؑ مدینہ پہنچیں تو میرے دوستوں کو میری طرف سے سلام دینا اور ان سے یہ کہنا کہ میرے بابا نے یہ کہا ہے کہ جب بھی تم کسی دکھ یا مصیبت میں گرفتار ہوں تو میری غربت کو یاد کرنا۔ جب کسی مقتول کو دیکھو تو میرا کٹا ہوا گلا فراموش نہ کرنا اور اگر ٹھنڈا پانی پیو تو میری تشنہ لبی کو مت بھولنا۔ (محرق القلوب، ص ۱۷۲)

چون شاہ دین بہ عزم شہادت سوار شد — چشم فلک بہ عرش برین اشکبار شد
خورشید ہمچو تشتِ پُر از خون طلوع کرد — ھول قیامت از ھمہ سو آشکار شد
ابر بلا برآمد و برخاک وخون گریست — بادِ فنا وزید و ھوا پُرغبار شد

”چنانچہ جس وقت شاہِ دین جناب امام حسین علیہ السلام راہِ خدا میں شہید ہونے کا عزم کر کے گھوڑے پر سوار ہوئے تو عرشِ بریں پر ملائکہ کی آنکھیں بھی اشکبار ہوگئیں۔

اس دن کا سورج ایسے طلوع ہوا جیسے خون سے بھرا ہوا طشت ہو اور ہر طرف سے قیامت کا منظر نظر آ رہا تھا۔

دکھی بادلوں نے سایہ کیا اور خاک پر خون کے آنسو برسائے، تند و تیز جھکڑ چلے اور فضا غبار آلود ہوگئی“۔

خونِ خدا کی پیشانی پر پتھر

کتاب ”لہوف“ میں مذکور ہے کہ جس وقت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام دشمن سے جنگ کرتے کرتے تھک گئے تو آپؑ ایک جگہ پر کھڑے ہوگئے تاکہ تھوڑی دیر استراحت کرلیں۔ اچانک ایک پتھر آپؑ کی پیشانیٔ مبارک پر لگا، آپؑ نے پیشانی سے خون صاف کرنے کی غرض سے قمیص کا دامن اٹھایا۔ اچانک سہ شعبہ زہر آلود تیر آپؑ کے سینے میں پیوست ہوا۔ آپؑ نے اس وقت فرمایا: بِسمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ عَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰه، اس کے بعد سر آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِلٰهِي اَنتَ تَعلَمُ اَنَّهُم يَقتُلُونَ رَجُلًا لَيسَ عَلٰى وَجهِ الاَرضِ اِبنُ بِنتِ نَبِيٍّ غَيرَهُ (لہوف، ص ۱۳۸۔ اولین مقتل، ص ۳۳۴)

”میرے معبود! تو جانتا ہے کہ ان لوگوں نے ایسے شخص کو قتل کیا کہ جس کے علاوہ زمین پر تیرے پیغمبر کی لاڈلی کا اور کوئی بیٹا نہیں ہے“۔

پس آپؑ نے تیر کو پشت سے کھینچا تو خون کے فوارے چلے، جس کی وجہ سے آپؑ میں جنگ کرنے کی طاقت نہ رہی۔

چرا پیشانی او را شکستند | کہ در واقع دل زھرا شکستند
زدند آن گونہ سنگی بر جبینش | کہ خون بگرفت اوی نازنینش

"آپؑ کی پیشانی کو کیوں زخمی کیا ہے بلکہ انہوں نے حضرت صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کا دل زخمی کیا ہے۔
آپؑ کی پیشانی پر اس طرح سے پتھر کی ضرب لگائی گئی کہ پیشانی سے خون بہہ کر آپؑ کے چہرۂ مبارک پر آ گیا"۔

خداوند جبینم گشتہ پر خون | دو چشم نازنینم گشتہ پر خون
چنان تیر سہ شعبہ خوردہ قلبم | ز مسمومیتش پژمردہ قلبم
ز خون دل کنم رنگین جبین را | مبادا کہ کند رنگین زمین را

"اے پالنے والے! میری پیشانی خون سے لت پت ہو گئی ہے اور میری دونوں آنکھیں بھی خون سے بھر گئی ہیں۔
میرے دل میں سہ شعبہ تیر یوں پیوست ہوا ہے کہ اس کے زہر نے میرے دل کو بے جان کر دیا ہے۔
میں اپنے خونِ دل سے پیشانی کو رنگین کرتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ زمین کو رنگین کر دے"۔

مظلومیت کی سرخ علامت حسینؑ ہے

اِن کَانَ دِینُ مُحَمَّدٍ لَم یَستَقِم اِلّاَ بِقَتلِی یَاسُیُوفُ خُذِینِی

"اگر میرے نانا کا دین میرے قتل کے بغیر پابرجا نہیں رہ سکتا تو پس اے تلوارو! مجھے لے لو اور میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ (راہ توشہ راہیانِ نور، ج ۱، ص ۱۲۷)

گر جز بکشتنم نشود دین حق بلند
ای تیغ ھا بیایید بر فرقِ من فرود

راوی کہتا ہے: چونکہ زخموں کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام پر کمزوری نے غلبہ کیا جبکہ دشمن کے تیر مچھلی کے پروں کی مانند نظر آ رہے تھے۔ صالح بن وھب مزنی نے آپؑ کے پہلو میں نیزہ مارا، لہٰذا آپؑ زین سے زمین پر آ ئے، آپؑ کے چہرۂ مبارک کی دائیں طرف آدھی زمین پر تھی، اس حالت میں آپؑ نے فرمایا: بِسمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ...... (بحار، ج۴۵،ص۵۴)

اس کے بعد آپؑ زمین سے اُٹھے، اس موقع پر حضرت زینب سلام اللہ علیہا خیمہ سے باہر تشریف لائیں اور فریاد بلند کی: وَآخَاہ ، وَاسَیِّدَاہُ ، وَاَھلَ بَیتَاہُ۔ مزید فرمایا:

لَیتَ السَّمَاءَ اَطبَقَت عَلَی الاَرضِ وَلَیتَ الجِبَالِ
تَدَکدَکَت عَلَی السَّھلِ (بحار، ج۴۵،ص۵۴)

''کاش آسمان، زمین پر گر کر تباہ و برباد ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر بکھر جائے''۔

خون بھرے چہرے کے ساتھ خدا سے ملاقات

اس دوران میں شمر نے چیخ کر اپنی فوج سے کہا: اب کس انتظار میں ہو؟ حسینؑ کا کام تمام کیوں نہیں کرتے ہو؟ یہ سن کر یزیدی لشکر نے ہر طرف سے امام علیہ السلام پر حملہ کر دیا۔

لوٹو تبرکات علیؑ و بتولؑ کو
قیدی بنا کے لے چلو آلِ رسولؐ کو

زرعہ بن شریک نے سید الشہداء کے شانے پر تلوار سے حملہ کیا۔ آنحضرتؑ نے بھی اس پر حملہ کیا اور اُسے واصلِ جہنم کیا۔ ایک اور شخص جس کا نام ''مناقب'' میں عروہ بن خلیفہ جعفی لکھا گیا ہے نے آپؑ کے شانے پر تلوار سے حملہ کیا۔ سنان بن انس نخعی نے امام علیہ

السلام کے گلے میں نیزہ مارا، پھر اسے نکالا اور سینے میں پیوست کیا۔ اس کے بعد آپؑ کے گلے پر تیر مارا، تیر لگنے سے آپؑ زمین پر گرے، آپؑ اُٹھ کر بیٹھے اور اپنے گلے سے تیر نکالا، اپنا خون دونوں ہاتھوں میں لے کر چہرے اور سر پر لگایا اور فرمایا: میں اپنے خون سے خضاب لگائے ہوئے خداوند متعال سے ملاقات کروں گا۔

یکی با تیر بر بازوی او زد — یکی با نیزہ بر پہلوی او زد
یکی شمشیر بر ابروی او زد — یکی بر سینہ اش افکند تیری
یکی از دور بر پہلوی او زد — یکی زخمی بہ کتفش وارد آورد
یکی با خنجرش بر اوی زد — یکی بنشست روی سینہ او

”ایک دشمن نے آپؑ کے پہلو میں نیزہ مارا اور ایک نے آپ کے بازو پر تیر سے حملہ کیا۔ ایک ظالم نے آپؑ کے سینہ میں تیر اُتارا اور ایک نے تلوار سے آپؑ کے چہرے کو زخمی کیا اور ایک نے دُور سے آپؑ کے پہلو میں نیزہ مارا۔ ایک کمینہ ان کے سینے پر سوار ہوا اور ایک نے اپنے خنجر سے ان پر وار کیے۔

سنان بن انس لعنتہ

سنان بن انس ملعون اپنے گھوڑے سے اُترا اور سید الشہداء علیہ السلام کی گردن پر تلوار مارتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! تمہارا سر تمہارے بدن سے جدا کروں گا، البتہ میں جانتا ہوں کہ تو پیغمبر خدا کا فرزند ہے اور ماں باپ کے لحاظ سے سب سے افضل ہے۔ اس کے بعد اس لعین پلید نے آپؑ کا سرِ اقدس بدنِ مطہر سے جدا کیا۔ (ترجمہ لہوف، ص ۶۱-۶۲)

ایک شاعر نے اس مصیبت کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

فَاَیُّ رَزِیَّۃٍ عَدَلَتْ حُسَیْنًا — غَدَاۃَ تَبِیْرُہٗ کَفَّا سِنَانٍ

”کون سی مصیبت ہے جو امام حسینؑ کی برابری کرے، جس روز بدبخت شخص سنان نے اپنے ہاتھوں سے ان کے بدنِ اطہر سے

سرِ اقدس کو جدا کیا"۔

راوی کہتا ہے: شر لعین اور سنان بن انس نخعی اس وقت سید الشہداؑ کے پاس آئے جب آپؑ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے۔ آنحضرتؑ کی زبان پیاس کی وجہ سے خشک ہو چکی تھی۔ آپؑ نے پانی مانگا، شمر لعنتی نے پاؤں سے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا:

اے ابوتراب کے بیٹے! تمہارا تو یہ خیال نہیں ہے کہ تمہارا باپ تمہیں حوضِ کوثر سے سیراب کرے گا؟ تھوڑی دیر انتظار کرو تا کہ اپنے باپ کے ہاتھوں پانی نوش کرو؟ اس کے بعد شمر لعین نے سنان ملعون سے کہا: اس کا سر اس کی گردن کے پیچھے سے جدا کرو۔

سنان نے کہا: خدا کی قسم! کبھی بھی ایسا کام نہیں کروں گا کہ جس کی وجہ سے ان کے جدِّ بزرگوار کی دشمنی مول لینا پڑے۔ شمر ملعون انتہائی غصے میں آیا اور امام حسین علیہ السلام کے سینے پر سوار ہوا۔ وہ امام علیہ السلام کا سرِ اقدس بدن سے جدا کرنا چاہتا تھا کہ آنحضرتؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟ شمر نے بکواس کی: میں تجھے اچھی طرح سے جانتا ہوں، تیری ماں زہراؑ، تیرا بابا علیؑ، اور جد محمدؐ ہیں۔ میں تجھے ضرور قتل کروں گا، مجھے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہے۔ اس کے بعد اس لعین نے تلوار کی بارہ ضربوں سے آپؑ کا سرِ مبارک تنِ مقدس سے جدا کیا۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۹۱-۹۲۔ الوافی بالوفیات، ج ۱۲، ص ۲۶۵۔ بحار، ج ۴۵، ص ۵۶)

خون سے رنگین ذوالجناح

امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا لاشوں کے درمیان سے گزرتا ہوا آنحضرتؑ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ اپنی پیشانی کو خون سے رنگین کیا، اگلی ٹانگیں زمین پر مارتا رہا اور اتنے زور سے ہنہنایا کہ اس کی آواز کی گونج پورے صحرا میں پھیل گئی۔ لوگ گھوڑے کی یہ حالت دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ (حوالہ ایضاً)

عمر بن سعد لعنۃ اللہ علیہ کی نگاہیں جب امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے پر پڑیں تو اس نے کہا: تم سب برباد ہو جاؤ۔ اس گھوڑے کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ، یہ رسولؐ خدا

کے گھوڑوں میں سے سب سے اچھا گھوڑا ہے۔ ابن سعد کے سپاہی سوار ہو کر جب اسے پکڑنے کے لیے گئے تو گھوڑے کو اس بات کا احساس ہو گیا۔ اس نے اپنی ٹانگوں سے اپنا دفاع کیا اور کئی ایک سواروں کو واصلِ جہنم کیا۔ ابن سعد نے کہا: اسے چھوڑ دیں اور دیکھیں یہ کیا کرتا ہے؟ جب گھوڑے نے اپنے آپ کو محفوظ پایا تو وہ امام حسین علیہ السلام کے پیکرِ مطہر کے پاس آیا، اپنی پیشانی کو خون سے رنگین کیا اور یوں گریہ کیا جیسے کوئی عورت اپنے جوان بیٹے کے مرنے پر گریہ کرتی ہے۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۹۴۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۷۔ بحار، ج ۴۵، ص ۶۰)

روایت دیگر:

کتاب "نفس المہموم" میں مذکور ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا اس قدر دوڑا اور سپاہ یزید کے ہاتھ نہ آسکا، اس نے اپنے سر اور گردن کے بال امام علیہ السلام کے خون سے رنگین کیے اور خیمہ گاہ کے پاس جا کر ہنہنایا اور زمین پر اس قدر سر مارا کہ اپنی جان دے دی۔ جب آقا و مولا امام حسین علیہ السلام کی بہنوں اور بیٹیوں نے گھوڑے کو سوار کے بغیر دیکھا تو گریہ وزاری کرنے لگیں۔ حضرت اُم کلثومؑ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بلند آواز سے فرمایا: وَامُحَمَّدَا ، وَاجَدَّا ، وَابَتِیَا ، وَاعَلِیَا وَاحُسَیْنَا ۔ یہ حسینؑ ہے کہ جن کا سر گدی سے جدا کیا گیا اور ان کا عمامہ اور عبا لوٹ لی گئی ہے۔ آپؑ اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہو گئیں۔ (نفس المہموم، ص ۳۷۴۔ اولین مقتل، ص ۳۴۱۔ روضۃ الشہداء، ص ۲۸۲)

ذوالجناحا آمدی در حرم باشو روشین   پس چہ شد مولای ما یوسفِ زہراؑ حسینؑ

ماہ طاھا ، جانِ زہراؑ، در کجا افتادہ است

اسب بی صاحب کہ سر بر زمین افگندہ ای   در کجا میر حرم را بر زمین افگندہ ای

ماہ طاھا ، جانِ زہراؑ، در کجا افتادہ است

این چنین شیہہ حزن می زنی آتش دلم   زد شرر حرف ذلت بر تمام حاصلم

ماہ طاھا ، جانِ زہراؑ، در کجا افتادہ است

نغمہ ھای کام تو گشتہ چاووش عزا   ھستی از داغ حسینؑ شد سیہ پوش عزا

ماہ طاھا ، جان زہراؑ، در کجا افتادہ است

"اے ذوالجناح! تم خیمہ گاہ کی طرف بڑے شوروغل سے آئے ہو،

پس ہمیں یہ بتاؤ کہ ہمارے مولا یوسفِ زہرا حسینؑ بن علیؑ کیا ہوئے

اور یہ بتاؤ کہ مصطفیٰ کا چاند اور زہراؑ کی جان حسینؑ کہاں پر گرے ہیں؟

حضرت زینبؑ نے حضرت سکینہؑ کو خبر دی

ابومخنف کہتے ہیں: جب ذوالجناح خیمہ گاہ کی طرف آیا تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا اس کے ہنہنانے کی آواز سن کر حضرت سکینہؑ کے پاس آئیں اور کہا: آپؑ کے بابا پانی لے کر آئے ہیں۔ سکینہؑ نے جب اپنے بابا کے آنے کی خبر سنی تو خوشی سے دوڑ کر باہر آئیں، کیا دیکھتی ہیں کہ گھوڑے کی زین خالی ہے۔

پس حضرت سکینہؑ نے بلند آواز سے کہا: وَاَبَتَاہُ وَاحُسَینَاہُ وَاغُربَتَاہُ

قرآن رحلِ زین سے سرِ فرش گر گیا

دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر گیا

یہ حسینؑ ہیں کہ صحرائے کربلا میں ان کا عمامہ ان کی عبا اور انگشتری چھینی گئی اور ان کا ہاتھ کاٹ دیا۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۹۴)

اس کے بعد سخت گریہ کیا اور کہا: افتخار، سخاوت اور کرم شہید ہو گیا، آفاق اور حرمِ الٰہی غبار آلود ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے آسمان کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ اب دعا اُوپر نہیں جائے گی اور ان کی مشکلیں حل نہیں ہوں گی۔

اے میری بہن! اُٹھیں اور دیکھیں کہ گھوڑا لوٹ آیا ہے اور خبر لایا ہے کہ سب سے بہترین مخلوق (محمدؐ) کا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ ہائے ان کے قتل ہونے پر افسوس! اس طرح اُمت کے نور پر تاریکی غالب آ گئی ہے۔ کیا کوئی ان کا عوض ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ بدکاروں سے انتقام نہیں لے گا؟ (مقتل ابی مخنف، ص ۹۵)

ذوالجناحا ز کجا آمدہ ای | ز چہ تنہا بر ما آمدہ ای
ذوالجناحا تو بہ خون آغشتی | بی حسینؑ بن علیؑ برگشتی
ذوالجناحا پسر فاطمہؑ کو؟ | تو از آن کشتۂ مظلوم بگو
ذوالجناحا چہ سخن برلب داشت | چہ پیامی بہ سوی زینبؑ داشت
ذوالجناحا چو شد آن دم بی تاب | آخرین لحظہ نمی گفتا آب؟

”اے ذوالجناح! کہاں سے آئے ہو کس لیے ہمارے پاس تنہا آئے ہو؟
اے ذوالجناح! تو نے اپنے آپ کو خون میں لت پت کیا ہوا ہے، تم حسینؑ بن علیؑ کے بغیر لوٹ آئے ہو۔
اے ذوالجناح! فرزندِ فاطمہ زہراؑ کہاں ہے؟ تو اس کے بارے میں کچھ بتا جسے ظلم کے ساتھ قتل کیا گیا ہے۔
اے ذوالجناح! آخری وقت اُن کے لبوں پر کون سی بات تھی، انہوں نے زینبؑ کے نام کیا پیغام دیا ہے؟
اے ذوالجناح! جب وہ آخری وقت بے تاب ہوئے تھے کیا انہوں نے آخری وقت میں پانی تو نہیں مانگا تھا؟“

حضرت اُم کلثومؑ کا اظہارِ غم

جب ذوالجناح ٹیڑھی زین اور خون سے رنگین پیشانی کے ساتھ خیمہ گاہ کی طرف واپس آیا تو اس وقت حضرت اُم کلثومؑ بنت علیؑ نے کچھ اشعار پڑھے جنہیں سن کر اہلِ دل کی آنکھیں سید الشہداؑ اور آپؑ کے اصحاب باوفا کے فراق میں برس پڑتی ہیں اور ان اشعار کو پڑھ کر اپنے غم واندوہ کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت اُم کلثومؑ کے اشعار کا مطلب کتب مقاتل نے یوں لکھا ہے:

”میرا دکھ اس سے کہیں زیادہ ہے کہ جس کا میں اشعار کے ذریعے اظہار کر رہی ہوں اور اس سے کہیں بالاتر ہے جس کا علم وافکار احاطہ کر سکیں۔ میں نے اچانک دکھوں سے بھرا ہوا کاسہ نوش کیا ہے۔

میرے بھائی آج خاک پر پڑے ہوئے ہیں جبکہ وہ اپنے ہر ہمسائے تک کا خیال رکھتے تھے۔ میں دیکھ رہی ہوں اگر حوصلہ نہ ہوتا تو فکریں حیران و پریشان ہو جاتیں، گویا ان کا چہرہ ہر طرف ہے، ان کی یاد اور ان کا ذکر میرے ساتھ ہے۔ ان کا گھوڑا واپس آیا ہے لیکن میں اسے آنے پر خوش آمدید نہیں کہوں گی مگر یہ کہ میرے بھائی حسینؑ کو لے آتا، اس گھوڑے کو کیا ہوتا اگر شیر دلاور کو زمین پر گرا کر نہ آتا۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۹۵)

ذوالجناح کیوں گرا دیا تم نے
میرا بھائی تو اک امانت تھا
(کاظم)

امام حسینؑ کے سوگ میں اہلِ حرم کا گریہ

جس وقت سید الشہداء علیہ السلام کی بہن اُم کلثومؑ کے اشعار کی صدا خیموں میں سنی گئی تو ایک عجیب انقلاب برپا ہوا، گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ابومخنف وقت کی صورت حال کو یوں بیان کرتے ہیں:

فَلَمَّا سَمِعَ بَاقِي الحَرمِ شِعرَهَا خَرَجنَ فَنَظَرنَ اِلَى الفَرَسِ عَارِيًا السَّرجَ خَالِيًا فَجَعَلنَ يَلطِمنَ الخُدُودَ وَيُشَقِّقنَ الجُيُوبَ (مقتل ابی مخنف، ص ۹۶)

''جس وقت باقی اہلِ حرم نے حضرت اُم کلثومؑ کے اشعار سنے تو مخدرات خیمہ گاہ سے باہر نکلیں تو انہوں نے گھوڑے کو ننگا اور زین سے خالی دیکھا تو اپنے چہروں پر طمانچے مارے، اپنے گریبان چاک کیے''۔

اس کے بعد بلند آواز سے کہا: وَامُحَمَّدَاهُ وَاعَلِيَّاهُ وَاحُسَينَاهُ ، ہمارے جد محمد مصطفیؐ دنیا سے آج رخصت ہوئے، آج علی مرتضیٰؑ ، فاطمہ زہراءؑ اور حسن مجتبیٰؑ دنیا سے

آج چل بسے ہیں۔

لوٹو تبرکاتِ نبیؐ و بتولؑ کو

کتاب ''لہوف'' میں مذکور ہے:

وَخَرَجَ بَنَاتُ آلِ رَسُولِ اللّٰهِ وَحَرِيمُهُ يَتَسَاعَدنَ عَلَى الْبُكَاءِ وَيَنْدِبنَ لِفِرَاقِ الْحُمَاةِ وَالْاَحِبَّاءِ (اولین مقتل، ص۳۴۳)

''رسولؐ خدا کی بیٹیاں اور مخدرات خیموں سے باہر نکلیں، انہوں نے گریہ کیا اور اپنے حامیوں اور عزیزوں کے فراق میں آہ و فریاد کی''۔

اس وقت یزیدی لشکر نے مخدراتِ اہلِ بیتؑ کو خیموں سے باہر نکالا اور خیموں کو آگ لگا دی۔ پردہ دار بیبیاں ننگے سر ننگے پاؤں اِدھر اُدھر دوڑتی رہیں اور یزیدی فوج کو خدا کا واسطہ دے کر کہتی رہیں کہ ہمیں مولا حسینؑ کی لاش کے پاس رہنے دیں۔ جب اہلِ بیتؑ حرم کی نگاہیں شہداء پر پڑیں تو فریاد بلند کی اور اپنے منہ پر طمانچے مارے۔

بعض نے لکھا ہے کہ عمر بن سعد لعین نے اس وقت حکم دیا کہ خیموں کو آگ لگا دیں، خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ بچے اور بیبیاں ننگے پاؤں خیام سے باہر آئے اور صحرا میں کانٹوں پر دوڑے، جبکہ ایک بچی کے دامن کو آگ لگی ہوئی تھی۔ حمید بن مسلم (جو کہ دشمن کے لشکر میں تھا) کہتا ہے: میں اس بچی کے پیچھے گیا تا کہ اس کے دامن میں لگی ہوئی آگ کو بجھاؤں، اس نے خیال کیا کہ میں اسے اذیت دینے کے ارادے سے آ رہا ہوں، وہ مجھے دیکھ کر دوڑی۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے کہا: اے شخص! نجف کا راستہ کدھر ہے؟ میں یتیم بھی ہوں اور مسافر بھی۔ میں اپنے جد امیر المومنین علیؑ کے حرم میں پناہ لینا چاہتی ہوں۔ (مقتل ابی مخنف، ص۹۲۔ چہل مجلس، ص۱۴۴)

قتل گاہ میں حضرت زینبؑ کا مرثیہ

فَوَ اللّٰهِ لَا اَنْسٰى زَيْنَبَ بِنْتِ عَلِيٍّ: تَنْدُبُ الْحُسَيْنَ

وَتُنَادِي بِصَوتٍ حَزِينٍ وَقَلبٍ كَئِيبٍ: يَامُحَمَّدَاهُ صَلَّي عَلَيكَ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ ، هٰذَا حُسَينٌ بِالعَرَاءِ ، مُرَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ ، مُقَطَّعُ الاَعضَاءِ ، وَبَنَاتُكَ سَبَايَا اِلَى اللّٰهِ المُشتَكٰى وَ اِلٰى مُحَمَّدٍ المُصطَفٰى وَ اِلٰى عَلِيٍّ المُرتَضٰى وَاِلٰى فَاطِمَةَ الزَّهرَاءُ وَ اِلٰى حَمزَةَ سَيِّدُ الشُّهَدَاء

''راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! میں زینبؑ بنت علیؑ کو ہرگز نہیں بھولا ہوں کہ اس نے حسینؑ پر مرثیہ پڑھا اور محزون و مغموم آواز کے ساتھ فریاد بلند کی: یامحمداہ! آپؐ پر آسمان کے فرشتوں کا سلام ہو، میں ان تمام مصائب کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں عرضِ حال کر رہی ہوں۔ دکھ بھری آواز کے ساتھ حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا: یہ آپ کا حسینؑ ہے جو برہنہ پڑا ہے، ریت پر خون سے لت پت ہے، اس کے اعضاء علیحدہ علیحدہ ہیں۔ یہ آپ کی بیٹیاں ہیں جنہیں اسیر کیا گیا ہے۔ میں اس ظلم کی اللہ، اپنے جد محمد مصطفیؐ، اپنے بابا علیؑ، اپنی ماں فاطمہ زہراءؑ اور سید الشہدا حضرت حمزہؓ سے شکایت کروں گی''۔ (بحار، ج ۴۵، ص ۵۸۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۹۔ ترجمہ لہوف، ص ۶۵۔ اولین مقتل، ص ۳۴۵)

اے رسولؐ خدا! یہ آپ کا حسین ہے جو خاکِ کربلا پر برہنہ پڑا ہوا ہے اور بادِ صبا خاک اُڑا اُڑا کر ان کے بدن پر ڈال رہی ہے۔ حرام زادوں نے انہیں قتل کیا ہے۔ اے اباعبداللہ! آپؑ کے قتل پر بہت افسوس ہے۔ آج ہمارے جدِ بزرگوار دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ اے اصحابِ محمدؐ، یہ رسولِ خدا کی اولاد ہے کہ انہیں قیدیوں کی طرح لے جایا جا رہا ہے۔

فَوَاللّٰهِ اَبكَت كُلَّ عَدُوٍّ وَصَدِيقٍ حَتّٰى رَأَينَا دُمُوعَ الخَيلِ تَنحَدِرُ عَلٰى حَوَافِرِهَا (مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۹۔

مقتل ابی مخنف، ص ۹۹۔ بحار، ج ۴۵، ص ۵۹۔ اولین مقتل، ص ۳۴۸۔ دمع السجوم، ص ۲۰۶)

"راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! حضرت زینبؑ نے اس طرح سے گریہ کیا کہ دوست دشمن سب کو رُلا دیا، حتیٰ کہ ہم نے گھوڑوں کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو دیکھے"۔

چون کہ زینبؑ بر سرِ آن نقشِ عریان می گریست
از سرِ شکش انس و جان باشور و فغان می گریست

چون کہ لب بر آن گلوی خون چکان زینبؑ نہاد
عالمی از نالہ اش بادیدۂ جان می گریست

دخترِ قرآنِ ناطق زینبؑ بنتِ علیؑ
امشب اندر ماتمش اوراقِ قرآن گریست

نالۂ جانسوزِ زینبؑ من چہ گویم ھر چہ بود
از نوائش وحش وطیرِ آن بیابان می گریست

"اگر زینبؑ بنت علیؑ نے اپنے بھائی کی برہنہ لاش پر گریہ کیا ہے تو ان کے آنسو دیکھ کر جن وانس بھی بڑے زور وشور سے روئے ہیں۔
اگر زینبؑ نے اپنے بھائی کے خون ٹپکتے ہوئے گلے کو بوسہ دیا ہے تو ان کی آہ وزاری دیکھ کر پورے زمانے کی آنکھیں روئی ہیں۔
آج رات قرآنِ ناطق کی بیٹی زینبؑ بنت علیؑ کے غم میں قرآن کے اوراق نے بھی گریہ کیا ہے"۔

حضرت زینب علیہا السلام کے جاں سوز گریہ کے بارے میں، میں کیا کہوں، وہ جو کچھ بھی تھا بس اتنا کافی ہے کہ ان کے رونے کی آواز سن کر اس بیابان کے درندے اور پرندے روئے ہیں"۔

عمر سعد لعنۃ اللہ علیہ نے اپنی فوج کے درمیان بلند آواز سے کہا: کون ہے جو حسینؑ کی لاش پر گھوڑا دوڑائے؟ اس یزیدی لشکر میں سے دس افراد اس کام کے لیے تیار ہوئے، انہوں نے سید الشہداءؑ کے پیکر اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا۔ آپؑ کے سینے اور کمر کی ہڈیاں آپس میں مل گئیں۔ یہ دس افراد جب کوفہ پہنچے تو ابن زیاد کے سامنے گئے۔ اُسید بن مالک حضرمی جوان دس میں سے ایک تھا، کہتا ہے: ابن زیاد لعین نے پوچھا: تم کون ہو؟ سب نے مل کر کہا: ہم وہ افراد ہیں جنہوں نے حسینؑ بن علیؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے ہیں، لیکن ابن زیاد نے انہیں زیادہ اہمیت نہ دی اور تھوڑا سا انعام دے کر باہر نکال دیا۔ بقول انیس:

گھوڑے تو دوڑے لاشۂ شبیرؑ پہ مگر
تاریخ نے یزید کو پامال کر دیا

جلتے ہوئے خیام کا منظر عجیب تھا

خیمہ ھا ی سوزد و شمع شب تارم شدہ
در شب بیماری ام آتش پرستارم شدہ
بس کہ اشک آمد بہ چشم، خواب شب را راہ نیست
دود و آتش از چہ راہ، در چشم خونبارم شدہ
جز دو چشم، ہیچ کس آبی بر آتش نریخت
مردم چشمان من، تنہا وفادارم شدہ

"خیمے جل رہے ہیں اور شمع شب تاریک ہو گئی ہے، میری بیماری کی رات میں آتش نے میری تیمارداری کی ہے۔
بس جب آنکھوں میں آنسو بھر آئے تو رات کی نیند اُڑ گئی، یہ دھواں اور آگ کس راستے سے میری خون بار آنکھ میں آ گئے ہیں۔
میری دو آنکھوں کے علاوہ کسی نے بھی آگ پر پانی نہ ڈالا، اے لوگو! صرف میری آنکھوں نے ہی میرے ساتھ وفاداری کی ہے"۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: جس وقت خیموں کو لوٹا جا رہا تھا میں نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کی بہنیں، بیٹیاں اور دیگر مخدرات اپنے برقعے اور چادریں نہ دینے پر بضد تھیں اور انہوں نے لشکر یزید کو اجازت نہ دی کہ وہ آسانی سے ان کے پردے لوٹ سکے، لیکن ناتوانی، عزیزوں کے غم اور اسیری نے انہیں ظلم وستم کے ہاتھوں مغلوب کر دیا، ظالموں نے اُن کے برقعے لوٹ لیے۔ شمر لعین اور کچھ دوسرے سپاہی مل کر امام سجاد علیہ السلام کے خیمہ میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ آنخضرتؑ سخت بیمار ہونے کی وجہ سے اپنے بستر پر بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ بعض ملعونوں نے شمر کو یہ تجویز دی کہ اسے بھی قتل کر دیں۔ میں نے کہا: عجیب بات ہے کیا، یہ فیصلہ کیا ہوا کہ سب کو قتل کرنا ہے اس جوان کے لیے یہ بیماری ہی کافی ہے، خلاصہ یہ کہ میں نے اس طرح کی کئی ایک باتیں کیں اور انہیں امام سجاد علیہ السلام کو قتل کرنے سے باز رکھا۔ (ارشاد شیخ مفید، ص ۲۴۲۔ بحار، ج ۴۵، ص ۶۱)

بعض نے نقل کیا ہے کہ جس وقت خموں کو آگ لگائی گئی تو ہم نے ایک باوقار خاتون کو دیکھا کہ وہ کبھی خیمہ کے اندر جاتیں اور کبھی باہر آتیں، انھیں سکون نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: کیا خیمہ میں آپ کے کوئی زیورات رہ گئے ہیں کہ آپ بار بار آ جا رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں، بلکہ خیمہ میں ہمارا ایک مریض ہے، ڈر رہی ہوں کہ کہیں آگ اسے اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔

زینبؑ کو یاد ہے وصیتِ حسینؑ کی
بیمار کربلا ہیں امانت حسینؑ کی

از آن ترسم کہ آتش بر فروزد — میان خیمہ بیمارم بسوزد
از آن ترسم کہ آتش شعلہ گیرد — میانِ خیمہ بیمارم بمیرد
بتولِ دومین اُم المصائبؑ — چو خود را دید بی سالار و صاحب
براتمامِ برادر مادری کرد — نباتِ نعش را جمع آمدی کرد
شفا بخش مریضان شاہ بیمار — غمِ قتلِ پدر بودش پرستار

"مجھے خوف ہے کہ آتش بھڑکے گی تو میرا بیمار بھتیجا خیمہ کے اندر جل جائے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ جب آگ شعلہ ور ہوگی تو میرا بیمار خیمہ کے اندر مر جائے گا۔ بتول دوم یعنی اُم المصائب نے جب اپنا کوئی سرپرست و سالار نہ دیکھا تو اس نے اپنے بھائی کے یتیموں کے ساتھ ماں جیسا برتاؤ کیا اور اپنے بھائی کے بچوں کو اکٹھا کیا۔
شاہِ بیمار جو کہ مریضوں کو شفا بخشنے والے تھے ان کی تیمارداری ان کے بابا کے قتل کے غم نے کی"۔

دو گم شدہ پھول

بکھرے ہوئے پھولوں کو اکٹھا کرو زینبؑ
آواز یہ آتی تھی مدینہ و نجف سے

جس وقت خورشید کی طلائی کرنیں شہدائے کربلا کے خون میں ہو کر اپنا دامن سمیٹ چکیں تو شہدائے کربلا کے وارثوں پر غم انگیز شام نے سیاہ چادر ڈال دی۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا تھیں کہ جنہوں نے صحرائے کربلا میں بکھری ہوئی مخدرات کو اکٹھا کیا اور پوری کوشش سے بچوں کو ایک ایک کر کے نیم سوختہ خیمہ کے اندر لائیں۔ ان میں سے کوئی تازیانے لگنے اور تشنگی کی بات کر رہا تھا اور کوئی اپنے بابا کے غم میں رو رہا تھا اور کوئی اپنے بھائی کی جدائی پر سسکیاں بھر رہا تھا، کوئی طمانچے کھانے کی وجہ سے گریہ کر رہا تھا اور کوئی نیزہ و تلوار کی داستان سنا کر بے حال ہو رہا تھا۔ اچانک حضرت زینبؑ کبریٰ متوجہ ہوئیں کہ خانوادۂ رسولؐ کے دو بچے کہیں گم ہو گئے ہیں لہٰذا آپؑ اپنی بہن اُم کلثوم سلام اللہ علیہا کے ہمراہ ان بچوں کی تلاش میں صحرا کی طرف گئیں، بالآخر وہ گم شدہ بچے انہیں ایک کانٹوں بھرے درخت کے نیچے نظر آئے، جب ان کے نزدیک پہنچیں تو کیا دیکھتیں ہیں کہ گل دستہ حسینؑ کے وہ دونوں پھول مرجھا چکے ہیں۔

گل دستۂ حسینؑ کے پھولوں کو کیا ہوا؟
کانٹوں بھرے درخت کے نیچے جو مر گئے

بیا خواہر ببین گل ھا فسردند | چگو نہ زیر خاری جان سپردند
بیا خواہر ببین چہ محشری است | یتیمان برادر رفتہ از دست
زبس کہ تازیانہ خوردہ باشند | غریبانہ بہ صحرا مُردہ باشند

"اے بہن آ کر دیکھیں کہ پھول مرجھا چکے ہیں، انہوں نے کس طرح کانٹوں کے نیچے اپنی جان خالق کے سپرد کی ہے۔
اے بہن آ کر دیکھیں کہ کیسا قیامت خیز منظر ہے، بھائی کے یتیم بچے ہاتھ سے جا چکے ہیں۔
انہوں نے بہت سے تازیانے کھائے ہیں اور عالمِ غربت میں اس صحرا میں مر چکے ہیں"۔

اس واقعہ کے بعد ابن سعد کی فوج نے اسے اطلاع دی کہ امام حسین علیہ السلام کے دو بچے تشنگی سے جان دے چکے ہیں، اگر اجازت ہو تو ان کے لیے پانی کھول دیا جائے۔ عمر سعد نے اس کام سے اپنی فوج کو نہیں روکا، لیکن جب بچوں کو پانی دیا گیا تو انہوں نے پینے سے انکار کیا اور کہا:

كَيْفَ نَشْرَبُ وَقَدْ قُتِلَ ابْنُ رَسُولِ اللّٰهِ عَطْشَانًا؟
"ہم کیسے پانی پئیں جب کہ رسولؐ خدا کے بیٹے کو پیاسا قتل کیا گیا ہے"۔

شامِ غریباں

یہ آنکھ ہوئی جاتی ہے نم شامِ غریباں | ہاں تیرے عزادار ہیں ہم شامِ غریباں
زینبؑ کی ردا میں ہیں بھرے ریت کے منظر | عباسؑ کا جلنے دے علم شامِ غریباں

(نعمان منظور)

شامِ غریباں کی رات حضرت امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ اور بچوں پر سخت

ترین رات تھی۔ اس رات میں اہلِ بیتؑ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے کیونکہ حضرت زینب کبریٰ اور اُم کلثوم علیہما السلام اور بھوکے پیاسے بچوں نے اس رات میں شہیدوں کی لاشیں، خیموں کو آگ لگنا اور بے شمار غم دیکھے۔ علاوہ ازیں ہر کسی نے شہداء خصوصاً سالارِ شہیداں حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کی بالخصوص حضرت علی اصغرؑ کی تشنہ لبی ہر لحہ اُن کی آنکھوں کے سامنے مجسم ہو جاتی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شامِ غریباں تین مقامات پر برپا ہوئی:

۱۔ خیمہ گاہ میں:

پہلا مقام جہاں پر یہ رات امام حسین علیہ السلام کے حرم اور بچوں پر سخت گزری وہ نیم سوختہ خیمے تھے جو قتل گاہ سے کچھ قدموں کے فاصلے پر تھے کیونکہ گذشتہ شب یعنی شب عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت ابوالفضل العباسؑ، حضرت علی اکبرؑ، حضرت قاسمؑ، حضرت عونؑ، حضرت جعفرؑ، حضرت حبیبؓ ابن مظاہر، مسلم بن عوسجہؓ اور بنی ہاشم کے باقی جوان واصحاب زندہ تھے۔ وہ اہلِ حرم کے محافظ تھے، کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ خیمہ گاہ کے نزدیک آتا۔

لیکن شامِ غریباں میں بچوں نے اپنے ہاتھ ایک دوسرے کی گردن میں ڈالے ہوئے ہیں اور ساری رات اشکِ غم بہاتے رہے اور ایک دوسرے سے پوچھتے رہے کہ کیا کل ہمیں بھی قتل کر دیں گے یا چھوڑ دیں گے؟ دوسری طرف یہ تھا کہ حضرت اُم کلثومؑ حضرت ابوالفضل العباسؑ کی جگہ پر ان کا ٹوٹا ہوا علم لے کر ساری رات پہرہ دیتی رہیں۔ اگر دور سے کوئی سایہ دیکھتیں تو آواز دے کر فرماتیں: تجھے خدا کی قسم! ہمارے قریب مت آنا، آج ہماری حفاظت کے لیے ہمارے سر پر عباس علمدار نہیں ہے جو ہماری نگہداری کرے۔

عباسؑ باوفا کے جو پہرے نہیں رہے
کلثومؑ ڈر رہی ہیں جو سایوں سے آج رات

۲- قتل گاہ کے قریب

راوی کہتا ہے: میں شام غریباں کی رات قتل گاہ کے قریب تھا، میں دیکھتا ہوں کہ قتل گاہ دن کی مانند روشن ہے، وہاں سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ میں نے عمر بھر ایسی خوشبو نہیں سونگھی۔ میں نے لاشوں کو دیکھا کہ ان کے بدن زخموں سے چور چور تھے۔ اس دوران میں نے ایک باوقار شخص کو دیکھا کہ جس کا نور آسمان تک بلند ہو رہا تھا لیکن اس کے بدن پر سر نہیں تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اس بدن کے پاس بیٹھا گریہ کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اور یہ نورانی ہستی کون ہے؟

اس نے کہا: میں جن ہوں اور یہ نورانی شخصیت حسینؑ بن علیؑ ہیں۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ پیغمبرؐ خدا اپنے بیٹے حسینؑ کے بدن مطہر کے قریب آ کر کہتے ہیں:

وَا وَلَدَاهُ ، وَاقُرَّةَ عَيْنَاهُ ، وَامَقْتُولَاهُ

انہوں نے اپنے آپ کو حسینؑ کے بدنِ مطہر پر گرایا اور امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے گلے کا بوسہ لیا اور گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

اے میرے لال! تمہیں کس نے شہید کیا ہے اور کس نے آپؑ کا سینہ زخمی کیا ہے؟ انہوں نے متعدد بار آنحضرتؑ کے سینے پر بوسے دیئے اور چہرہ آسمان کی طرف بلند کیا۔ آپ یزیدی لشکر کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: ان لوگوں نے میرے بیٹے کو شہید کیا ہے۔ ان کے بعد علی مرتضیٰؑ کو دیکھتا ہوں کہ وہ ہاتھ میں سیاہ رومال لیے ہوئے آنسو صاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے حسینؑ! آپؑ پر دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ انہوں نے بھی اپنے بیٹے کے کٹے ہوئے گلے کا بوسہ لیا اور کہا: اے قلب مصطفیٰؐ کی ٹھنڈک اور قلب زہراؑ کے سکون! میں آپؑ کا بابا علی مرتضیٰؑ ہوں۔

اس کے بعد میں نے بلند بلند گریہ کرنے کی آواز سنی۔ میں نے بڑی غور سے دیکھا کہ ایک واجب الاحترام خاتون ہیں جنہوں نے اپنے بال کھولے ہوئے ہیں اور سیاہ رنگ کا لباس پہنے شہید کربلا کے پاس آئیں اور اپنے آپ کو حسینؑ بن علیؑ پر گراتے ہوئے فرمایا:

اے میرے لال! کیا میں آپؑ کے سر بریدہ بدن پر گریہ کروں یا کٹی ہوئی انگلی پر آنسو بہاؤں؟ ان کے بعد حسنؑ بن علیؑ کو بھی دیکھا جو گریہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا غَرِیْبَ الْغُرَبَاءِ وَیَا مَذْبُوْحًا عَنِ الْقَفَاءِ اَنَا اَخُوْكَ الْحَسَنُ (اسرار الشہادة، ص۴۵۴ و ۴۵۵)

- "اے غریب الغرباء! آپؑ پر سلام ہو اور اے پسِ گردن ذبح ہونے والے میں آپؑ کا بھائی حسنؑ ہوں"۔

خولی کا تنور

تیسرا مقام جہاں پر شامِ غریباں منعقد ہوئی وہ خولی کا تنور ہے۔ وہ سر جس کی جگہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی آغوش تھی اور وہ ہمیشہ اس کے لبوں کا بوسہ لیتی تھیں، وہ سر کہ جس کے ماتھے، لبوں اور گلے کے بوسے اس کے جدِ امجد رسولؐ خدا، بابا علی مرتضیٰؑ اور بھائی امام حسن مجتبیٰؑ لیتے اور اس کی خوشبو سونگھتے تھے اس کے ساتھ گردش زمانہ نے یوں برتاؤ کیا کہ اس کا ٹھکانہ خولی کا تنور بنا ہے۔

یارب چہ روشنی است کہ درخانۂ من است — گویا دیدۂ ماہ بہ کاشانۂ من است
من در تنورِ خانہ چراغی نداشتم — پس این فروغ کیست کہ درخانۂ من است
این سر چو دید ہمسرِ خولی کہ از سریست — سر را گرفت و گفت کہ جانانۂ من است
از بخت خویش این ہمہ باور نداشتم — کامشب عزیزِ فاطمہؑ درخانۂ من است
باسوز مادرانہ یکی نالہ می زند — زہرا است ای عجب کہ بہ کاشانۂ من است
گوید: بہ ہمرہان خود این راس غرق خون — راسِ حسینؑ گوہرِ یکدانۂ من است

"اے پالنے والے! میرے گھر میں یہ روشنی کیسی ہے، گویا کہ چاند کی آنکھ میرے گھر میں کھلی ہے۔

میں نے اپنے گھر کے تنور میں کوئی چراغ نہیں رکھا ہے، بس میرے گھر میں یہ روشنی کس کی ہے؟

جب خولی کی بیوی نے یہ سر دیکھا تو اسے اُٹھا کر کہتی ہے یہ تو میرے
پیارے کا سر ہے۔ اپنی قسمت پر اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ آج
رات زہراؑ کے لاڈلے کا سر میرے گھر میں ہے۔
مادرانہ سوز و گداز میں کوئی آہ و فریاد کر رہی ہے، تعجب ہے کہ میرے
گھر میں اس نے اپنے ہمراہ آنے والوں سے کہا: خون میں ڈوبا ہوا
یہ سر حسینؑ کا سر ہے جو میرا انتہائی قیمتی سرمایہ ہے"۔

راوی کہتا ہے کہ خولی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس کربلا سے لیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر اس کا گھر تھا، وہ وہاں پر رکا، اس کی بیوی کا تعلق انصار سے تھا جو اہلِ بیتِ رسولؐ کے ساتھ جان و دل سے محبت کرتی تھی۔ خولی کو اس سے خوف لاحق ہوا۔ اس نے امام حسین علیہ السلام کا سر گھر میں ایک تنور کے اندر چھپا دیا اور آ کر اپنی بیوی کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کی بیوی نے پوچھا: تم اتنے دنوں سے کہاں گئے ہوئے تھے؟ اس نے کہا: ایک شخص نے یزید بن معاویہ کے خلاف بغاوت کی تھی اس کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے گیا ہوا تھا۔

اس کی زوجہ نماز تہجد پڑھنے کی عادی تھی، وہ رات کے وقت نماز کی غرض سے اُٹھی، صحنِ خانہ میں تنور کے قریب آئی تو اس نے گھر کو اس قدر روشن دیکھا گویا لاکھوں شمع و چراغ جلائے گئے ہوں۔ اس نے جب اچھی طرح سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ نور اس تنور سے ساطع ہے۔ اس نے تعجب کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! میں نے تو یہ تنور نہیں جلایا اور نہ ہی کسی دوسرے کو جلانے کے لیے کہا ہے، یہ روشنی کہاں سے آئی ہے؟ اس نے اسی پریشانی کے عالم میں دیکھا کہ وہ نور آسمان کی جانب بلند ہو رہا ہے، اس کے تعجب میں مزید اضافہ ہوا۔ (کامل ابن اثیر، ج ۳، ص ۸۰)

دی شب کنار کو دکان در خیمہ بودم	امشب بہ مہمانی خانہ خولی سر من
دی شب بہ زینب گفتنی ھا گفتم	امشب زن خولی سخن گوید بر من

دی شب علی اصغرؑ بہ روی دست من بود   امشب بر او خونبار شد چشم تر من
دی شب سکینہؑ در کنارم بود تا صبح   امشب اسیر شمر و خولی دختر من

''کل رات میں خیمہ میں بچوں کے پاس تھا اور آج رات خولی کا مہمان ہوں۔

گذشتہ رات میں نے اپنی بہن زینبؑ سے راز و نیاز کی باتیں کیں اور آج رات خولی کی زوجہ میرے ساتھ گفتگو کر رہی ہے۔

کل رات میرا لال علی اصغر میرے ہاتھوں پر تھا اور آج رات میری آنکھیں اس پر خون رو رہی ہیں۔

گذشتہ رات سکینہؑ صبح تک میرے پاس تھی اور آج رات وہ شمر اور خولی کی اسیری میں ہے''۔

خولی کی بیوی تنور کے پاس آئی اور سر اقدس باہر نکالا اور اسے احترام بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی۔

مگر تو از کدا مین خاندانی   کہ جانم عطر آگین شد از بویت
مگر داغ برادر دیدہ ای تو   کہ گردیدہ سفید این گونہ مویت

''آپؑ کا تعلق کس خاندان سے ہے کہ آپؑ کی خوشبو سے میں خوشبو میں ڈوب گئی ہوں۔

کیا آپؑ نے بھائی کے مرنے کا داغ دیکھا ہے کہ آپؑ کے بال یوں سفید ہو گئے ہیں''۔

اچانک چار عورتیں آسمان سے اُترتی ہیں اور تنور کے پاس جا کر بیٹھ جاتی ہیں، ان میں سے ایک نے تنور سے سر اقدس کو باہر نکالا، اس کے بوسے لیے، اسے سینے سے لگایا اور گریہ کرتے ہوئے کہا:

اے اُجڑی ماں کے شہید بیٹے! چونکہ خولی کی زوجہ نے امام حسین علیہ السلام کو اچھی

طرح سے دیکھا ہوا تھا، انہیں پہچانتے ہی دل خراش چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئی۔ بے ہوشی کے عالم میں غیب سے آواز سنتی ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے: اُٹھو، تمہیں تمہارے شوہر کے گناہوں کی سزا کوئی نہیں دے گا۔ خولی کی زوجہ کہتی ہے: میں نے غیب سے آواز دینے والے سے پوچھا کہ وہ چار خواتین جو تنور کے پاس بیٹھ کر گریہ کر رہی تھیں، وہ کون تھیں؟

آواز آئی: وہ مخدرہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر سینے سے لگایا اور سب سے زیادہ گریہ کر رہی تھی وہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا تھیں اور دوسری خاتون ان کی والدہ حضرت خدیجہ کبریٰؑ تھیں۔ تیسری حضرت عیسیٰؑ کی ماں حضرت مریمؑ اور چوتھی فرعون کی زوجہ آسیہ تھی۔ جب خولی کی زوجہ ہوش میں آئی تو اس نے وہاں پر ان میں سے کسی کو بھی نہ پایا۔ اس نے سرِ اقدس کو لیا، اس کی خوشبو سونگھی اور عرقِ گلاب سے اس سے خون صاف کیا۔ (ترجمہ ارشاد مفید، ص ۴۷۰۔ نفس المہموم، ص ۲۳۹)

کیستی ای سر کہ، سرِ حق نمایان کردہ ای	سرِ حق پیدا و سرِ عشق پنہان کردہ ای
گر چہ روئیت را حجابِ خون و خاکستر گرفت	با جمالت کلبہ ام را نور باران کردہ ای
پیشتر از آن کہ مہمانت کنم بر خوانِ عشق	تو مرا با یک نگاہ لطف مہمان کردہ ای

"اے سر! آپؑ کون ہیں کہ آپؑ نے حق کا سر بلند کیا ہے، حق کا سر تو ظاہر کیا لیکن آپؑ نے عشق کا سر پنہاں کیا ہے۔
اگر چہ آپؑ کے چہرے پر خون اور خاک نے پردہ ڈال رکھا ہے لیکن آپؑ نے اپنے حُسن و جمال سے میری جھونپڑی پر نور کی بارش برسائی ہے۔
قبل اس کے کہ میں آپؑ کو اپنے دسترخوان عشق کا مہمان بناتی، آپؑ نے مجھے اپنی ایک نگاہ لطف و کرم کا مہمان بنالیا ہے"۔

❁❁❁

گیارہویں فصل

تاریخِ اسلام میں نیزے پر سب سے پہلا سر

نوکِ سناں پہ نامِ خدا ساتھ لے گیا
وہ کربلا سے اپنی صدا ساتھ لے گیا
(آغا روحی)

عاصم بن ازدی روایت کرتا ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلا سر جو نیزے پر چڑھایا گیا وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر تھا۔ میں نے اس دن کے علاوہ کبھی بھی مردوں اور عورتوں کو اس قدر زیادہ روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۳۷)

ای ز داغ تو روان خونِ دل از دیدۂ حور   بی تو عالم همه ماتم کده تا نفخۂ صور
تا جہان باشد و بودہ است کہ دادہ است نشان: میزبان خفتہ بہ کاخ اندر و مہمان تنور
سر بی تن کہ شنیدہ است بہ لب آیۂ کہف   یا کہ دیدہ است بہ مشکات تنور آیۂ نور

"آپ کے مصائب پہ حوروں کی آنکھوں سے بھی خون جاری ہے
اور آپ کے بغیر قیامت تک پوری دنیا ماتم کدہ بنی رہے گی۔
جب تک دنیا قائم رہے گی یہ منظر نہیں بھول پائے گی کہ میزبان
(خولی) تو محل میں سو رہا ہے جبکہ مہمان تنور میں۔
سننے والے نے بریدہ سر سے آیۂ کہف کی تلاوت سنی ہے یا تنور میں
آیتِ نور کی تلاوت کی ہے؟"

ابن عبد ربہ اندلسی کہتے ہیں: جس وقت سنان بن انس قبیلہ حمیر کے ایک شخص بنام خولی بن یزید کی مدد سے امام حسین علیہ السلام کا سر تن سے جدا کر کے عبید اللہ بن زیاد کے

دربار میں لایا تو خولی بن یزید نے اس سے کہا: تمہیں آج میری رکاب سونے اور چاندی سے بھر دینی چاہیے، کیونکہ میں نے آج خدا کے ایسے بہترین بندے کو قتل کیا ہے جس کے ماں باپ کی مثال دنیا میں نہیں ہے۔

عبیداللہ نے کہا: جب وہ ماں اور باپ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے تو تم نے اسے کس لیے قتل کیا ہے؟ اس کے بعد ابن زیاد نے خولی بن یزید کی گردن اڑا دی۔

(عقد الفرید، ج ۴، ص ۳۸۰۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۳۲)

اسیروں کا قافلہ شہداء کا مہمان

یہ بات سچ ہے عصر کا منظر بدل گیا
بھائی کا سر بہن کی ردا ساتھ لے گیا
(آغا روحی)

فَلَطَمنَ النِسوَةُ وَصِحنَ (حِينَ) مَرَرنَ بِالحُسَينِ علیہ السلام وَجَعَلَت زَينَبُ بِنتِ عَلِيٍّ علیہ السلام تَقُولُ: يَامُحَمَّدَاهُ وَبَنَاتُكَ سُبَايَا وَ ذُرِيَّتُكَ مُقَتَّلَةٌ تَسفِيَ عَلَيهَا الصَّبَاءُ

”جس وقت قیدیوں کو قتل گاہ سے گزارا گیا، بچوں اور خواتین کی نگاہیں امام حسین علیہ السلام کے زخموں سے چور چور بدن پر پڑیں تو انہوں نے اپنے چہروں پر طمانچے مارے اور چیخ چیخ کر گریہ کیا، ان قیدیوں میں سے زینبؑ بنت علیؑ نے کہا: اے نانا جان! ہماری طرف نگاہ کریں کہ ان لوگوں نے آپ کی بیٹیوں کو قیدی بنا لیا اور آپؐ کے بیٹوں کو شہید کر دیا ہے اور ان کے اجساد خاک میں پڑے ہوئے ہیں جبکہ بادِ صبا ان پر چل رہی ہے“۔ انہوں نے اچانک اپنے آپ کو اونٹ سے نیچے گرا دیا اور امام حسین علیہ السلام کے جگہ جگہ سے کٹے ہوئے بدن کے پاس آئیں، آپؑ نے اس قدر گریہ کیا کہ قیامت

برپا کردی"۔ (انساب الاشراف، ج ۳، ص ۲۰۶)

بے گور و کفن لاشۂ شبیرؑ پہ زینبؑ
پہنچیں تو قیامت کا سماں ہوگیا برپا

حضرت زینب علیہا السلام نے اپنے مظلوم بھائی کے پاس جا کر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا قَلِيلُ الْقُرْبَانِ

"اے میرے معبود! ہماری طرف سے یہ چھوٹی سی قربانی قبول فرما"۔ (حیاۃ الامام الحسین، ج ۲، ص ۳۰۱)

مقاتل کی بعض کتب میں رقم ہے کہ حضرت زینبؑ نے اپنے بھائی کا ٹکڑے ٹکڑے بدن گود میں لیا اور کٹے ہوئے گلے پر بوسہ دے کر فرمایا: بھائی جان! اگر مجھے آپؑ کے پاس کربلا میں رہنے اور مدینہ واپس جانے کے درمیان اختیار دے دیتے تو میں آپؑ کے پاس رہنے کو پسند کرتی اگرچہ اس صحرا کے درندے مجھے کھا جاتے۔

یکی گوید: حسینم سر ندارد — چرا کس پیکرش را برندارد
یکی گوید: تن عباسم این است — حسین نور دل ام البنین است
یکی گوید: حسینؑ جان اکبرتؑ کو؟ — گلو بریدہ یعنی اصغرتؑ کو؟
یکی گوید: پدر، بابا نیائی — چرا از کو دکان کر دی جدائی

"کوئی کہتا: میرے حسینؑ کا سر نہیں ہے، ان کا پیکر مطہر کیوں نہیں اُٹھاتے۔ کوئی کہتا: یہ ہمارے عباسؑ کا تن بدن ہے اور یہی ام البنین کا نور دل ہے۔

کوئی کہتا: حسینؑ جان آپؑ کا علی اکبرؑ کہاں ہے، کٹے ہوئے گلے والا یعنی آپؑ کا اصغرؑ کہاں ہے؟

کوئی کہتا: باباجان کیا آپؑ ہمارے ساتھ نہیں آئیں گے، آپؑ بچوں سے کیوں جدائی اختیار کر رہے ہیں؟

امام سجادؑ سے روایت

جس نے کیا تھا روح کے زخموں کو مُندمل
تن پر جراحتوں کی قبا ساتھ لے گیا
(آغا روحی)

ایک مشہور حدیث ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

روزِ عاشورا ہمارے اُوپر جو گزری سو گزری، میرے بابا اپنے اصحاب، بھائیوں اور بیٹوں کے ہمراہ شہید ہو گئے، مخدرات کو اُونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ میں نے راہِ خدا میں جان کی بازی لگانے والو کی لاشیں زمینِ کربلا پر پڑی ہوئی دیکھیں، انہیں سپردِ خاک بھی نہ کیا گیا۔ یہ سب کچھ میرے اُوپر بہت سخت گزرا اور میں بہت پریشان ہوا، قریب تھا کہ میری روح میرا ساتھ چھوڑ دیتی۔

چون از کنار قتلگہ گزر نمودم بر جسم خونیں پدر نظر گشودم
گر عمہ اُم زینبؑ نبود جان دادہ بودم ممنونِ دل نوازی آن یار مشفقم

"جس وقت میرا گزر قتل گاہ سے ہوا تو میں نے اپنے بابا کے خونیں جسم پر نگاہ ڈالی۔ اگر میری پھوپھی زینبؑ نہ ہوتی تو میری روح پرواز کر چکی ہوتی، میں اپنی محبت کرنے والی پھوپھی کا ممنون ہوں"۔

سجادؑ کو زینبؑ نے دیا حوصلہ ورنہ
تھا جان بلب دیکھ کے بابا کے جسد کو

میری پھوپھی زینب سلام اللہ علیہا نے جب میرے چہرے پر غم کے آثار دیکھے تو مجھ سے کہا:

مَالِي تَجُودُ بِنَفْسِكَ يَابَقِيَّةَ جَدِّي وَأَبِي وَاُمِّي وَأَخِي

"اے میرے جدِ امجدؐ، پدرِ بزرگوار، ماں زہراؑ اور بھائی حسینؑ کی یادگار، تو نے اپنی جان ہتھیلی پر کیوں رکھی ہوئی ہے؟"

میں نے کہا: میں کس طرح بے قرار و بے تاب نہ ہوں، میں اپنے بابا، چچا، بھائی، چچازادوں اور اصحاب کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ خون میں ڈوبے ہوئے زمین پر پڑے ہوئے ہیں، ان کے لباس لوٹ لیے گئے ہیں اور ان کی تکفین و تدفین کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔

اب ان کے نزدیک کوئی نہیں آ رہا ہے، گویا یوں لگ رہا ہے کہ ان کا تعلق خاندانِ دیلم سے ہے۔ میری پھوپھی نے کہا:

شہداء کے اجساد تجھے اس قدر بے قرار نہ کریں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ ہے۔ زمین پر بسنے والے فراعین انہیں نہیں پہچانتے لیکن آسمان پر بسنے والے فرشتے انہیں پہچانتے ہیں۔ وہ ان بکھری ہوئی ہڈیوں کو اکٹھا کریں گے اور ان خون آلود اجساد کو سپردِ خاک کریں گے۔

وَيَنصِبُونَ لِهٰذَا لَطَفِّ عَلَمًا لِقَبرِ اَبِيكَ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ لَا يَدرِسُ اَثَرُهُ وَلَا يَعفُوا اِسمُهُ عَلٰى كُرُورِ لِلَيَالِي وَالاَيَّامِ
(دمع السجوم، ص ۲۱۰)

"وہ اس زمینِ کربلا پر آپ کے بابا سید الشہداء کی قبر پر ایسا نشان لگائیں گے جو کبھی مٹ پائے گا اور نہ ہی شب و روز کی گردش سے محو ہوگا۔ کفر و ضلالت کے رہبر اسے مٹانے کی جس قدر کوشش کریں گے وہ نشان اتنا ہی زیادہ ظاہر ہوگا"۔

کربلا کربلا اُجالا ہے
خون نے روشنی کو پالا ہے

خودم دیدم کہ صحرا لالہ گون بود   زمینِ کربلا دریای خون بود
خودم دیدم کہ گل ھای نبوت   ز بی آبی ھمہ پژمردہ بودند
خودم دیدم کبوتر ھای معصوم   ھمہ سر زیرِ پرھا بردہ بودند
خود دیدم ز بالای بلندی   عزیزِ مصطفیٰ را سر بُریدند

"میں نے خود دیکھا ہے کہ صحرا کا رنگ گلِ لالہ کی طرح سرخ تھا اور
زمینِ کربلا خون کا دریا تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ
پانی نہ ہونے کی وجہ سے نبوت کے پھول مرجھا چکے تھے۔
میں نے خود دیکھا ہے کہ معصوم بچے تمام کے تمام سر جھکائے بیٹھے
تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بلند مقام سے دیکھا کہ دشمنوں نے
جانِ مصطفیؐ سید الشہداءؑ کا سر ان کے بدن سے جدا کیا ہے"۔

ابی مخنف کہتے ہیں: امام زین العابدین علیہ السلام، حسن مثنیٰؑ اور تمام قیدیوں کو بے پالانے اُونٹوں پر سوار کیا اور صحرائے کربلا سے روانہ ہوئے جبکہ شہداء کی لاشیں زمینِ کربلا پر چھوڑ دیں۔ کربلا کے اردگرد دیہاتوں کے رہنے والے لوگوں نے انہیں دفن کیا۔ یزیدی لشکر نے خاندانِ رسولؐ کے اٹھارہ سروں کو نیزوں پر بلند کیا۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۹۹)

کتاب ارشاد شیخ مفید میں مذکور ہے کہ جب ابن سعد لعنۃ اللہ علیہ اپنی فوج کو لے کر قیدیوں کے ہمراہ کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا تو اس کے جانے کے بعد کربلا کے قریب غاضریہ کے مقام پر قیام پذیر قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگ قتل گاہ میں آئے، شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس مقام پر دفن کیا جہاں پر اب ان کا روضۂ مطہر ہے، ان کے پائنتی کی طرف حضرت علی اکبرؑ کو سپردِ خاک کیا، جب پائنتی کی طرف ایک اور قبر کھودی جس میں ان شہداء کو دفن کیا گیا جنہوں نے سید الشہداءؑ غریبِ کربلا کی حمایت میں اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اہلِ وفا کے پیشوا، سقائے کربلا حضرت قمر بنی ہاشم عباس علمدارؑ (کہ جن کی شہادت سے سید الشہداءؑ کی کمر ٹوٹ گئی، رسولؐ خدا کا دل داغدار ہوا) کو غاضریہ کے راستے میں دفن کیا۔ وہ مرقد مطہر عرش نشینوں کی طواف گاہ ہے۔ (ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ص ۴۷۰-۴۷۱۔ دمع السجوم، ص ۲۱۰)

چگونہ کشتہ ھا را دفن کردند | عزیزِ مصطفیؐ را دفن کردند
بدن ھای کہ آغشتہ بہ خون بود | شہیدِ کربلا را دفن کردند

چگو نہ پیکر مظلوم شد دفن　　　تن از سر جدا را دفن کردند

"انہوں نے راہِ خدا میں قتل ہونے والوں کو کیسے دفن کیا، ان لوگوں نے عزیزِ مصطفیؐ کو دفن کیا۔ شہداء کے بدن خون میں ڈوبے ہوئے تھے، انہوں نے شہیدِ کربلا کو سپردِ خاک کیا۔ حضرت سیدالشہداءؑ، مظلومِ کربلا کا پیکرِ مطہر کیسے دفن ہوا، ان لوگوں نے سر کے بغیر بدن کو دفن کر دیا"۔

سیدالساجدینؑ اور دفن شہداءؑ

کتاب "ناسخ التواریخ" میں لکھتے ہیں حضرت سیدالساجدین امام سجاد علیہ السلام جب اپنے پدر بزرگوار کی قبر کو مٹی دے چکے تو انہوں نے مغموم و محزون دل کے ساتھ قبرِ مطہر پر اپنی انگشت مبارک سے لکھا:

هَذَا قَبرُ الحُسَینِ بنِ عَلِيِّ بنِ اَبِی طَالِبِ اَلَّذِی قَتَلُوه عَطشَانًا غَرِیبًا

"یہ قبر حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی ہے کہ جنہیں عالمِ غربت میں پیاسا قتل کیا گیا"۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے بنی اسد کے لوگوں سے پوچھا: کیا ابھی کوئی جنازہ باقی ہے جسے دفن نہ کیا گیا ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، نہر علقمہ کے کنارے ایک جوان کا بدن پڑا ہوا ہے۔ ہم نے اسے اپنی جگہ سے اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن ممکن نہ ہو سکا کیونکہ ان کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے۔ اگر ہم ایک ٹکڑا اٹھاتے ہیں تو دوسرا زمین پر گر پڑتا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: آئیں اسے دیکھتے ہیں۔ جس وقت اس پیکرِ مطہر پر امام علیہ السلام کی نگاہ پڑی تو روتے ہوئے اپنے آپ کو اس پر گرا دیا اور فرمایا:

عَلَی الدُّنیَا بَعدَكَ العَفَا یَا قَمَرُ بَنِی هَاشِمِ عَلَیكَ مِنِّی السَّلَامُ (ناسخ التواریخ، ص۲۰۳)

"اے قمر بنی ہاشمؑ! آپؑ کے بعد اس دنیا کے سر پر خاک اور آپؑ پر

درود و سلام ہو"۔

امام زین العابدین علیہ السلام بنی اسد کے لوگوں کی مدد سے شہداء کو دفن کرنے کے بعد جب واپس جانے لگے تو انہوں نے آپ کا دامن پکڑتے ہوئے پوچھا: آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: میں حسینؑ کا بیٹا علیؑ ہوں، اس لیے آیا تھا کہ اپنے بابا کو دفن کروں۔ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۸۲۔ دمع السجوم، ص ۲۱۳)

حَقٌّ اَن لَا تَكَفَّنُوا عَلَوِيًّا

بَعدَ مَا كُفِّنَ الحُسَينُ بُوَارٍ

(منہاج الدموع، ص ۳۵۹)

"حق یہ ہے کہ سادات اپنے مرنے والوں کو کفن نہ دیں، جبکہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو حصیر کا کفن دیا گیا"۔

سلیمان کتانی کی دو باتیں

(ا) ہاں، میدانِ کربلا وہ عظیم مقام ہے جہاں پر ایک بے نظیر و بے مثال واقع رونما ہوا ہے جس کے روحِ رواں آسمان کربلا پر چمکنے والے ستارے اور دلاور وحید حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں۔ ہم بھی کربلا میں ان کے ساتھ آئے تھے، دورانِ سفر ہماری یہی کوشش رہی کہ ہم ان کے مقدس وجود سے اپنے آپ کو پاک و پاکیزہ اور معطر کرسکیں۔ ان کے سفر کے اسرار کو کشف کرنے کے لیے ہمیں پوری زندگی صرف کرنی چاہیے تاکہ ہم کمال وعظمت کی اس بلندی کو سر کرسکیں جو ہر انسان کا ہدف و مقصد ہے۔ یہ ایسا شوق ہے کہ جس کے لیے انسان زمین تو کیا آسمان کی بلندیوں تک پرواز کرتا ہے اور اسے اپنا محور بنا کر افتخار کرتا ہے۔

(ب) سچ بات ہے کہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کس قدر عظیم المرتبت ہیں۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی کی کمائی جمع کی اور دکھوں کے آتش فشاں سے مربوط کردی اور اسے اپنی سمجھ بوجھ، فہم و فراست اور ادراکِ عمیق کی بناء پر اپنے ہمراہ لیا تاکہ ان کا پورے کا پورا وجود ایک ایسا مقام اور حماسہ قرار پائے کہ جس کا وجود انہی کی وجہ سے قائم ہے۔

اسیرانِ کربلا کا شہر کوفہ میں ورود

موئے سرِ پُرنور سے چہروں کو چھپا لو　　شکوے کی کوئی بات زباں سے نہ نکالو
لازم ہے تمہیں صبر کلیجوں کو سنبھالو　　غربت میں اسیری کی بھی تکلیف اُٹھا لو
چادر نہیں سر پر تو ضرر کیا ہے تمہارا
پردہ رہے اُمت کا یہ پردہ ہے تمہارا
(میر انیسؔ)

ابن صباغ مالکی نقل کرتا ہے کہ ابن زیاد کی فوج خاندانِ اہلِ بیتؑ کو خارجیوں کی مانند اسیر کر کے کربلا سے روانہ ہوئی۔ جب یہ قیدیوں کا قافلہ کوفہ شہر میں پہنچا تو تمام لوگ گھروں سے باہر نکل آئے۔ جب ان کی نگاہیں قیدیوں پر پڑیں تو رونے لگے۔ زین العابدین علی بن الحسینؑ جو کہ اسیر تھے اور بیماری نے انہیں کمزور کر دیا تھا، فرماتے ہیں:

یہ لوگ تو ہمارے اُوپر گریہ کر رہے ہیں، پس کن لوگوں نے ہمیں قتل کیا ہے؟ جب یہ قافلہ ابن زیاد کے دربار میں پہنچا تو اس نے جناب سید الشہداء علیہ السلام کے سر کے ہمراہ تمام اسیروں کو شام کی طرف روانہ کر دیا۔ (فصول المہمہ، ص۲۰۴)

اے سرت چون ماہ سرگردان بہ روی نیزہ ھا　　از غمت خون عقدہ بستہ در گلوی نیزہ ھا
آمدی با سر بہ دیدارم کہ برگرد حسینؑ　　دیدۂ مردم ز محمل ھا بہ سوی نیزہ ھا
من فدای حنجر خشکت کہ نوشیدہ است آب　　کہ ز جام دشنہ ھا گاہ از سبوی نیزہ ھا

"اے سر تو چاند کی مانند نیزوں پر اِدھر اُدھر سرگردان ہے، تیرے غم سے خون نے نیزوں کے گلے میں گرہ لگا دی ہے۔
کربلا کے سارے واقعات میری آنکھوں کے سامنے سے گزرے ہیں، حتیٰ کہ نیزوں پر تیرے قرآن پڑھنے کی برآمد ہونے والی آواز بھی سنی ہے
تم اپنے سر کے ساتھ میرے دیدار کو آئے ہو کہ لوگوں کی نگاہیں محملوں

سے نیزوں پر حسینؑ کی طرف پلٹ جائیں۔

میں تمہارے پیاس سے خشک گلے پر قربان ہو جاؤں کہ جس نے بھی
خنجروں کے جام اور کبھی نیزوں کی صراحی سے آب نوش کیا ہے"۔

ابن اعثم کوفی اپنی کتاب "فتوح البلدان" میں لکھتا ہے: راویوں سے نقل ہوا ہے کہ ابن سعد نے رسولؐ خدا کی امانتوں کو بے پالان اُونٹوں پر سوار کیا اور قیدیوں کی مانند کوفہ میں لایا۔ جب قافلہ شہر کوفہ کے قریب پہنچا تو ابن زیاد نے کہا: حسینؑ بن علیؑ کا سر باہر لے جاؤ (کیونکہ سید الشہداءؑ کا سرِ اقدس اسراء سے پہلے خولی کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا تھا) اور دوبارہ قیدیوں کے ہمراہ کوفہ میں پھرایا جائے؟ پس سرِ اقدس کو نیزے پر چڑھایا گیا، اسی طرح دوسرے شہداءؑ کے سروں کو بھی نیزوں پر بلند کیا گیا اور قیدیوں کے آگے آگے شہر کوفہ میں لایا گیا اور کوفہ کے تمام گلی کوچوں میں پھرایا گیا۔ (دمع السجوم، ص ۲۲۲)

ایک شخص بنام سھل شہروزی کہتا ہے: اس سال میں جب حج سے واپس آیا تو شہر کوفہ کے بازار بند، دکانوں پر تالے پڑے ہوئے دیکھے۔ بعض لوگ ہنس رہے ہیں اور بعض رو رہے ہیں۔ میں نے ایک شخص کے نزدیک ہو کر پوچھا کہ یہاں پر کیا ہوا ہے؟ آج کوئی عید ہے کہ جس کا مجھے علم نہیں؟ وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور بلند بلند روتے ہوئے کہا: جناب آج ہماری کوئی عید نہیں ہے لیکن خدا کی قسم یہ لوگ دو لشکروں کے درمیان رونما ہونے والی جنگ پر آنسو بہا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک فوج کامیاب جبکہ دوسری قتل ہو گئی ہے۔

میں نے کہا: وہ دو لشکر کون کون سے ہیں؟ اس نے کہا: حسینؑ بن علیؑ کا لشکر قتل ہو گیا ہے جبکہ ابن زیاد کا لشکر کامیاب ہوا ہے۔ پھر اس شخص نے بلند بلند گریہ کرتے ہوئے کہا: آلِ محمدؐ کے گھروں کے قریب سے میرا گزر ہوا ہے۔ میں نے زندگی بھر آج جیسا دن نہیں دیکھا۔ خداوندا! شہر والوں کو ان سے دُور نہ کر...... لوگوں نے سید الشہداءؑ کو ایک گھونٹ پانی تک نہ دیا لیکن نیزے ان کے خون سے سیراب ہوئے ہیں اور ان کا خون بہایا گیا ہے۔

اے کاش! وہ ہاتھ ٹوٹ جاتے جنہوں نے تلواروں سے انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ (مقتل ابی مخنف، ص۱۰۲)

ببین در کوفہ ، زین العابدینؑ را ورود اہل بیت طاہرینؑ را

بہ روی محملان ھر یک نشستہ بہ بازوھا غل و زنجیر بستہ

بہ نوک نیزہ سرھای بریدہ ھمہ غرق بہ خون وداغ دیدہ

یتیمان بر روی محمل نشاندند از این کوچہ بہ آن کوچہ کشاندند

یکی اطفال را سازد نظارہ یک دارد بہ انگشتش اشارہ

''کوفہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور اہلِ بیت طاہرینؑ کا ورود دیکھیں۔ ان میں سے ہر کوئی محمل پر بیٹھا ہوا ہے، ان کے بازوؤں پر ہتھکڑیاں لگی ہوئی ہیں، ان کے کٹے ہوئے سر نیزوں پر چڑھائے ہوئے ہیں، وہ سب کے سب خون میں ڈوبے ہوئے اور داغ دیدہ ہیں۔ ان کے یتیموں کو محمل پر بٹھاتے ہوئے کوچہ بہ کوچہ پھرایا جا رہا ہے۔ ایک بچوں کا تماشا دیکھ رہا ہے اور کوئی اپنی انگلیوں سے ان کی طرف اشارہ کر رہا ہے''۔

نیزے پر قرآن کی تلاوت

سہل کہتا ہے: اسیروں کا قافلہ بنی خزیمہ کے دروازے کے باہر روک دیا گیا جبکہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا سر ایک نیزے پر بلند سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب اس آیہ کریمہ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ اٰيَاتِنَا عَجَبًا (آیہ:۹) ''کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ کہف و رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے کوئی تعجب خیز نشانی تھے'' کی تلاوت کی تو میں نے گریہ کرتے ہوئے کہا:

اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کا سر مبارک ہر چیز سے تعجب خیز ہے۔ اس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا تھا، جب ہوش میں آیا تو اس وقت سورۂ کہف مکمل ہو چکی تھی۔ (مقتل ابی

مخنف، ص ۱۰۳۔ ارشاد شیخ مفید، ص ۴۴۲)

حُسنِ ختامِ خطبۂ من شد بیان تو
قرآن بہ نی چو خواند لب اطہرت حسینؑ

قرآن بخوان دو مرتبہ قرآن ناطقم
تا جان بگیرد از نفست خواہرت حسینؑ

اے کاش نیزہ دار سرت رخصتم دھد
گیرم مگر کہ بوسہ ای از حنجرت حسینؑ

"میرے خطبے کا خاتمہ بالخیر آپؑ کے ذکر پر ہوا جب آپؑ کے لب نے نیزے پر قرآن پڑھا۔
اے میرے قرآن ناطق پھر سے دوبارہ قرآن کی تلاوت کریں تاکہ آپؑ کی سانسوں سے آپؑ کی بہن طاقت حاصل کرے۔
اے کاش! نیزے دار مجھے آپؑ کے سر کے پاس آنے کی اجازت دے دیتا تو اے حسینؑ! میں آپؑ کے گلے کا بوسہ لیتی"۔

آلِ محمدؐ پر صدقہ حرام ہے

قَالَ: وَصَارَ اَھلُ الکُوفَۃِ یُطعِمُونَ الاَطفَالَ بَعضِ التَّمرِ وَالجَوزِ فَصَاحَت اُمُّ کُلثُومَ وَقَالَت: یَا اَھلَ الکُوفَۃِ اَلصَّدقَۃُ عَلَینَا حَرَامٌ (مقتل ابی مخنف، ص ۱۰۱)

ابومخنف کہتے ہیں: "جس وقت اسیرانِ کربلا کا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو لوگ خاندانِ رسولؐ کے بچوں کے لیے کھانا لائے، بعض نے کھجوریں اور بعض نے اخروٹ دیے۔ حضرت اُم کلثوم بنت علیؑ نے بلند آواز سے فرمایا: اے لوگو! ہم اہلِ بیتِ رسولؐ پر صدقہ حرام ہے"۔

کوفہ والوں نے کھانے کی جو چیزیں بچوں کو دیں، آپؑ نے وہ بچوں سے لے کر دُور پھینک دیں۔ ادھر لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت اُمِ کلثومؑ نے فرمایا:

تَقتُلُنَا رِجَالُکُم وَتَبکِینَا نِسَاؤُکُم

''تمہارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمہاری عورتیں ہمارے اُوپر گریہ کرتی ہیں''۔

اس دوران حضرت اُمِ کلثومؑ نے خطبہ دیا۔ لوگوں کے اندر چیخ و پکار شروع ہوگئی، یہ صورت حال دیکھ کر یزیدی لشکر نے حضرت سید الشہداء علیہ السلام اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ میں سے اٹھارہ سر نیزوں پر لائے، جس وقت حضرت اُمِ کلثومؑ کی نگاہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس پر پڑی تو آپؑ نے سخت گریہ کیا۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۱۰۱)

تو ای ماہ شب اول حسینم	نمودی مشکلم را حل حسینم
تورا خواہم پی در پی ببینم	ولی نہ بر فرازنی ببینم
چرا بر نوک نوی منزل نمودی	نمی دانم چہ با این دل نمودی
سکینہ گر ببیند روی ماہت	چہ خواہد کرد چون سازد نگاہت
چہ گویم من جواب دخترت را	اگر بر نوک نی بیند سرت را

''اے پہلی رات کے چاند میرے حسینؑ، آپؑ نے میری مشکل حل کردی ہے۔ اے میرے حسینؑ! میں آپؑ کو مسلسل دیکھنا چاہتی ہوں، لیکن نیزے پر بلند نہیں۔

آپؑ نے کیوں نوکِ نیزہ کو اپنی آرام گاہ بنایا ہے، مجھے نہیں معلوم کہ آپؑ نے اس دل کے ساتھ کیا کیا ہے۔

اگر سکینہؑ آپ کا چاند جیسا چہرہ دیکھے تو وہ کیا کرے گی اور اس کا کیا حال ہوگا۔ اگر آپؑ کی لاڈلی نوکِ نیزہ پر آپؑ کا سر دیکھے گی تو اس وقت میں اسے کیا جواب دوں؟''

حضرت امام حسینؑ کا سرِ مبارک ابن زیاد کے سامنے

جب اہلِ بیت رسولؐ کا قافلہ نیزوں پر بلند سروں کے ہمراہ کوفہ لایا گیا تو ابن زیاد (لعنۃ اللہ علیہ) نے دربار لگایا۔ دارالامارہ میں مختلف طائفوں کے بزرگوں کو بلایا۔ جب دربار لگ چکا تو اس نے حکم دیا کہ سید الشہداءؑ کے سرِ مبارک کو ایک طشت میں رکھ کر اس کے سامنے لایا جائے۔ جب امام حسین علیہ السلام کا کٹا ہوا سرِ اقدس اس کے سامنے لایا گیا تو وہ لعین اسے دیکھ کر ہنسا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی کے ساتھ آپؑ کے ہونٹوں اور دانتوں کی توہین کی۔ (الاعلام طبری، ص ۲۵۱)

اسیران را در انظار بردند | میانِ مجلسِ اغیار بردند
علی بن الحسینؑ و عمہ اش را | بہ بزم دون اسارت وار بردند
بہ ہمراہ سر پُرخون بابا | سکینہؑ بادلی خونبار بردند
ز دشتِ کربلا آلِ محمدؐ | بہ کوفہ در برِ خونخوار بردند

"اسیرانِ کربلا کو اغیار کی محفل میں ان کی آنکھوں کے سامنے لائے۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام اور ان کی پھوپھی کو قیدی بنا کر کمینوں کی بزم میں لائے۔

جنابِ سکینہؑ خون کے آنسو رو رہی تھیں تو انہیں ان کے بابا کے خون میں ڈوبے ہوئے سر کے ساتھ دربار میں لائے۔

آلِ محمدؐ کو صحرائے کربلا سے کوفہ میں ایک خونخوار کے دربار میں لائے"۔

بوسہ گاہ مصطفیٰؐ

زید بن ارقم جو کہ رسولِ خدا کے ایک بوڑھے صحابی تھے اس دن ابن زیاد لعین کے دربار میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے ابن زیاد کی یہ بے حیائی دیکھی تو برداشت نہ کر سکے اور کہا:

إِرْفَعْ قَضِيبَكَ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ فَوَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا غَيْرُهُ لَقَدْ رَأَيْتُ شَفَتَي رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهَا مَا لَا أُحْصِيهِ

(۷۲ مجلس، ص ۱۸۸)

"اے مرجانہ کے بیٹے! اپنی چھڑی حسینؑ کے ہونٹوں اور دانتوں سے اُٹھا لو۔ اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے رسولؐ خدا کو کئی مرتبہ ان لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے"۔

زید بن ارقم نے گریہ کرنا شروع کیا۔ ابن زیاد نے غصے میں آ کر کہا: خدا تجھے رُلائے تم اس لیے گریہ کر رہے ہو کہ ہمیں کامیابی ہوئی ہے۔ اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔ زید روتے ہوئے اٹھا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ (الاعلام، ص ۲۵۲۔ ارشاد شیخ مفید، ص ۲۴۳۔ اخبار الطوال دینوری، ص ۲۳۲۔ کامل بہائی، ص ۲۷۰)

به رخساری که پیغمبرؐ ببوسید مکرر حیدر صفدرؑ ببوسید
مزن با چوب خزران برلب او به پیش دختران و زینبؑ او
نمی بینی سکینہؑ هست ناظر علی بن الحسینؑ هست حاضر

"وہ رخسار جنہیں پیغمبرؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ نے کئی بار بوسے دیے۔ امام حسین علیہ السلام کی بہن اور بیٹیوں کے سامنے ان کے ہونٹوں پر بید کی چھڑی سے مت مارو۔ تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ سکینہؑ دیکھ رہی ہے اور ان کے بیٹے علی زین العابدینؑ بھی یہاں پر حاضر ہیں"۔

امام سجاد علیہ السلام کا ردِ عمل

جب ابن زیاد لعنۃ اللہ علیہ امام حسین علیہ السلام کے ہونٹوں اور دانتوں پر چھڑی سے مار رہا تھا تو حضرت امام سجاد علیہ السلام نے بلند آواز سے کہا: اے ابن زیاد! تم کیوں فرزندِ رسولؐ خدا کے لبوں اور دانتوں پر چھڑی سے مار رہے ہو؟

فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ أَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ ، قَالَ أَلَيْسَ

قَدْ قَتَلَ اللّٰهُ عَلِيَّ بنَ الحُسَينِ؟ فَقَالَ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ اللّٰهُ يَتَوَفَّى الانفسَ حِينَ مَوتِهَا

"ابن زیاد نے کہا: تم کون ہو؟ امام سجادؑ نے فرمایا: میں علی بن حسینؑ ہوں۔ اس نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے علیؑ بن حسینؑ کو کربلا میں قتل نہیں کیا؟ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا: اللہ ہی ہے جو روحوں کو موت کے وقت اپنی طرف بلا لیتا ہے"۔

ابن زیاد لعین غصے میں آ کر کہتا ہے: کیا تم میں اتنی جرأت ہے کہ میرے سامنے بول رہے ہو؟ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے"۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بھتیجے کو پکڑتے ہوئے فرمایا:

یَابنَ زِیَادٍ! حَسبُكَ مِن دِمَائِنَا وَاعتَنَقَتهُ وَقَالَت: وَاللّٰهُ لَا اُفَارِقُهُ فَاِنَّ قَتَلتَهُ فَاقتُلنِي مَعَهُ فَنظَرَ اِبنُ زِیَادٍ اِلَیهَا سَاعَةً (الاعلام طبری، ص۲۵۲)

"اے ابن زیاد! کیا تم نے جو ہمارے خون بہائے ہیں وہ کافی نہیں ہیں، کیا انہیں بھی قتل کرنا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم! میں ان سے ہرگز جدا نہیں ہوں گی۔ اگر تم انہیں قتل کرنا چاہتے ہو تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔ ابن زیاد لعنتی نے تھوڑی دیر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

میں اس رشتہ داری پر حیران ہوں، خدا کی قسم میں یہ گمان نہیں کرتا کہ زینبؑ کو ان کے ہمراہ قتل کر سکوں، پس اس نے انہیں چھوڑ دیا"۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا آتشین خطبہ کے کچھ فراز

حضرت زینب علیہا السلام نے ابن زیاد کے دربار میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے

اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

اَمَّابَعدُ! یَا اَھلَ الخَتلِ وَالغَدرِ وَالخذلِ وَالمَکرِ ، اَتَبکُونَ فَلَا رَقَاتَ الدَّمعَةُ

''اے دھوکے بازو اور عہد شکنو! اے خیانت کارو اور فریب کارو! کیا ہمارے دکھ میں گریہ کرتے ہو؟ پس تمہاری آنکھیں ہرگز آنسوؤں سے خشک نہ ہوں''۔ (مقتل ابی مخنف، ص۱۰۲)

اَلَاسَاءَ مَا قَدَّمَت لَکُم اَنفُسُکُم اَن سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیکُم وَفِی العَذَابِ اَنتُم خَالِدُونَ ، اَتَبکُونَ وَتَنحَبُونَ اَخِی ، اَجَل وَاللّٰهِ فَاَبکُوا اَحرِیَاءَ بِالبُکَاءِ فَابکُوا کَثِیرًا وَاَضحَکُوا قَلِیلًا ...... قُتِلَ سَلِیلُ خَاتَمِ النُّبُوةِ وَمَعدِنُ الرِّسَالَةِ وَسَیِّدُ شَبَابِ اَھلِ الجَنَّةِ (ترجمہ لہوف، ص ۷۱)

''آگاہ ہو جاؤ! تم لوگوں نے بہت بُرا ذخیرہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اُوپر غضب ناک ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے، اب تم لوگ میرے بھائی کے لیے گریہ وزاری کرتے ہو، خدا کی قسم! حق رکھتے ہو کہ گریہ کرو کیونکہ تم اس لائق ہو کہ گریہ کرو۔ زیادہ آنسو بہاؤ اور کم ہنسو۔ ہاں تم لوگوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو خاتم المرسلین کا فرزند، مرکزِ رسالت اور جوانانِ جنت کا سردار تھا''۔

کتاب ''احتجاج طبری'' کے مؤلف علامہ طبریؒ اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں: یہ وہ موقعہ تھا کہ جہاں پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی پھوپھی سے کہا کہ آپ خاموش ہو جائیں، اور ارشاد فرمایا:

اَنتِ بِحَمدِ اللّٰهِ عَالِمَةٌ غَیرُ مُعَلَّمَةٍ وَفَهِمَةٌ غَیرُ مُفَهَّمَةٍ

"اے پھوپھی جان! آپ ایسی عالمہ ہیں جس نے کسی اور سے نہیں پڑھا اور ایسی سمجھ دار اور فہیم ہیں کہ جس نے کسی غیر سے کچھ یاد نہیں کیا"۔ (نفس المهموم، ص ۲۴)

جناب سید بن طاؤس سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا خطبہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس وقت لوگوں کے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں، خواتین مٹی اٹھا اٹھا کر اپنے سروں میں ڈال رہی تھیں۔ بال کھولے ہوئے تھے، اپنے منہ نوچ رہی تھیں، اپنے رخساروں پر طمانچے مار رہی تھیں اور اس قدر گریہ کر رہی تھیں کہ ایسا گریہ آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ (تذکرۃ الشہداء، ص ۲۹۳)

یک طرف رخسارہ ها روشن زنور — سوی دیگر لشکری با چشم کور
می کند یک سو ملائک خادمی — سوی دیگر ننگ بود و خائنی
معنی صبر و شهامت زینبؑ است — پایه های استقامت زینبؑ است
خطبه او کار موسیٰؑ می کند — همچو عیسیٰؑ مرده را احیا می کند

"ایک طرف سے چمکتے ہوئے چہرے ہیں جبکہ دوسری طرف ایسا لشکر ہے جو کور چشم اور اندھا ہے۔
ایک طرف وہ ہیں جن کے نوکر ملائکہ ہیں اور دوسری طرف بے حیا اور خیانت کار افراد کا گروہ ہے۔
صبر و شجاعت کا معنی زینبؑ ہے اور استقامت و استقلال کا ستون محکم حضرت زینبؑ ہیں۔ ان کے خطبے نے حضرت موسیٰؑ جیسا کام کیا، انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی طرح مُردہ دلوں کو زندہ کیا"۔

حضرت اُم کلثوم علیہا السلام کا خطبہ

راوی کہتا ہے: حضرت اُم کلثوم بنت علی علیہ السلام نے بلند آواز سے گریہ کرتے ہوئے عماری میں سوار خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اے اہلِ کوفہ! تمہارا حال برا ہو، تم لوگوں نے کیوں حسینؑ بن علیؑ کو شہید کیا، جبکہ ان کے اموال لوٹ لیے، ان کی خواتین کو اسیر کیا ہے، اب ان پر کیوں رو رہے ہو؟

تمہارے اُوپر افسوس ہے، تم ہلاک و برباد ہو جاؤ، کیا تم جانتے ہو کہ تم لوگوں نے کتنا بڑا گناہ سرانجام دیا ہے، اور اپنی گردن پر کون سا گناہ ڈالا ہے، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم لوگوں نے کیسے کیسے خون بہائے ہیں، کن پردہ نشینوں کے پردے چھینے ہیں اور کن مخدرات کے زیور لوٹے ہیں؟

تم لوگوں نے اس ہستی کو قتل کیا ہے کہ رسولؐ خدا کے بعد کوئی بھی اس مرتبہ پر فائز نہیں ہے، تمہارے دلوں سے رحم اُٹھ چکا ہے۔ جان لو کہ خدا کے نیک بندے ہی کامیاب ہیں اور شیطان کے پیرو گھاٹے میں ہیں۔ (ترجمہ لہوف، ص ۸۷۔ احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۲۸)

کوفہ میں حضرت امام سجاد علیہ السلام کا خطبہ

أَيُّهَا النَّاسُ مَن عَرَفَنِي فَقَد عَرَفَنِي وَمَن لَم يَعرِفنِي فَاَنَا أُعَرِّفُهُ بِنَفسِي اَنَا عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ بن عَلِيِّ بنُ اَبِي طَالِبٍ ، اَنَا ابنُ مَن انتُهِكَت حُرمَتُهُ وَسُلِبَت نَعِيمُهُ وَانتُهِبَت مَالُهُ وَسُبِيَ عِيَالُهُ

"اے کوفہ والو! جو مجھے جانتا ہے، سو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا ہے میں اسے اپنا تعارف کرواتا ہوں۔ میں علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی عزت و حرمت کا ان لوگوں نے لحاظ نہ رکھا، اُن کے اموال لوٹ لیے اور اُن کے اہلِ بیتؑ کو قیدی بنا لیا"۔

وَاَنَا ابنُ المَذبُوحِ بِشَطِّ الفُرَاتِ مِن غَيرِ ذَحلٍ وَلَا تُرَاثٍ، اَنَا ابنُ مَن قُتِلَ صَبرًا وَكَفٰى بِذَلِكَ فَخرًا (ترجمہ لہوف،

ص ۸۷۔ احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۲۷)

"میں اس کا بیٹا ہوں جسے نہر فرات کے کنارے ذبح کیا گیا بغیر قصاص و میراث کے، میں اس کا بیٹا ہوں جسے قتل کیا گیا صبر یعنی سخت وزحمت سے، ہمارے لیے یہی افتخار کافی ہے"۔

هَيهَاتَ هَيهَاتَ اَيُّهَا الغَدَرَةُ المَكَرَةُ ، حِيلَ بَينَكُم وَبَينَ شَهَوَاتِ اَنفُسِكُم اَتُرِيدُونَ اَن تَأتُوا اِلَيَّ كَمَا اَتَيتُم اِلَى آبَائِي مِن قَبلُ (ترجمہ لہوف، ص ۷۹)

"حیف صد حیف! اے حیلہ گر غدارو! تمہارے اندر مکر وفریب کے سوا کچھ نہیں ہے، کیا تم ہمارے ساتھ وہی کچھ کرنا چاہتے ہو جو کچھ تم لوگوں نے ہمارے آباء کے ساتھ کیا"۔

خدا کی قسم! ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ ابھی میرے وہ زخم نہیں بھرے ہیں جو میرے بابا اور ان کے اہلِ بیتؑ کو قتل کرنے سے میرے دل پر لگے ہیں۔ ابھی تک اپنے جدِ امجد رسولِؐ خدا، میرے پدر بزرگوارؑ اور بھائیوںؑ کا دکھ نہیں بھولا ہوں۔ ان کی تلخی ابھی تک ختم نہیں ہوئی۔ میرا گلا رندھ چکا ہے اور ان کی مصیبت میرے دل میں سیلاب کی مانند جاری ہے۔

حضرت سید الشہداءؑ کا سرِ مبارک راہب کا مہمان

اکثر شیعہ وسنّی مورخین نے نقل کیا ہے کہ جب ابن زیاد کا لشکر دیر راہب کے پاس پہنچا تو ان لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس کو ایک صندوق میں رکھا، قطب راوندی اور ابن جوزی کے مطابق، ان لوگوں نے سر مبارک کو نیزے پر بلند کیا اور اس کی حفاظت کے لیے اس کے اردگرد بیٹھ گئے۔ رات کا کچھ ہی حصہ گزرا تھا کہ اچانک دیوار سے ایک ہاتھ باہر آیا اور دیوار پر آہنی قلم کے ساتھ خون سے یہ شعر لکھا:

أَتَرجُو أُمَّةٌ قَتَلَت حُسَيناً   شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَومَ الحِسَابِ

''کیا وہ اُمت جس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا، روزِ قیامت ان کے جدِّ بزرگوار سے شفاعت کی اُمید رکھتی ہے؟''

وہی ہاتھ دوبارہ برآمد ہوا اور دوسرا شعر تحریر کیا:

فَلَا وَاللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ شَفِيْعٌ وَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْعَذَابِ

''خدا کی قسم! ان (قاتلینِ حسینؑ) کے لیے کوئی بھی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا بلکہ وہ روزِ قیامت عذاب میں ہوں گے''۔

تیسری مرتبہ پھر وہی ہاتھ برآمد ہوا، جب ان لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا تو وہ غائب ہوگیا، اور کچھ لکھا جس کا مطلب یہ ہے:

قَدْ قَتَلُوا الْحُسَيْنَ بِحُكْمِ جَوْرٍ وَخَالَفَ حُكْمُهُمْ حُكْمَ الْكِتَابِ

''کس طرح پیغمبرؐ خدا، اِن لوگوں کی شفاعت کریں حالانکہ انہوں نے ان کے فرزندِ عزیز کو ظالم کے حکم سے قتل کیا، ان (رسولِؐ خدا) کے اور حکمِ خدا کی مخالفت کی ہے''۔ (بیت الاحزان قمی، ص ۲۶۶۔ بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۱۸۵)

راھب کا امام حسینؑ پر گریہ کرنا

آدھی رات کا وقت تھا کہ راھب کے کان میں ایک آواز آئی، اس نے غور سے سنا تو وہ تسبیح و تقدیس کی آواز تھی، اس نے اُٹھ کر اپنے عبادت خانے کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو اس نے دیر کی دیوار کے ساتھ رکھے ہوئے صندوق سے نور کی شعاعیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہوئی دیکھیں اور دیکھا کہ آسمان سے فرشتے گروہ در گروہ نازل ہو رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْكَ۔

راھب یہ صورت حال دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ گریہ کرتے کرتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔ جب رات کی تاریکی چھٹی اور صبح کی پو پھوٹی تو راھب اپنی عبادت گاہ سے باہر آیا اور لشکریوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں کا بزرگ اور رئیس کون ہے؟ انہوں نے کہا: خولی اصبحی۔

وہ راہب خولی کے پاس آ کر پوچھتا ہے: اس صندوق میں کیا چیز رکھی ہوئی ہے؟ اس لعین نے کہا: یہ ایک ایسے شخص کا سر ہے جس نے عراق میں عبیداللہ بن زیاد کے خلاف خروج کیا تھا اور اب قتل ہو گیا ہے۔

راہب نے کہا: کچھ دیر کے لیے یہ سر میرے حوالے کر دیں، میں تمہیں واپس کر دوں گا۔

اس نے کہا: یہ سر صرف یزید بن معاویہ کے سامنے ہی اس صندوق سے باہر نکالوں گا تا کہ اس سے انعام پاؤں۔

راہب نے کہا: تمہارا انعام کیا ہے؟ اس نے کہا: ایک تھیلی جس میں ۱۰ ہزار درہم ہوں۔

راہب نے اسے ۱۰ ہزار درہم دیئے، خولی نے وہ سر اقدس ایک گھنٹے کے لیے راہب کے حوالے کیا۔ (اسرار الشہادۃ، ص ۴۹۳)

شاید راہب نے یہ پوچھا ہو کہ اے بدن سے جدا سر! تو کون ہے؟ تیرا تعلق کس خاندان سے ہے؟ ذرا اپنا تعارف کرواتو امام علیہ السلام نے اپنا تعارف یوں کروایا:

راهبا من زادهٔ پیمبرم مهمان این گروه

گر خبر جوئی ز من اے غم نصیب باش آگه من غریبم ... ب

رحم ننمودند بر احوال من آب را بستند بره اطفال من

"اے راہب! میں پیغمبر کا بیٹا ہوں اور اس کافر گروہ کا مہمان ہوں۔
اے دکھی انسان! اگر تو میرے بارے میں جاننا چاہتا ہے تو یہ سمجھ کہ
میں ایک غریب اور مسافر ہوں۔ ان لوگوں نے میرے حال پر رحم
نہیں کیا اور میرے بچوں پر پانی بند کیا ہے"۔

پس راہب اس سر کو اپنی عبادت گاہ میں لے گیا، اسے عرقِ گلاب سے غسل دیا۔ مشک و کافور کی خوشبو لگائی، اپنے سجادے پر رکھا اور آہ و فریاد کرتے ہوئے اس سر اقدس سے عرض کیا: خدا کی قسم! میرے لیے کتنی مشکل گھڑیاں ہیں کہ میں کربلا میں نہیں تھا، اور اپنی

جان آپؑ پر فدا نہ کرسکا۔

اے ابا عبداللہ الحسینؑ! جب اپنے جد بزرگوار سے ملاقات کریں تو اس بات کی گواہی دینا کہ میں نے کلمۂ شہادت پڑھا ہے اور آپؑ کے حضور اسلام قبول کیا ہے، اس کے بعد کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ

اس کے بعد راہب نے وہ سرِ اقدس ان لوگوں کو واپس دے دیا۔ (منتہی الآمال، ص ۲۲۵، ۲۲۸۔ مناقب، ج ۴، ۶۷۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۸۵-۱۸۶)

اہلِ بیتؑ کا شام میں داخلہ

کامل بہائی میں مذکور ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ اور ان کے سر دمشق پہنچے تو انہیں تین دن تک دروازۂ شام پر روکے رکھا تا کہ شہر کی سجاوٹ کرسکیں۔ شہر شام کو اس طرح سے سجایا گیا کہ آج تک کسی نے اس طرح کا سجا ہوا شہر نہیں دیکھا ہوگا۔ (کامل بہائی، ص ۲۷۳)

اس کے بعد ایک ہزار مرد و زن ڈھولک پر رقص کرتے ہوئے، جبکہ امراء ہزاروں کی تعداد میں جوان لڑکے لڑکیوں کے ہمراہ طبل، بات، بگل، طنبور اور ڈھولک بجاتے ہوئے آئے۔ تمام شامی رنگا رنگ لباس پہنے اور خضاب و سرمہ لگائے اپنے آپ کو مزین کیے ہوئے تھے۔ یہ بدھ اور ربیع الاول کی ۱۶ تاریخ تھی۔ شہر سے باہر لوگوں کی اس قدر بھیڑ تھی کہ محشر برپا تھا اور لوگ سمندر کی امواج کی مانند اِدھر سے اُدھر آ جا رہے تھے۔

زنان و کودکان در شام بردند ۔۔۔ بہ نزد دشمنِ اسلام بردند
بہ نوک نیزہ سرہای و شہیدان ۔۔۔ میان محملانِ ھمگام بردند
چہ سرہای کہ از جسم شہیدان ۔۔۔ پیام خون در این ایام بردند
بہ روی خارھا منزل بہ منزل ۔۔۔ بہ سوی شامیانِ ایتام بردند

"خواتین اور بچوں کو دشمن اسلام (یزید) کے پاس شام لے گئے۔
شہیدوں کے سرنیزوں پر بلند اور مخدرات کو محملوں میں باہم لے
گئے۔ یہ کیسے سر ہیں کہ شہیدوں کے جسموں سے ان دنوں خون کا
پیغام لے گئے ہیں۔ یتیموں اور بے کسوں کو کانٹوں پر منزل بہ منزل
سفر کرواتے ہوئے شام لے گئے ہیں"۔

یہ اسیروں کا قافلہ جب پہلے دن شہر شام میں داخل ہوا تو لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے بڑی مشکلوں سے ظہر کے وقت یزید لعین کے دربار تک پہنچا۔ انہیں مسجد کی سیڑھیوں پر روک دیا گیا۔

شامیوں نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟

حضرت سکینہؑ بنت حسینؑ نے کہا: ہم آل محمدؐ ہیں کہ جنہیں اسیر بنا کر یہاں لایا گیا ہے۔ (نفس المہموم، ص ۳۷۲۔ قیامِ حق، ج ۱، ص ۳۸۳)

سید بن طاؤس کہتے ہیں: جب اسیروں کا یہ قافلہ دمشق کے نزدیک پہنچا تو حضرت اُم کلثومؑ نے شمر لعین سے کہا:

اے شمر! جب تو ہمیں شام شہر میں داخل کرنا چاہے تو اس دروازے سے لے جانا جس پر بھیڑ کم ہو اور تماشا گر تھوڑے ہوں اور اپنے سپاہیوں کو یہ حکم دو کہ شہداءؑ کے سر محملوں سے دُور لے جائیں تاکہ لوگ شہداءؑ کے سروں کی طرف متوجہ ہوں اور ہماری طرف کم نگاہ کریں۔

چونکہ شمر باطنی طور پر خبیث تھا اس نے اپنے خبث باطنی کی بناء پر حضرت اُم کلثومؑ کی خواہش کے خلاف سپاہیوں کو حکم دیا کہ شہداءؑ کے سروں کو محملوں کے قریب رکھا جائے۔ پس ان خبیثوں نے ایسی صورت حال میں قافلے کو دروازۂ دمشق سے گزارا اور بازار سے ہوتے ہوئے جامع مسجد کے دروازے کے پاس لے گئے جہاں پر قیدیوں کو روکا جاتا تھا۔ (ترجمہ لہوف، ص ۱۸۴۔ نفس المہموم، ص ۳۷۱)

حاملِ مرحبتِ عرش مدینہ آیا — دیکھ اے روزِ سیہ! نورِ شبینہ آیا
ہر قدم پاؤں کی زنجیر اذاں دیتی ہے — زینِ دیں، زینِ حرم، زینِ مدینہ آیا
صبحِ تسلیم نما شام کے بازار میں ہے — آیۂ نور لیے دیدۂ بینا آیا
قریہ قریہ فقط اک شور بپا ہے خالد — اے دمشق اُٹھ ترے گھر چل کے مدینہ آیا
خالد آزادیٔ آدم، شرفِ انسانی — وہ چھڑانے کبھی املاک غنیمہ آیا
اِک سرِ نوکِ سناں، دوسرا زنجیر بہ پا — بربریت میں بھی ترتیب قرینہ آیا

(خالد احمد)

کتاب ''محرق القلوب'' میں مذکور ہے کہ یزید پلید کا دربار سجا ہوا تھا اور وہ سر پر وزرویاقوت سے مزین تاج پہنے تخت نشین تھا۔ اُس نے امرائے شام کو بھی دربار میں بلایا ہوا تھا۔ اس لعین نے حکم دیا کہ شہداء کے سروں کو اسیروں کے ہمراہ دربار میں پیش کیا جائے۔ جب سروں کو دربار میں لایا گیا تو حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا سرِ مبارک مسلسل یہ کہہ رہا تھا: لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

وہاں پر موجود لوگوں میں سے اکثر نے یہ کلمات سنے۔ ایک شخص آنحضرتؑ کے سر کے پاس گیا تو سرکار سید الشہداء علیہ السلام نے نہایت فصیح زبان (الہام ترجمان) میں فرمایا: ''میرا امر (یعنی میرا واقعہ) اصحابِ کہف کے واقعہ سے عجیب تر ہے''۔

یزید ملعون نے سونے کا طشت طلب کیا اور حکم دیا کہ آنحضرتؑ کا سرِ مبارک اس میں رکھا جائے۔ نیز باقی شہداء کے سروں کو بھی تخت کے سامنے رکھا جائے۔ اس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ اہلِ بیت حسینؑ کو لایا جائے۔ حضرت زین العابدین علیہ السلام کے گلے میں طوق، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ بیمارِ کربلاؑ، بی بی زینب عالیہؑ، معصومہ سکینہؑ اور دیگر مخدرات کو ایک ہی رسی کے ساتھ اس طرح قید کیا ہوا تھا کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو کھینچتے تو باقی تمام اس کے اُوپر گر جاتے۔ اگر ان میں کوئی ایک راستہ چلنے میں سستی کرتا تو اس پر تازیانے برسائے جاتے۔ (محرق القلوب، ص ۲۰۳-۲۰۴)

راوی کہتا ہے کہ جب اسیروں کا یہ پابندِ رسن قافلہ یزید کے دربار میں اس کے تخت کے سامنے لایا گیا تو امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

اے یزید! میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر رسولؐ خدا ہمیں اس حالت میں دیکھیں تو تمہارا کیا خیال ہے (کہ وہ کیا کہیں)؟ یزید نے حکم دیا کہ رسیاں کھول دی جائیں۔ سپاہیوں نے حکم سنتے ہی رسیاں کاٹ دیں۔ (ترجمہ ملہوف علی قتل الطفوف، ص ۱۸۶)

کجا بُردند فرزندانِ دین را	بیآزردند زین العابدینؑ را
همه نامحرمان در بزمِ دشمن	بیآوردند آلِ طاہرینؑ را
طنابی بستہ بر بازوی زینبؑ	پریشان کردہ بود آن نازنین را
یزیدی کہ غرور او را گرفتہ	چنان کوبید، زینبؑ آن لعین را
کشید اعماق جانش را بہ آتش	ز عنوان کلامی آتشین را
همہ فریاد شان تحسین بر انگیز	بگفتند آفرین، شور آفرین را

"فرزندانِ دین کو کہاں لے گئے، ان لوگوں نے امام زین العابدینؑ کو بہت ستایا۔ دشمن کی بزم میں سب نامحرم تھے، ان کے سامنے آلِ اطہارؑ کو لایا گیا۔

ان لعینوں نے دخترِ زہراؑ، ناز و نعم کی پروردہ بی بیؑ کے ہاتھوں کو رسیوں سے باندھ کر انہیں پریشان کیا۔

یزید لعین جو غرور کے نشے میں مست تھا، حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس لعین کو اس قدر جھنجھوڑا کہ اس کا نشہ ہوا ہو گیا۔

دخترِ علیؑ کے آتشیں کلام نے اس کے دل کی گہرائیوں تک اس کی جان کو جلا ڈالا۔ تمام حاضرین بلند آواز سے دادِ تحسین دے رہے تھے اور بار بار آفرین آفرین کہہ رہے تھے"۔

طشتِ طلا میں سر ہے امامِ حسینؑ کا

عَنْ مُحَمَّدِ بنِ الحُسَينِ بنِ عَلِي عليه السلام قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى يَزِيدَ وَنَحنُ اِثْنٰى عَشَرَ غُلَامًا وَكَانَ اَكبَرُنَا عَلِيَّ بنَ الحُسَينِ مُغَلَّلِينَ فِي الجَوَامِعِ ، وَعَلَينَا قُمُصٌ ، فَقَالَ: لَا عُلِمتُ بِخُرُوجِ اَبِي عَبدِاللهِ حُسَينَ خَرَجَ وَبِقَتلِهِ حُسَينَ قُتِلَ (قمقام، ج ۲، ص ۵۶۰۔ عقد الفرید ابن عبدربہ، ج ۴، ص ۳۸۲)

''محمد بن حسین بن علیؑ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم یزید کے پاس گئے تو ہم بارہ قیدی تھے۔ علی بن حسین علیہما السلام ہم سے بڑے تھے، ان کی گردن میں طوق تھا، ہم نے صرف ایک ایک پیراہن پہنا ہوا تھا، جب ہمیں یزید کے سامنے لے گئے تو اس نے کہا: میں ابی عبداللہ کے خروج اور قتل سے آگاہ نہ تھا''۔

منکر جاتے ہیں قاتل قتل کر کے

کتاب قمقام کا مؤلف لکھتا ہے: یزید نے حکم دیا کہ خواتین اور بچوں کو تخت کے پیچھے بٹھایا جائے تاکہ وہ یزید کے سامنے امام حسین علیہ السلام کا رکھا ہوا سر نہ دیکھیں۔ جب جناب زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بھائی کا سر طشت میں رکھا ہوا دیکھا تو گریہ کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا:

وَاحُسَينَاهُ يَابنَ المُصطَفٰى ''ہائے حسینؑ، ہائے فرزندِ مصطفیٰؐ''۔

عقیلہ بنی ہاشم کا گریہ اس قدر دل سوز اور جاں گداز تھا کہ دربار یزید میں موجود ہر شخص کی آنکھیں برسنے لگیں اور خود وہ ملعون سر نیچے جھکائے بیٹھا تھا کہ اچانک اُس ملعون کے گھر سے ایک ہاشمی خاتون کے رونے کی آواز اور فریاد وفغاں سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی:

يَاحُسَينَاهُ يَاسَيِّدَ اَهلِ بَيتَاهُ يَامُحَمَّدَاهُ ...... يَاقَتِيلَ اَولَادِ الاَدعِيَاءِ

یہ نوحہ سن کر حاضرین پھر رونے لگے۔ یزید ملعون نے ان کے گریہ و زاری اور وَاحُسَیْنَاہ کی صدائیں سنیں تو انہیں سرزنش اور طنز و ملامت کرتے ہوئے کہنے لگا:

يَا صَيحَةً تُحمَدُ مِن صَوائِحِ   مَا اَهوَنَ المَوتُ عَلَى النَّوائِحِ

"ان لوگوں کی آواز کتنی اچھی ہے، عزیزوں کی موت عورتوں کے لیے نوحہ و گریہ کو کس قدر آسان کر دیتی ہے"۔

یزید پلید کے ہاتھ میں بید کی ایک چھڑی تھی، اس نے سیدالشہداء علیہ السلام کے ہونٹوں اور دانتوں کی طرف اس کے ساتھ اشارہ کیا (یعنی اہانت کی)۔ (محرق القلوب، ص۴۰۴۔ تتمام، ج ۲، ص ۵۶۰-۵۶۱)

بر این لب ها پیغمبر بوسید   مزن ہرگز تو چوب خیز ران را
نبی بنی گر زینبؑ نشستہ   مزن دیگر کنون بردار آن را
پدر را کی زدہ درپیش دختر؟   مگر تو نشنوی آہ و فغان را
چہ کسی این سان کند مہمان نوازی   چہ کس اینگو نہ کشتہ مہمان را

"ان ہونٹوں کا تو پیغمبرؐ خدا بوسہ لیتے تھے ان پر بید کی چھڑی سے مت مار۔ تم نہیں دیکھ رہے کہ زینب کبریٰؑ سامنے بیٹھی ہوئی ہیں، ان کے سامنے تو ان کے بھائی کو مت مار۔

بیٹی کے سامنے باپ کو کون مارتا ہے؟ کیا تمہیں آہ و بکا کی صدائیں نہیں آ رہی ہیں؟

آج تک کسی نے اس طرح سے مہمان نوازی کی ہے اور کس نے اس طرح سے مہمان کو قتل کیا ہے؟"

بوسہ گاہ سرور اکرمؐ پہ بید
کیا یہی اجرِ مودت رہ گیا؟
(مظہر)

سرِ مبارک سید الشہداءؑ کا معجزہ

یہ قصہ شہادت کا رقم یوں نہیں ہوتا
یہ سر ہے کسی شاہ کا خم یوں نہیں ہوتا
ہم اور بھی سر پیش کریں گے سرِ مقتل
اُونچا یہ حسینؑ کا علَم یوں نہیں ہوتا
(عبدالغنی عاصم)

یہودیوں کا سردار رأس الجالوت جب دربار یزید میں داخل ہوا تو اس نے یزید کے سامنے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا کٹا ہوا سر دیکھا تو اُس نے سوال کیا: یہ سر کس کا ہے؟

یزید نے کہا: یہ حسینؑ کا سر ہے۔

رأس الجالوت نے پوچھا: ان کی ماں کا کیا نام ہے؟

یزید ملعون نے جواب دیا: فاطمہ بنت محمد مصطفیؐ۔

اس نے پھر سوال کیا کہ یہ کس وجہ سے قتل ہوئے ہیں؟

یزید نے کہا: عراقیوں نے انہیں خطوط لکھ کر دعوت دی تھی کہ آئیں اور ہمارے خلیفہ بنیں۔ لیکن میری طرف سے مقرر کردہ حاکم عبیداللہ بن زیاد نے اسے قتل کر دیا ہے۔

رأس الجالوت نے کہا: جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے فرزند ہیں، بس ان سے زیادہ خلافت کا حقدار کون ہوسکتا ہے؟

یزید نے کہا: کیوں کفر بول رہے ہو؟

رأس الجالوت نے کہا: میرے اور میرے جدِ اوّل حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ۱۰۳ پشتوں کا فاصلہ ہے، اس کے باوجود تمام یہودی میرا بے حد احترام کرتے ہیں۔ میری رضا کے بغیر شادی نہیں کرتے ہیں، وہ میرے پاؤں کی مٹی بطور تبرک اُٹھاتے ہیں لیکن تمہارا پیغمبر تو کل تک تمہارے درمیان موجود تھا اور آج تم نے اُس کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے، پس تم بھی برباد ہو جاؤ اور تمہارا دین بھی تباہ ہو جائے۔ (عقد الفرید، ج ۴، ص ۳۸۳)

یزید نے کہا: اگر رسولؐ خدا کا یہ فرمان کہ آپؐ نے فرمایا: جو کوئی بھی کسی ایسے شخص کو قتل کرے جس نے اسلام کی پناہ لی ہو، میں قیامت کے دن اس کا دشمن ہوں گا۔ ہم تک نہ پہنچا ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس بدتمیزی پر قتل کر دیتا۔

رأس الجالوت نے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے سرِ مبارک کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا: اے ابا عبداللہؑ! اپنے جدِ امجد کی خدمت میں گواہی دینا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔

یزید نے کہا: اب تم اپنے دین سے خارج ہو کر دین اسلام میں داخل ہو گئے ہو، ہمیں تم سے نفرت ہے اس کے بعد اس لعین نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔
(مقتل ابی مخنف، ص ۱۲۸)

فراق جسم کے بعد بھی وہ لوگ زندہ ہیں
دعائیں دی ہیں جن کو مادرِ شبیرؑ و شبرؑ نے
(تجس رضوی اعجازی)

امام حسینؑ کے غم میں جاثلیق

ڈھالتی رہتی ہے سورج آج بھی
تابشِ عشق فراوانِ حسینؑ

إِذَا دَخَلَ عَلَيْهِ جَاثَلِيقُ النَّصَارٰى وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا ، فَنَظَرَ إِلٰى رَأْسِ الْحُسَيْنِ وَقَالَ: مَا هٰذَا أَيُّهَا الْخَلِيفَةُ؟ فَقَالَ: هٰذَا رَأْسُ الْحُسَيْنِ بن عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ وَأُمُّهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ

''نصاریٰ کا سردار جاثلیق جو کہ بوڑھا ہو چکا تھا، یزید کے دربار میں آیا تو اس نے امام حسین علیہ السلام کے سر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: اے خلیفہ! یہ کیا ہے؟ یزید نے کہا: یہ حسینؑ بن علیؑ بن ابی

طالبؑ کا سر ہے اور اس کی ماں کا نام فاطمہ بنت رسولؐ اللہ ہے"۔

جاثلیق نے کہا: فَبِمَ استوجَبَ القتلَ ؟ یہ کس وجہ سے قتل ہوا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ عراقیوں نے اسے اپنا خلیفہ بنانے کے لیے دعوت دی تھی لیکن میری طرف سے مقرر کردہ حاکم عبیداللہ بن زیاد نے اسے قتل کیا ہے اور اس کا سر میرے پاس بھیج دیا ہے۔

جاثلیق نے کہا: اے یزید! میں ابھی ابھی اپنے حجرے میں سویا ہوا تھا، کہ میں نے خواب میں ایک بلند آواز سنی۔ میں نے دیکھا تو سورج کی مانند درخشاں ایک نوجوان اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ آسمان سے اُترا، میں نے ان میں کسی ایک سے پوچھا: یہ کون ہیں؟

اس نے کہا: یہ رسولؐ خدا ہیں، فرشتے انھیں ان کے بیٹے امام حسینؑ کی شہادت پر تعزیت پیش کر رہے ہیں۔

جاثلیق نے یزید سے کہا: تم برباد ہو جاؤ، یہ سر اپنے سامنے سے اُٹھوا دو ورنہ خداوند متعال تمھیں نابود کر دے گا۔

تعزیتِ حسینؑ فرشتوں کی رسم ہے
ہم بھی غمِ حسینؑ میں زندہ ہیں اس لیے

جاثلیق کا اسلام قبول کرنا

یزید نے کہا: تم ہمارے لیے یہ جھوٹا خواب نقل کر رہے ہو، ساتھ ہی اُس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے پکڑ کر لے جاؤ اور اس کی پٹائی کرو۔ غلام جاثلیق کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور اُسے بہت مارا پیٹا۔ جاثلیق نے اپنا رخ امام حسین علیہ السلام کی طرف کیا اور بلند آواز سے کہا:

اے ابا عبداللہ الحسینؑ! میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے، اور اس بات کی (بھی) گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ یزید غصے میں آپے سے باہر ہو کر کہنے لگا: اس کی

روح اس کے بدن سے جدا کردو۔

جاثلیق کے لیے نورانی تاج کا تحفہ

جاثلیق نے کہا: خواہ مجھے مار یا نہ مار، میرے سامنے پیغمبر اکرم کھڑے ہیں، ان کے دستِ مبارک میں نورانی تاج اور پیراہن ہے، وہ مجھے فرما رہے ہیں کہ تمہارے اور یہ نورانی تاج سر پر رکھنے اور نورانی قمیص زیب تن کرنے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے کہ تم دنیائے فانی کو الوداع کہہ دو۔ (مقتل ابی مخنف، ص۱۲۸-۱۲۹)

اسلام جب قبول کیا جاثلیق نے
نورانی تاج لے کے نبی پاکؐ آ گئے
(مظہرؔ)

قرآن کا عکاس تھا ہر خطبۂ سجادؑ

خطبہ ای در شام عنوان می کنم — دشمن از کارش پشیمان می کنم
چہرۂ بیداد را افشا کنم — یاری از خونِ شہیدان می کنم
گرچہ دستم بستہ، غل در گردنم — دستگیری از یتیمان می کنم
بابیانِ خطبۂ پُرشور خود — منعکس آیاتِ قرآن می کنم
عہد و پیان بستہ ام در راہِ حق — در رہش ترک سروجان می کنم

"میں دربار شام میں ایسا خطبہ دوں گا کہ دشمن اپنے کیے پر پشیمان ہوگا۔ ظالم وستم گر کا چہرہ سب کے سامنے ظاہر کروں گا اور شہدائے کربلا کے خون سے وفاداری کروں گا۔ اگرچہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گردن میں طوق ہے، بہرحال میں یتیموں کی حمایت و مدد کروں گا۔
میں اپنے پُر صلابت خطبے کے اندر قرآنی آیات کو منعکس کروں گا۔
میں نے راہِ حق پر چلنے کا عہد وپیان باندھا ہے، اس راستے میں

سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا"۔

راوی کہتا ہے: یزید نے کسی خطیب کو حکم دیا کہ منبر پر جا کر حسینؑ اور اس کے باپ کے بارے میں نامناسب الفاظ کہے، پس خطیب منبر پر گیا۔ خدا کی حمد و ثناء کے بعد اس نے ان دونوں عظیم ہستیوں پر سب و شتم شروع کی اور یزید و معاویہ کی تعریف کے پل باندھے اور ہر اچھائی کی نسبت ان دونوں کی طرف دی۔

شکست و فتح کے معنی بدل گئے

اس وقت حضرت امام سجاد علیہ السلام نے بلند آواز سے کہا: اے خطیب! برباد ہو جاؤ، تم نے اللہ تعالیٰ کا غضب اس کی مخلوق کی خوشنودی کے لیے خریدا ہے۔ پس تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: اے یزید! مجھے منبر پر جانے دو تا کہ میں ایسی گفتگو کروں جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو اور حاضرین مجلس اس کو سن کر ثواب حاصل کریں۔

یزید اس بات پر راضی نہ ہوا کہ امام سجادؑ منبر پر جا کر کچھ گفتگو کریں۔

لیکن لوگوں نے کہا: اے امیر المومنینؑ! اسے منبر پر جانے دو یہ نوجوان لڑکا ہے، کیا کر سکتا ہے؟

یزید نے کہا: (تمہیں معلوم نہیں) اس خاندان کے بچے کو علم کی گھٹی کھلائی جاتی ہے۔ شامیوں کے اصرار پر یزید نے شاہ ولایت کے پوتے کو منبر پر جانے کی اجازت دی۔

امام سجاد علیہ السلام منبر پر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد خطبہ پڑھا۔ لوگوں کی آنکھیں برسنے لگیں اور دلوں میں خوف پیدا ہوا، اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ اُعطِینَا سِتًّا وَفُضِّلنَا بِسَبعٍ : اُعطِینَا العِلمَ وَالحِلمَ وَالسَّمَاحَةَ وَالفَصَاحَةَ وَالشُّجَاعَةَ وَالمَحَبَّةَ فِی قُلُوبِ المُؤمِنِینَ وَفُضِّلنَا بِاَنَّ مِنَّا النَّبِیُّ المُختَارُ مُحَمَّدٌ وَمِنَّا اَسَدُ رَسُولِهٖ هٰذِهٖ وَمِنَّا الصِّدِّیقُ وَمِنَّا سِبطَا هٰذِهٖ

الاُمَّۃِ مَن عَرَفَنِی فَقَد عَرَفَنِی وَمَن لَم یَعرِفنِی اَنبَأتُہٗ بِحَسَبِی وَنَسَبِی ، اَیُّھَا النَّاسُ اَنَا ابنُ مَکَّۃَ وَمِنٰی (احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۳۳۔ نواسخ التواریخ، ج ۳، ص ۱۶۲۔ نفس المھموم، ص ۲۸۵۔ دمع السجوم، ص ۲۶۱۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۶۹۔ تسلیۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۹۳)

''اے لوگو! ہمیں چھ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں (جو عام لوگوں کو بہت کم دی گئی ہیں) اور سات چیزوں کی وجہ سے ہمیں فضیلت دی گئی (جو ہمارے علاوہ کسی اور کو نہیں دی گئیں) وہ چھ چیزیں یہ ہیں:

① علم ② بردباری ③ سخاوت ④ فصاحت ⑤ شجاعت ⑥ مومنین کے دلوں میں ہماری محبت اور وہ سات چیزیں جن کی وجہ سے ہمیں دوسرے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے وہ یہ ہیں:

① نبی مختار محمدؐ ہم سے ہیں ② رسولؐ خدا کا شیر ہم سے ہے ③ صدیق (جو سب سے پہلے رسول پر ایمان لائے، علی علیہ السلام) ہم میں سے ہیں ④ اللہ کا شیر ہم سے، ⑤ اس اُمت کے دو فرزند (حضرت امام حسنؑ ، حضرت امام حسینؑ) ہم سے ہیں ⑥ جو ہمیں جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا، اسے میں اپنے حسب و نسب کے بارے میں بتاتا ہوں کہ ⑦ مکہ و منیٰ کا فرزند میں ہوں''۔

اندھیروں میں اُجالا چاہتا ہوں

اَنَا ابنُ زَمزَمَ وَالصَّفَا ، اَنَا ابنُ مَن حَمَلَ الزَّکَاۃَ بِاَطرَافِ الرِّدَاءِ ، اَنَا ابنُ خَیرِ مَنِ ائتَزَرَ وَارتَدٰی ، اَنَا ابنُ خَیرِ مَنِ انتَعَلَ وَاحتَفٰی ، اَنَا ابنُ خَیرِ مَن طَافَ وَسَعٰی ، اَنَا ابنُ خَیرِ مَن حَجَّ وَلَبّٰی ، اَنَا ابنُ مَن حُمِلَ عَلَی البُرَاقِ فِی

الهَوَاءِ ، اَنَا ابنُ مَن اُسرِیَ بِہٖ مِنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصٰی ، اَنَا ابنُ مَن بَلَغَ جِبرَئِیلَ اِلٰی سِدرَۃِ المُنتَھٰی اَنَا ابنُ مَن دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنٰی ، اَنَا ابنُ مَن صَلّٰی بِمَلَائِکَۃِ السَّمَاءِ ، اَنَا ابنُ مَن اَوحٰی اِلَیہِ الجَلِیلُ مَا اَوحٰی ، اَنَا ابنُ مُحَمَّدٍ المُصطفٰی (مقتل ابی مخنف، ص ۱۲۹-۱۳۰)

"زمزم وصفا کا فرزند میں ہوں، میں ان کا بیٹا ہوں کہ جو اپنی ردا میں زکوٰۃ اُٹھا کر فقیروں کے لیے لے جائے۔ میں ان کا فرزند ہوں جو بہترین لباس اور ردا پہنتے ہیں۔ میں ان کا بیٹا ہوں جو نعلین پہن کر اور ننگے پاؤں چلنے میں سب سے اچھے ہیں۔ میں ان کا بیٹا ہوں جو بہترین حج ادا کرنے اور لبیک کہنے والے تھے۔ میں ان کا بیٹا ہوں جنہیں براق پر سوار کر کے فضا میں لے جایا گیا۔ میں ان کا بیٹا ہوں جنہیں مسجد الحرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی۔ میں ان کا بیٹا ہوں جنہیں جبرئیلؑ سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ میں ان کا بیٹا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے اس قدر قریب ہوئے کہ قوسین یا اس سے کم فاصلہ تھا۔ میں ان کا بیٹا ہوں جن پر آسمان کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، میں ان کا بیٹا ہوں جن پر خدا اپنی وحی نازل کرتا اور راز و نیاز کرتا ہے۔ میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔

اَنَا ابنُ عَلِیِّ المُرتَضٰی ، اَنَا ابنُ مَن ضَرَبَ خَرَاطِیمَ الخَلقِ حَتّٰی قَالُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَنَا ابنُ مَن ضَرَبَ بَینَ یَدَی رَسُولِ اللّٰہِ بِسَیفَینِ ، وَطَعَنَ بِرُمحَینِ ، وَھَاجَرَ الھِجرَتَینِ وَبَایَعَ البَیعَتَینِ وَقَاتَلَ بِبَدرٍ وَحُنَینٍ ،وَلَم یَکفُر بِاللّٰہِ

طَرفَةَ عَينٍ ، وَاَنَا ابنُ صَالِحِ المُؤمِنِينَ وَ وَارِثِ النَّبِيِّينَ وَقَامِعِ المُلحِدِينَ وَيَعسُوبِ المُؤمِنِينَ وَنُورِ المُجَاهِدِينَ وَزَينِ العَابِدِينَ وَتَاجِ البَكَّائِينَ وَاصبِرِ الصَّابِرِينَ وَافضَلِ القَائِمِينَ مِن آلِ يَاسِينَ رَسُولِ رَبِّ العَالَمِينَ

''میں علی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ میں ان کا بیٹا ہوں کہ جنہوں نے متکبرین کی ناک زمین پر رگڑی، یہاں تک کہ انہوں نے لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیا۔ میں ان کا فرزند ہوں جنہوں نے رسولؐ خدا کے سامنے دو تلواروں اور دو نیزوں سے جہاد کیا، دو دفعہ ہجرت کی، دو مرتبہ رسولؐ خدا کی بیعت کی۔ جنگ بدر اور حنین میں بہادری کے جوہر دکھائے۔ جنہوں نے ایک لمحہ کے لیے بھی خدا کا انکار نہ کیا۔ میں صالح المومنین اور وارث النبیین کا بیٹا ہوں۔ ملحدین اور کفار کا قلع قمع کرنے والے کا فرزند ہوں۔ میں یعسوب المسلمین، نور المجاہدین اور زین العابدینؑ کا بیٹا ہوں۔ میں رونے والوں کی زینت اور سب سے زیادہ صابر کا فرزند ہوں۔ میں آلِ یاسین رسولؐ رب العالمین کے خاندان میں سب سے بہتر نماز قائم کرنے والے کا بیٹا ہوں''۔ (بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۷۴)

اَنَا ابنُ المَقتُولِ ظُلمًا ، اَنَا ابنُ مَحزُوزِ الرَّاسِ مِنَ القَفَاءِ، اَنَا ابنُ العَطشَانِ حَتّٰی قَضٰی ، اَنَا ابنُ مَن رَاسُهُ عَلَی السِّنَانِ يُهدٰى ، اَنَا ابنُ مَن حَرَمُهُ مِنَ العِرَاقِ اِلَی الشَّامِ تُسبٰی (بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۷۴)

''میں اس کا بیٹا ہوں جنہیں ظلم کے ساتھ قتل کیا گیا، میں ان کا بیٹا ہوں جن کا سر پشت سے جدا کیا گیا، میں ان کا بیٹا ہوں جو دنیا سے

پیاسے چلے گئے، میں ان کا بیٹا ہوں جن کا سر نوکِ نیزہ پر چڑھا کر ہدیہ بھیجا گیا۔ میں ان کا فرزند ہوں جن کے خاندان کو عراق سے شام تک اسیر کر کے لے جایا گیا"۔

آتش در شام برپا می کنم — کفر را رسوای ، رُسوا می کنم
هر چه سازد پرده پوشی ها یزید — با خطابہ مُشت او وا می کنم
بابیان خط سرخ خون حق — نقشۂ بیگانہ افشا می کنم
طرح سازش نا پذیری باستم — در همین برخورد امضاء می کنم
درس های کہ گرفتم از حسینؑ — بخشامہ در همہ جا می کنم

"میں اپنی گفتگو سے شام کے اندر آگ لگا دوں گا اور کفر کو رسوا تر کر دوں گا۔ یزید اپنے ظلم پر جتنے بھی پردے ڈالے، میں اپنے خطاب کے ذریعے سب کے سامنے اس کے چہرے سے پردہ اُٹھاؤں گا۔
میں سرخ خونِ حق کے راستے کو بیان کر کے اغیار کا تیار شدہ نقشہ اور منصوبہ فاش کر دوں گا۔ میں اپنے اسی اندازِ گفتگو سے دستخط کرتا ہوں کہ ظلم کے ساتھ کبھی بھی موافقت نہیں ہو سکتی ہے۔
میں نے جو کچھ حسینؑ بن علیؑ سے حاصل کیا ہے اسے ساری دنیا تک پہنچاؤں گا"۔

میں اِک قیدی کا خطبہ لکھ رہا ہوں

أَيُّهَا النَّاسُ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَهُ الحَمدُ ابتَلَانَا أَهلَ البَيتِ بِبَلَاءٍ حَسَنٍ حَيثُ جَعَلَ رَايَةَ الهُدٰى وَالعَدلِ وَالتُّقٰى فِينَا ، وَجَعَلَ رَايَةَ الضَّلَالَةِ وَالرَّدٰى فِي غَيرِنَا ، مَعَاشِرُ النَّاسِ مَن عَرَفَنِي وَمَن لَم يَعرِفنِي فَاَنَا أُعَرِّفُهُ بِنَفسِي ،

أَنَا عَلِيُّ ابنُ الحُسينِ بنِ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِب (بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۱۷۳۔ مقتل ابی مخنف، ص ۱۳۵۔ مقاتل الطالبین، ص ۸۹)

"اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح سے ہمارے خاندان کا خوب امتحان لیا ہے کہ اس ذات نے حق وعدالت اور ہدایت و پرہیزگاری کا پرچم ہمارے حوالے کیا ہے جبکہ ہلاکت وگمراہی کا جھنڈا اغیار کے ہاتھ میں دیا ہے۔

اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا، میں اسے اپنا تعارف کروائے دیتا ہوں کہ میں حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا بیٹا علیؑ ہوں"۔

منم فرزندِ زہرای مطہر — کہ پیغمبر بوسیدش مکرر
منم فرزند غارت گشتۂ اموال — منم فرزند سیلی خوردہ اطفال
منم فرزندِ آن کہ کشتہ بودند — سرش بر نیزۂ دشمن نمودند
بلی ، ما ہیم آن کہ بعد غارت — حریم پاک او رفتہ اسارت

"میں اس زہراءؑ اطہر کا فرزند ہوں کہ جنہیں پیغمبر اکرمؐ نے کئی بار بوسے دیئے۔ میں ان کا بیٹا ہوں جن کے اموال لوٹ لیے گئے، میں ان کا فرزند ہوں جن کے بچوں کو طمانچے مارے گئے۔ میں ان کا بیٹا ہوں جنہیں قتل کرنے کے بعد دشمن نے ان کا سر نیزے پر بلند کیا۔ ہاں ہم وہی ہیں جن کے خیمے لوٹنے کے بعد ان کی مخدرات کو اسیر بنایا گیا"۔

قریۂ کفر میں لو نامِ خدا گونجتا ہے

خطبۂ سجادؑ سے خائف تھا یزید
ورنہ بے وقت کہیں حکمِ اذاں ہوتا ہے

(شکیل رضوی امروہوی)

چونکہ بات جب اس مرحلہ پر پہنچ گئی تو لوگوں نے دھاڑیں مارنا شروع کیں۔ یزید ڈر گیا کہ کہیں بغاوت نہ ہوجائے۔ اس نے مؤذن سے کہا: اذان پڑھیں۔ جب مؤذن نے اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جب مؤذن نے کہا: اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ آپؑ نے اپنے سر سے عمامہ اُتارا اور مؤذن سے کہا: تمہیں دین محمدؐ کے حق کی قسم! چند منٹ خاموش ہوجاؤ۔ اس کے بعد یزید سے مخاطب ہوکر فرمایا:

اے یزید! یہ پیغمبر میرے جدِّ بزرگوار ہیں یا تمہارے؟ اگر تم کہو کہ تمہارے جد ہیں تو تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ تم صاف جھوٹ بول رہے ہو اور اگر میرے جدامجد ہیں تو پھر تم نے انہیں ظلم کے ساتھ کیوں شہید کیا ہے؟ ہمارے اموال کیوں لوٹے ہیں اور خواتین کو کیوں قیدی بنایا ہے؟ امام سجاد علیہ السلام نے اتنی بات کرنے کے بعد اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالا اور چاک کردیا اور گریہ کرنے لگے۔

کہا: اس شخص نے کیوں میرے بابا کو ظلم وستم سے شہید کیا ہے؟ اور ہمیں رومیوں کی مانند اسیر کیا ہے۔ (بحار، ج ۴۵، ص ۱۷۴۔ نفس المہموم، ص ۲۸۶۔ تسلیۃ المجالس، ج ۲، ص ۳۹۵)

زینبؑ کی فصاحت تھی عیاں برسرِ دربار

من مظہرِ صبر، زینب کبریٰ ایم — ھر جا کہ بود حسین من آنجا ایم

ہر چند کہ آفتاب بی سایہ بود — من سایۂ آفتاب عاشور ایم

''میں صبر کا مظہر زینب کبریٰ ہوں، جہاں پر حسینؑ ہیں میں وہاں پر ہوں۔ اگرچہ آفتاب کا سایہ ختم ہوچکا تھا، آفتاب عاشورا (امام حسینؑ) کا سایہ میں ہوں''۔

دیارِ شام میں زینبؑ ہوئی ہیں خطبہ برلب
کہ بجھ رہی ہے علیؑ کے لب خطاب کی پیاس
(اعجاز زیدی لکھنوی)

یزید اپنے باطل خیال میں امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے اور ان کے اہل بیت کو اسیر بنانے میں اپنی بہت بڑی کامیابی سمجھ رہا تھا جبکہ اس کا دادا ابوسفیان، امام حسین علیہ السلام کے جد کے ساتھ متعدد بار جنگ کرنے کے باوجود کامیاب نہ ہو سکا۔ وہ اپنے گمان میں رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ کے خاندان کو ختم کر چکا ہے اور بدر و اُحد میں قتل ہونے والے اپنے اجداد کا انتقام اہلِ بیتِ رسولؐ سے لے چکا ہے اور اپنے دیرینہ دشمن کے مقابلے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ اس لعین نے اپنے دربار کو ایسا سجایا کہ اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ وہ خود دربار کے وسط میں جواہر سے مرصّع تخت پر شاہی تاج سجائے بیٹھا تھا، اس کے تخت کے اردگرد سنہری کرسیاں لگائی گئی تھیں۔ امراء و سفراء میں سے ہر کوئی اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے براجمان تھا۔ دربار کے ایک طرف طلابافت پردے آویزاں تھے۔ ان کے پیچھے شاہی خاندان کی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ یزید نے حکم دیا کہ سب سے پہلے شہداء کے سر لائے جائیں۔ سر لائے گئے، ہر ایک کے بارے میں سوال کرنے کے بعد کہنے لگا کہ انہیں واپس لے جائیں فقط حسینؑ بن علیؑ کا سر (جو طشت میں رکھا ہوا تھا) رہنے دیں۔ پھر حکم دیا کہ قیدیوں کو دربار میں حاضر کیا جائے۔ جب اسراء کا قافلہ دربار یزید میں پہنچا تو یزید اس وقت شراب پینے، جوا کھیلنے میں مشغول تھا اور اشعار پڑھ کر خوش ہو رہا تھا۔ پھر اس نے کچھ ایسے اشعار پڑھے جو اس اور اس کے اجداد کے کفر کو آشکار کرتے ہیں، وہ اشعار درج ذیل ہیں:

لَیتَ اَشیَاخِی بِبَدرٍ شَهِدُوا　　جَزَعَ الخَزرَجِ مِن وَقعِ الاَسَل
لَاَهَلُّوا وَاستَهَلُّوا فَرَحًا　　ثُمَّ قَالُوا یَا یَزِیدُ لَا تَشَل
قَد قَتَلنَا القَرمَ مِن سَادَاتِهِم　　فَعَدَلنَاہُ بِبَدرٍ فَاعتَدَل
لَستُ مِن خِندَفٍ اِن لَم اَنتَقِم　　مِن بَنِی اَحمَدَ فِیمَا قَد سَاَل
لَعِبَت هَاشِمُ بِالمُلكِ فَلَا　　خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحیٌ نَزَل

''کاش آج میرے وہ آباؤ اجداد موجود ہوتے جو جنگ بدر میں پیغمبر

کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے تو وہ دیکھتے کہ میں نے خاندانِ پیغمبرؐ سے
کس طرح ان کا بدلہ لیا ہے۔ اس وقت خوشی اور مسرت سے ان کی
آواز آتی کہ اے یزید تمہارا شکریہ! تو نے ان کے ایک بزرگ کو،
بدر میں قتل ہونے والوں کے بدلے میں قتل کیا ہے۔
میں خندف (یزید کی جدہ کا نام) کی نسل سے نہیں ہوں کہ اگر اولادِ
احمدؐ سے انتقام نہ لوں۔ (نفس المہموم، تہران، ص ۲۸۰) ①
بنی ہاشم نے بادشاہت کو کھیل بنا رکھا تھا نہ کوئی آسمان سے خبر آئی
ہے اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی ہے"۔

انکارِ وحی کرنے لگا جو سرِ دربار
اسلام کا حاکم وہی ملعونِ جہاں ہے

لیکن یزید کو یہ علم نہ تھا کہ عالمہ غیر معلّمہ، دخترِ علی مرتضیٰؑ، یادگارِ زہراؑ، عصمتِ صغریٰ زینب کبریٰؑ بھی اس وقت دربار میں اسیروں کے اندر موجود ہیں جو یزید کی منافقہ گوئی، سفسطہ بازی اور فریب کارانہ باتوں کا جواب دیں گی اور یزید اور اس کے آباواجداد کے کفر کا سب کے سامنے بغیر کسی خوف و خطر کے اعلان کر دیں گی۔ بقولِ شاعر:

تھا لہجۂ سجادؑ رُخِ جبر پہ تھپڑ
اور خطبۂ زینبؑ تو تھا شمشیر کی مانند
(مظہر عباس)

---

① کتاب نزاع والتخاصم فیما بین بنی أمیة وبنی ہاشم تالیف المقریزی الشافعی کے صفحہ ۹۷ پر مقریزی شافعی لکھتا ہے: اے بنی اُمیہ! اگر تم بیت اللہ پر حملہ کرنے، مدینہ کے لوگوں کے خون کو مباح سمجھنے، امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو قتل کرنے اور یزید کے شرابخوار ہونے کو یزید کے کفر کا موجب نہیں سمجھتے تو پھر اس کے ان اشعار کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اس نے اس وقت پڑھے جب وہ یزید کی چھڑی امام حسینؑ کے دانتوں پر مار رہا تھا۔ نیز اس نے رسولؐ خدا کی بیٹیوں کو بے پالان اُونٹوں پر سوار کیا؟ مقریزی (ص ۹۵) اور خوارزمی (ج ۲ ص ۵۸) میں لکھتے ہیں: یہ اشعار لَیتَ اَشیَاخِی...... یزید کے ہیں کہ ان کے ذریعے اس نے اپنا کفر ظاہر کیا

توحید کا سرمایہ توقیر ہے زینبؑ

فَقَامَتْ زَیْنَبُ بِنْتُ عَلِیِّ ابْنِ اَبِی طَالِبٍ ، فَقَالَتْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ، صَدَقَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کَذٰلِکَ یَقُوْلُ: ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ اَسَاءُ وا السُّوْءٰی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیَاتِ اللّٰہِ وَکَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُ وْنَ (سورۂ روم، آیہ۱۰)

"حضرت زینبؑ بنت علی بن ابی طالبؑ نے کھڑے ہو کر فرمایا: سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو سب کا پالنے والا ہے، اللہ کا درود و سلام ہو ان پر، ان کے رسولؐ پر اور ان کی آلؑ پر۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ وہ کہتا ہے: اس کے بعد برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلا دیا اور برابر ان کا مذاق اُڑاتے رہے۔

یہ کس کی صدا گونجی کہ دربار لرز اُٹھا
یہ خطبۂ زینبؑ ہے یا خطبۂ حیدرؑ

اَظَنَنْتَ یَا یَزِیْدُ حَیْثُ اَخَذْتَ عَلَیْنَا اَقْطَارَ الْاَرْضِ وَاٰفَاقَ السَّمَاءِ فَاَصْبَحْنَا نُسَاقُ کَمَا تُسَاقُ الْاُسَارٰی اَنَّ بِنَا عَلَی اللّٰہِ ھَوَانًا وَبِکَ عَلَیْنَا کَرَامَۃٌ وَ اَنَّ ذٰلِکَ لِعِظَمِ خَطَرِکَ عِنْدَہٗ (نفس المہموم، ص۳۸۱۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۶۴۔ اسرار الشہادۃ، ص ۵۰۲۔ احتجاج طبرسی، ج۲، ص ۳۱۔ نواسخ التواریخ، ج ۳، ص ۱۳۳)

"اے یزید! کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ زمین کی وسعتیں اور آسمان کے کنارے ہمارے لیے تنگ کر دیے ہیں، ہمیں اسیروں کی مانند

پھرا رہے ہو، ہم اللہ کے نزدیک ذلیل وخوار ہیں اور تم اس ذات کے قریب عزیز ہو؟ تُو اپنے آپ میں بہت بڑا بنتا ہے"۔

ٹوٹی ترے خطبات سے ہر جبر کی زنجیر

زینبؑ کی فصاحت تھی عیاں برسرِ دربار
تاریخ میں محفوظ ہے معصومہؑ کا کردار

الفاظ تھے یا بدر میں کردار کی تلوار
تھا تخت پہ شرمندہ وہ ملعونِ سیہ کار

خطبات میں وہ ضربتِ حیدرؑ کا اثر تھا
بیعت کا طلب گار جھکائے ہوئے سر تھا

(مظفر نقوی)

حضرت عقیلہ بنی ہاشم سلام اللہ علیہا نے یزید کے دربار میں اس انداز سے گفتگو کی کہ انقلابی شعلوں کو ہوا ملی اور یزید بن معاویہ کے استبدادی قصرِ حکومت میں زلزلہ برپا ہوا۔ عصمتِ صغریٰ مفسرِ عاشورا حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے مُردہ ضمیر افراد کو جھنجھوڑنے والی اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

فَمَهلًا مَهلًا اَنَسِيتَ قَولَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : وَلَا يَحسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنَّمَا نُملِي لَهُم خَيرٌ لِاَنفُسِهِم اِنَّمَا نُملِي لَهُم لِيَزدَادُوا اِثمًا وَلَهُم عَذَابٌ مُهِينٌ (بحار، ج ۴۵، ص ۱۳۳۔ نواسخ التواریخ، ج ۳، ص ۱۳۳)

"اے یزید! جلدی مت کرو، رُک جاؤ، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا وہ کلام فراموش کردیا ہے جس میں ارشاد ہو رہا ہے:

اور خبردار! یہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ ہم جس قدر راحت وآرام دے رہے ہیں وہ ان کے حق میں کوئی بھلائی ہے، ہم تو صرف اس لیے دے رہے ہیں کہ جتنا گناہ کر سکتے ہیں کرلیں ورنہ ان کے لیے رُسوا کن عذاب ہے۔ (سورہ آل عمران، آیہ ۱۷۸)

تو گمان کردی کہ ما را کشتہ ای | پنجہ بر خونِ حسینؑ آغشتہ ای
تو بدان ما زندگان عالمیم | نسلِ پاک آنِ رسولؐ خاتمیم
لیک تو از نسلِ ھند کافری | از تبار مردمان فاجری
بابیان خویش تحقیرش نمود | ز استنادِ آیہ تکفیرش نمود

''اے یزید! تو نے یہ گمان کیا ہے کہ ہمیں قتل کر دیا ہے اور خونِ حسینؑ سے تم نے اپنے ہاتھ رنگین کیے ہیں۔ تم جان لو کہ ہم دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ہمارا تعلق خاتم النبیینؐ کی نسلِ پاک سے ہے۔ لیکن تو تو ہند کی نسل سے ہے جو کافرہ تھی اور تیرا تعلق فاجر و بدکار خاندان سے ہے۔

عقیلہ بنی ہاشم نے اپنی گفتگو میں اسے بہت رسوا و ذلیل کیا اور آیہ کریمہ سے استدلال کر کے اس کا کفر ثابت کیا ہے''۔

جس وقت یزید بن معاویہ بید کی چھڑی سے عزیز زہراؑ امام حسین علیہ السلام کے ہونٹوں اور دانتوں کی توہین کر رہا تھا تو حاضرین گردنیں اُٹھا اُٹھا کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ابو برزہ اسلمی نے یزید سے کہا:

اے یزید! تم برباد ہو جاؤ، کیا تو اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی کے ساتھ حسین بن فاطمہ علیہا السلام کے ہونٹوں اور دانتوں کی توہین کر رہا ہے؟ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے رسولؐ خدا کو ان (امام حسینؑ) اور ان کے بھائی حسنؑ کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں (حسنؑ و حسینؑ) جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں قتل کرنے والے کو ہلاک کرے اور اس کا ٹھکانہ جہنم قرار دے اور وہ کتنی بری جگہ ہے۔

راوی کہتا ہے: ابو برزہ اسلمی کی یہ گفتگو سن کر یزید غصے سے لال پیلا ہو گیا، اس نے حکم دیا کہ اسے دربار سے باہر نکال دو۔ یزید کے محافظوں نے انہیں دربار سے کھینچ کر باہر نکال دیا۔ (فصول المہمہ، ص ۲۰۵۔ انساب الاشراف، ج ۳، ص ۳۱۵۔ نفس المہموم، ص ۲۳۸۔

محرق القلوب، ص ۴۰۲)

زینبؑ ترے اندوہ کا بیاں کیسے ہو ممکن؟

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب یزید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو طوق پہنے ہوئے دیکھا تو کہا: الحمدللہ! کہ اس نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے۔ آنحضرتؑ نے فرمایا: خدا تجھ پر لعنت کرے جس نے میرے بابا کو شہید کیا وہ یزید ہے۔ یزید یہ جواب سن کو غصے میں آپے سے باہر ہوگیا اور امام سجاد علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم صادر کردیا۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو نے مجھے شہید کردیا تو پھر کون ہے جو رسولؐ خدا کی بیٹیوں کو وطن واپس لے کر جائے گا کیونکہ میرے سوا ان کا کوئی محرم نہیں ہے؟
حضرت امام سجاد علیہ السلام اور یزید لعین کے درمیان اس گفتگو کے بعد اس نے حکم دیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس جو کہ سونے کے طشت میں رکھا ہوا تھا ان کے سامنے لا کر رکھا جائے۔ جب یزیدی سپاہیوں نے حکم کے مطابق امام حسینؑ کا سر مبارک امام سجادؑ کے سامنے لا کر رکھا تو اس وقت عقیلہ بنی ہاشم کی یہ حالت تھی:

وَاَمَّا زَيْنَبُ فَاِنَّهَا لَمَّا رَأَتْ رَأْسَ الْحُسَيْنِ عليه السلام اَهْوَتْ اِلٰى جَيْبِهَا فَشَقَّتْهُ ثُمَّ نَادَتْ بِصَوْتٍ حَزِيْنٍ : يَاحُسَيْنَاهُ ، يَاحَبِيْبَ جَدِّهِ الرَّسُوْلِ وَيَاثَمْرَةَ فُؤَادِ الزَّهْرَاءِ وَالْبَتُوْلِ يَابْنَ بِنْتِ الْمُصْطَفٰى ، يَابْنَ مَكَّةَ وَمِنٰى ، يَاعَلِيَّ الْمُرْتَضٰى ، ضَجَّ الْمَجْلِسُ بِالْبُكَاءِ وَيَزِيْدُ سَاكِتٌ (مقتل ابی مخنف، ص ۲۲۶۔ ترجمہ ارشاد، ج ۲، ص ۱۲۵)

''جب حضرت زینب علیہا السلام کی نگاہیں سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس پر پڑیں تو دیکھتے ہی اپنا گریبان چاک کیا اور مغموم ومحزون لہجے میں فرمایا:

اے میرے بھائی حسینؑ! اے رسولؐ خدا کے پیارے، اے مکہ و منیٰ کے فرزند، اے علی مرتضیٰؑ کے لاڈلے اور اے زہراءؑ و بتولؑ کے دلبند! ان کلمات کا اس قدر تکرار کیا کہ دربار میں موجود لوگ گریہ کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن یزید پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ خاموش رہا"۔

زینبؑ بگفت با دل افکار، اے یزید! | ما را از این زیادہ میازار ای یزید
کشتی عزیز فاطمہؑ را در کنار آب | باکام تشنہ باہمہ انصار ای یزید
اندر میان طشت طلا جای دادہ ای | رأس حسینؑ، بالب دُربار ای یزید
بگذار جام بادہ و بردار چوب کین | از بوسہ گاہ احمد مختارؐ ای یزید

"حضرت زینب علیہا السلام نے مغموم و محزون دل سے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے یزید! اب ہمیں اس سے زیادہ دکھ مت دو۔ تو نے زہراء مرضیہؑ کے لال اور ان کے اصحاب کو نہر فرات کے کنارے پیاسا و تشنہ قتل کر دیا ہے۔

اے یزید! تو نے امام حسینؑ کے سر مبارک کو طلائی طشت میں رکھا ہے۔ اے یزید! شراب کا جام پھینک دو اور عداوت و بُغض کی لکڑی احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بوسہ گاہ سے اُٹھا لو"۔

حسینؑ ابن علیؑ کا غم ابد تک
بڑھے گا اور زینبؑ کی دُعا سے
(مظہر عباس)

کیا کیا نہ جسارت ہوئی دربارِ دمشق میں

جب حضرت زینب علیہا السلام کا آتشیں خطبہ ختم ہوا تو یزید نے شامی امراء سے مشورہ کیا کہ اب ان اسراء کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ ان لعینوں نے یہ مشورہ دیا کہ اہل بیت رسولؐ کو قتل کر دیا جائے لیکن نعمان بن بشیر نے کہا:

اے یزید! رسولؐ خدا کا طرزِ عمل دیکھو کہ وہ قیدیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے، تم بھی ویسا ہی برتاؤ کرو، اس دوران ایک شامی خبیث کی نجس نگاہیں فاطمہؑ بنت حسینؑ پر پڑیں تو اس نے کہا:

یَا اَمِیرَ الْمُؤمِنِینَ ! هَبْ لِی هٰذِهِ الْجَارِیَةَ

''اے امیر المومنین! یہ کنیز مجھے بخش دے''۔

زحرف شامی آن کودک بر آشفت ۔۔۔ در آن آشفتگی ، باعمہ اش گفت
یتیمی بس نبود این ناتوان را ۔۔۔ کہ خدمت گار باشم این حسان را

''شامی کی یہ بات سن کر وہ بچی جھنجھلا اٹھی اور پریشانی کے عالم میں اپنی پھوپھی اماں سے کہا: اس ناتوان و کمزور کے لیے داغ یتیمی کافی نہ تھا کہ اب میں اس کمینے شخص کی خدمت گار بنوں''۔

مظلومِ کربلا کی لاڈلی فاطمہؑ نے کہا: اے پھوپھی جان! میں یتیم ہو چکی ہوں کیا اب یہ لوگ مجھے کنیز بنانا چاہتے ہیں؟

حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام نے فرمایا: اس فاسق میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ ایسا کام انجام دے سکے۔ اس شامی شخص نے یزید سے پوچھا: یہ کس کی بیٹی ہے؟ یزید نے کہا: اس کا نام فاطمہؑ ہے اور حسینؑ کی بیٹی ہے اور یہ خاتون علیؑ بن ابی طالبؑ کی بیٹی زینبؑ ہے۔

شامی نے کہا: اے یزید! خدا تجھ پر لعنت کرے، کیا تم نے اولادِ رسولؐ کو قتل کیا ہے اور ان کے اہلِ بیت کو قیدی بنایا ہے؟ خدا کی قسم! میں نے یہ خیال کیا تھا کہ یہ قیدی رومی ہیں۔ یزید نے کہا: خدا کی قسم! تمہیں بھی انہی کے ساتھ ملحق کردوں گا۔ اس لعین نے حکم دیا اور اس شخص کو قتل کر دیا۔ (احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۳۳۔ نفس المہموم، ص ۲۸۳۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۶۳۔ کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۸۶)

تردید کی تکرار میں حق کی صدا بڑھتی گئی
جبر و تشدد میں نوائے بے نوا بڑھتی گئی
(مصطفیٰ زیدی)

✿✿✿

بارہویں فصل

زندانِ شام اور اہلِ بیتؑ کا گریہ وزاری

جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی　　بچوں کی مارے خوف کے حالت عجب ہوئی
گھٹ گھٹ کے دختر شہِ دیں جاں بلب ہوئی　　مضطر کمال بنتِ امیرِ عرب ہوئی

آفت کا سامنا تھا، نئی واردات تھی
زہراؑ کی بیٹیوں پہ قیامت کی رات تھی
(میر انیس)

ابن نما کہتے ہیں: مخدرات اہلِ بیت جب تک شام میں رہیں، مسلسل گریہ وزاری کرتی رہیں۔ جب بچے، پردہ داروں کے رونے کی آواز سنتے تو وہ بھی گریہ وزاری کرنا شروع کردیتے، ان بچوں میں ایک امام حسین علیہ السلام کی لاڈلی رقیہؑ بھی تھیں۔ یزید لعین اہلِ بیتؑ کے رونے کی آواز سن کر نیند سے بیدار ہوگیا۔ اس نے پوچھا: کیا معاملہ ہے؟ اسے ساری صورت حال بتائی گئی۔ یزید نے کہا: حسینؑ کا سر اس کی بیٹی رقیہؑ کے پاس لے جاؤ، سر اقدس لاکر حضرت رقیہؑ کے پاس رکھا گیا۔ انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا: یہ تمہارے بابا کا سر ہے۔ حضرت رقیہؑ کا دل حلق میں آیا، آپؑ مریض ہوگئیں اور انہی ایام میں دمشق میں رحلت فرماگئیں۔

ان غم کے ماروں کے دکھ میں اضافہ ہوا، ان زخم دیدہ اسیروں کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ انہیں ایسے زندان میں قید کیا گیا جو انہیں گرمی یا سردی سے محفوظ نہیں رکھ سکتا تھا۔

حَتّٰى تَقَشَّرَتِ الْجُلُوْدُ وَسَالَ الصَّدِيْدُ بَعْدَ كُنِّ الْخُدُوْرِ
وَظَلَّ السِّتْرُ وَالصَّبْرُ ضَاعَنْ وَالْجَزَعُ مُقِيْمٌ وَالْحُزْنُ لَهُنَّ

نتیجہ

"یہاں تک کہ ان کے جسم چھل گئے اور جسم کے اعضا بے حس ہونے کے بعد ان سے خون رسنے لگا، ان کا حجاب دن کا ڈھلنا بنا، صبر ختم ہو چکا، خوف نے ڈیرہ ڈال لیا اور غم واندوہ ان کا ہم نشین ہو گیا"۔

حضرت رقیہؑ اور زندانِ یزید

کیا قیامت ہے کہ کلیوں سے بھی کم سن بچے
چہرے ماؤں کے تکے جاتے ہیں حیراں حیراں
(احمد ندیم قاسمی)

کتاب "کامل بہائی" کے مؤلف کتاب بنام "حاویہ" سے نقل کرتے ہیں کہ خاندانِ نبوت کی پردہ دار بیبیوں نے چھوٹے بچوں سے ان کے باپوں کی شہادت کو پنہاں رکھا اور کہتی تھیں: تمہارے بابا سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ ایک دن یزید نے قیدیوں کو اپنے دربار میں بلایا، امام حسین علیہ السلام کی ایک چار سالہ بچی تھی، وہ رات کو بیدار ہوئی اور بہت پریشان تھی۔ اس نے پوچھا: میرے بابا کہاں ہیں، میں نے ابھی ابھی انہیں خواب میں دیکھا ہے؟

چہ عجب ، یادِ اسیران کردہ ای — خیر مقدم ز سفر آمدہ ای
از چہ اینگونہ غبار آلودہ ای — زرہ دور مگر آمدہ ای
بہ تسلای دختر خود — یا بہ تسکین ہمہ آمدہ ای
دلت از نالہ دگر خون نکنم — کہ تو با خونِ جگر آمدہ ای

"کتنا عجیب ہے کہ آپ نے اسیروں کو یاد کیا ہے، آپ سفر سے آئے ہیں خوش آمدید۔ آپ پر کس وجہ سے اس قدر گرد و غبار پڑا ہوا ہے، کیا آپ کہیں لمبے سفر سے لوٹے ہیں؟
آپ اپنی بیٹی کو تسلی دینے کے لیے آئے ہیں یا سب کی تسکینِ قلب

کے لیے تشریف لائے ہیں۔

میں گریہ کر کے آپؑ کے دل کو پریشان نہیں کرنا چاہتی کیونکہ آپؑ

خود بڑی مشکل سے آئے ہیں"۔

امشب مگر تو آمده ای تا به وقت مرگ   باشی زمهر بر سر و بالینم ای پدر

ترسم که آسمان ندهد آن قدر امان   تا ساعتی کنار تو بنشینم ای پدر

اطفال شام نان تصدق به من دهند   گویا گمان کنند که مسکینم ای پدر

"اے بابا جان! آج رات آپؑ اس لیے آئے ہیں کہ میری موت کے

وقت اظہارِ محبت والفت کرنے کے لیے میرے سرہانے کھڑے ہیں۔

اے بابا جان! مجھے ڈر ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے زیادہ مہلت نہ دے

لہٰذا میں کچھ وقت کے لیے آپؑ کے پاس بیٹھتی ہوں۔

اے بابا جان! شامی بچے صدقہ کے طور پر مجھے روٹی دیتے ہیں، وہ

خیال کرتے ہیں کہ میں کوئی مسکین ہوں"۔

بقول میر انیسؔ:

آفت میں گرفتار ہیں ناموسِ محمدؐ   مجبور ہیں ناچار ہیں ناموسِ محمدؐ

سروؑ کے عزادار ہیں ناموسِ محمدؐ   اور جینے سے بیزار ہیں ناموسِ محمدؐ

زندان کی صعوبت ہے، غریب الوطنی ہے

غل ہائے حُسینا کا ہے اور سینہ زنی ہے

روایت دیگر:

بعض کتب میں مذکور ہے کہ سر اطہر کو رومال سے ڈھانپا ہوا تھا جب اسے اس بچی کے سامنے لاکر رکھا گیا اور رومال اُٹھا کر کہا گیا: یہ تمہارے بابا کا سر ہے تو بچی نے سر اُٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور کہا:

اے بابا جان! کس نے آپؑ کو خون سے خضاب لگایا ہے؟ کس نے آپؑ کے

گلے کی رگیں کاٹی ہیں اور مجھے بچپنے میں یتیم کردیا ہے؟ اے بابا جان! ہم آپ کے بعد کس سے اچھائی کی اُمید رکھیں؟ اس کے بعد اپنا منہ بابا کے ہونٹوں پر رکھا اور اس قدر گریہ کیا کہ بچی بے ہوش ہوگئی۔ جب اسے ہلایا گیا تو وہ دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔ جب امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ نے یہ صورت حال دیکھی تو ان کے گریہ کی آوازیں بلند ہوئیں اور ان کا غم تازہ ہوگیا۔ جس شامی کو بھی اس واقع کی اطلاع ملتی، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، وہ رو دیتا۔ (نفس المہموم، ص۴۹۰، دمع السجوم، ص۲۵۹-۲۶۰)

حضرت سکینہ علیہا السلام کا خواب

اے مرکزِ نگاہِ تمنا کدھر گئے
کرتی ہے یاد تم کو سکینہؑ کدھر گئے
(تاثیر آغا)

حضرت سکینہ بنت الحسین علیہا السلام فرماتی ہیں: ہمیں شام میں لائے ہوئے چوتھا روز تھا کہ میں نے خواب دیکھا۔ آپؑ کافی طولانی خواب بیان کرتی ہیں اور اس کے آخر میں فرماتی ہیں: ایک خاتون سر پر ہاتھ رکھے عماری میں تشریف فرما تھیں۔ میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ آپؑ کے بابا جان کی دکھی ماں حضرت فاطمہ زہراء بنت محمدؐ ہیں۔ میں نے اپنے آپؑ سے کہا: ان کی خدمت میں جاتی ہوں اور انہیں وہ سب کچھ بتاتی ہوں جو ہمارے اُوپر بیتی ہے۔ میں دوڑ کر ان کی خدمت میں پہنچی اور ان کے پاس کھڑے ہو کر روتے ہوئے کہا:

اماں جان! خدا کی قسم! ان لوگوں نے ہمارے حق کا انکار کیا ہے، ہمارے خاندان کا شیرازہ بکھیر دیا ہے، ہمارے پردے لُوٹ لیے ہیں اور خدا کی قسم! میرے بابا حسینؑ کو بھی شہید کردیا ہے۔

حضرت زہراء علیہا السلام فرماتی ہیں:

كُفِّي صَوتَكِ يَا سُكَينَةُ فَقَد قَطَعتِ نِيَاطَ قَلبِي

"اے سکینہ بیٹی! خاموش ہو جاؤ، تم نے میرے دل کو زخمی کیا ہے"۔

یہ تیرے بابا حسینؑ کی قمیص ہے اور یہ قیامت تک میرے پاس رہے گی۔ (نفس المہموم، ص ۲۸۸، ترجمہ ملہوف، ص ۱۹۲)

شاید حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے فرمایا ہو: اے سکینہؑ جان! بس کرو، اس سے زیادہ میرے دل پر زخم مت لگاؤ۔ میں جانتی ہوں کہ ان لوگوں نے میرے لال حسینؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، اور انہیں تشنہ لب شہید کیا:

یاد آئیں جب پیاسیں آلِ نبیؐ کی تابش
دل بہتے پانیوں کو حسرت سے دیکھتا ہے
(عباس تابش)

سکینہ دخترم ، آرام جانم — حزن تو بیش از این آتش بہ جانم
تو رگ ھائی دلم را پارہ کردی — تو کانون دلم غم بارہ کردی
دگر طاقت ندارم بہ شنیدن — شنیدن کی بود مانند دیدن
حسینم گر شدہ گلگون تن او — بود در دست من پیراھن او
جدا ہرگز نخواہد گشت از من — کہ گیرم انتقام آخر ز دشمن

"اے میری بیٹی سکینہؑ! اے میری جان! صبر سے کام لو، اس سے زیادہ مجھے کربلا کی داستان سنا کر دکھ نہ دو۔

تم نے میرے دل کی رگیں پارہ پارہ کر دی ہیں تو نے میرے دل کو غم سے بھر دیا ہے۔

اب مجھ میں اس سے زیادہ سننے کی طاقت نہیں ہے، سننے اور دیکھنے کے درمیان بہت فرق ہوتا ہے۔

اگر میرے حسینؑ کا تن بدن اس کے خون سے سرخ ہوا تو اب اس کا رنگین پیراہن میرے پاس ہے۔ یہ قمیص مجھ سے ہرگز جدا نہیں ہوگی یہاں تک کہ میں دشمن سے بدلے لوں"۔

پیراہن گلگوں کو لیے پھرتی ہیں زہراؑ

ابومخنف کہتے ہیں: جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے اہل بیت یزید کے رعب اور خوف کی وجہ سے خاموش ہو گئے تو بی بی سکینہ علیہا السلام نے فرمایا:

اے یزید! جان لو کہ میں گذشتہ رات نیم خوابی کی حالت میں تھی، میں نے نور کا ایک محل دیکھا جس کا مینار یاقوت سے بنا ہوا تھا، اچانک اس کا دروازہ کھلا، اس سے پانچ افراد باہر آئے، ان کے آگے آگے ایک غلام تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس جوان سے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ اس نے کہا: یہ محل آپ کے بابا حسینؑ کا ہے۔ پھر میں نے پوچھا: یہ بزرگ ہستیاں کون ہیں؟ اس غلام نے کہا: یہ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ جب وہ غلام میرے ساتھ گفتگو میں مصروف تھا تو اس دوران میں ایک ایسا شخص آگے بڑھا گویا دنیا کے تمام غم ان کا احاطہ کیے ہوئے ہوں اور اپنی ریش اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ اس شخص نے کہا: یہ آپؑ کے جد بزرگوار رسولؐ خدا ہیں۔ میں ان کے نزدیک گئی اور ان کی خدمت میں عرض کیا:

اے نانا جان! خدا کی قسم! ہمارے جوان قتل کر دیئے گئے، ہمارے بچے ذبح کر دیئے گئے اور ہماری بے حرمتی کی گئی، میرے نانا نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور بلند آواز سے گریہ کیا۔ پھر حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ آگے بڑھے اور مجھ سے فرمایا:

اے دختر مصطفیٰؐ! اپنی گفتگو ختم کرو کہ آپ نے ہمارے سید و آقا کا دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۱۹۵)

اس کے بعد غلام مجھے اس محل کے اندر لے گیا، وہاں پر میں نے پانچ خواتین کو دیکھا۔ ان کے درمیان ایک محترم و معزز خاتون تشریف فرما تھیں، ان کے بال کھلے ہوئے تھے۔ انہوں نے سیاہ رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا، ان کے سامنے ایک خون آلود پیراہن رکھا ہوا تھا۔ جب وہ کھڑی ہوتیں تو دوسری عورتیں بھی کھڑی ہو جاتیں، جب وہ تشریف رکھتیں تو باقی خواتین بھی بیٹھ جاتیں۔ وہ محترمہ اپنے سر میں مٹی ڈال رہی تھیں۔ میں

نے اس غلام سے پوچھا: یہ خواتین کون ہیں؟ اس نے کہا: یہ حضرت حواؑ، حضرت مریمؑ، حضرت آسیہؑ زوجۂ فرعون اور حضرت خدیجہؑ ہیں اور جن کے پاس خون آلود قمیص ہے وہ حضرتؑ کی جدہ ماجدہ حضرت زہراء علیہا السلام ہیں۔ میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

اے دادی اماں جان! خدا کی قسم، میرے بابا قتل ہو گئے ہیں، میں بچپنے میں یتیم ہو گئی ہوں۔ حضرت زہراء علیہا السلام نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر فرمایا: خدا کی قسم! یہ بات میرے لیے انتہائی سخت ہے، اس کے بعد آہ و فریاد کرتے ہوئے کہا:

اے سکینہؑ! میرے بیٹے کو کس نے غسل دیا، کس نے کفن پہنایا اور کس نے ان پر نماز پڑھی ہے؟ اس کے بعد مجھے وہاں سے رخصت کر دیا۔ میں ڈر کر نیند سے بیدار ہوئی۔ میری دادی جان زہراء علیہا السلام کی جدائی نے میرے غم میں اضافہ کر دیا۔

یزید لعین بی بی سکینہؑ کی گفتگو سن کر ہنسا اور حکم دیا کہ ایک شخص منبر پر جا کر حسینؑ بن علیؑ کو برا بھلا کہے۔ (مقتل ابی مخنف، ص ۱۳۳ تا ۱۳۵۔ نفس المہموم، ص ۲۸۸۔ ترجمہ لہوف، ص ۹۲۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۹۵۔ نواسخ التواریخ، ج ۳، ص ۱۷۰ و ۱۹۲)

رومی سفیر کی شہادت

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس یزید کے دربار میں لایا گیا تو وہ اس وقت عیش و نوش کی محفل جمائے بیٹھا تھا۔ آنحضرتؑ کا سرِ مقدس اس کے سامنے رکھا گیا۔ دربار میں موجود اشراف میں سے ایک رومی سفیر بھی تھا۔ اس نے یزید سے کہا: جب میں اپنے بادشاہ کے پاس روم واپس جاتا ہوں تو وہ مجھ سے ہر چیز کے بارے میں پوچھتا ہے، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اس سر اور صاحب سر کا واقعہ اپنے بادشاہ کو بتاؤں تاکہ وہ تمہارے ساتھ تمہاری خوشی میں برابر کا شریک ہو۔

یزید نے کہا: یہ سر حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا ہے۔

سفیر نے پوچھا: اس کی ماں کا کیا نام ہے؟ یزید نے کہا: فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ۔

رومی سفیر نے کہا: لعنت ہو تم پر اور تیرے دین پر، میرا دین تیرے دین سے کہیں بہتر ہے۔ میرے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان میں کئی پشتوں کا فاصلہ ہے، اس کے باوجود نصاریٰ میرا بے حد احترام کرتے ہیں اور میرے پاؤں کی مٹی بطور تبرک اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جبکہ تم نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کر دیا ہے حالانکہ ان کے اور تمہارے پیغمبرؐ کے درمیان صرف ایک پشت کا فاصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے دین کو برکت سے خالی رکھے۔

یزید لعین نے کہا: اس نصرانی کو قتل کر دو تاکہ وہ اپنے ملک میں جا کر ہمیں رسوا اور ذلیل نہ کرے۔ جب اس سفیر کو احساس ہو گیا کہ اب یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا تو اس نے کہا: اے یزید! کیا مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟ یزید نے کہا: ہاں۔

نصرانی نے کہا: کان کھول کر یہ بات سن لو کہ میں نے گذشتہ شب خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

اے نصرانی تو اہلِ بہشت میں سے ہے، میں اس وقت ان کی یہ بات سن کر حیران ہو گیا لیکن میں شہادت دے رہا ہوں: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اس کے بعد سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس کی طرف لپکا، اسے سینے سے لگایا اور اسے بوسے دیئے۔ اس کے بعد اسے شہید کر دیا گیا۔

علاج گردشِ لیل و نہار کرتا ہوں
غمِ حسینؑ کے لمحے شمار کرتا ہوں
نویدِ قتل ہے عشقِ نواسۂ سرورؐ
اُٹھاؤ تیغِ ستم سر نثار کرتا ہوں

(مظہر عباس)

اگر نصرانی ام جانم فدایت
بہ قربانِ سر از تن جدایت

تو نورِ دیدۂ پیغمبر اتی
کہ در دامانِ زہرا بودہ جایت

اگر نصرانی و بیگانہ بودم
ولی اکنون شدم من آشنایت

چہ کس زد برلب تو چوب خزران
چہ کس ببریدہ سر از تن قفایت

شدم با دیدن تو عاشق تو
دگر خواھم بیایم پا بہ پایت

"اگر چہ میں نصرانی ہوں لیکن میری جان آپ پر قربان، میں قربان آپ کے سر پر جوتن سے جدا ہے۔

آپ پیغمبر کی آنکھوں کا نور ہیں کہ جن کی پرورش آغوشِ زہراء میں ہوئی۔ اگر چہ میں نصرانی اور بیگانہ ہوں لیکن اب میں آپ کا محب بن چکا ہوں۔ کس بدبخت نے آپ کے ہونٹوں پر بید کی چھڑی ماری، کس نے آپ کا سر پشتِ بدن سے جدا کیا ہے۔ میں آپ کو دیکھنے سے آپ کا عاشق ہوگیا ہوں لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کے قدموں میں آجاؤں"۔

غمِ حسینؑ بپا ہے یزید کے گھر میں

غمِ حسینؑ پر نوحہ کناں ہیں جن و بشر
یزیدیت کے نمک خوار پھر بھی ہنستے ہیں
(مظہر عباس)

کتاب نفس المہموم میں مذکور ہے کہ یزید کی زوجہ کہتی ہے: میں رات کے وقت بیدار ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ یزید اندھیرے کمرے میں داخل ہوتا ہے اور اپنا سر دیوار کے ساتھ لگا کر کہتا ہے: مجھے حسینؑ بن علیؑ سے کیا غرض تھی؟ یہی وجہ تھی کہ یزید نے اپنی سلطنت کو محفوظ کرنے اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے امام سجاد علیہ السلام اور تمام اہلِ بیتؑ کے ساتھ اپنا طور طریقہ تبدیل کر لیا۔

جب وہ امام زین العابدین اور اہلِ بیت علیہم السلام کو زندانِ شام سے نکال کر شاہی محل میں لایا تو اولادِ معاویہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی آنکھیں نہ برس رہی ہوں۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ ، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ إِلَيْهِنَّ فَمَا وَجَدْتُ إِلَيْهِنَّ سُفْيَانِيَّةً إِلَّا مُلْتَدِمَةً تَبْكِي (عقد الفرید، ج۳)

"فاطمہ بنت حسینؑ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں: جب ہمیں یزید کے محل میں لایا گیا تو میں نے ہر سفیانی کو دیکھا کہ وہ روتے ہوئے اپنے سینے پر ماتم کر رہا تھا"۔

جب ان لوگوں نے آلِ پیغمبرؐ کو اس عالم میں دیکھا کہ ان کے چہروں کے رنگ اُڑے ہوئے ہیں، ان کے لباس پھٹے پرانے ہیں اور وہ سخت پریشان ہیں تو وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ عورتوں نے اپنے زیورات اور قیمتی ملبوسات اُتار کر پھینک دیئے۔ وہ سب کے سب امام حسینؑ کی عزاداری میں مشغول ہوگئے۔ کتاب "کامل بہائی" میں مذکور ہے کہ ان کی خواتین نے پیغمبر اکرمؐ کی بیٹیوں کے پاؤں پر بوسے دیئے اور سخت گریہ کیا۔ (ترجمہ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۳۰۷۔ نفس المہموم، ص ۴۸۹)

در کنار کاخ بی داد یزید — مجلسِ سوگ و عزا برپا کنیم
با بیانِ راہ عاشورائیان — خصم بد اندیش را رسوا کنیم
با سرِ شکِ اشک و سوز نالہ ھا — چہرۂ بیگانگان افشا کنیم
آن چنان روحیہ بخشید اشک ھا — مرد مان مردہ را احیاء کنیم
در کنار زینب و زین العابدینؑ — نامہ بر نورِ دل زھراء کنیم

"ہم ظالم وستم گر یزید کے محل کے نزدیک مجلسِ عزا برپا کرتے ہیں۔

ہم اصحاب عاشورا کا طرز زندگی بیان کر کے بدخواہ دشمن کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں۔ ہم آنسو کے قطرے اور آہ و بکاء کے سوز و گداز سے اغیار کے چہرے ظاہر کرتے ہیں۔ اشکوں نے اس قدر روح

پھونکی کہ ہم مردہ انسانوں کو زندہ کرتے ہیں۔

ہم حضرت زینب علیہا السلام اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ہمراہ مل کر حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے نورِ دل (امام حسینؑ) پر گریہ کرتے ہیں"۔

شام میں ہفتۂ عزاء

بقول مظہر:

یوں احتجاج ہوا ہے یزید کے گھر میں
غمِ حسینؑ بپا ہے یزید کے گھر میں

راوی کہتا ہے: حضرت زینب سلام اللہ علیہا اور اہلِ بیتؑ نے کسی کو یزید کے پاس بھیجا کہ انہیں امام حسین علیہ السلام کی عزاداری برپا کرنے کی اجازت دی جائے۔ یزید نے اجازت دی۔ خواتین "دار الحجارۃ" نامی خاتون کے گھر اکٹھی ہوئیں اور سات دن تک مجلس عزا برپا کی۔ اہلِ بیت امام حسین علیہ السلام کو پُرسہ دینے کے لیے آنے والی شامی عورتوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آنے والی عورتوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگئی کہ انہیں گننا مشکل تھا۔ لوگوں نے ارادہ کیا کہ یزید کے گھر پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیں۔ مروان کو جب یہ خبر کہیں سے ملی تو اس نے یزید سے کہا: اہلِ بیت امام حسینؑ کا شام میں رہنا مناسب نہیں ہے، لہٰذا انہیں مدینہ واپس بھیج دے۔ (نفس المہموم، ص ۴۸۹۔ مقتل ابی مخنف، ص ۱۳۹۔ بحار، ج ۴۵، ص ۱۹۶۔ کامل بہائی، ص ۴۸۰)

سرمایہ مداوا ہے کہاں رنج و الم کا!

بنتِ حیدرؑ سے خطابت کا سلیقہ سیکھو
راہِ پُرخار پہ پیار سے چلنا سیکھو

(رضا رودولوی)

بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ کربلا میں خواتین اور بچوں سے جو کچھ لوٹا گیا تھا، وہ انہیں واپس کر دیا گیا۔ یزید نے اُونٹوں پر عماریاں لگوائیں اور حضرت اُم کلثوم بنت علیؑ کو کافی ساری رقم دیتے ہوئے کہا:

خُذنَ هٰذِهِ الْاَمْوَالَ عِوَضَ مَا اَصَابَكُم

"یہ رقم ان مصائب کے عوض میں لے لیں جو آپ لوگوں کو دیئے گئے ہیں"۔ (نفس المہموم، ص ۲۹۶۔ ناسخ التواریخ، ج ۳، ص ۱۷۳)

بہرحال محمل سجائے گئے اور راستے کے اخراجات کا بندوبست کیا گیا تاکہ جو ظلم کیے ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔ حضرت اُم کلثومؑ نے فرمایا:

مَا اَقَلَّ حَيَائَكَ وَاَصلَبَ وَجهُكَ تُقتَلُ اَخِي وَاَهلَ بَيتِي وَتُعطِيَنِي عِوَضَهُم مَالًا ، وَاللّٰهِ لَمَا كَانَ ذٰلِكَ اَبَدًا (مقتل ابی مخنف، ص ۱۴۰۔ بحار، ج ۴۵، ص ۱۹۷)

"اے یزید! تھوڑا سا بھی شرم و حیا نہیں آتی، تو نے ہمارے بھائی اور اہلِ بیتؑ کو قتل کر دیا ہے۔ اب تو یہ مختصر سامالِ دنیا دے کر ان مصائب کا مداوا کرنا چاہتا ہے، خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا"۔

سرمایہ مداوا ہے کہاں رنج و الم کا!
ان اہلِ دوَل کا ذرا انصاف تو دیکھو
(مظہر)

سید بن طاؤس فرماتے ہیں: یزید بن معاویہ نے امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا: اپنی وہ تین حاجتیں بتائیں جنہیں میں نے پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: اول یہ کہ مجھے میرے بابا کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرواؤ، تاکہ میں ان سے خدا حافظ کروں۔ دوم یہ کہ ہمارے جو اموال لوٹے گئے ہیں، ہمیں واپس کر دو۔ سوم یہ کہ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر رکھا تو پھر کسی کو ان

پردہ داروں کے ہمراہ بھیجو تا کہ انہیں ہمارے جدِ امجد کے حرم تک پہنچا دے۔

یزید لعین نے کہا: آپؑ اپنے بابا کا سر ہرگز نہیں دیکھ سکتے، لیکن آپؑ کو قتل نہیں کر رہا اور خواتین کو آپؑ کے سوا کوئی بھی مدینہ لے کر نہیں جائے گا۔ آپؑ کے جو اموال لوٹے گئے ہیں ان کے کئی برابر تاوان دیتا ہوں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اسے سنبھال کر رکھو۔ ہمیں صرف ہمارا لوٹا ہوا مال واپس کر دو کیونکہ اس میں بنت محمد حضرت زہراؑ سلام اللہ علیہا کے دستِ مبارک کی بنی ہوئی چیزیں تھیں۔

یزید نے حکم دیا کہ اہلِ بیتؑ کے لوٹے ہوئے اموال، دو سو دینار اضافے کے ساتھ واپس کر دو۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام نے دینار لیے اور فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیئے۔ اس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ تمام قیدی شام سے اپنے وطن مدینۃ الرسول واپس چلے جائیں۔

ہند کی بنت علیؑ سے ملاقات

جب ہند [1] کا باپ عبداللہ بن عامر بن کریز قتل ہو گیا تو اس کی بیٹی مولائے متقیان امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے گھر میں تھی۔ معاویہ نے اس کی یزید سے شادی کرا دی۔ وہ شام میں تھی لہٰذا اسے حضرت سید الشہداءؑ

---

① بعض نے نقل کیا ہے کہ ہند یہودی کی بیٹی تھی، وہ بچپن میں مریض ہو گئی تھی۔ اس کا بہت زیادہ علاج معالجہ کیا گیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، بالآخر اسے مولائے مشکل کشا کے دروازے پر لے آئے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالو۔ امام حسین علیہ السلام نے حکم کی اطاعت کی۔ اس کے بعد ہند نے وہ پانی اپنے بدن پر ڈالا تو صحت یاب ہو گئی۔ یہ معجزہ دیکھ کر وہ، اس کا باپ اور اس کے خاندان والے مسلمان ہو گئے۔ اس نے خاندانِ نبوت کی کنیزی کو اختیار کیا، حتیٰ کہ امام حسین علیہ السلام کی کنیزی میں آئی، بالآخر معاویہ نے اس کنیز کا حسن و کمال دیکھا تو اپنے بیٹے یزید سے اس کی شادی کر دی۔ (سوگنامہ آلِ محمدؐ، ص ۳۹۶)

کی شہادت کی اطلاع نہ تھی۔ جس وقت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے اور اہلِ بیتؑ کو قیدی بنا کر شام لایا گیا تو ایک عورت ہند کے پاس آ کر کہتی ہے کہ ابھی ابھی اسیروں کا ایک قافلہ شام میں داخل ہو رہا ہے۔ البتہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ قیدی کس خاندان اور قبیلہ سے ہیں، چلو میرے ساتھ آؤ تا کہ ان کا تماشا دیکھیں۔ ہند اُٹھی، اس نے خوبصورت قیمتی لباس زیب تن کیا، اپنی کنیز کو حکم دیا کہ اس کی مخصوص کرسی اپنے ساتھ اُٹھا لے تا کہ اسیروں کا تماشا دیکھتے وقت اس پر بیٹھ سکے۔ جب ہند اسیروں کے پاس پہنچی تو کیا دیکھتی ہے کہ انہیں بے پالان اُونٹوں پر سوار کر کے لایا جا رہا ہے۔ حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اپنی بہن اُم کلثومؑ سے کہا:

أَتعرِفِينَ هٰذِهِ الجَارِيَةَ؟ قَالَت: لَا وَاللّٰهِ قَالَت لَهَا: اُخَيَّةُ، هٰذِهِ خَادِمَتُنَا هِندٌ بِنتِ عَبدِاللّٰهِ

"کیا اس عورت کو پہچانتی ہو؟ اُم کلثومؑ نے کہا: خدا کی قسم، نہیں۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے بہن! یہ عبداللہ کی بیٹی ہند ہے جو ہماری کنیز تھی"۔

حضرت زینبؑ خاموش ہو گئیں اور اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ ہند آگے بڑھی اور اپنی کرسی پر حضرت زینب علیہا السلام کی طرف رُخ کر کے کھڑی ہوئی:

فَقَالَت هِندٌ : اُخَيَّةُ ، اَرَاكِ طَاطَاتِ رَاسَكِ؟ فَسَكَتَت زَينَبُ سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيهَا وَلَم تَرُدَّ عَلَيهَا جَوَابًا

"ہند نے کہا: اے بہن! تم اپنا سر کیوں اُوپر نہیں کرتی ہو؟ حضرت زینبؑ خاموش رہیں اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔

ثُمَّ قَالَت لَهَا : اُخَيَّةُ مِن اَيِّ البِلَادِ اَنتُم ؟ فَقَالَت لَهَا زَينَبُ سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيهَا مِن بِلَادِ المَدِينَةِ

"ہند نے پھر سوال کیا: اے خواہر! تم کس شہر سے آئی ہو؟ حضرت

زینبؑ نے ارشاد فرمایا: میرا تعلق شہر مدینہ سے ہے"۔

جب ہند نے شہر مدینہ کا نام سنا تو اپنی کرسی سے نیچے اتری اور کہا:

عَلٰی سَاکِنِهَا اَفْضَلُ السَّلَامِ

"مدینہ کے رہنے والوں پر بہترین سلام ہو"۔

ثُمَّ اِلْتَفَتَتْ اِلَيْهَا زَيْنَبُ سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْهَا وَقَالَتْ: اَرَاكِ نَزَلْتِ عَنِ الْكُرْسِي؟ قَالَتْ: اِجْلَالًا لِمَنْ سَكَنَ فِي الْاَرْضِ الْمَدِيْنَةِ

"حضرت زینب علیہا السلام نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم کرسی سے کیوں نیچے اتری ہو؟ ہند نے کہا: میں نے شہر مدینہ کے رہنے والوں کے احترام میں ایسا کیا ہے"۔

اس کے بعد ہند نے کہا: میں آپ سے شہر مدینہ میں رہنے والوں کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔

حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا: جو کچھ پوچھنا چاہتی ہو پوچھ لو۔

قَالَتْ : اُرِيْدُ اَنْ اَسْأَلَكِ عَنْ دَارِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ، قَالَتْ لَهَا زَيْنَبُ : وَاَيْنَ لَكِ مَعْرِفَةٌ بِدَارِ عَلِيٍّ؟ فَبَكَتْ وَقَالَتْ اِنِّي خَادِمَةٌ عِنْدَهُمْ

"ہند نے کہا: میں آپ سے علیؑ بن ابی طالبؑ کے گھر کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔ حضرت زینبؑ نے کہا: تو علیؑ کے گھرانے کو کیسے جانتی ہے؟ ہند نے روتے ہوئے کہا: میں ایک مدت تک ان کی خادمہ رہی ہوں"۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: تو علیؑ کے کس رشتہ دار کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہے؟

ہند نے کہا: میں اپنے آقا و مولا حسینؑ، ان کے بھائیوں اور بچوں کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں، میں اپنی آقازادی حضرت زینب علیہا السلام اور ان کی بہن اُم کلثومؑ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔

گفت آیا می شناسی زینبؑ دل ریش را
گفت آری می شناسم ھر کہ باشد خویش را

"حضرت زینبؑ نے کہا: کیا تم دکھوں کی ماری زینبؑ کو پہچان لوگی؟
ہند نے کہا: ہاں جو اپنا ہو اسے ہر کوئی پہچانتا ہے"۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے جاں سوز گریہ کرتے ہوئے فرمایا:
اَمَّا اِن سَأَلتِ عَن دَارِ عَلِيٍّ فَقَد خَلَفنَاهَا تَنعَى اَهلُهَا ، وَاَمَّا اِن سَأَلتِ عَنِ الحُسَينِ فَهٰذَا رَاسُهُ بَينَ يَدَی يَزِيد

"اگر تم امیرالمومنین علیؑ کے گھر کے بارے میں پوچھتی ہو، ہم نے مدینہ میں ان کا گھر چھوڑ دیا ہے اور اب ان کے بچوں کے سوگ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اگر تم حسینؑ بن علیؑ کے بارے میں سوال کرتی ہو تو یہ یزید کے سامنے رکھا ہوا سر حسینؑ کا ہے"۔

گفت: خاکم بہ سرای خاتون من تو زینبی
گفت: آری زینبم کز غم نیا سودم شبی

گفت: زینب اِنبودی ھمچو تو قد کمان
گفت: قدم شد کمان از مرگ عباس جواں

"ہند نے کہا: میرے سر میں خاک، اے میری آقا زادی آپ زینب علیہا السلام ہیں؟ کہا: ہاں میں زینبؑ ہوں کہ غم واندوہ کی وجہ سے ایک رات بھی سکون نہیں کیا۔ اس نے کہا: زینبؑ تو آپ کی طرح نہیں تھی کہ آپ کی تو کمر جھکی ہوئی ہے۔ حضرت زینبؑ نے کہا:

میرے جوان بھائی عباسؑ کی موت نے میری کمر جھکا دی ہے"۔

حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اگر تم عباسِ علمدارؑ اور میرے دوسرے بھائیوں کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہو تو ہم انہیں صحرائے کربلا میں اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ ان کے بدن ٹکڑے ٹکڑے تھے اور ان کے سر گوسفندوں کی مانند تن سے جدا کیے گئے تھے۔ اگر تم زین العابدینؑ کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہو تو وہ سخت مریض ہو جانے کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے ہیں۔

وَ إِن سَأَلْتِ عَن زَيْنَبَ ، فَأَنَا زَيْنَبُ بِنتُ عَلِيٍّ وَهٰذِهِ أُمُّ كُلْثُومٍ وَهٰؤُلَاءِ بَقِيَّةُ مُخَدَّرَاتِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ

"اگر تم زینبؑ کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہو تو میں زینبؑ ہوں، یہ اُمِ کلثومؑ ہے اور یہ تمام باقی مخدرات ہیں جو حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے منسوب ہیں"۔

گفت پایت از چہ مجروح است ، اے عالی نسب
گفت بس اندر بیابان ها دویدم روز و شب

گفت: فرقت از چہ پر خون است ، ای عالی مقام
گفت: بس سنگ جفا بارید بر ما ز اهلِ شام

گفت: اے خاتون من ، برگو حسینؑ اندر کجا است
گفت: رأس او بہ شام و جسم او در کربلا است

گفت: برگو اکبرِ خود را حسینؑ داماد کرد
گفت: دامادش بہ زیرِ خنجرِ فولاد کرد

"ہند نے کہا: اے عالی نسب بی بی! آپؑ کے پاؤں کس چیز سے زخمی ہوئے ہیں۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا: شب و روز صحرا کے اندر سفر نے میری یہ حالت کر دی ہے۔ اس نے کہا: اے عالی مقام! آپؑ کا سر خون سے کیوں بھرا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: شام والوں نے ہمارے اُوپر پتھروں کی بارش کی ہے۔ اس نے کہا: اے میری آقا زادی! مجھے بتائیں کہ میرے آقا حسین کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ان کا سر شام میں اور تن کربلا میں ہے۔ اس نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ میرے آقا حسینؑ نے اپنے اکبرؑ کی شادی کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں انہوں نے اکبر کو آہنی خنجر کے نیچے دلہا بنایا ہے"۔

فَلَمَّا سَمِعَت هِندُ كَلَامَ زَينَبَ عليها السلام رَقَّت وَبَكَت وَنَادَت : وَا إِمَامَاهُ ، وَاسَيِّدَاهُ ، وَاحُسَينَاهُ ، لَيتَنِي كُنتُ قَبلَ هٰذَا اليَومِ عُميًا وَلَا اَنظُرُ بَنَاتَ فَاطِمَةَ الزَّهرَاء عَلٰى هٰذِهِ الحَالَةِ ، ثُمَّ تَنَاوَلَت حَجَرًا وَضَرَبَت بِهٖ رَاْسَهَا ، فَسَالَ الدَّمُ عَلٰى وَجهِهَا وَمَقنَعَتِهَا وَغُشِيَ عَلَيهَا

"جب ہند نے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی گفتگو سنی تو اس پر رقت طاری ہوئی، اس نے گریہ وزاری کی اور بلند آواز سے کہا:

اے میرے امام، اے میرے آقا اور ہائے میرے حسینؑ! کاش میں آج کے دن پہلے سے اندھی ہو جاتی اور حضرت فاطمہ زہراؑ علیہا السلام کی بیٹیوں کو اس حالت میں نہ دیکھتی، پھر اس نے شدت غم کی وجہ سے پتھر اٹھایا اور اپنے سر پر دے مارا، بس اس کے سر سے خون، اس کے چہرے اور اس کی اوڑھنی پر جاری ہوا اور وہ بے ہوش ہو گئی"۔ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۰۲)

تجدیدِ غمِ شاہؑ کا اظہار ہے چہلم

اس سر سے سدھارے تھے جو ہمراہ ہمارے   نیزے پہ چڑھا دینے کو سرتن سے اُتارے
دیکھا کیے ہم، سامنے وہ سب گئے مارے   پیاسوں کی بنیں تربتیں دریا کے کنارے
مر کر نہ ملا چین کسی تشنہ دہن کو
چالیسویں تک سب رہے محتاج کفن کو
(میر انیسؔ)

چہلم امام حسین علیہ السلام کا دن درحقیقت اہلِ بیتؑ کے لیے شہدائے کربلا کے ساتھ عہد و پیمان کی تجدید کا دن تھا۔ نیز غموں اور مصائب کی یاد کے تازہ ہونے کا دن تھا۔ واضح سی بات ہے اگر کوئی شخص کسی جگہ پر خوش حال یا مصائب و آلام سے پُر زندگی گزارے، جب اس کا وہاں سے گزر ہوتا ہے تو سارے دکھ درد یا خوشیاں اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگتی ہیں۔ ذرا سوچیں جب اہلِ بیتؑ سید الشہداء علیہ السلام کا قافلہ شام سے واپسی پر میدانِ کربلا سے گزرا ہوگا تو ان پر کیا بیتی ہوگی۔

امام زین العابدین علیہ السلام، حضرت زینب و اُم کلثوم اور سکینہ سلام اللہ علیہا کی نگاہوں کے سامنے جب کربلا کا صحرا آیا ہوگا، جہاں پر شہدا کی لاشیں خون میں ڈوبی ہوئی پڑی تھیں، خصوصاً سید الشہداء امام حسین علیہ السلام، ابوالفضل العباسؑ، علی اکبرؑ اور شیر خوار علی اصغرؑ کی یاد آئی ہوگی تو ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔

شاید اہلِ بیت حسین علیہ السلام کی نگاہیں شہداء کی قبروں، خیمہ گاہ، قتل گاہ اور نہر فرات پر پڑی ہوں گی، انہیں روزِ عاشورا امام حسین علیہ السلام کی بے کسی اور ان کے اصحاب اور بچوں کی تشنگی یاد آئی ہوگی اور آنکھوں سے بارش کی مانند آنسو برسے ہوں گے، شاید انہیں اسیری، سورج کی گرمی، طوق اور بیڑیاں، شہر بہ شہر پھرایا جانا، دربارِ یزید، ناطقِ قرآن کے لبوں کے ساتھ بید کی چھڑی سے اہانت، خرابۂ شام کی قید اور حضرت رقیہ بنت الحسینؑ کی شہادت نے لحظہ بہ لحظہ ان کے دکھ درد میں اضافہ کیا ہوگا۔ اہلِ بیت سید الشہداءؑ کا

یہ قافلہ آہ و فریاد کرتے اور آنسوؤں کی بارش برساتے ہوئے زمینِ کربلا پر پہنچا اور اس وادیٔ غم بار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

زمینِ کربلا ، تو باز گو کن ہر آنچہ دیدی بر ما گفت وگو کن
زمینِ کربلا از داغ مردیم امانت ھا بہ دستُ تو سپردیم

- "اے زمینِ کربلا! تو نے یہاں پر جو کچھ دیکھا ہے اس کے بارے میں ہمیں بتا دے، اے زمینِ کربلا! اپنے عزیزوں کی جدائی سے ہم ہلکان ہو رہے ہیں، ہم نے اپنی امانتیں تیرے سپرد کر دی ہیں"۔

سید بن طاؤس بیان کرتے ہیں کہ راوی کہتا ہے: جب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ شام سے واپس لوٹے اور اس مقام پر پہنچے جہاں سے ایک راستہ کربلا اور دوسرا مدینہ کی سمت جاتا تھا تو انہوں نے ساربان سے کہا:

مُرْبِنَا عَلٰی کَرْبَلَاءَ فَمَرَّبِهِم ، فَوَجَدُوا فِيهَا جَابِرَ بنَ عَبدِاللّٰهِ الاَنصَارِی وَمَعَهُ جَمَاعَةٌ قَد اَتَوا اِلٰی زِيَارَةِ الحُسَينِ عَلَيهِ السَّلَام ، فَعِندَ ذٰلِكَ نَزَلُوا وَجَدَّدُوا الاَحزَانَ وَشَقَّقُوا الجُيُوبَ وَنَشَرُوا الشُّعُورَا ، وَاَبدُوا مَا كَانَ مَكتُومًا مِنَ الاَحزَانِ وَاَقَامُوا عِندَهُ اَيَّامًا (مقتل ابی مخنف، ص ۱۴۰۔ محرق القلوب، ص ۲۱۶۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۹۷)

"ہمیں کربلا لے چل، ساربان انہیں کربلا لے گیا، پس وہاں پر اہلِ بیت سید الشہداءؑ کی جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور کچھ دوسرے افراد سے ملاقات ہوئی جو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جب بیبیاں شہداءؑ کی قبروں کے قریب پہنچیں اور اپنے محملوں سے اُتریں تو ان کا غم تازہ ہو گیا، انہوں نے اپنے گریبان چاک کیے، بال کھولے اور اپنے دل میں دبے ہوئے غم و اندوہ کا

اظہار کیا۔ (اہلِ بیتؑ) کچھ دن شہداءؑ کی قبروں کے پاس رُکے۔
(اس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے)۔

جابرؓ امام حسینؑ کے سوگ میں

مومن کا ہے شعار محبت حسینؑ کی
روزِ نشور ہو گی ضرورت حسینؑ کی
اے کاش اس کا شرف نیابت نصیب ہو
جابرؓ نے وہ جو کی تھی زیارت حسینؑ کی
(مظہر)

عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی جو کہ شیعہ راویوں میں سے ہیں اور اہلِ سنت نے بھی اپنی رجال کی کتب میں ان کے صادق ہونے کی تصریح کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہم قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب کربلا پہنچے تو جابر نے نہر فرات پر جا کر غسل کیا، اس کے بعد سید الشہداءؑ کی قبر کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے ہر قدم پر ذکرِ خدا کیا، جب قبر مبارک کے قریب پہنچے تو مجھے کہا: میرا ہاتھ قبر پر رکھیں۔ میں نے ان کا ہاتھ قبر پر رکھا، جب ان کا ہاتھ قبرِ اطہر پر پہنچا تو وہ بے ہوش ہو گئے اور قبر پر گر گئے۔ ہم نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا، جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے تین مرتبہ کہا:

یَا حُسَین! حَبِیبٌ لَا یُجِیبُ حَبِیبَہٗ

''دوست اپنے دوست کا جواب کیوں نہیں دیتا؟''

اس کے بعد کہا: آپؑ کیسے جواب دے سکتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے آپؑ کی گردن کی رگیں کاٹ دی ہیں اور آپؑ کے سر اور بدن کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ خیر النبیینؐ، سید المومنینؑ اور سیدۃ نساء العالمینؑ کے فرزند ہیں۔ (منتہی الآمال، ج ۱، ص ۵۷۷ و ۵۷۸۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۱۴)۔

مشہور و معروف کتاب "معالی السبطین" میں مذکور ہے کہ مقتل کی بعض کتب میں لکھا ہوا ہے کہ عطیہ بن سعد نے کہا: جب میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے گفتگو میں مصروف تھا تو میں نے ایک سیاہی دیکھی جو شام سے ہماری سمت بڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا: اے جابرؓ! میں دیکھ رہا ہوں کہ شام کی طرف سے کوئی ہماری طرف آ رہا ہے۔ جابرؓ نے جب یہ سنا تو اپنے غلام سے کہا: جا کر دیکھ، وہ قافلہ کن کا ہے؟ اگر وہ عبیداللہ بن زیاد کا لشکر ہے تو کہیں پناہ حاصل کرتے ہیں تا کہ وہ ہمیں دیکھ نہ سکے اور اگر وہ قافلہ میرے آقا و مولا امام زین العابدینؑ کا ہو تو میں تمہیں راہِ خدا میں آزاد کر دوں گا۔

غلام گیا، جب واپس آیا تو اپنے منہ پر طمانچہ مار کے فریاد کرتا ہے کہ اے جابرؓ! چلیں حرمِ خدا و رسولؐ خدا کا استقبال کریں۔ میرے آقا و مولا علی بن حسین علیہ السلام اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ہمراہ لوٹ آئے ہیں تا کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کر کے اپنے عہد و پیمان کی تجدید کریں۔ حضرت جابرؓ اُٹھے اور استقبال کے لیے گئے۔ میں اس وقت امام علیہ السلام کے قریب تھا۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ امام زین العابدینؑ کے قدموں میں گرے، پاؤں کا بوسہ لیا اور کہا: اے میرے آقا و مولاؑ! اللہ تعالیٰ آپؑ کو، آپؑ کے بابا، چچوں اور بھائیوں کی شہادت پر اجرِ عظیم عطا کرے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ جابرؓ ہیں؟

انہوں نے عرض کی: ہاں میرے مولاؑ!۔

امام علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر! اس مقام پر ان ظالموں نے میرے بابا کو شہید کیا ہے اور اسی مقام پر ہی انہوں نے میرے بابا کے شیر خوار کو ذبح کیا ہے۔ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۱۵)

غمِ حسینؑ کی دولت ہے دل تو نگر ہے
جو اس میں ڈوب گیا پا گیا حیاتِ دوام
(سجاد عابدی)

کربلا میں سہ روزہ عزاداری

حسینیت کی بنیں پاسباں پس شبیرؑ
سفیرِ خونِ شہیدانِ کربلا زینبؑ
(سجاد عابدی)

کتاب "دمعۃ الساکبہ" میں مذکور ہے کہ جب اہلِ بیت سید الشہداءؑ کربلا پہنچے تو اپنی سواریوں سے نیچے اترے، شہداء کے مزاروں کے پاس ان کی ملاقات جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور کچھ دوسرے افراد سے ہوئی، انہوں نے سخت گریہ کیا، اپنے منہ پر طمانچے مارے اور تین روز تک عزاداری برپا کی۔ لیکن حضرت زینب سلام اللہ علیہا ان کے درمیان سے باہر آئیں اور اس قدر مغموم و محزون لہجے میں گریہ کیا کہ قریب تھا کہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

آپؑ نے فرمایا: اے میرے بھائی حسینؑ! اے رسولؐ خدا کے دوست! اے مکہ و منیٰ کے فرزند! اے فاطمہ زہراؑ کے دلبند! اے علی مرتضیٰؑ کے لاڈلے! حضرت زینب علیہا السلام نے اس قدر گریہ کیا کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۲۷)

امام سجادؑ شہداءؑ کی قبروں کے پاس

سجادؑ کی ہمت پر شبیرؑ بھی نازاں ہیں
واں جاں کی بازی تھی یہ مقتلِ غیرت ہے
(شاہد نقوی)

کتاب "محرق القلوب" میں مذکور ہے کہ جب اہلِ بیتؑ کی نگاہیں شہدائے کربلا کی قبروں پر پڑیں تو انہوں نے اپنے آپ کو اونٹوں سے امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر گرایا، گریہ و زاری شروع کیا۔ وہاں پر بہت سی بادیہ نشین عورتیں اکٹھی ہو گئیں اور رسم تعزیت ادا کرنے لگیں۔ اہلِ بیتؑ کی ہر خاتون نے امام حسین علیہ السلام کی قبر سے خطاب کرتے ہوئے نوحہ خوانی کی۔ لیکن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے بابا کی

قبر مطہر کو پہلو میں لیا اور روتے ہوئے فرمایا:

اے بابا جان! آپؑ تو راہِ خدا میں شہید ہو چکے ہیں، اب میں آپؑ کے غمِ فراقت کو کیسے برداشت کروں، مجھے آپؑ کا غمِ جدائی ہلکان کر رہا ہے۔

اہلِ بیتؑ کا مدینہ میں ورود

ہم جیتے پھرے مارا گیا فاطمہؑ کا لال حیدرؑ کا چمن باغیوں نے کر دیا پامال
تلواروں سے منہ چند سے سب خوں میں لال پیاسوں پہ چلیں برچھیاں کیا اُن کا کہیں حال
ہم جیتے ہیں قبروں پہ اُنھیں رو کے ہم آئے
اب اُن کو کہاں پائیں جنھیں کھو کے ہم آئے
(میر انیسؔ)

راوی کہتا ہے: اہلِ بیت کو کربلا سے مدینہ کی جانب روانہ کیا گیا۔ بشیر بن جذلم کہتا ہے: جب قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو امام زین العابدین علیہ السلام اپنی سواری سے نیچے تشریف لائے اور مخدرات کو بھی اُتارا، وہاں پر خیمے نصب کیے اور فرمایا:

اے بشیر! آپ کے والد (خدا ان پر رحمت کرے) تو شاعر تھے، کیا آپ بھی شعر کہتے ہیں؟

میں نے کہا: ہاں، یا ابن رسولؐ اللہ! میں بھی شاعر ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ مدینہ شہر میں جا کر ابا عبداللہ الحسینؑ کے شہید ہونے کی اطلاع لوگوں تک پہنچائیں۔

بشیر بن جذلم کہتے ہیں: میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ جب میں مسجد النبیؐ کے قریب پہنچا تو میرے رونے کی آواز بلند ہوئی اور میں نے اس وقت کچھ اشعار کہے:

يَا اَهلَ يَثرِبَ لَا مُقَامَ لَكُم بِهَا قُتِلَ الحُسَينُ فَادمُعِي مِدرَارُ
الجِسمُ مِنهُ بِكَربَلَاءِ مُضَرَّجٌ وَالرَّاسُ مِنهُ عَلَى القَنَاةِ يُدَارُ

(محرق القلوب، ص ۲۱۷۔ مقتل ابی مخنف، ص ۱۴۰۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۲۰)

"اے اہلِ یثرب والو، اے مدینہ والو! اب یہ مدینہ تمہارے رہنے کی جگہ نہیں رہی، حسینؑ قتل ہو گئے ہیں کہ میں مسلسل گریہ کر رہا ہوں۔
ان کا خون میں ڈوبا ہوا جسم مطہر کربلا میں ہے اور سر مبارک کو نیزوں پر در بدر پھرایا گیا"۔

بشیر بن جذلم کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے کہا: امام علی بن حسین علیہ السلام اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ہمراہ مدینہ کے نزدیک پہنچ چکے ہیں۔ میں ان کی طرف سے ایلچی بن کر آیا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو بتاؤں کہ وہ کس مقام پر قیام پذیر ہیں؟

راوی کہتا ہے: مدینہ میں کوئی بھی ایسی پردہ نشین اور مخدّرہ خاتون نہ تھی جس نے اپنا پردہ نہ اُتار پھینکا ہو، انہوں نے اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور گریہ کرتے ہوئے واویلا کی صدائیں بلند کیں۔ میں نے آج تک مردوں اور عورتوں کو اس قدر روتے ہوئے نہیں دیکھا کیونکہ رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد مسلمانوں پر اتنی تلخ گھڑیاں نہیں آئی تھیں۔
(مقتل ابی مخنف، ص ۱۳۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۹۸)

مدینۃ الرسولؐ میں قیامت برپا

صغریٰ تو یہ سنتے ہی لگی پیٹنے سر کو　　رو رو کے سنانے لگی چلّا کے پدر کو
ایسے گئے بابا کہ نہ جیتے پھرے گھر کو　　مایوس کیا دخترِ مجروح جگر کو
اب آس ہے اتنی کہ جو مر جائے گی صغریٰ
اے سید بے کس تمہیں تب پائے گی صغریٰ
(میر انیس)

ہاں بشیر بن جذلم کا اعلان نفخۂ صور تھا جس نے شہر مدینہ میں قیامت برپا کر دی یا بشیر کے اعلان ناقوسِ فلک کی آواز تھی جس نے مدینہ کے لوگوں کو گریہ وزاری کی موجوں میں اس ساحل سے اُس ساحل تک پہنچا دیا اور گلی کوچوں میں لوگوں کے رونے کی صدائیں بلند کیں۔ بشیر کہتے　　نے　عورت کو دیکھا ہے وہ ان اشعار سے امام حسین علیہ السلام

پر مرثیہ خوانی کرتی اور گریہ وزاری کرتی:

نَعِی سَیِّدِی نَاعٍ نَعَاہُ فَاَوجَعَا وَاَمرَضَنِی نَاعٍ نَعَاہُ فَامجَعَا

فَعَینِی جُودَا بِالدُّمُوعِ وَاسکُبَا وَجُودَا بِدَمعٍ بَعدَ دَمعَکُمَا مَعَا

''قاصدِ مرگ نے میرے آقا و مولا کی شہادت کی خبر دی ہے جو انتہائی دردناک تھی، اس کی دردناک خبر نے مجھے مریض کر دیا ہے۔

اے میری آنکھو! تم اپنے آنسو بہاؤ اور مسلسل آنسوؤں کی بارش کرو''۔

لوگوں نے مجھ سے کہا: اے قاصد موت! آپ نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ آپؑ نے ہمارے ان زخموں پر نمک چھڑکا ہے جو ابھی تک بھرے نہیں ہیں۔

بقول کرامت بخاری:

پیشِ نظر ہے منظر کرب و بلا ہنوز
آنکھیں ہیں گویا روزنِ دیوار کربلا

خدا آپ پر رحمت بھیجے آپ کون ہیں؟ میں نے ان سے کہا: میں بشیر بن جذلم ہوں، مجھے میرے آقا و مولا علی بن حسین امام زین العابدین علیہ السلام نے بھیجا ہے۔ وہ اپنے اہلِ بیتؑ کے ہمراہ فلاں مقام پر رکے ہوئے ہیں۔ لوگ مجھے وہاں پر چھوڑ کر مدینہ سے باہر دوڑے۔ میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور ان تک پہنچا۔ امامؑ ابھی تک خیمے کے اندر ہی تھے۔ جب آپؑ خیمے سے باہر تشریف لائے تو آپؑ کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے اپنے آنسو صاف کرتے، ان کے پیچھے پیچھے ایک خادم کرسی اٹھائے ہوئے تھا۔ اس نے کرسی زمین پر رکھی، امام علیہ السلام اس پر تشریف فرما ہوئے، آپؑ کی آنکھیں بے قابو ہو کر برس رہی تھیں۔ لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور ہر کوئی امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں تعزیت پیش کر رہا تھا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ان لوگوں نے ابا عبداللہ الحسینؑ، ان کے بھائی، بیٹوں اور اصحاب کو شہید کر دیا، ان کی بہنوں اور بیٹیوں کو قیدی بنایا، ان کا سر مبارک نیزوں پر شہر بہ شہر پھرایا۔ یہ ایسی مصیبت ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

اے لوگو! تم میں سے کون ہے جو اس مصیبت کے بعد جشن منائے یا کون سی آنکھ ہے جو آنسو بہانے سے دریغ کرے۔

اے لوگو! کون سا دل ہے جو ان کے قتل کی خبر سن کر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوا ہو اور ان کی طرف مائل نہ ہوا ہو۔ کون سا شخص ہے جو اسلام پر ضرب کاری کا سن کر گریہ نہ کرے۔ (ترجمہ لہوف، ص ۱۹۹۔۲۰۰۔ نواسخ التواریخ، ج ۳، ص ۱۸۴)

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اَیُّهَا النَّاس ، اَصبَحنَا مُطَرَّدِینَ مُشَرَّدِینَ مُذَوَّدِینَ

"اے لوگو! ہمیں وطن سے نکالا گیا، ہمیں دھتکارا گیا، ہماری توہین کی گئی"۔

اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا احترام کرنے کے بجائے ہمارے قتل کا حکم دیتے تو یہ اس سے زیادہ ہم پر ظلم وستم نہ کرتے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُون۔

جس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی نگاہ پیغمبر اکرمؐ کے نورانی مرقد اور مقدس ضریح پر پڑی تو آپؑ نے بلند آواز سے پکار کر کہا:

یارسولؐ اللہ! آپؐ کے حسینؑ کو ان لوگوں نے پیاسا شہید کیا، ان کے اہلِ بیتؑ کو اسیر بنایا اور ان کے بچوں، بڑوں کسی پر رحم نہ کیا۔

نقل ہوا ہے جب حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا مسجد النبیؐ میں اپنے نانا کی قبر کے قریب پہنچیں تو دروازے کو دونوں طرف سے پکڑ کر بلند آواز سے کہا:

یَا جَدَّاهُ اِنِّی نَاعِیَةٌ اِلَیكَ اَخِی الحُسَینُ

"اے نانا جان! میں آپؐ کے پاس اپنے بھائی حسینؑ کی شہادت کی خبر لے کر آئی ہوں"۔

میں قتلِ برادر کی خبر لائی ہوں نانا
اٹھو مجھے پُرسہ دو کہ لوٹ آئی ہوں نانا
(کاظم جعفری)

بپرس از حالتِ من ، یارسولؐ اللہ | چہ ھا دیدم از دشمن یارسولؐ اللہ!
بپرس از من چہ شد عباس آب آور | ندارم تاب گفتن یارسولؐ اللہ!
بپرس از جسمِ پُرخونِ علی اکبرؑ | شدم محزون زدیدن یارسولؐ اللہ!
حسینم را میانِ خاک و خون دیدم | نبودش جامہ بر تن یارسولؐ اللہ!
سرش بر نیزہ گہ در کوفہ، گہ درشام | بہ خون آلودہ دامنِ یارسولؐ اللہ!

"یارسولؐ اللہ! مجھ سے میری حالت کے بارے میں پوچھیں کہ میں نے دشمن سے کیا کیا دکھ دیکھے ہیں؟
اے اللہ کے نبیؐ! مجھ سے پانی لانے والے عباسؑ کے بارے میں سوال کریں کہ وہ کیا ہوئے؟ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں وہ سب کچھ بیان کروں؟
مجھ سے میرے علی اکبرؑ کے خون میں ڈوبے ہوئے بدن کے بارے میں پوچھیں اے پیغمبرؐ خدا! اسے دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔
یارسولؐ اللہ! میں نے اپنے حسینؑ کو خاک وخون کے درمیان غلطاں دیکھا ہے، ان کے بدن پر لباس نہیں تھا۔
اے اللہ کے نبیؐ! ان کے سر کو نیزہ پر چڑھا کر کبھی کوفہ اور کبھی شام میں پھرایا گیا اور میرے دامن خون سے رنگین تھا۔

ہیں اُونٹوں پر مقید بیبیاں بے مقنع و چادر
اور اک بیمار ننگے پاؤں ہے کانٹوں پہ چلتا ہے
(مولانا مصطفیٰ جوہر)

منازلِ مدینہ کی نوحہ سرائی

حیدرؑ کا چمن باغیوں نے کردیا پامال   ہم جیتے پھرے مارا گیا فاطمہؑ کا لال
پیاسوں پہ چلیں برچھیاں کیا اُن کا کہیں حال   تلواروں سے منہ چاند سے سب خوں میں لال

ہم جیتے ہیں قبروں پہ اُنہیں رو کے ہم آئے
اب اُن کو کہاں پائیں جنہیں کھو کے ہم آئے

(میر انیسؔ)

سید بن طاؤسؒ کہتے ہیں: جب حضرت امام سجاد علیہ السلام اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے تو اپنے رشتہ داروں کے گھروں پر نگاہ ڈالی تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہ گھر اپنی زبانِ حال سے نوحہ سرائی کررہے ہیں۔ اپنے حامیوں کی جدائی پر اپنی دلی کیفیت کا اظہار اشکوں سے کررہے ہیں اور ان عورتوں کی طرح گریہ وزاری کررہے ہیں جن کے جواں سال مرچکے ہوں اور خالی گھروں پر ان کے غم واندوہ کو ہوا دے رہے ہوں اور گھر امام حسین علیہ السلام کے پس ماندگان کے لیے واویلاہ اور واثکلاہ کی صدائیں بلند کرتے ہوئے کہہ رہا ہو: اے لوگو! نوحہ سرائی میں میری مدد کرو اور اس مصیبت عظمیٰ پر میرا ساتھ دو۔ میں ان ذوات کے لیے گریہ کناں ہوں، میرا دل ان کے اخلاقِ حسنہ کا اسیر ہے، وہ میرا شب وروز کا افسانہ ہیں، ان کے انوار میری تاریکی کے لیے نور اور صبح کی روشنی ہیں اور شرافت وافتخار انہی کے دم سے باقی ہے، وہ کامیابی کی ضمانت ہیں اور آفتاب (رسولؐ خدا) ومہتاب (حضرت علیؑ) کے جانشین ہیں۔ (ترجمہ ملہوف، ص ۲۰۱، ترجمہ لہوف، ص ۱۰۸)

مرحوم سید بن طاؤس سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب باوفا کے سوگ میں منازلِ مدینہ کی نوحہ سرائی کے ذیل میں ابن قتہ کے اشعار ذکر کیے ہیں جو آگے چل کر آئیں گے۔

برپا کیا حسینؑ پہ ارض وسما نے گریہ

قَالَ الصَّادِقُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ، بَكَتِ السَّمَاءُ عَلَى الْحُسَيْنِ

أَرْبَعِينَ يَوْمًا بِالدَّمِ (بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۲۱۵)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: زمین و آسمان نے چالیس دن تک امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا ہے"۔

اہل سنت کی معتبر ترین کتاب صحیح مسلم میں آیہ شریفہ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالأَرْضُ (سورۂ دخان، آیہ ۲۹) "زمین و آسمان ان پر روئے" کی تفسیر میں مذکور ہے:

قَالَ: لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بنُ عَلِيٍّ ، بَكَتِ السَّمَاءُ وَبُكَاءُ هَا حُمْرَتُهَا

صحیح مسلم کے مؤلف کہتے ہیں: "جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو زمین و آسمان نے ان پر گریہ کیا اور آسمان کا گریہ اس کی سرخی ہے"۔

مُسلم نے صداقت کا بیان کرتے کہا ہے
شبیرؑ پہ افلاک نے بھی گریہ کیا ہے

مَرَرْتُ عَلَى أَبْيَاتِ آلِ مُحَمَّدٍ فَلَمْ أَرَهَا أَمْثَالَهَا يَوْمَ حَلَّتِ
فَلَا يَبْعُدُ اللَّهُ الدِّيَارَ وَأَهْلَهَا وَإِنْ أَصْبَحَتْ مِنهُم بِرَغْمِي تَخَلَّتِ

"میں آل محمدؐ کے لوگوں کے نزدیک سے گزرا، میں نے انہیں دوسرے لوگوں کی مانند سجا ہوا نہ پایا۔
پروردگار! گھروں کو ان کے ساکنوں سے دُور نہ کر، اگرچہ اب وہ میری خواہش کے خلاف خالی ہو چکے ہیں"۔

جس کی خاطر سے بسائی گئی دنیا ساری
اہل دنیا سے وہی گھر نہیں دیکھا جاتا

أَلَا إِنَّ قَتْلَى الطَّفِّ مِن آلِ هَاشِمٍ أَذَلَّتْ رِقَابَ الْمُسْلِمِينَ فَذَلَّتِ
وَكَانُوا غِيَاثًا ، ثُمَّ أَضْحَوا رَزِيَّةً لَقَدْ عَظُمَتْ تِلْكَ الرَّزَايَا وَجَلَّتِ
أَلَمْ تَرَ أَنَّ الشَّمْسَ أَضْحَتْ مَرِيضَةً لِفَقْدِ حُسَيْنٍ وَالْبِلَادُ اقْشَعَرَّتِ

"آگاہ ہو جاؤ کہ بنی ہاشم کے کربلا میں ہونے والے شہداء نے مسلمانوں کی گردنوں کو ذلت کے سامنے جھکنے سے رہائی دلائی ہے۔
وہ بزرگ ہستیاں دوسروں کی پناہ گاہ تھیں اور اب وہ مصیبت زدہ ہیں۔ ان کے دکھ بہت بڑے، اور بہت زیادہ ہیں۔
کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ امام حسین علیہ السلام کے نہ ہونے کی وجہ سے سورج مریض ہو گیا ہے اور شہروں میں ان کے سوگ میں زلزلہ برپا ہے"۔ (ترجمہ لہوف، ص ۲۰۳-۲۰۴)

محمد حنفیہ، فرزند زہراؑ کے سوگ میں

کتاب "دمعۃ الساکبہ" میں مقاتل کی بعض کتب سے نقل ہوا ہے کہ جب بشیر بن جذلم شہر مدینہ میں داخل ہوئے اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام اور ان اصحاب باوفا کی شہادت کی اطلاع دی تو مدینہ کے لوگوں میں گریہ کرنے اور نوحہ سرائی کی آوازیں بلند ہوئیں۔ محمد حنفیہ اس وقت مریض تھے، انہیں بشیر بن جذلم کے اعلان کی کوئی خبر نہ تھی لیکن جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے آج تک لوگوں کو یوں گریہ و زری اور نوحہ سرائی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

محمد بن حنفیہ نے پوچھا: یہ رونے کی آوازیں کیسی ہیں؟ کسی میں جرأت نہ تھی کہ انہیں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دیتا، کیونکہ وہ مریض تھے لہٰذا یہ ڈر تھا کہ یہ خبر سن کر کہیں وہ جان نہ دے دیں، جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ان کے ایک غلام نے ان کی خدمت میں عرض کیا:

اے فرزند امیر المومنینؑ! آپ پر میری جان قربان ہو، آپ کے جو بھائی عراق کی طرف گئے تھے، ان لوگوں نے ان کے ساتھ دھوکا کیا ہے اور ان کے چچازاد بھائی مسلمؑ بن عقیل کو شہید کر دیا ہے۔ اب وہ اپنے اہل و عیال کے اصحاب کے ہمراہ واپس لوٹ آئے ہیں۔ انہوں نے اپنے غلام سے کہا: کیا ہوا ہے میرے بھائی میرے پاس نہیں آئے؟ غلام

نے کہا: وہ آپ کے منتظر ہیں۔ وہ مسلسل اُٹھنے کی کوشش کرتے رہے، کھڑے ہوجاتے اور زمین پر گر جاتے اور کہتے: لَاحَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِيِّ العَظِيم۔ لیکن ان کے دل کو سکون نہ تھا، انہوں نے پوچھا: میرا بھائی کہاں ہے؟ میرے دل کے سکون حسینؑ کدھر ہیں؟ جبکہ مجھے تو ان کے شہید ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔

لیکن ان کے غلام کہتے: اے ہمارے آقا و مولا! آپ کے بھائی فلاں مقام پر ہیں۔ پس آپ گھوڑے پر سوار ہوئے، آپ کے غلام آپ کے آگے آگے چلتے رہے۔ جب شہر مدینہ سے باہر نکل آئے تو انہیں سیاہ پوش خیموں کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا۔ آپ نے غلاموں سے پوچھا: یہ سیاہ نشانیاں کیسی ہیں؟ خدا کی قسم! بنی اُمیہ نے میرے بھائی حسینؑ کو شہید کردیا ہے، اس کے بعد ایک چیخ ماری، گھوڑے سے گرے اور زمین پر بے ہوش ہوگئے۔

ایک غلام امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتا ہے: اے میرے آقا و مولاؑ! قبل اس کے کہ آپؑ کے چچا کی روح بدن کا ساتھ چھوڑ دے ان کی مدد کو پہنچیں۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام خیمہ سے باہر آئے، ان کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے آنسو صاف کرتے آپ جب اپنے چچا کے پاس پہنچے تو ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ جب محمد حنفیہ ہوش میں آئے تو عرض کرتے ہیں:

اے میرے بھتیجے! میری آنکھوں کے نور! کہاں ہیں، میرے بھائی کدھر ہیں؟ آپؑ کے بابا کو کیا ہوا، تیرے بابا علیؑ کے جانشین حسینؑ کہاں ہیں؟ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

أَتَيتُكَ يَتِيمًا لَيسَ مَعِي إِلَّا نِسَاءٌ حَاسِرَاتٌ فِي الذُّيُولِ
عَاثِرَاتٌ ، بَاكِيَاتٌ ، نَادِبَاتٌ

''اے چچا جان! میں آپ کے پاس یتیم ہوکر آیا ہوں۔ میرے ساتھ غم زدہ مخدرات کے علاوہ کوئی نہیں ہے جو گروہ در گروہ بیٹھ کر

گریہ وزاری اور آہ و بکا میں مشغول ہیں"۔(معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۳۲)

چچا جان! میں اس حال میں واپس آیا ہوں کہ میرا کوئی حامی و مددگار نہیں تھا، اگر آپ اپنے بھائی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں تو اب بھی ان کے استغاثے کی صدا سنائی دے رہی ہے، لیکن کوئی نہیں ہے جو ان کی مدد کو پہنچے۔ وہ نہر فرات کے کنارے پیاسے شہید ہو گئے ہیں جبکہ اس نہر کا پانی حیوانات پیتے ہیں۔

فاطمہ صغریٰ، سید الشہداءؑ کے سوگ میں

جناب علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب بحار الانوار میں ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کا سلسلۂ سند کتاب مناقب میں امام زین العابدین علیہ السلام سے ہے کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں شہید کر دیا گیا تو ایک پرندہ آیا، اس نے اپنے پَر آنحضرتؑ کے خون سے رنگین کیے اور وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف پرواز کر گیا اور مدینہ پہنچ کر حضرت فاطمہ صغریٰؑ (۱) کے گھر کی منڈیر پر بیٹھا اور آنحضرتؑ کی شہادت کی خبر لے کر گیا۔(اکثر علماء اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ سید الشہداءؑ نے اپنی کوئی بیٹی بنام فاطمہ صغریٰ مدینہ میں تنہا چھوڑی ہو۔ مترجم) جب فاطمہ صغریٰؑ نے سر بلند کیا تو خون آلود ایک پرندہ دیکھا، اسے فال بد کے طور پر سمجھا، گریہ کیا اور عربی کے اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے:

"پرندے نے ایک بلند آواز نکالی اور پیغام دیا۔ میں نے اس سے
کہا: اے پرندے تم ہلاک ہو جاؤ، کیا موت کا پیغام لائے ہو؟
پرندے نے کہا: امام کے شہید ہونے کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ میں

---

(۱) محمد تقی سپہر اپنی کتاب "ناسخ التواریخ" میں لکھتے ہیں کہ اگر امام حسین علیہ السلام کی دو بیٹیوں کا نام فاطمہ تھا تو ان میں ایک وہی فاطمہ صغریٰ ہے جو مدینہ میں تھی اور دوسری فاطمہ جو کربلا میں موجود تھی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بیٹے حسن مثنیٰ کی زوجہ بنی، حسن مثنیٰ کے اس سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بیٹوں کا نام عبداللہ محض، ابراہیم غمر اور حسن مثلث تھا۔(ناسخ التواریخ، ج ۱، ص ۲۸۷)

نے کہا: کس امام کی شہادت؟ اس نے کہا: اس امام کے شہید ہونے کی خبر لایا ہوں جو کامیاب ہوگیا اور ان کے لیے جو راستہ بہتر تھا اس پر چلے گئے ہیں۔ جان لو کہ امام حسینؑ کربلا میں نیزے، تیر اور تلوار کی ضرب سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ میں اب امام حسینؑ کے لیے گریہ کر رہا ہوں اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہا رہا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ثواب پانے کا امیدوار ہوں۔

میں نے کہا: تم یہ کہہ رہے ہو کہ امام حسینؑ شہید ہوگئے ہیں؟

ہاں، سچ کہہ رہا ہوں، ان کا بدن خاک پر گرا ہوا تھا۔ پس اس پرندے نے اپنے پَر سمیٹے، اس میں مزید کوئی جواب دینے کی ہمت نہ رہی، میں اس واقعہ پر روئی، اللہ کی رضا پر راضی ہونے کے سوا میرے لیے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا"۔ (ناسخ التواریخ، ج ا، ص ۲۸۷)

اُم البنین، امام حسینؑ کے غم میں

جس دن امام حسین علیہ السلام کے اہل و عیال مدینہ واپس پہنچے تو ابوالفضل العباسؑ کی مادرِ گرامی اُم البنینؑ کی حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے پیغمبرِ خدا کی قبرِ مطہر پر ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت زینب علیہا السلام سے پوچھا: میرے بیٹوں کے بارے میں کیا خبر ہے؟ حضرت زینبؑ نے کہا: آپؑ کے سارے بیٹے قتل ہوگئے ہیں۔ حضرت اُم البنین نے کہا: تمام کے تمام امام حسینؑ پر قربان ہوں۔ اب مجھے یہ بتائیں کہ میرے حسینؑ کے ساتھ ان لوگوں نے کیسا برتاؤ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ان لوگوں نے امام حسینؑ اور ان کے اعوان و انصار کو شہید کردیا ہے۔ اگرچہ اُم البنین کے چاروں بیٹے شہید ہوچکے تھے لیکن انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر پر پیٹتے ہوئے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا اور بلند آواز سے کہا: اے میرے حسینؑ!

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: میں آپ کے لیے آپ کے بیٹے ابوالفضل

العباسؑ کی ایک نشانی لائی ہوں۔ وہ یہ پیرہن ہے جو آپ دیکھ رہی ہیں۔ حضرت اُم البنین کی جونہی نگاہیں اس پر پڑیں تو اس قدر گریہ کیا کہ آپ بے ہوش ہو گئیں۔ (تذکرۃ الشہداء، تالیف حبیب کاشانی، ص ۴۴۳)

حضرت اُم البنین کو امام حسین علیہ السلام سے عجیب محبت تھی، جب بشیر نے انہیں ان کے فرزند دلبند کی شہادت کی خبر دی تو انہوں نے کہا:

أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ الْحُسَيْنِ ، أَوْلَادِي وَمَنْ تَحْتَ الْخَضْرَاءِ كُلُّهُم فِدَاءٌ لِأَبِي عَبْدِاللّٰهِ الْحُسَيْنِ

"اور اس نیلے آسمان کے نیچے جو کچھ ہے، ابی عبداللہ الحسینؑ پر قربان ہوں۔ ان لوگوں نے حسینؑ کو شہید کر دیا ہے"۔

حضرت اُم البنین نے بلند آواز سے کہا:

قَدْ قَطَّعْتَ نِيَاطَ قَلْبِي

"تم نے خبر سنا کر میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں"۔

(منتہی الآمال، ج ۳، ص ۴۴۳)

✲✲✲

تیرہویں فصل

حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام باقر علیہما السلام کے حالاتِ زندگی

رہے مقدر کہ مجھ کو اختر وہ نور کا سلسلہ ملا ہے
میری سحر سے زیادہ روشن جہاں میں کوئی سحر نہیں ہے
(ذرّالحسن اختر)

امام زین العابدین علیہ السلام کے حالاتِ زندگی

کون سی غم کی بلا بہرِ دلِ زار نہ تھی
صبر عابدؑ کو مگر عادتِ اظہار نہ تھی
(جابر جوراسی)

لسان الملک کتاب "مناقب" سے نقل کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب کے دورِ حکومت میں جب فارس کے اُسراء مدینہ لائے جاتے تھے تو ان کے مردوں کو غلاموں اور عورتوں کو کنیزوں کی مانند بازار میں بیچا اور خریدا جاتا تھا، انہیں فروخت کرنے کے لیے شہر کے گرد پھرایا جاتا تھا۔ حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام نے اس طریقہ پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ النَّبِيَّ قَالَ: أَكْرِمُوا كَرِيمَ كُلِّ قَومٍ وَانْ خَالَفُوكُمْ وَهٰؤُلَاءِ الْفُرْسُ حُكَمَاءُ كُرَمَاءُ فَقَدْ أَلْقُوا إِلَيْنَا السَّلَمَ (ناسخ

التواریخ، ج ۴، ص ۴۴۶-۴۴۷۔ وفیات الاعیان ابن خلکان، ج ۳، ص ۲۶۷)

''رسولِ خدا کا فرمان ہے کہ ہر قوم کے بزرگوں کا احترام کرو، اگرچہ وہ آپ کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں، یہ فارس کے بزرگ اور حکماء ہیں جو اسلامی فتوحات کے نتیجے میں ہماری اطاعت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں''۔

آپؑ نے مزید فرمایا: انہیں ان کے اختیار پر چھوڑا جائے اور انہیں کسی کام پر مجبور نہ کیا جائے۔

حضرت شہربانوؑ کا انتخاب

سارے عالم میں لاجواب حسینؑ
شہربانوؑ کا انتخاب حسینؑ
(مظہر)

بی بی شہربانو سے کہا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے کسی کو اختیار کریں، لیکن انہوں نے انکار کیا۔ ان سے دوبارہ کہا گیا: اے کریم زادی! اپنی مرضی سے کسی کا انتخاب کرلیں، لیکن وہ خاموش رہیں۔

فَقَالَ اَمِيرُ الْمُؤمِنِينَ : قَدْ رَضِيَتْ وَبَقِيَ الاخْتِيَارُ بَعْدَ سَكُوتِهَا وَاَقْرَارِهَا

''حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: شہربانو کا خاموش رہنا اس کے راضی ہونے کی علامت ہے اور اسے اختیار دیا کہ وہ جسے چاہیں، اپنائیں''۔

فَقَالَتْ : لَسْتُ مِمَّنْ يَعْدِلُ عَنِ النُّورِ السَّاطِعِ وَالشِّهَابِ اللَّامِعِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

"حضرت شہربانو نے کہا: میں وہ نہیں ہوں کہ چمکتے نور اور روشن ستارے حسین علیہ السلام کے سوا کسی اور کو اختیار کروں"۔ (انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۴۶۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۶۹)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے محترمہ! آپ کسے اپنا ولی بنانا چاہتی ہیں؟

حضرت شہربانو نے عرض کیا: میرے ولی آپ بنیں۔ مولا امیرالمومنینؑ نے حذیفہ سے فرمایا: شہربانو کا نکاح حسینؑ سے کردو۔

حضرت شہربانوؑ کا سحرانگیز حُسن

شانِ اُم الامام آپ کے نام
شہربانو سلام آپ کے نام
(مظہرؔ عباس)

مرحوم شیخ عباس قمی، قطب راوندی سے اور وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں: جب بادشاہ یزدجرد بن شہریار (جو کہ فارس کے آخری بادشاہ تھے) کی بیٹی کو مدینہ میں عمر بن خطاب کے پاس لایا گیا تو شہر مدینہ کی لڑکیاں ان کا حُسن و جمال دیکھنے کے لیے گھروں سے باہر نکلیں۔ مسجد مدینہ ان کے چہرے کی شعاعوں سے روشن ہوگئی۔ جب حضرت عمر بن خطاب نے ان کا چہرہ دیکھنا چاہا تو انہوں نے فرمایا: یہ خاندانِ ہرمز کی توہین ہے کہ تم اس کی بیٹی کی طرف ہاتھ بڑھاؤ۔ حضرت عمر بن خطاب نے ان محترمہ کا یہ ردعمل دیکھا تو چیخ کر حکم صادر کیا کہ اسے فروخت کردو۔

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: شہزادوں (شہزادیوں) کو بیچنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس محترمہ کو اختیار دو کہ وہ کسی مسلمان کو اپنی مرضی سے اختیار کرے۔ حضرت عمر بن خطاب نے آپ کی تجویز قبول کی اور اس خاتون کو اختیار دیا گیا۔ حضرت شہربانو کو جب اختیار ملا تو آپ اٹھیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ مولائے کائنات نے فرمایا: اس نیک خاتون کو آرام اور سکون سے

رکھنا، اس کے ساتھ ہمیشہ اچھائی سے پیش آنا۔ اس سے آپ کا ایک بیٹا پیدا ہوگا جو اہلِ زمین میں سے سب سے بہتر ہوگا۔

بی بی شہر بانوؑ کا خواب

بی بی شہر بانوؑ نے لشکرِ اسلام کے ہاتھوں میں آنے سے قبل خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھا کہ آپؐ اس کے گھر میں داخل ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کے لیے اس کا رشتہ مانگا اور نکاح کر دیا۔

حضرت شہر بانو کہتی ہیں: جب صبح طلوع ہوئی تو آسمانِ امامت کے آفتاب کی محبت میرے دل میں سما چکی تھی۔ میں ہمیشہ ان کی یاد میں کھوئی کھوئی سی رہتی تھی۔ آئندہ رات جب سوئی تو خواب میں مَیں نے حضرت زہراء علیہا السلام کو دیکھا کہ آپؑ میرے پاس تشریف لائیں اور مجھے اسلام قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں نے خواب میں ان مخدرۂ عصمت کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد فرمایا:

عنقریب لشکرِ اسلام تمہارے باپ پر فتح حاصل کرے گا اور تمہیں اسیر بنا لے گا۔ تم بہت جلد میرے حسینؑ کی زوجیت میں جاؤ گی۔ خداوندمتعال کسی کو بھی تمہاری طرف دست درازی کرنے کی ہمت نہیں دے گا۔

حضرت شہر بانوؑ فرماتی ہیں: جب میں اسیر ہوکر مدینہ پہنچی، وہاں پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی تو میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی آقا ہیں، جنھیں رسولؐ خدا اپنے ہمراہ لے کر میرے پاس تشریف لائے تھے اور میری ان کے ساتھ شادی کردی تھی۔ پس میں نے اسی وجہ سے اپنی زندگی امام حسین علیہ السلام کے زیرسایہ بسر کرنے کو اختیار کیا۔ (منتہی الآمال، ج ۶، ص ۶۵۸)

امام سجادؑ، علامہ مجلسیؒ کی نگاہ میں

جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کتاب ارشاد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین

علیہ السلام کے چھے بچے تھے، جن میں سے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ سب سے پہلے بیٹے کا نام علی بن الحسین اکبر ہے، ان کی کنیت ابو محمد تھی اور ان کی والدہ ماجدہ ایران کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی بیٹی تھی۔

جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت امام زین لعابدین علیہ السلام حضرت علی اکبرؑ سے بڑے ہیں اور دوسرے بیٹے کا نام علی اصغرؑ ہے جو کربلا میں شہید ہوئے تھے لیکن وہ علی اکبرؑ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ان کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی لیلیٰ تھا جو ابو مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ کی بیٹی تھی۔

تیسرے بیٹے کا نام جعفر بن الحسین ہے ان کی والدہ کا تعلق قبیلہ قضاعہ سے تھا۔ ان کی وفات امام علیہ السلام کی حیات میں ہی ہو گئی تھی اور چوتھے بیٹے کا نام عبداللہ بن الحسین تھا۔ ان کی شہادت روز عاشور میدانِ کربلا میں دشمن کا تیر لگنے سے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر واقع ہوئی۔

آپ کی ایک بیٹی کا نام سکینہ تھا جن کی والدہ کا نام رباب بنت امراء القیس بن عدی تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ معدیہ کی شاخ قبیلہ کلابیہ سے ہے۔ یہی خاتون عبداللہ بن الحسین کی بھی والدہ ہے۔ آپ کی دوسری بیٹی کا نام فاطمہ تھا، ان کی والدہ اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ تیمیہ ہے۔

کتاب "البدع وصاحب اخبار" کے مؤلف تحریر کرتے ہیں۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام کا ہی نام علی اکبرؑ ہے۔ کربلا میں آپؑ کی عمر تیس سال تھی جبکہ علی اصغرؑ بارہ سالہ شہید تھے۔ (1)

---

(1) میں نے حضرت سجاد علیہ السلام کے بارے میں تھوڑی سی وضاحت دی ہے تاکہ قارئین کرام کے لیے مطالب کسی حد تک روشن ہو سکیں۔ اب فیصلہ محققین حضرات کے ہاتھ میں ہے کہ وہ دیکھیں ان شہزادوں میں سے علی اکبرؑ کون ہیں؟ البتہ میں نے حضرت علی اصغرؑ کے مصائب بھی نقل کیے ہیں کیونکہ مقاتل کی بہت سی کتب میں مذکور ہوئے ہیں، شاید مشہور قول بھی یہی ہے۔

نامِ علیؑ پر یزید کی حیرانگی

مری زبان پہ جس دم علیؑ کا نام آیا
رسولِ پاکؐ کا میری طرف سلام آیا
علیؑ کا نام ہے اعظم وہ اسمِ اعظم
کہ جس کسی نے پکارا اسی کے کام آیا

قَالَ يَزِيدُ لِعَلِيِّ بنِ الحُسَينِ عليهما السلام: وَاعَجَبًا لِاَبِيكَ سَمّٰى عَلِيًّا وَعَلِيًّا ، فَقَالَ : اِنَّ أَبِي اَحَبَّ اَبَاهُ فَسَمّٰى بِاِسمِهِ مِرَارًا (ناسخ التواریخ، ج۴، ص۲۳۴)

''یزید بن معاویہ نے حضرت امام سجاد علیہ السلام سے کہا: مجھے تعجب ہے کہ حسینؑ نے اپنے تمام بیٹوں کا نام علی رکھا ہے، سید الساجدین علیہ السلام نے فرمایا کیونکہ میرے بابا (حسین علیہ السلام) کو اپنے بابا (علی علیہ السلام) سے بہت محبت ہے لہٰذا وہ چاہتے کہ ان کا نام بار بار لیا جائے''۔

چوتھے امام کے بارے میں اغیار کے نظریات

جبر و استبداد کے سارے صنم گرتے گئے
سامنے شاہی کے تھا کردار زین العابدینؑ
(مظفر نقوی)

ابن صباغ مالکی اپنی مشہور زمانہ کتاب ''فصول المہمہ'' میں رقم طراز ہیں:

زَينُ العَابِدِينَ وَهُوَ الاِمَامُ الضَّرَايِعُ لَهُ مِنَ الكَرَامَاتِ الظَّاهِرَةُ مَا شُوهِدَ بِالاَعيُنِ النَّاظِرَةِ وَثَبَتَت بِالآثَارِ المُتَوَاتِرَةِ ، وَوُلِدَ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ بِالمَدِينَةِ نَهَارَ الخَمِيس الخَامس شَعبَان المُكَرَّمُ فِي سَنَة ثَما

وَثَلَاثِينَ مِنَ الهِجرَةِ فِي اَيَّامِ جَدِّهٖ عَلِيِّ ابنِ اَبِي طَالِبٍ
(فصول المہمہ، ج ۴، ص ۲۳۳)

''ابن صباغ کہتے ہیں: حضرت زین العابدین علیہ السلام شیعوں کے چوتھے امام ہیں۔ ان کی واضح و روشن کرامات ہیں جو آنکھوں سے دیکھی گئیں جو ادلہ متواترہ سے ثابت ہیں۔ وہ اپنے جد بزرگوار علیؑ بن ابی طالبؑ کے زمانے میں جمعرات کے دن پانچ شوال المکرم ۳۸ھ کو دنیا پر تشریف لائے''۔

امام سجاد علیہ السلام کے القابات

زین دیں زین حرم زین مدینہ سجادؑ
صبح تسلیم نما دیدۂ بینا سجادؑ

ابن شہر آشوب حضرت امام سجاد علیہ السلام کے القابات کے یوں رقمطراز ہیں:

لَقَبُهٗ زَينُ العَابِدِينَ ، وَسَيِّدُ العَابِدِينَ وَزَينُ الصَّالِحِينَ، وَوَارِثُ عِلمِ النَّبِيِّينَ وَوَصِيُّ الوَصِيِّينَ ، وَخَازِنُ وَصِيِّ المُرسَلِينَ وَ اِمَامُ المُؤمِنِينَ ، وَمَنَارُ القَانِتِينَ وَالخَاشِعِينَ ، وَالمُتَهَجِّدُ وَالزَّاهِدُ وَالعَابِدُ وَالعَدلُ ، وَالبَكَّاءُ وَالسَّجَّادُ وَ ذُو الثَّفِنَاتِ اَمَامُ الاُمَّةِ وَاَبُو الاَئِمَّةِ وَمِنهُ تَنَاسُلِ وُلدِ الحُسَينِ (مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۱۹۰)

''حضرت امام سجاد علیہ السلام کے القابات یہ ہیں: کہ آپ زین العابدین، سید العابدین، صالحین کی زینت، انبیاء کے علم کے وارث، تمام جانشینوں کے جانشین، مرسلین کے وصی کا ذخیرہ، امام المومنین، نیک اور پرہیزگار لوگوں کے لیے چمکتا ہوا مینارہ ہیں۔ آپ مجتہد، زاہد، عابد، عادل، زیادہ گریہ کرنے والے، زیادہ سجدے کرنے والے،

صاحب سخاوت، اُمت کے امام اور آٹھ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے والد گرامی ہیں۔ آپؑ ہی کے بابرکت وجود سے امام حسین علیہ السلام کی ذریتِ مقدسہ کا سلسلہ چلتا ہے"۔

آپؑ کی کنیت یہ ہے:

اَبُو الحَسَنِ ، وَالخَاصِ ، اَبُو مُحَمَّدٍ ، وَيُقَالُ اَبُو القَاسِم

"آنحضرتؑ کی کنیت ہے: ابوالحسن خاص، ابومحمد، ابوالقاسم ہے"۔

ابی زبیر (محمد بن مسلم مکی) سے نقل ہوا ہے، وہ کہتا ہے: میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے پاس تھا کہ علی بن الحسینؑ ان کے پاس آئے، پس جابر نے کہا: ہم رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے سینے سے لگایا، بوسہ دیا اور پاس بٹھالیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس بیٹے سے ایک بیٹا دنیا پر آئے گا کہ اس کا نام علیؑ ہے۔ جب قیامت برپا ہوگی، منادی آسمان کے وسط سے ندا دے گا کہ سید العابدینؑ کو چاہیے کہ وہ قیام کریں، پس وہ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

امام سجاد علیہ السلام کا معجزہ

دے رہے ہیں روشنی جبرِ یزیدی کے خلاف
مٹ نہیں سکتے کبھی افکارِ زین العابدینؑ
(مظفرنقویؔ)

مَا نُقِلَ عَنِ ابنِ شَهَابِ الزُّهرِی اِنَّهُ قَالَ: یَومٌ حَمَلَهُ عَبدُ المَلِكِ بن مُروَانَ مِنَ المَدِینَةِ اِلَی الشَّامِ فَاَثقَلَهُ حَدِیدًا وَ وَكَّلَ بِهِ حُفَاظًا فِی عِدَّةٍ وَجَمعٍ فَاستَاذَنتهُم فِی السَّلَامِ (التسلیم) عَلَیهِ وَالتَّودِیعُ لَهُ فَاَذِنُوا لِی ، فَدَخَلتُ عَلَیهِ وَهُوَ فِی قُبَّةٍ وَالاَقیَادُ فِی رِجلَیهِ ، والغُلُّ فِی یَدَیهِ فَبَكَیتُ وَقُلتُ : وَدِدتُ اَنِّی فِی مَكَانِكَ وَاَنتَ سَالِمٌ

فَقَالَ لِی : یَا زُهرِی اَتَظُنُّ هٰذَا مِمَّا تَرٰی عَلَیَّ وَفِی عُنُقِی مِمَّا یُکرِبُنِی ، اَمَّا لَو شِئتُ مَا کَانَ وَاَنَّهُ اِن بَلَغَ بِكَ وَبِاَمثَالِكَ غَمٌ لِیَذکُرَ عَذَابٌ اَلِیمٌ ثُمَّ اَخرَجَ یَدَهُ مِنَ الغُلِّ وَ رِجلَیهِ مِنَ القَیدِ (کشف الغمہ، ج ۲، ترجمہ امام زین العابدین تالیف ابن عساکر، ص ۳۱۔ تذکرہ ابن جوزی، ص ۳۲۵)

''ابن شہاب زہری سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اُس دن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا جس دن مروان بن عبدالملک آپ کو مدینہ سے شام لے گیا تھا۔ آپؑ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی ہوئی تھیں اور کچھ لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کی حفاظت کریں اور بہت سے لوگ ان کی نگہداری پر مامور تھے۔ میں نے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کرنے کی اجازت مانگی۔ ان لوگوں نے مجھے اجازت دی۔ میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر آپ کو ایک قبر نما شی میں بند کیا ہوا تھا۔ میں نے سخت گریہ کرتے ہوئے عرض کیا:

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ آپؑ کی جگہ پر میں ہوتا اور آپؑ اس قید و بند سے محفوظ ہوتے۔

آپؑ نے فرمایا: اے زہری! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ یہ قید و بند میرے لیے مشقت ہے، اگر میں اس سے آزاد ہونا چاہوں تو ہوسکتا ہوں۔ اگر تمہیں یا تمہارے جیسے دوسرے لوگوں کو ایسا غم پہنچے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا ذکر ہوگا، اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ ہتھکڑیوں اور پاؤں بیڑیوں سے باہر نکال لیے''۔

امام سجاد علیہ السلام کی سخاوت

کیا صاحب اعجاز تھا شبیرؑ کا بیٹا
دورانِ اُسارت بھی تھا آزاد ہی سجادؑ

عَن اَبِی حَمزَۃِ الثُّمَالی قَالَ: کَانَ عَلِیُّ بنُ الحُسَینِ علیہ السلام یَحمِلُ جِرَابَ الخُبزِ عَلٰی ظَھرِہٖ بِاللَّیلِ ، فَیَتَصَدَّقُ بِہٖ وَیَقُولُ: اِنَّ صَدَقَۃَ السِّرِّ تُطفِیُٔ غَضَبَ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ

"ابی حمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں: حضرت امام سجاد علیہ السلام رات کی تاریکی میں روٹیوں سے بھری بوری اپنی کمر پر اٹھاتے اور بطور صدقہ تقسیم کرتے اور فرماتے، چھپ کر صدقہ دینا غضب خدا کو ٹھنڈا کرتا ہے"۔

عَن عَمرِو بنِ ثَابِتٍ قَالَ: لَمَّا مَاتَ عَلِیّ بنُ الحُسَینِ فَغَسَّلُوہُ جَعَلُوا یَنظُرُونَ اِلٰی آثَارٍ سُوَدٍ فِی ظَھرِہٖ ، فَقَالُوا: مَا ھٰذَا؟ کَانَ یَحمِلُ جُرُبَ الدَّقِیقِ لَیلًا عَلٰی ظَھرِہٖ یُعطِیہِ فُقَرَاءَ اَھلِ المَدِینَۃِ

"عمرو بن ثابت سے روایت ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت ہوئی تو انہیں غسل دیا گیا، ان کی پشت پر کالے رنگ کے نشان تھے، کہا گیا یہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا: کیونکہ آپ رات کے وقت آٹے کی بوری اُٹھا کر مدینہ کے فقراء ومساکین کے درمیان بطور صدقہ تقسیم کرتے ہیں"۔

وَعَن ابنِ عَائِشَۃَ قَالَ : قَالَ اَبِی : سَمِعتُ اَھلَ المَدِینَۃِ یَقُولُونَ مَا فَقَدنَا صَدَقَۃَ السِّرِّ حَتّٰی مَاتَ عَلِیُّ ابنُ الحُسَین

"ابن عائشہ سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے باپ نے

میرے سامنے نقل کیا کہ میں نے مدینہ والوں سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام دنیا سے رحلت فرما گئے تو ان کے بعد صدقہ بھی ختم ہو گیا"۔ (صفۃ الصفوہ، ج ۲، ص ۵۴)

غمِ حسینؑ میں چالیس سال گریہ

زینبؑ کی ردا چھن گئی گھر لٹ گیا سارا — آگے مرے زیور مری مادر کا اُتار
یہ سب کیا اُمت کے لیے میں نے گوارا — بے جرم طمانچہ مری ہمشیر کو مارا

خوش ہو کے اسیری کے بھی دُکھ درد سہیں گے
ہم وہ ہیں کہ ہر دور میں صابر ہی رہیں گے
(میر انیس)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے چالیس سال تک اپنے بابا پر گریہ کیا۔ دن میں روزے سے ہوتے اور رات بھر بندگی خدا میں کھڑے رہتے۔ جب افطار کا وقت ہوتا تو آپؑ کا غلام کھانے پینے کی چیزیں لاتا اور آپؑ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہتا: اے میرے آقا و مولاؑ تناول فرمائیں۔

اس وقت امام سجاد علیہ السلام فرماتے: فرزند پیغمبرؐ کو بھوکا اور پیاسا ذبح کیا گیا، گریہ کرتے ہوئے اس جملے کی کئی بار تکرار کرتے، یہاں تک کہ کھانا آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ آپؑ آخر عمر تک ایسے ہی کرتے رہے۔

روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت امام سجاد علیہ السلام صحرا کی طرف گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک بڑے سے پتھر پر اپنی پیشانی رکھی۔ اس کے بعد میں نے ان کے رونے کی آواز سنی اور یہ بھی سنا کہ آپؑ نے ایک ہزار مرتبہ ان الفاظ کی تکرار فرمائی:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تَعَبُّدًا وَرِقًّا ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِيمَانًا وَتَصْدِيقًا

ان کلمات کی تکرار کرنے کے بعد آپؑ نے سر سجدے سے اٹھایا۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ کا چہرہ اور ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگ چکی تھی۔ میں نے کہا: اے میرے آقا! کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ آپ کا غم ختم اور گریہ کم ہو؟

آپؑ نے فرمایا: اے نیک بخت! حضرت یعقوبؑ ابن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ پیغمبر اور پیغمبرزادے تھے۔ ان کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے خدا نے ایک کو غائب کر دیا۔ ان کے غم میں روتے روتے ان کے سر کے بال سفید ہو گئے، ان کی کمر جھک گئی اور آنکھوں سے نور جاتا رہا، حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کا بیٹا زندہ ہے۔ میں نے تو اپنے بابا، بھائیوں اور خاندان کے سترہ افراد کو کھویا ہے، جن کے بدن ٹکڑے ٹکڑے تھے۔ میرے غم کی انتہا بھلا کیسے ہو سکتی ہے؟ (نفس المہموم، ص ۳۰۳۔ دمع السجوم، ص ۲۷۵)

اللہ کے محبوب کے محبوب کی باتیں
جی بھر کے کرو دین کے یعسوب کی باتیں
جب بھی ہو کہیں تذکرۂ اکبرؑ و شبیرؑ
بے وزن لگیں یوسفؑ و یعقوبؑ کی باتیں
(مظہر عباس)

یعقوب روز و شب ز فراق پسر گریست — تا دید گانش از غم یوسف، سفید شد
من چون کنم کہ آنچہ مرا بود سرپرست — یک روز جملہ از نظرم ناپدید شد
سقا ندیدہ کس بہ جہان تشنہ جان دھد — عباس تشنہ در لب دریا شہید شد
اکبر زباب خویش تقاضای آب کرد — افسوس و آہ ز پدرش ناامید شد
اصغر بہ روی دست پدر تشنہ جان سپرد — زین رو بہ مشکلات جہانش کلید شد

”حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے پسر کی جدائی میں شب و روز اس قدر گریہ کیا کہ روتے روتے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔

میں تو اپنے بے انتہا دکھ پر گریہ کرتا ہوں کہ جو میرے سرپرست تھے

وہ ایک دن میں میری نظروں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غائب ہو گئے۔ آج تک کسی نے یہ نہیں دیکھا ہوگا کہ سقا دنیا سے پیاسا جائے، لیکن میرے چچا عباسؑ نہر فرات کے کنارے تشنہ شہید کر دیے گئے۔

میرے بھائی علی اکبرؑ نے اپنے بابا سے پانی مانگا تھا لیکن ہائے افسوس کہ وہ اپنے بابا سے ناامید ہو گئے۔ علی اصغرؑ نے اپنے بابا کے ہاتھوں پر دشمن کا تیر لگنے سے جان دے دی۔ اسی وجہ سے اس دنیا کی مشکلات نے مجھے جکڑ لیا ہے"۔

صبرِ ایوبؑ کچھ بھی ہو لیکن
صبرِ سجادؑ کا جواب نہیں

امام سجادؑ بستر بیماری پر

اِک ناتواں اسیر سے نسبت مجھے بھی ہے
بیمارِ کربلا سے محبت مجھے بھی ہے
آنکھیں لہو فشاں ہیں تو سینہ ہے داغ داغ
غم ہائے اہلِ بیتؑ سے اُلفت مجھے بھی ہے
(مظہر عباس)

کتاب "فصول المہمہ" میں نقل ہوا ہے کہ امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی شہادت بارہ محرم ۹۴ ہجری میں واقع ہوئی۔ ان کا سنِ مبارک اس وقت ۵۴ سال تھا۔ آپؑ نے دو سال اپنے جد بزرگوار امیر المومنین علی علیہ السلام، گیارہ سال اپنے چچا حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ہمراہ اور اپنے بابا کی شہادت کے بعد ۳۴ سال زندگی بسر کی۔ آپؑ کو ولید بن عبدالملک نے زہر سے شہید کیا۔ آپؑ کو جنت البقیع میں جہاں آپؑ کے چچا امام حسن علیہ السلام دفن ہیں، عباس بن عبدالمطلب کے قبہ میں دفن کیا گیا۔ (فصول المہمہ،

ص ۲۲۱۔انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۴۶۔انوار البہیہ، ص ۶۰)

ابن سعد کہتے ہیں: علیؑ بن حسینؑ روزِ عاشورا اپنے بابا کے ساتھ کربلا میں تھے۔اس وقت ان کی عمر ۲۳ سال تھی، لیکن اس قدر مریض تھے کہ بستر بیماری پر سوئے ہوئے تھے، جس روز ان کے بابا امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تھے تو شمر بن ذی الجوشن نے کہا: اس لڑکے کو بھی قتل کردو، اس وقت بعض لوگوں نے کہا: کیا مریض کو بھی قتل کروگے؟ حالانکہ اس نے تو تمہارے ساتھ کوئی جنگ نہیں کی ہے؟ (فصول المہمہ، ص ۲۲۱۔بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۵۱)

امام سجاد علیہ السلام کی شہادت کا سبب

جناب عماد زادہ لکھتے ہیں کہ محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کی شہادت ولید بن مروان حکم کے ہاتھوں زہر سے ہوئی ہے۔

کتاب "مصباح" میں ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے انہیں مدینہ میں مسموم کیا تھا۔آپؑ کو مسموم کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپؑ کی امامت کا دائرہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا تھا، آپؑ کی مظلومیت عراق اور حجاز کے لوگوں کے درمیان اتفاق واتحاد کا مرکز بنتی جارہی تھی، ہمیشہ آپؑ کے دسترخوان پر سیکڑوں نمک خوار موجود ہوتے، اسی وجہ سے عبدالملک کو آپؑ سے بغض وحسد اور خطرہ محسوس ہوا۔اس لعین کے حکم پر آپؑ کو زہر سے مسموم کیا گیا۔(مجموعہ زندگانی چہاردہ معصومین، ج ۲، ص ۷۹)

امام علیہ السلام کی وصیت

یہ سمجھتی تھی کہ سجادؑ ہیں شبیرؑ کے لال
طاقتِ جور جو بیعت کی طلب گار نہ تھی
راہ دینے کے لیے ہٹ گیا کعبہ کا ہجوم
تھا امامت کا اثر ہاتھ میں تلوار نہ تھی

(جابر جوراسی)

ابن بابویہ اور اکثر مؤرخین کا عقیدہ یہ ہے کہ ولید بن عبدالملک نے آنحضرت کو زہر قاتل سے مسموم کیا، البتہ بعض کا نظریہ یہ ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے یہ ظلم کیا تھا، البتہ ممکن ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اُس واقعہ کی وجہ سے دل میں دشمنی پال رکھی ہو کہ جب وہ خانۂ کعبہ کا طواف کرنے گیا، لیکن بھیڑ کی وجہ سے نہ کرسکا۔ جبکہ حضرت امام سجاد علیہ السلام طواف بجالائے، نیز ایک شاعر فرزدق نامی نے آنحضرتؑ کی مدح میں وہاں پر اشعار بھی پڑھے تھے:

هَذَا الَّذِي تَعرِفُ البَطحَاءُ وَطأَتَهُ وَالبَيتُ يَعرِفُهُ وَالحِلُّ وَالحَرَمُ
هَذَا ابنُ خَيرِ عِبَادِ اللهِ كُلِّهِم هَذَا التَّقِيُّ الطَّاهِرُ العَلَمُ

''یہ وہ ہیں کہ سرزمینِ بطحا جن کے قدموں سے آشنا ہے، بیت اللہ اور حل وحرم (مکہ واطرافِ مکہ) جنہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں، یہ خدا کی بندگی کرنے والوں میں سے بہترین عابد و زاہد کے بیٹے ہیں۔ یہ صاحب تقویٰ طہارت اور پرچمِ ہدایت ہیں''۔

اور کچھ دیگر اسباب کی بناء پر اس نے اپنے بھائی ولید بن عبدالملک جو خلیفۂ وقت تھا، کو اس بات پر آمادہ کیا کہ امام سجاد علیہ السلام کو زہر سے مسموم کرے۔ پس اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرتؑ کو مسموم کرنے میں دونوں شریک ہوں گے۔

ثقۃ الاسلام شیخ جلیل علی بن محمد خزاز قمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''کفایۃ الاثر'' میں عثمان بن خالد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: جب علی بن حسین علیہ السلام مریض ہوئے (جس کی وجہ سے آپؑ نے وفات پائی) تو آپؑ نے اپنی وفات سے قبل اپنے بیٹوں حسن، عبداللہ، عمر، زید اور حسین کو اپنے پاس بلایا۔ ان میں سے اپنے بیٹے محمد بن علی علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور انہیں ''باقر'' کے نام سے موسوم کیا اور اپنی اولاد کے تمام امور آنحضرتؑ کے حوالے کیے۔ آپؑ کی وصیت کے کچھ جملے درج ذیل ہیں:

يَا بُنَيَّ إِنَّ العَقلَ رَائِدُ الرُّوحِ وَالعِلمَ رَائِدُ العَقلِ ، إِنِّي

اَن قَالَ: وَاعلَمُ اَنَّ السَّاعَاتِ يُذهِبُ عُمرَكَ وَاِنَّكَ لَا تَنَالُ نِعمَةً اِلَّا بِفِرَاقِ اُخرٰی ، فَاِیَّاکَ وَالاَمَلُ الطَّوِیلُ ، فَکَم مِن مُؤَمِّلٍ اَمَلًا لَا یَبلُغُهُ ، وَجَامِعُ مَالٍ لَا یَاکُلُهُ

''اے میرے بیٹے! عقل روح کی پرورش کرتی ہے، جبکہ علم عقل کا پالن ہار ہے۔ آپؑ نے مزید فرمایا: اے بیٹے! جان لو کہ آپ پر کچھ اوقات گزریں گے اور آپ کی عمر ختم کردیں گے۔ بے شک آپ کو ایک کے بعد ایک نعمت میسر آئے گی۔ پس آپ طولانی آرزوؤں سے پرہیز کریں۔ بہت سے آرزومند ایسے تھے جو اپنی آرزوؤں تک نہ پہنچ سکے، بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اموال اکٹھے کیے لیکن ان سے کچھ بھی کھا نہ سکے''۔ (منتہی الآمال، ص ۷۰۵)

زینت محراب امام سجادؑ کی شہادت

باوضو ہو کے چلے جانبِ خالق مظہر
زینتِ مسجد و محراب امام سجادؑ

مشہور و معروف کتاب ''بصائر الدرجات'' میں معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

میرے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب میرے والد محترم کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آپؑ نے فرمایا: وضو کرنے کے لیے پانی لائیں۔ جب میں پانی لے کر آیا تو آپؑ نے فرمایا: اس پانی میں مُردار ہے، میں نے چراغ کے نزدیک جا کر برتن میں دیکھا تو اس کے اندر چوہا مرا ہوا تھا۔ میں نے اسے گرا کر اور پانی لیا۔ حضرتؑ نے وضو کیا اور فرمایا: اے میرے بیٹے! آج کی شب ایسی شب ہے جس میں مجھے میری موت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ آپ میری ناقہ کو باڑے میں باندھ دیں اور اس کے لیے چارہ وغیرہ کا بندوبست کریں۔ اسی رات آپؑ کی رحلت ہوگئی۔

امام سجادؑ کے غم میں ناقہ کی بے قراری

رحلتِ سید سجادؑ پہ گریاں ہیں بشر
سنتِ ناقۂ غم خوار نبھانے کے لیے
(مظہر)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب آنحضرتؑ کو دفن کر چکے تو ان کی ناقہ باڑے سے باہر آئی اور امام کی قبر پر گئی، اپنا سینہ آنحضرتؑ کی قبر پر رکھا، گریہ و زاری کی، آنکھوں سے آنسو بہائے۔ جب حضرت امام باقر علیہ السلام اس واقعے سے مطلع ہوئے تو آپؑ ناقہ کے قریب آئے اور فرمایا:

خاموش ہو جاؤ اور واپس لوٹ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا کرے۔ پس ناقہ وہاں سے اٹھی اور اپنے باڑے میں واپس آ گئی لیکن تھوڑا سا وقت گزرنے کے بعد دوبارہ قبر کے پاس آئی۔ حضرت امام باقر علیہ السلام کو پھر بتایا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اسے چھوڑ دیں کہ وہ اپنے مالک کے لیے بے قرار ہے۔ ناقہ نے اس قدر گریہ کیا کہ تین روز بعد مر گئی۔ (منتہی الآمال، ص ۷۰۶۔ بحار، ج ۴۶، ص ۱۴۸۔ انوار البھیہ، ص ۶۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۷۰)

نفسِ زکیہ کے غم میں اہلِ مدینہ کا گریہ

جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دنیا سے رحلت ہوئی تو پورا مدینہ ان کے غم میں ڈوب گیا۔ مرد و زن، گورے کالے اور چھوٹے بڑے سب ان کے غم میں نڈھال ہو رہے تھے، زمین و آسمان سے غم و اندوہ کی بارش برس رہی تھی۔

اے زین عابدین! امام شکستگاں
زنجیر زن ہواؤں میں کس خوں کی باس ہے
(خالد احمد)

علی بن زید اور زہری سے روایت ہے کہ اس نے کہا: میں نے سعید بن مسیب سے

کہا: تم کہتے ہو کہ علی بن حسین علیہما السلام نفسِ زکیہ تھے، ان کی کوئی مثال نہیں ملتی؟
سعید نے کہا: ہاں، وہ ایسے ہی تھے لیکن کسی نے بھی ان کی قدر و قیمت نہیں جانی ہے۔ (بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۴۹)

برہم ہوں تو عالم کی بنا ہو ابھی نابود اعجاز ہے موسیٰ کا عصا میں مرے موجود
گلزار ہو سائے سے مرے آتشِ نمرود آہن کو ابھی موم کروں صورتِ داؤدؑ
ہے زور مرے قبضے میں حیدرؑ کے برابر
دو انگلیاں ہیں تیغ دو پیکر کے برابر
(میر انیس)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حالاتِ زندگی

اہلِ دنیا کو سکھایا یہ سبق باقرؑ نے
زندگی آلِ نبیؐ ایسے بسر کرتے ہیں

مشہور ومعروف کتاب ''کشف الغمہ'' میں مذکور ہے:

وُلِدَ بِالْمَدِيْنَةِ سَنَةَ سَبْعٍ وَخَمْسِيْنَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَقُبِضَ بِهَا سَنَةَ أَرْبَعَ عَشَرَةَ وَمِائَةَ ، وَسِنُّهُ يَوْمَئِذٍ سَبْعٌ وَخَمْسُوْنَ سَنَةً ، وَهُوَ هَاشِمِيٌّ مِنْ هَاشِمِيِّيْنَ ، عَلَوِيٌّ مِنْ عَلَوِيِّيْنَ وَقَبْرُهُ بِالْبَقِيْعِ مِنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ (کشف الغمہ، ج۲، ص ۳۲۷۔ منتہی الآمال، ص ۶۶۷۔ انوار البہیہ، ص ۶۲۔ مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص ۲۲۷۔ بحار، ج۴۶، ص ۲۱۵)

''حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سن ستاون ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴ھ کو وفات پائی۔ انہوں نے ۵۷ سال عمر پائی۔ وہ ہاشمیوں میں سے ہاشمی اور علویوں میں سے علوی تھے۔ ان کی قبر مبارک مدینۃ الرسول کے قبرستانِ بقیع میں ہے''۔

آپؑ کا اسمِ گرامی اور لقب مبارک

آپؑ کا اسمِ مبارک محمد، کنیت ابوجعفر ہے جبکہ القاب مبارک باقر، شاکر اور ہادی ہیں۔

باقرؑ و شاکر اور ہادی امامؑ
ہیں ہمارے سب کے سب مہدیؑ امام
(قاسم)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اے جابرؓ! امید ہے کہ آپ دنیا میں زندہ رہیں گے اور آپ میرے ایک بیٹے سے ملاقات کریں گے جو حسین بن علی علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا کہ یَبقَرُ عِلمَ الدِّینِ بَقرًا "وہ علم دین کو کھول کھول کر بیان کریں گے"۔ پس جب آپؓ کی ان سے ملاقات ہو تو انہیں میرا اسلام دینا۔ (انوار البھیہ، ص ۶۲۔ مناقب، ج ۴، ص ۲۲۷۔ منتہی الآمال، ص ۷۶۶۔ بحار، ج ۴۶، ص ۲۱۵۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۳۲۷)

پس جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور آپ نے رسولؐ خدا کا سلام آپؑ تک پہنچایا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا پر سلام ہو اور آپ پر بھی سلام ہو کہ آپ نے رسولؐ خدا کا سلام مجھ تک پہنچایا۔

قَالَ کَمَالُ الدِّینِ : هُوَ بَاقِرُ العِلمِ وَجَامِعُهُ وَشَاهِیرُ العِلمِ وَرَافِعُهُ ، وَزَکَا عَمَلُهُ وَطَهُرَت نَفسُهُ ، شَرُفَت اَخلَاقُهُ وَعَمَرَت بِطَاعَةِ اللّٰهِ اَوقَاتُهُ وَرَسُخَت فِی مَقَامِ التَّقوٰی قَدَمُهُ

"کمال الدین بن طلحہ کہتے ہیں: وہ علم کو کھولنے والے، علم کے جامع، علم کو شہرت دینے والے اور علم کو بلند کرنے والے ہیں۔ ان کا عمل نیک اور نفس پاک ہے۔ وہ اخلاقِ حمیدہ کے مالک ہیں، ان کی پوری زندگی اطاعتِ خدا میں گزری اور مقامِ تقویٰ میں راسخ تھے"۔

وہ کہتے ہیں: ان کی ولادتِ باسعادت تین صفر ۵۷ ہجری کو اپنے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے چار سال پہلے ہوئی تھی، آپؑ کی والدہ کا نام فاطمہؑ بنت حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے، انہیں اُم الحسن واُم عبداللہ کہتے ہیں۔ (کشف الغمہ، ج ۲، ص ۳۱۸)

آئینۂ علم خدای قادر ہستی گنجینۂ دانش امام باقرؑ ہستی
غوّاصِ دریای علوم عالمینی استاد جبرئیلؑ و از نسل حسینی

رخسار تو معنای خورشید است مولا　　درگاہ تو درگاہ امید است مولا
بر در گہت جبریل دربانی نماید　　در وصف تو بلبل غزل خوانی نماید

"اے امام باقر علیہ السلام آپؑ خدائے قادر کے علم کا آئینہ اور خزانہ ہیں۔ آپؑ عالمین کے دریائے علم میں غوطہ زن ہیں۔ آپؑ جبرئیلؑ کے استاد اور حسین بن علی علیہما السلام کی عترت سے ہیں۔

اے مولاؑ! آپ کے رخسار خورشید کے ترجمان ہیں، اے مولاؑ! آپؑ کی بارگاہ اُمید کی بارگاہ ہے۔ آپؑ کے دربار کا دربان جبرئیلؑ ہے، بلبل آپؑ کی مدح میں غزل خوان ہے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ

مرحوم شیخ عباس قمی کہتے ہیں: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت آپؑ کی عمر چار سال تھی۔ آپؑ کی والدۂ ماجدہ کا نام فاطمہؑ تھا جو امام حسن علیہ السلام کی بیٹی تھیں، انہیں اُم عبداللہ کہتے ہیں۔ (مناقب، ج ۴، ص ۲۲۷۔ بحار، ج ۴۶، ص ۲۱۶۔ منتہی الآمال، ص ۷۶۶)

مرحوم راوندی کتاب "دعوات" میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک دن میری والدۂ ماجدہ دیوار کے سائے میں تشریف فرما تھیں کہ اچانک دیوار سے آواز آئی کہ وہ گرنے والی ہے۔ آپؑ نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اے دیوار رُک جا، تمہیں حقِ مصطفیٰؐ کی قسم! حق تعالیٰ کی طرف سے تم کو گرنے کی اجازت نہیں ہے۔ پس وہ دیوار زمین اور فضا کے درمیان معلق ہوگئی، یہاں تک کہ میری والدہ ماجدہ وہاں سے چلی گئیں۔ اس واقعہ کے بعد میرے باپ امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک سو اشرفیاں ان کا صدقہ نکالا۔

راوی حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

كَانَتْ صِدِّيقَةً لَمْ يُدْرَكْ فِي آلِ الْحَسَنِ مِثْلُهَا

''میری جدہ (فاطمہ بنت حسنؑ) صدیقہ تھیں۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی عترت میں سے کوئی بھی خاتون ان کے مقام و مرتبہ پر فائز نہ تھی''۔ (منتہی الآمال، ص ۲۶۷۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۲۷۲)

امام محمد باقر علیہ السلام کے کلام میں ولایت

وارثِ دین ، ولایت کے امیں ہیں باقرؑ
رہبرِ خلقِ خدا عرش نشیں ہیں باقرؑ
(مظہر)

اَلْمَدَائِنِی بِالْاَسنَادِ عَنْ جَابِرِ الْجُعفِی قَالَ: قَالَ الْبَاقِرُ: نَحنُ وُلَاۃُ اَمرِ اللّٰہِ وَخُزَّانُ عِلمِ اللّٰہِ وَوَرَثَۃُ وَحیِ اللّٰہِ وَحَمَلَۃُ کِتَابِ اللّٰہِ طَاعَتُنَا فَرِیضَۃٌ وَحُبُّنَا اِیمَانٌ وَبُغضُنَا کُفرٌ مُحِبُّنَا فِی الجَنَّۃِ وَمُبغِضُنَا فِی النَّارِ (مناقب، ج ۴، ص ۲۲۳)

جناب مدائنی اپنی اسناد سے جابر جعفی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے: امرِ خدا کے موالی ہم ہیں، علمِ خدا کے خزانے ہم ہیں، وحیِ خدا کے وارث ہم ہیں، کتابِ خدا کے حامل ہم ہیں۔ ہماری اطاعت واجب ہے اور ہماری محبت ایمان ہے۔ ہم سے بغض رکھنا کفر ہے، ہمارا دوست بہشت میں اور دشمن جہنم میں جائے گا''۔

دربار میں آیا ہے امامت کا نگیں

ابی بکر حضرمی سے منقول ہے کہ ابوجعفر علیہ السلام کو مدینہ سے شام کی جانب روانہ کیا گیا تا کہ ہشام بن مروان کے پاس لے جایا جائے۔ جب آپؑ اس کے دربار کے دروازے پر پہنچے تو ہشام نے اپنے چیلوں سے کہا: جس وقت محمد بن علی علیہما السلام کو دربار

میں لایا جائے گا میں اسے کچھ نہیں کہوں گا، لیکن تم لوگ اس کی توہین کرنا۔ اس کے بعد حکم دیا گیا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کو ہشام کے پاس لایا جائے۔ جب آنحضرتؑ دربار میں داخل ہوئے تو آپؑ نے وہاں پر موجود لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ ہشام بن مروان لعین نے آپؑ کی توہین کرتے ہوئے کہا: آپؑ نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا ہے اور خلیفہ کی اجازت کے بغیر کیوں بیٹھ گئے ہو؟ اس نے مزید کہا: اے محمدؑ بن علیؑ آپ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں گزرا ہے جس نے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ نہ ڈالا ہو اور لوگوں کو اپنی طرف آنے کی دعوت نہ دی ہو۔

ہشام کا یہ خیال تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کسی چیز سے آگاہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی علم ہے۔ ہشام کے بعد دربار میں موجود سب لوگوں نے آنحضرتؑ کو سرزنش کی اور آپؑ کی توہین کی۔ جب اہلِ مجلس خاموش ہو گئے تو امام علیہ السلام تھوڑا سا چلنے کے بعد کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

اے لوگو! تم کدھر جا رہے ہو اور تمہارا کیا ارادہ ہے؟ ہمارے سبب سے تم لوگوں کو سب سے پہلے ہدایت ہوئی اور ہماری ہی وجہ سے تمہارے آخری کا خاتمہ ہو گا۔ اگر تم لوگوں نے زود گزر اور عارضی بادشاہت حاصل کی ہے تو ہم اہلِ بیتؑ کے پاس لازوال بادشاہت ہے۔ ہماری بادشاہت کے بعد کوئی دوسری بادشاہت و زندگی نہیں ہے کیوں ہم اہلِ عاقبت ہیں جن کے بارے میں خداوند متعال کا ارشاد ہے: وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔

ہشام لعین نے حکم دیا کہ آنحضرتؑ کو زندان میں بند کر دیا جائے، جب تک آپؑ قید خانے میں تھے تو تمام قیدی آپؑ کا ازحد احترام کرتے، داروغہ نے یہ خبر ہشام تک پہنچائی۔ اس نے کہا: انہیں مدینہ واپس بھیج دیا جائے لیکن اس طرح سے لے کر جائیں کہ اہلِ مدینہ ان کے استقبال کے لیے باہر نہ نکلیں اور نہ ہی انہیں کھانے پینے کو کچھ دیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام تین دن تک مسلسل سفر میں رہے۔ انہیں راستے میں نہ تو کھانا دیا گیا نہ پانی۔ جب آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے شہر مدائن میں پہنچے تو لوگوں نے شہر کے

دروازے بند کر لیے۔ آپ کے اصحاب بھوک اور پیاس سے نیم جان ہو چکے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے جہاں سے نظر آ سکیں، پھر آپؑ نے بلند آواز سے فرمایا: اے اہلِ مدائن! تم لوگ ظالم اور ستم کار ہو۔ میں بقیۃ اللہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (سورۂ ہود:۸۶)

''اللہ کی طرف کا ذخیرہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم صاحب ایمان ہو اور میں تمہارے معاملات کا نگران اور ذمہ دار نہیں ہوں''۔

ان موجود لوگوں کے درمیان ایک بوڑھا شخص تھا، اس نے لوگوں سے آ کر کہا: اے لوگو! خدا کی قسم! ان کی دعوت حضرت شعیبؑ پیغمبر کی دعوت کی مانند ہے۔ اگر تم لوگوں نے اس شخص کے لیے شہر کے دروازے نہ کھولے تو ارضی وسماوی عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اس دفعہ میری بات کی تصدیق کرو اور اس پر عمل کرو۔ اگر سچ نہ ہو تو آئندہ مجھ پر اعتبار نہ کرنا۔ لوگوں نے جلدی سے ان اور ان کے اصحاب کے لیے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ جب یہ خبر ہشام بن عبدالملک تک پہنچی تو اس نے کسی کو بوڑھے شخص کے پاس بھیجا اور اسے اٹھوا کر لے گیا۔ اس کے بعد کسی کو کوئی خبر نہیں ہوئی کہ اس بوڑھے شخص کے ساتھ کیا بیتی ہے؟ (یقیناً قتل کروا دیا گیا ہوگا) (انوار البھیہ، ص ۶۵۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۷۶-۳۷۷۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۱۱-۳۱۲)

مشہور و معروف کتاب منتہی الآمال میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ شہر مدائن کے لوگ ڈر گئے، انہوں نے دروازے کھول دیے، ہمیں اپنا مہمان بنایا، ہمارے لیے کھانے پینے کا بندوبست کیا، ہم آئندہ روز وہاں سے روانہ ہوئے۔ پس حاکم مدائن نے جب یہ واقعہ سنا تو اُس ملعون نے ہشام کے نام ساری تفصیل لکھ بھیجی۔ ہشام بن عبدالملک ملعون نے مدائن کے حاکم کے نام لکھا کہ اس بوڑھے شخص کو قتل کر دو، اس نے بوڑھے کو قتل کروا دیا۔ پس اس کے بعد ہشام ملعون نے حاکمِ مدائن کو حکم دیا کہ میرے بابا کو

زہر دے کر شہید کر دیا جائے، اس لعین نے حکم پر عمل کرتے ہوئے میرے بابا کو زہر سے شہید کر دیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے علم کی لوگوں کے درمیان شہرت تھی لہٰذا آپؑ کو باقر کا نام دیا گیا کیونکہ آپؑ نے علم کو کھول کر بیان کیا۔ اہل علم کو پہچانا اور علم کی شاخیں پھیلائیں۔ عربی زبان میں تَبقرُ کا معنی پھیلانا اور وسعت دینا ہے۔ (فی رحاب ائمہ اہل بیتؑ، ص ۳۰۔ زندگانی باقر العلوم، ص ۲۳)

ابن حجر کا اعتراف

ابن حجر اپنی مشہور و معروف کتاب ''صواعق محرقہ'' میں تحریر کرتے ہیں کہ انہیں باقر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وَبَقَرَ الاَرضَ بِہٖ یعنی زمین کو کھول دیا اور اس کے اندر پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کر دیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے بھی معارف، علوم، حقائق احکام اور ان کی حکمتوں کو پوشیدہ خزانوں سے نکال کر آشکارا کیا۔ یہ اُمور انتہائی صاحب بصیرت شخص کے علاوہ کسی دیگر سے ممکن نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو علم کھولنے والا، اس کا جامع، اسے آشکارا کرنے والا اور علم کو معراج کی بلندیوں تک پہنچانے والا کہا جاتا ہے۔

الہامی علم

اگر علم ایسا نور ہو کہ خداوند متعال جس کے دل میں چاہے روشن کر دے تو پھر کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے جو اولیائے خدا کے دلوں میں نورِ علم روشن ہونے میں رکاوٹ بنے؟ بناء بر ایں علم آئمہ علیہم السلام کا ایک سرچشمۂ الہام ہے اور یہ الہام ہمیشہ سکون و آرام کے ہمراہ ہوتا ہے۔ یہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو اطمینان بخشتا ہے کہ یہ علم خداوند متعال کی جانب سے ہے۔ یہی نکتہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے ایک حدیث کے اندر بیان کیا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

ہمارا علم غابر، مزبور اور نکت ہے۔ غابر سے مراد یہ ہے کہ ہمارا علم ہمیشہ سے پائیدار

اور محکم ہے۔ مزبور سے مراد یہ ہے کہ وہ تحریر شدہ ہے جو ہمارے پاس آتا ہے، نکت سے مراد یہ ہے کہ ہمارا علم گرہیں کھولتا ہے۔

ایک اور مقام پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: (علم) اسے (مومن کو) اطمینان بخشتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ فرشتوں کی جانب سے الہام ہے اور اگر شیطان کی طرف سے ہوتا تو اس پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا۔ اگر شیطان اس کے مقابلے میں آئے تو اسے آگے بڑھنے سے روک نہیں سکتا۔

حضرت امام محمد باقرؑ اور دوسرے آئمہ علیہم السلام کا علم انہی سرچشموں کی پھوٹ ہے، لہٰذا معارف و احکامِ دین کے بارے میں اللہ تعالیٰ جو کچھ ان کی زبانِ طہارت سے بیان کرتا ہے اس میں تعجب اور حیرانگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ جناب شیخ مفید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین سید الشہداء علیہ السلام کی اولاد میں سے جس طرح سے حضرت امام باقر علیہ السلام نے علمِ دین کو اس کے آثار، سنتِ الٰہی، علمِ قرآن، سیرت اور آداب کے بارے میں آشکارا کیا ہے کسی اور نے اس طرح واضح نہیں کیا۔ (زندگانی باقر العلوم، ص ۱۶-۱۷)

ہشام کا سوال اور باقر العلوم کا جواب

جناب ابی بصیر، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ہشام بن عبدالملک نے کسی شخص کو بھیجا کہ میرے والد گرامی کو شام میں لے آئے۔ میرے بابا جب ہشام کے پاس پہنچے تو اس نے کہا:

اے ابا جعفر! میں نے آپ کو یہاں پر اس لیے بلایا ہے کہ میں آپؑ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں اور میرے علاوہ وہ مسئلہ پوچھنے کی کسی اور میں صلاحیت نہیں ہے، اور یہ بھی مناسب نہیں کہ اس مسئلہ کا کسی اور کو پتہ چلے۔ پس میرے والد بزرگوار نے فرمایا: جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو، پوچھ لو۔

ہشام نے کہا: مجھے علیؑ بن ابی طالبؑ کی شب شہادت کے بارے میں بتائیں اور

اس پر کیا دلیل ہے کہ وہ اسی مہینے میں شہید ہوئے ہیں اور اس چیز کی اس وقت کے لوگوں کے لیے کیا نشانی تھی؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس رات امیرالمومنین علی علیہ السلام شہید ہوئے تھے اس رات زمین سے جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے خون جاری تھا اور یہ سلسلہ سحر تک جاری رہا۔ جس رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی غائب ہوئے تھے اس رات بھی اسی طرح ہوا تھا۔ نیز اُس رات میں بھی اسی طرح سے ہوا تھا جس میں حضرت یوشع بن نون کو قتل کیا گیا اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں شہادت واقع ہوئی تھی اس وقت بھی ہر پتھر کے نیچے سے خون جاری تھا۔

جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ہشام کے سوال کا جواب یوں ارشاد فرمایا تو وہ غصے سے آگ بگولا ہوگیا۔ روایت میں مذکور ہے کہ فَتَرَبَّدَ وَجهُ هِشَامٍ وَامتَقَعَ لَونُهُ وَهَمَّ اَن يَبطَشَ بِاَبِي ”غصے کی شدت سے ہشام کا رنگ متغیر ہوگیا گویا کہ اسے بہت دکھ ہوا ہو۔ اس نے میرے پدر بزرگوار پر سختی کرنے کا ارادہ کیا“۔

میرے بابا نے فرمایا: اے ہشام! لوگوں پر اپنے امامؑ کی اطاعت کرنا واجب ہے، نیز اپنے امام کی تصدیق کرنا بھی واجب ہے۔ تم نے خود ہی تو سوال کیا ہے اور میں نے تمہیں اس کے جواب سے آگاہ کیا ہے، پس تمہارے اُوپر واجب ہے کہ اپنے امام کی اطاعت کرو۔

ہشام نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنا عہد و میثاق مجھے عطا کیا ہے کہ میں یہ حدیث کسی کے سامنے بیان نہ کروں۔ اس کے بعد کہا: اگر آپ اپنے اہل و عیال کے پاس جانا چاہتے ہیں تو جاسکتے ہیں۔

میرے بابا شام سے حجاز کی جانب روانہ ہوئے، ہشام نے اپنے تمام کارندوں کے نام خط لکھ بھیجا اور حکم دیا کہ انہیں اپنے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دیں اور نہ ہی ان کی بیعت کرنے کے لیے کسی کو گلی کوچوں میں (آزاد) چھوڑیں۔ نیز اُس نے یہ بھی حکم دیا تھا

کہ شام میں کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ میرے والد محترم کے ساتھ نشست و برخاست کرے۔ یوں آپؑ وہاں سے روانہ ہوئے اور حجاز پہنچ گئے۔ (بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۳۱۵-۳۱۶)

حضرت امام محمد باقرؑ کا حضرت امام صادقؑ کے نام وصیت نامہ

جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سمجھ گئے کہ اب جدائی کا وقت قریب ہے اور وعدۂ الٰہی پورا ہونے والا ہے، زہر جفا نے تمام بدن میں سرایت کرلی ہے اب زندہ رہنے کی کوئی اُمید باقی نہیں ہے تو آپؑ نے اپنے بیٹے امام صادقؑ کو بلا کر فرمایا: اے جعفر! جب میں عالمِ بقاء کی جانب رخصت ہو جاؤں تو مجھے غسل دینا اور اس یمنی چادر سے کفن پہنانا جسے پہن کر میں نمازِ جمعہ پڑھتا ہوں۔ ایک قمیص پہنانا جو میں خود پہنے ہوئے ہوں، سر پر عمامہ باندھنا، عمامہ کو لباس میں شمار نہ کرنا، زمین میں قبر کھود کر مجھے دفن کرنا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مدینہ کے لوگوں کو گواہ بنایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب مدینہ کے لوگ باہر چلے گئے تو میں نے عرض کیا: باباجان! گواہوں کی کیا ضرورت تھی؟ ان کا ہونا ضروری نہیں تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میں نے انہیں اس لیے گواہ بنایا ہے کہ یہ لوگ جان لیں کہ عہدۂ امامت میں میرے جانشین آپؑ ہیں اور اس بارے میں کوئی بھی آپ سے کسی قسم کا تنازعہ نہ کر سکے۔ آخر میں امام پنجم فرماتے ہیں: اے میرے لالؑ! کیا آپ نے دیوار کی پشت سے یہ آواز نہیں سنی کہ میرے بابا علی زین العابدین فرمارہے ہیں: اے محمدؑ! جلدی آئیں ہم آپؑ کے منتظر ہیں۔

امام محمد باقرؑ شہادت کی معراج پر

شہادت ورثۂ آلِ نبیؐ ہے
ہوئے باقرؑ بھی اس منصب پہ فائز
(کاظم جعفری)

کتاب انوار البھیہ میں نقل ہوا ہے کہ امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین علیہم السلام کو ابراہیم بن ولید بن عبدالملک نے مدینہ میں پیر کے دن، ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ کو زہر سے مسموم کیا۔ اس وقت آپؑ کا سنِ مبارک ۵۷ سال تھا۔ آپؑ کی شہادت ہشام بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔ آپؑ کو قبرستانِ بقیع میں آپؑ کے پدر بزرگوار کی قبر کے نزدیک دفن کیا گیا۔ (انوار البھیہ، ص۶۹۔ منتہی الآمال، ص۸۰۶)

ھشام آخر مرا مسموم از زہر جفا کردی
دلم را راحت از فکر و خیال کربلا کردی

بہ روی زین زھر آلودہ ام بنشاندی و ازکین
بر ان عہدی کہ بستی بایزید دون وفا کردی

چنان آتش زدی بر تار و پودم رای ستم گستر
کہ بند از بند اعضایم ز زھرکین جدا کردی

ھنوز از تشنگیٔ کربلا فارغ نگردیدم
کہ باسوزِ جگر سوزِ دلم را آشنا کردی

دلم از روزِ عاشورا شدہ از داغ داغستان
مرا راحت زداغستانِ داغ کربلا کردی

"اے ہشام بالآخر تو نے مجھے زہرِ ستم سے مسموم کردیا ہے، میرے دل کو کربلا کے فکر و خیال سے نجات دلائی ہے۔

تو نے مجھے زہر آلود زین پر بٹھایا ہے اپنے کمینے پن کا اظہار کرتے ہوئے تو نے یزید کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کیا ہے۔

اے ظلم و ستم کا ارتکاب کرنے والے! تو نے میرے تن بدن کو یوں آگ لگائی ہے کہ تو نے زہرِ قاتل سے میرے اعضاء کا ہر جوڑ جدا

جدا کر دیا ہے۔ میں تو ابھی کربلا کی تشنگی سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ تو
نے میرے جگر میں آگ لگا دی اور میرے دل کو جلا کر رکھ دیا۔
عاشورا کے دن سے میرا دل دکھوں کی آماجگاہ بن گیا تو نے مجھے کربلا
کے دکھوں کی آماجگاہ سے راحت دے دی"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تین یا چار سال زندگی بسر کی۔ آپ کی امامت کے دوران میں ولید بن یزید، سلیمان اور عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک اور ولید ابراہیم بن عبدالملک بن مروان نے حکومت کی۔ آپ کی شہادت ابراہیم کی حکومت کے اوائل میں واقع ہوئی۔

ابن بابویہ لکھتے ہیں: امام محمد باقر علیہ السلام کو ابراہیم بن ولید بن یزید نے مسموم کیا۔ (بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۲۱۲۔ مناقب، ج ۴، ص ۲۲۷ و ۲۲۸)

ابراہیم بن ہاشم حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: میں اپنے پدر بزرگوار کی شب شہادت کے موقع پر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مناجات میں مشغول تھے، آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بعد میں آنا، میں نے انتظار کیا کہ آپ مناجات سے فارغ ہو جائیں، جب فارغ ہوئے تو میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ وہی رات ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض ہوئی تھی، میری روح بھی اسی رات میں قبض ہوگی۔ (بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۲۱۳)

جس رات چلے دنیا سے پیغمبر اکرمؐ
باقرؑ کو اسی رات شہادت کی نوید آئی
(کاظم جعفری)

چودھویں فصل

حضرت امام صادق علیہ السلام کے حالاتِ زندگی

ولادت

اسم اے جعفر صادقؑ تیرا
لفظ پہلا ہے حدیث دل کا
بعدِ فرمانِ رسولؐ عربی
فخر ہے تیرا حوالہ شاہاً
وا ہوئے ہم پہ جو ابوابِ علوم
درس ہے تیرا یہ کتنا سچا
(مظہر عباس)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت باسعادت مدینہ میں ۸۰ ہجری یا دوسرے قول کی بناء پر ۸۳ ہجری میں ہوئی، البتہ ابن صباغ مالکی کے نزدیک پہلا قول صحیح ترین قول ہے۔ (بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۱)

آپؑ کا اسمِ مبارک جعفر اور کنیت ابوعبداللہ وابواسماعیل ہے۔ آپؑ کے مشہور ترین القابات صادق، طاہر، صابر اور فاضل ہیں۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی اُم فروہ ہے جو قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بیٹی تھیں۔ البتہ صاحب مناقب لکھتے ہیں کہ آپؑ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ مبارک فاطمہ تھا جو قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بیٹی تھیں۔ (مناقب، ج ۴، ص ۳۰۲۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۳۷۰۔ بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۳۔ منتہی الآمال، ص ۸۱۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

كَانَتْ اُمِّي مِمَّنْ اٰمَنَتْ وَاتَّقَتْ وَاَحْسَنَتْ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

"میری والدہ ماجدہ ان خواتین میں سے تھیں جو ایمان لائیں، تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کی اور اچھے کام کیے، اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔ (انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۴۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۱)

شیخ بزرگوار علی بن الحسین اپنی کتاب "اثبات الوصیۃ" میں فرماتے ہیں: حضرت امام صادق علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اپنے زمانے کی خواتین میں سے مقدس ترین خاتون تھیں۔ مرحوم شیخ عباس قمی رقم طراز ہیں: اُم فروہ اس قدر مجللہ و مکرمہ تھیں کہ ان کی وجہ سے حضرت امام صادق علیہ السلام کو "ابن المکرمہ" کہتے ہیں۔

مرحوم شیخ عباس قمی رحمۃ اللہ علیہ مزید رقمطراز ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ میں واقع ہوئی ہے کہ جو رسولؐ خدا کی تاریخ ولادت کے ساتھ ملتی ہے۔ یہ دن شریف اور بہت بڑی برکتوں والا دن ہے۔ صالحین آل محمدؐ دور قدیم سے اس دن کو عظیم شمار کرتے آئے ہیں اور اس دن کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ (منتہی الآمال، ص ۸۱۰)

کمال الدین بن طلحہ کہتے ہیں: ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام اہل بیتؑ اور سادات کی عظیم المرتبت شخصیات میں سے ایک تھے۔ ان کے علوم کی کوئی انتہا نہ تھی، از حد عبادت گزار تھے، وہ مسلسل ورد کرتے رہتے تھے، اُن کے زہد کی تعریف و توصیف بیان سے باہر ہے۔ وہ بہت زیادہ تلاوت قرآن کرتے تھے۔ معانی کے بارے میں تتبع اور تحقیق کرتے اور علم کے بحرِ بےکراں سے ہیرے اور جواہرات نکالتے تھے۔ (کشف الغمہ، ج ۲، ص ۳۶۹)

قَالَ مَالِكُ بنُ أَنَسٍ : مَا رَأَت عَينِي أَفضَلَ مِن جَعفَرِ بنِ مُحَمَّدٍ فَضلًا وَعِلمًا وَوَرَعًا ، وَكَانَ لَا يَخلُو مِن إِحدَىٰ ثَلَاثِ خِصَالٍ : إِمَّا صَائِمًا وَ إِمَّا قَائِمًا وَ إِمَّا ذَاكِرًا وَكَانَ مِن عُظَمَاءِ البِلَادِ وَأَكَابِرِ الزُّهَادِ الَّذِينَ يَخشَونَ رَبَّهُم وَكَانَ كَثِيرَ الحَدِيثِ طَيِّبَ المَجَالِسِ كَثِيرَ الفَوَائِدِ

"مالک بن انس کہتے ہیں: آج تک میری آنکھ نے علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری میں جعفر بن محمد سے فاضل تر کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ کبھی بھی ان تین (اعلیٰ) صفات سے خالی نہیں ہوتے تھے، یا روزے سے ہوتے تھے۔ یا نمازِ تہجد میں مشغول یا ذکر کرنے میں مصروف ہوتے تھے۔ وہ بلاد کی باعظمت ہستی تھے۔ وہ زاہدوں کے آقا و سردار تھے اور اللہ جل شانہٗ کے حضور خاشع تھے۔ انہوں نے بہت زیادہ احادیث نقل کی ہیں۔ ان کا لوگوں کے ساتھ آنا جانا اچھا تھا اور ان کے وجودِ (ذیجود) مقدس کے بہت زیادہ فوائد (وثمرات) تھے"۔

(مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص ۲۹۷۔ منتہی الآمال، ص ۸۱۴)

امام صادقؑ بے آسرا لوگوں کی پناہ گاہ

یزید بن عمرو بن ہبیرہ کا غلام رفید کہتا ہے: ابن ہبیرہ کو مجھ پر غصہ آیا تو اس نے قسم کھائی کہ میں تمہیں ضرور قتل کردوں گا، میں اس کے پاس سے فرار کر کے حضرت امام صادق علیہ السلام کی پناہ گاہ میں گیا اور آنحضرتؑ کی خدمت میں ساری صورت حال بیان کی۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

تم اس کے پاس واپس چلے جاؤ اور اسے میری طرف سے سلام کہو، نیز اسے میرا پیغام دینا کہ میں (امام) نے تمہارے غلام رفید کو پناہ دے دی ہے اور غصے میں آ کر اسے کوئی نقصان مت پہنچانا۔ میں نے آنحضرتؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: آپ پر قربان

جاؤں وہ شام کا رہنے والا ہے اور اس کا باطن نجس ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جس طرح میں تمہیں کہہ رہا ہوں اسی طرح اس کے پاس واپس چلے جاؤ۔

میں نے اپنا راستہ لیا، جب بیابان میں پہنچا تو ایک عرب نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ میں تمہارے چہرے سے اندازہ کر رہا ہوں کہ تم قتل ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد اس عرب نے کہا: اپنے ہاتھ باہر نکالو، میں نے اپنے ہاتھ باہر نکالے تو اس نے کہا: یہ اس شخص کے ہاتھ ہیں جو قتل ہو جائے گا۔ پھر اس نے کہا: اپنی زبان باہر نکالو، میں نے زبان باہر نکالی تو اس نے کہا: جاؤ تمہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ تمہاری زبان پر ایک ایسا پیغام ہے کہ اگر وہ پہاڑوں تک پہنچاؤ تو وہ بھی تمہارے مطیع ہو جائیں گے۔

جس کو پناہ صادقِ آلِ نبیؐ نے دی
اس کو نہیں ہے خطرہ کسی بادشاہ سے
(کاظم جعفری)

پس میں ابن ہبیرہ کے گھر پہنچا، اندر داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کی۔ جب میں اندر داخل ہوا تو اس نے کہا: اے خیانت کار! تم خود اپنے پاؤں سے چل کر میرے پاس آ گئے؟ اس نے اپنے دوسرے غلام سے کہا: جلدی سے چمڑے کا سفرہ اور تلوار لے کر آؤ۔ اس کے حکم کے مطابق میرے شانے اور سر باندھ دیا گیا۔ جلاد میری گردن اڑانے کے لیے میرے سر پر تیار کھڑا تھا۔ میں نے کہا: اے امیر! تم نے اپنی قدرت و طاقت سے مجھے نہیں پکڑا بلکہ میں اپنے پاؤں پر چل کر تمہارے پاس آیا ہوں، میں ایک پیغام لایا ہوں اگر تم چاہو تو تمہارے گوش گزار کرتا ہوں؟ اس کے بعد تمہاری مرضی ہے۔ اس نے کہا: بتاؤ وہ کیا پیغام ہے۔ میں نے کہا: تنہائی میں بتاؤں گا، اس نے وہاں پر موجود لوگوں کو جانے کا حکم دیا، جب سب چلے گئے تو میں نے کہا: جعفر بن محمدؑ نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ میں نے تمہارے غلام رفید کو پناہ دے دی ہے لہٰذا غصے میں آ کر اسے کوئی نقصان مت پہنچانا۔ اس نے کہا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جعفر بن محمدؑ نے

یقیناً تمہیں ایسا کہا ہے اور میرے نام سلام بھیجا ہے؟ غلام نے کہا: ہاں، میں نے قسم کھائی، اس نے تین بار اپنی بات کی تکرار کی۔ اس کے بعد میرے کاندھے کھول دیے اور کہا: میں اسے کافی نہیں سمجھتا ہوں، بلکہ تم میرے ساتھ وہی کچھ کرو جو میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔ میں نے کہا: میرے ہاتھ اس کام کے لیے نہیں اٹھیں گے اور میں اپنے آپ کو ایسا کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا ہوں۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں اس پر راضی و قانع نہیں ہوں، پس میں نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا۔ اس نے اپنی مُہر مجھے تھماتے ہوئے کہا: آج کے بعد میرے تمام امور تمہارے ہاتھ میں ہیں، تم جو کرنا چاہتے ہو، انجام دو (اصولِ کافی، ج ۲، ص ۳۷۹-۳۸۰)

امام صادقؑ کی امامت پر نص

کارندۂ داور ہیں امام صادقؑ
کمزوروں کے رہبر ہیں امام صادقؑ

ابوصباح کنانی کہتے ہیں: میں حضرت ابوجعفر (حضرت امام باقرؑ) کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو آنحضرتؑ نے اپنے بیٹے امام صادقؑ کی طرف دیکھا اور مجھ سے فرمایا: آپ میرے اس بیٹے کو دیکھ رہے ہیں جو اس آیہ شریفہ کا مصداق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ نُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (القصص:۵)

"اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین پر کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا رہبر و پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں"۔

مرحوم شیخ مفید نقل کرتے ہیں:

وَوَصّٰى اِلَيْهِ اَبُوْهُ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَصِيَّةً ظَاهِرَةً وَنَصَّ عَلَيْهِ بِالْاِمَامَةِ نَصًّا جَلِيًّا

''ان کے پدر بزرگوار نے بڑی صراحت سے انہیں اپنا وصی قرار دیا اور آشکارا طور پر ان کے عہدۂ امامت پر امضاء فرمایا''۔

حضرت ابوجعفر (محمد باقرؑ) سے پوچھا گیا کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ تو آپؑ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کمر تھپتھپاتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! یہ وہی ہے جو آئینِ آلِ محمدؐ کو زندہ کرے گا۔

ہشام بن سالم، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: جب میرے والد بزرگوار کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

يَا جَعفرُ! أُوصِيكَ بِأَصحَابِي خَيرًا ، قُلتُ : جُعِلتُ فِدَاكَ ، وَاللّٰهِ لَأَدَعَنَّهُم وَالرَّجُلُ مِنهُم يَكُونُ فِي المِصرِ فَلَا يَسأَلُ اَحَدًا

''یعنی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے جعفرؑ! میں اپنے اصحاب کے بارے میں آپؑ کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان سے اچھا برتاؤ رکھنا۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، خدا کی قسم! میں اصحاب واعوان کے درمیان ایسا علم پھیلاؤں گا کہ وہ کسی بھی دانش مند کے محتاج نہ ہوں۔ (ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ص ۵۲۶)

منصور کا ظلم وستم

منصور دوانقی دوسرا عباسی خلیفہ تھا جو ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۶ ہجری میں مسندِ خلافت پر براجمان ہوا اور ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ ہجری کو واصلِ جہنم ہوا۔ پس اس کی مدت حکومت ۲۲ سال کو محیط تھی۔ (منہاج الدموع، ص ۱۲۳)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے حدود کے ۱۲ سال منصور دوانقی کی خلافت میں گزرے ہیں۔ بالآخر اس کے حکم سے امام علیہ السلام کو مسموم کر کے شہید کر دیا گیا۔ منصور دوانقی خلفائے بنی عباس میں سے سفاک ترین اور ظالم ترین خلیفہ تھا۔ اس نے

اپنے مقام و مرتبہ کو محفوظ رکھنے اور قائم رکھنے کے لیے کسی قسم کے ظلم و ستم سے دریغ نہ کیا، خاص کر اس نے آلِ علیؑ اور سادات کے گھرانے کے بہت سے بزرگوں اور برجستہ ترین افراد کو شہید کیا۔

آدھی رات کو شمشیرِ ستم

ایک رات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو آدھی رات کے وقت ننگے سر منصور کے پاس لایا گیا۔ منصور نے آپؑ کی شان میں جسارت کرتے ہوئے خصومت بھرے لہجے میں کہا: اے جعفر! کیا تمہیں عمر کے اس حصے میں شرم نہیں آتی ہے کہ حکومت و ریاست کے خواہاں ہو اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کھڑا کرنا چاہتے ہو؟ اس کے بعد تلوار نیام سے نکالی کہ آپؑ کو شہید کر دے۔ اچانک اس نے جنابِ رسولِ خدا کو اپنے سامنے کھڑے ہوئے پایا تو تلوار نیام میں رکھ لی۔ اس نے دوبارہ یہی کام کیا، اس دفعہ بھی رسولِ خدا کو اپنے سامنے پایا، اس نے تیسری دفعہ پھر یہی کام کیا اور رسولِ خدا کو اپنے سامنے پایا۔ بالآخر امام علیہ السلام کو قتل کرنے سے منحرف ہو گیا۔

فرزندِ ابراہیم کے گھر آگ

مفضل بن عمر کہتے ہیں: عباسی خلیفہ منصور نے اپنی طرف سے مقرر کردہ حاکمِ مدینہ حسن بن زید کے نام پیغام بھیجا کہ جعفر بن محمد کے گھر کو آگ لگا دو۔ اس نے امام علیہ السلام کے گھر کو آگ لگا دی۔ آگ دروازے سے آگے راہرو تک سرایت کر گئی۔ حضرت امام صادق علیہ السلام کمرے سے باہر تشریف لائے اور آگ کے اُوپر قدم رکھتے ہوئے فرمایا: میں اعراق الثری کا بیٹا ہوں، میں ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں، جس پر آتشِ نمرود ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

اعراق الثری کا معنی زمین کے اندر جڑوں کا ہونا ہے۔ یہ حضرت اسماعیلؑ کا لقب تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد زمین پر جڑوں کی مانند پھیلی

ہوئی ہے۔ شاید حضرت امام صادقؑ کا اس بات پر فخر کرنا اس وجہ سے ہو کہ آپؑ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں۔ (اصول کافی، ج ۲، ص ۳۷۹)

منصور لالچ کا مجسمہ

کتاب ''المختصر'' کے مؤلف کہتے ہیں: منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی وفات ۱۵۸ ہجری میں واقع ہوئی۔ اس نے ۶۳ سال کی عمر پائی، اس کی مدت خلافت ۲۲ سال تین ماہ ہے۔ منصور نے مکہ کی زیارت بھی کی۔ اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا تھا:

پروردگار! میں آپ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کرتا ہوں جو اس زمین پر باغی اور فسادی ہے اور جس نے حق اور اس کے اہل کے درمیان طمع و لالچ کی دیوار کھڑی کردی ہے۔ یہ جملے سن کر منصور اس شخص کی جانب گیا جو اس طرح سے دعا مانگ رہا تھا۔ منصور نے اس سے پوچھا: اس سے تمہاری مراد کون ہے؟ اس شخص نے کہا: اے امیر! اگر میں آپ کو اصل بات بتاؤں تو کیا میری جان محفوظ ہے؟ منصور نے اسے جان بخشی کا وعدہ دیا۔

منصور دوانقی سے امان پا کر دعا کرنے والے شخص نے کہا: وہ شخص جس نے حق و صاحب حق کے درمیان طمع و لالچ کا پردہ حائل کیا وہ تم ہو۔ منصور نے کہا: تو برباد ہو جائے تو میری طرف کس طرح طمع و لالچ کی نسبت دے رہا ہے حالانکہ زرد و سفید میرے اختیار میں ہیں (یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ میرے پاس اس قدر سونا و چاندی ہے کہ ہر کسی کو اس کا حق ملنے کے بعد بھی اس میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی) حتیٰ کہ ہر طرح کی شیرینی و ترشی میرے اختیار میں ہے۔

اس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مسلمان اور ان کے اموال ادھار کے طور پر تجھے عطا کیے ہیں لیکن تو نے اپنے اور ان کے درمیان دیوار کا پردہ کھڑا کر لیا ہے، اپنے دروازے پر مسلح افراد کھڑے کردیے ہیں اور انہیں حکم دے رکھا ہے کہ کسی کو تمہارے پاس نہ آنے دیں سوائے گنے چنے لوگوں کے۔ تم اس بات کی اجازت نہیں دیتے ہو کہ کسی مظلوم اپاہج، ضعیف اور فقیر کی دادرسی کی جائے، تمہیں مال و متاع سے بہت پیار ہے، کسی کو خیرات نہیں دیتے

ہو۔ فقراء کی احوال پرستی نہیں کرتے ہو، بیت المال پر پنجے جمائے بیٹھے ہو اور اسے لوگوں کے درمیان تقسیم نہیں کرتے ہو۔ (المختصر، ج ۲، ص ۷)

منصور دوانقی یعنی قاتلِ سادات

وہ قاتلِ سادات تھا، منصور نہیں تھا
غاصب تھا خلافت پہ وہ مامور نہیں تھا

مشہور و معروف کتاب "ثاقب المناقب" میں محمد اصطخوری سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا: ایک دن میں خلیفہ دوانقی کے پاس گیا، وہ سوچ کی دنیا میں غرق تھا۔ میں نے اس سے کہا: اے امیر! آپ کیوں اس قدر پریشان ہیں؟ اس نے کہا: میں نے اولادِ فاطمہ علیہا السلام کے ایک ہزار سے زیادہ لوگوں کو قتل کیا ہے لیکن ان کے آقا، مولا اور امام کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے کہا: وہ کون ہیں؟ اس نے کہا: وہ جعفر بن محمد (علیہما السلام) ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تو بھی ان کی امامت کا قائل ہے۔ وہ میرے، تمہارے بلکہ سب مخلوق کے امام ہیں لیکن میں ابھی سے انہیں ختم کر کے اپنے آپ کو اس غم سے نجات دلانا چاہتا ہوں۔

میری نگاہ میں دنیا اندھیر نگری ہے۔ اس نے دسترخوان لگانے کا حکم دیا۔ اس پر کھانے پینے کی چیزیں چن دی گئیں۔ اس نے دربان کو حکم دیا کہ سب کو دریا سے نکال دو، پھر ایک جلاد کو بلا کر کہا: اے جلاد! جب جعفر بن محمد آئے گا تو میں اسے گفتگو میں مصروف کروں گا اور تم اس کی گردن اڑا دینا۔ پس خلیفۂ وقت نے حضرت امام صادق علیہ السلام کو طلب کیا۔ وہ تشریف لائے، میں خلیفہ اور ان کے درمیان موجود تھا۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: یَادَائِمُ یَادَائِمُ پس آپؑ خاموش ہو گئے لیکن میں نہ سمجھ سکا کہ آپؑ نے کیا کہا ہے لیکن میں نے دیکھا کہ گھر کی چھت یوں لرز رہی تھی جیسے کشتی دریا پر لرزتی ہو۔ میں نے دیکھا کہ دوانقی ننگے سر پاؤں دوڑ رہا ہے اور اس کے دانت کپکپا اور بج رہے ہیں، اس کی ہڈیوں سے آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر اس نے آنحضرتؑ کا بازو پکڑ کر انہیں تخت پر بٹھایا۔ (سفینۃ النجاۃ فاضل بسطامی، ص ۲۰۹)

حضرت امام صادقؑ کی شہادت

تو نے جس وقت شہادت پائی
یوں لگا دین کا سورج ڈوبا
آئی آواز فلک سے مظہر
شاہِ دیں فقہ کا رہبر اُٹھا

ابی الفداء کہتے ہیں: حضرت جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی شہادت ۱۴۸ ہجری قمری میں واقع ہوئی۔ حضرت جعفر صادق بن محمد باقر علیہما السلام بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ امامیہ کے مطابق پہلے امام حضرت علی بن ابی طالبؑ، دوسرے امام ان کے فرزندِ ارجمند حضرت حسنؑ، ان کے بعد حضرت امام حسینؑ، چوتھے امام حضرت زین العابدینؑ، پانچویں حضرت امام محمد باقرؑ اور ان کے بعد چھٹے امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ انہیں صادق ان کے سچ بولنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آنحضرتؑ کے علمِ کیمیا، علمِ جفر، علمِ فال وغیرہ کے بارے میں عجیب وغریب ارشادات ہیں۔ آپؑ کو جنت بقیع میں دفن کیا گیا، آپؑ کی والدہ ماجدہ قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بیٹی تھیں۔ (المختصر، ج ۲، ص ۵)

جلوهٔ جنت، بہ چشم خاکیان دارد بقیع — باصفای خلوت افلاکیان دارد بقیع
گرچہ می تابد بر او خورشید سوزانِ حجاز — از پر و بالِ ملائک سائبان دارد بقیع
شب کہ تاریک است و در برروی مردم بستہ اند — زائری چون مہدی صاحب زمان دارد بقیع
در پناہِ مجتبیٰ در ظلِ زین العابدینؑ — ارتباط معنوی باقدسیاں دارد بقیع
باقرِ علم نبی و صادق آلِ رسولؐ — خفتہ اند این جا کہ عمر جاودان دارد بقیع
قرن ها بگذشتہ بر این ماجرا اما هنوز — داغ هجدہ سالہ زهرای جوان دراد بقیع

”قبرستان بقیع انسانوں کی آنکھوں کے سامنے جنت کا جلوہ ہے،
اہلِ آسمان کے لیے سکون کا پاکیزہ مقام ہے۔

گرچہ اس قبرستان پر حجاز کا آگ برساتا ہوا سورج چمکتا ہے، لیکن
بقیع پر فرشتوں کے پروں کے سائبان ہے۔
رات تاریک ہے اور لوگوں پر اس کے دروازے بند کردیے ہیں لیکن
حضرت مہدی صاحب زمان جیسا زائر موجود ہے۔
حضرت امام مجتبیٰ کی پناہ اور زین العابدینؑ کے سائے میں بقیع
کا قدسیوں کے ساتھ معنوی رابطہ ہے۔
علمِ نبیؐ کو کھول کر بیان کرنے والے صادقِ آلِ رسولؐ یہاں
پر سوئے ہوئے ہیں کیونکہ بقیع کی عمرِ جاوداں ہے۔
اس واقعہ کو صدیاں گزر گئیں ہیں لیکن ابھی بھی اٹھارہ سالہ جواں
سال حضرت زہراؑ کا داغ بقیع کے ماتھے پر موجود ہے"۔

ابوحمزہ ثمالی خورشید علم و دانش کے سوگ میں

داؤد بن کثیر رقی کہتے ہیں: میں ابوحمزہ ثمالی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بادیہ نشین ان کے پاس آیا۔ ابوحمزہ ثمالی نے اس سے پوچھا: کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رحلت فرما گئے ہیں۔ ابوحمزہ ثمالی کے دل سے ایک ہوک اُٹھی اور وہ بے ہوش ہوگئے، جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے کہا: کیا انہوں نے کسی کو کوئی وصیت وغیرہ کی ہے؟ بادیہ نشین نے کہا: ہاں، انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ، موسیٰ اور ابی جعفر منصور کے نام وصیت فرمائی ہے۔ ابوحمزہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا:

اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِی هَدَانَا اِلَی الهُدٰی وَبَیَّنَ لَنَا عَنِ الکَبِیرِ
وَدَلَّنَا عَلَی الصَّغِیرِ (بحار، ج ۴۷، ص ۲۵۱)

"سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے امامت کی طرف
ہماری رہنمائی فرمائی"۔

(منصور کے بارے میں وصیت ظاہر ہے یہ بطور تقیہ ہے کہ امام کے وصی کو قتل نہ

کرے) عبداللہ کے بارے میں آشکار و واضح ہے۔ انہوں نے ہماری صغیر یعنی امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی طرف رہنمائی کی ہے"۔

خدا کا احسان ہے امامت
ہماری پہچان ہے امامت

ابن صباغ مالکی کہتے ہیں:

وَرُوِیْ عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِن اَعیَانِ الاُمَّةِ مِثلُ یَحیٰ بنِ سَعِیدٍ وَابنِ جُرَیحٍ ، وَمَالِكِ ابنِ اَنَسٍ وَاَبُو عُیَینَةِ ، وَاَبُوحَنِیفَةِ وَشُعبةِ وَاَبُو اَیُوبِ السَّجستَانِی وَغَیرَهُم ، وَصٰی اِلَیهِ اَبُوجَعفَرِ بِالاِمَامَةِ وَغَیرِهَا وَصِیَّةٌ ظَاهِرَةٌ وَنَصَّ عَلَیهَا نَصًّا جَلِیًّا (فصول المہمہ، ص۲۳۴)

''حضرت امام صادق علیہ السلام سے اُمت کے بزرگوں کی ایک جماعت مثلاً یحیٰ بن سعید، ابن جریح، مالک بن انس، ابوعیینہ، ابوحنیفہ، ابوایوب بجستانی، شعبہ اوران کے علاوہ بہت سے دوسرے افراد نے بھی روایات نقل کی ہیں۔ حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو امامت اور دیگر امور کے بارے میں وصیت کی، یہ ایسی وصیت تھی جو ظاہر بظاہر تھی، اور یہ وصیت ان کی امامت پر ایسی صریح نص ہے جس سے ہر کوئی مطلع ہے"۔

امام صادقؑ کے بعد کاظمؑ
ہمارا ایمان ہے امامت

حضرت امام صادق علیہ السلام کی شہادت ماہ شوال ۱۵۸ ہجری قمری میں ان زہر آلود انگوروں کے سبب سے ہوئی جو منصور نے حضرتؑ کو کھلائے تھے۔ جس وقت آپؑ کی شہادت ہوئی اس وقت آن کا سن مبارک ۶۵ برس سے زیادہ تھا۔ معتبر کتب میں یہ

بات معین طور پر ذکر نہیں ہوئی کہ آپ کی شہادت ماہ شوال کی کس تاریخ کو واقع ہوئی ہے۔ فقط صاحب کتاب ''جنات الخلود'' نے لکھا ہے کہ آپؑ کی شہادت ۲۵ شوال کو ہوئی ہے۔(فصول المہمہ ابن صباغ، ص ۲۲۳)

وہ الوداع آج ہو رہے ہیں
کہ جن کے شایان ہے امامت
(شہزادہ قاسم)

مشہور و معروف کتاب ''مشکوٰۃ الانوار'' میں مذکور ہے کہ جس بیماری کی وجہ سے آپؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی، اس کے دوران کچھ اصحاب آپؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آنحضرتؑ زہر کے اثر کرنے سے انتہائی کمزور ہو چکے تھے۔اصحاب میں کسی ایک صحابی نے گریہ کرنا شروع کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: تم کس لیے گریہ کر رہے ہو؟ اس نے کہا: میں آپؑ کی یہ حالت دیکھ کر کیوں نہ گریہ کروں؟

آپؑ نے فرمایا: ایسا مت کرو کیونکہ مومن پر جو بھی حالات آئیں وہ اس کے لیے خیر ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر اس کے اعضا بھی کاٹے جائیں تو وہ بھی اس کے لیے بہتر ہے، اگر وہ مشرق و مغرب کا مالک بن جائے وہ بھی اس کی بھلائی میں ہے۔ (ترجمہ ارشاد مفید، ص ۵۲۶-۵۲۷، منتہی الآمال، ص ۸۵۲)

بنال ای دل کہ شور غم بہ پاشد
مدینہ سر بہ سر ماتم سرا شد

بہ دشت سینہ ، بذر غم بکارید
کہ سوگ حضرت صادقؑ بہ پاشد

ز طوفان حوادث ، کشتی علم
در امواج بلا بی ناخدا شد

چراغ روشن بزم محبت
خموش از صرصر جور و جفا شد

ز بی داد و ستم کاری منصور
رئیس مذہب شیعہ فدا شد

گرفتہ گرد غم کری دانش
جہان علم غرق در عزا شد

ز غم آئینۂ دل ھا شکستہ
قلوب اھل دل ماتم سرا شد

"اے دل! گریہ وزاری کر کیونکہ غم کا شور وغوغا ہے اور پورا مدینہ ماتم سرا بنا ہوا ہے۔ اپنے سینے کے صحرا میں غم کے بیج کاشت کریں کیونکہ حضرت امام صادق علیہ السلام کا غم برپا ہے۔

حوادث کے طوفان سے علم کا سفینہ سخت لہروں میں ناخدا کے بغیر رہ گیا ہے۔ بزم الفت ومحبت کا روشن چراغ ظلم وجور کی آندھی میں بجھ گیا ہے۔

منصور عباسی کے ظلم وستم کی وجہ سے مذہب شیعہ کا رئیس فدا ہو گیا ہے۔ علم ودانش کی کرسی پر گردوغبار جم چکا ہے، پوری دنیائے علم غم میں غرق ہے۔ غم کی وجہ سے دلوں کے شیشے چور چور ہو چکے ہیں اور اہلِ دل کے قلوب ماتم سرا بن گئے ہیں۔

تڑپ اے دل کہ شورِ غم ہوا ہے ۔۔۔ مدینہ سربسر ماتم سرا ہے
غموں کی فصل سینوں میں اُگی ہے ۔۔۔ کہ سوگِ حضرتِ صادقؑ بپا ہے

(مظہر عباس)

❁❁❁

پندرھویں فصل

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالاتِ زندگی

نمودِ صبح ہے تنویرِ موسیٰ کاظمؑ — ہے شامِ زُلف گرہ گیر موسیٰ کاظمؑ
ہر ایک عقدہ لاحل کا حل جہاں کو ملا — بفیضِ ناخنِ تدبیر موسیٰ کاظمؑ
مری نگاہوں میں پھیکا ہے حُسنِ یوسف بھی — ہے میرے قلب میں تصویرِ موسیٰ کاظمؑ
جنھیں ملا ہے خطابِ کلیم قدرت سے — فزوں ہے ان سے بھی توقیرِ موسیٰ کاظمؑ
جسے سمجھتا ہو ان کو پڑھے وہ قرآں کو — کلامِ پاک ہے تفسیرِ موسیٰ کاظمؑ

(مولانا مرزا محمد اطہر لکھنوی)

اسم، لقب اور کنیت

هُوَالإِمَامُ مُوسٰی ، هُوَ ابنُ جَعفَرِ بنِ مُحَمَّدِ بنِ عَلِيِّ بنِ الحُسَينِ بنِ عَلِی بنِ اَبِی طَالِبِ علیهم السلام وَيُلقَّبُ بِالكَاظِمِ وَالمَامُونِ وَالطَّيِّبِ وَالسَّيِّدِ وَكُنيَتُهُ اَبُو الحَسَنِ وَيُدعٰى بِالعَبدِ الصَّالِحِ لِعِبَادَتِهِ وَ اِجتِهَادِهِ وَقِيَامِهِ بِاللَّيلِ، وَ اُمُّهُ اُمُّ وَلَدٍ اَندُ لُسِيَّةٌ وَقِيلَ بَربَرِيَّة اسمُها حَمِيدَةُ وَكَانَ مُوسٰى جَوادًا وَحَلِيمًا وَمَولِدِهِ بِالمَدِينَةِ سَنَةُ ثَمَانٍ وَعِشرِينَ وَمِائَةٍ (صفة الصفوة، ج ۲، ص ۱۰۵)

''ابن جوزی رقم کرتے ہیں: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ انہیں کاظم، مامون، سید اور طیب

کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ ان کی عبادت، ان کے اجتہاد اور شب بیداری کی وجہ سے انہیں عبدالصالح کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ اُم ولد (کنیز) تھیں۔ ان کا تعلق اندلس سے تھا۔ ان کا اسم گرامی حمیدہ[1] تھا۔ بعض منابع کی بناء پر ان کا نام بربریہ تھا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بہت سخی اور حلیم تھے۔ ان کی ولادت باسعادت ۱۲۸ یا ۱۲۹ ہجری قمری میں مدینہ میں ہوئی۔ (فصول المہمہ۔ ابن صباغ، ص۲۲۲)

جناب مرحوم قمی روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ولادت باسعادت بروز ہفتہ، ۷ صفر، سن ۱۲۸ ہجری قمری میں "ابوا" کے مقام پر ہوئی ہے۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں واقع ہے۔ آپؑ کا اسمِ گرامی موسیٰ بن جعفر، مشہور و معروف کنیت ابوالحسن اور ابوابراہیم ہے۔ آپ کے القابات کاظم، صابر، صالح اور امین تھے۔ (انوار البہیہ، ص۸۷۔ مقاتل الطالبیین، ص۳۲۶۔ منتہی الآمال، ص۸۶)

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت پر دلیلیں

رُوِیَ عَبدُ الاَعلیٰ عَنِ الفَیضِ بنِ المُختَارِ قَالَ: قُلتُ لِاَبِی عَبدِاللّٰهِ جَعفَرِ الصَّادِقِ: خُذ بِیَدِی مِنَ النَّارِ بَعدَكَ، فَدَخَلَ مُوسَی الکَاظِمُ وَهُوَ غُلَامٌ ، فَقَالَ: هٰذَا صَاحِبُکُم فَتَمَسَّكَ (فصول المہمہ، ص۲۲۲)

---

[1] حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ محترمہ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: حمیدہ۔ آپؑ نے فرمایا: دنیا میں حمیدہ رہو اور آخرت میں محمودہ۔ آپؑ نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ تم دوشیزہ ہو یا بیوہ؟ اس نے کہا: دوشیزہ اور کنواری۔ آپؑ نے فرمایا: تم کس طرح دوشیزہ ہو حالانکہ جولڑکی بھی بردہ فروشوں کے ہاتھ چڑھتی ہے وہ سالم نہیں رہ سکتی؟ اس نے کہا: جب بھی میرا مالک میرے نزدیک آتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک سفید ریش شخص کو مسلط کر دیتا تھا۔ (اصول کافی، ج۲، ص۳۸۶)

''عبدالاعلی فیض بن مختار سے روایت نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میرا ہاتھ تھامیں اور مجھے آتش سے نجات دیں (یعنی اگر میں آپ کے بعد امام کو نہ پہچانوں تو گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔ اسی لیے مجھے بتائیں کہ آپؑ کے بعد امام کون ہیں؟ پس اسی وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام داخل ہوئے جبکہ سن کے لحاظ سے بچے تھے۔ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ آقا تمہارے مالک ہیں، ان سے رابطہ رکھیں''۔

موسیٰ کاظم امام متقین	باب رحمت نورِ قرآنِ مبین
مظہری از رحمت و صبر خدا	بر زمین و آسمان فرمانروا
قبلہ گاہی ہر دل ناکام را	درگہت باب الحوائج عام را
گوہری ہستی و پنہان در صدف	با چنین فضل و بزرگی و شرف

''حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام بابِ رحمت اور قرآنِ مبین کا نور ہیں۔ آپ زمین وآسمان کے بادشاہ اور خدا کی رحمت اور اس کے صبر کے مظہر ہیں۔ آپ کی بارگاہ سب کے لیے باب الحوائج اور ہر پریشان حال کے لیے قبلہ گاہ ہے۔ ایسی فضیلت، عظمت اور شرافت کے ساتھ آپ ایک گوہر ہیں اور صدف کے اندر پنہاں ہیں''۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کتاب ''عیونِ اخبار الرضا'' میں نقل کرتے ہیں کہ مامون الرشید نے پہلے اپنے باپ ہارون الرشید سے پوچھا: اے امیر المومنین! یہ شخص کون تھا کہ آپؑ نے اس کی اس قدر تعظیم وتکریم کی ہے، کھڑے ہوکر اس کا استقبال کیا، اسے کرسیٔ صدارت پر بٹھایا اور خود اس سے نیچے بیٹھے ہیں؟ اس نے کہا: یہ لوگوں کے امام، مخلوق خدا پر حجت خدا اور خلیفہ ہیں۔

ماموں کہتا ہے: میں نے کہا: اے بابا جان! یہ جتنی صفات آپ نے بیان کی ہیں کیا آپ کے اندر نہیں پائی جاتیں؟ اس نے کہا: میں قہر وغضب کی بناء پر ظاہری خلیفہ ہوں، جبکہ موسیٰ بن جعفرؑ امام حق ہیں۔ اے بیٹے! خدا کی قسم، وہ میرے سمیت تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اس بات کے لائق ہیں کہ رسولؐ خدا کے منصب پر تشریف فرما ہوں، خدا کی قسم! اگر تو بھی خلافت وحکومت کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کرے گا تو تیرا سر تیرے بدن سے جدا کر دوں گا کہ جس میں دو آنکھیں ہیں، کیونکہ حکومت (وملک) بانجھ ہوتی ہے۔

قَالَ الْمَدَائِنِي : اَقَامَ مُوسٰی بِالْمَدِينَةِ حَتّٰى تَوَفِّیُ الْمَهْدِی وَالْهَادِي وَحَجَّ هَارُونَ الرَّشِيدُ فَاجْتَمَعَ بِمُوسٰی بنِ جَعفَرٍ عِندَ قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ فَقَالَ هَارُونَ النَّبِيِّ! اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَابنَ الْعَمِّ ، اِفْتِخَارًا عَلٰى مَن حَولَهُ ، فَدَنٰى مُوسٰی مِنَ الْقَبْرِ وَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيكَ يَا اَبَاهُ فَتَغَيَّرَ وَجهُ هَارُونَ ثُمَّ قَالَ لَهُ : وَاللّٰهِ يَا اَبَا الْحَسَنِ هٰذَا هُوَ الْفَخْرُ وَالشَّرَفُ حَقًّا ، ثُمَّ حَمَلَهُ مَعَهُ اِلٰى بَغدَادَ فَحَبَسَهُ بِهَا سَنَةَ سَبعٍ وَسَبعِينَ وَمِائَةٍ فَاَقَامَ فِي حَبسِهِ اِلٰى سَنَةَ ثَمَانٍ وَثَمَانِينَ وَمِائَةٍ فِي رَجَبَ فَتَوَفِّي بِهَا (تذکرہ الخواص سبط ابن جوزی، ص ۳۵۰)

مدائنی روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مدینہ میں تھے کہ مہدی اور ہادی عباسی ملعون مر گئے۔ ہارون الرشید مکہ کی زیارت کے لیے گیا۔ اس کی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ روضۂ رسولؐ پر ملاقات ہوئی۔ ہارون نے اپنے حواریوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہا: اے میرے چچازاد! آپؐ پر درود و سلام ہو، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام قبر رسولؐ کے قریب گئے اور فرمایا: اے پدر بزرگوار! آپؐ پر درود وسلام ہو۔ ہارون کا چہرہ

فق ہوگیا۔ پھر اس نے کہا: خدا کی قسم! حقیقی افتخار و شرافت یہی ہے۔ پس ہارون مدینہ سے واپسی پر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے ہمراہ بغداد لے گیا اور وہاں پر قید خانے میں بند کردیا۔ ابن جوزی کے بقول آپ ۱۷۷ ہجری قمری سے لے کر ۱۸۸ ہجری قمری تک ہارون کے زندان میں قید رہے۔ ماہِ رجب المرجب ۱۸۸ ہجری قمری میں آپؑ نے وفات پائی"۔

صاحب اصول کافی نقل کرتے ہیں کہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ۱۲۸ ھ ق یا ۱۲۹ ھ ق میں مدینہ میں متولد ہوئے۔ آپ نے ۵۴ یا ۵۵ برس عمر پائی اور آپؑ کی شہادت ۱۸۳ ہجری قمری میں بغداد میں سندی ابن شاہک کے زندان میں ہوئی۔ ہارون الرشید نے آپؑ کو ۲۰ شوال المکرم ۱۷۹ ھ ق کو مدینہ سے باہر نکالا۔ (اصولِ کافی، ج ۲، ص ۳۸۴)

امام ہفتم کے اوصاف

صفاتِ علیا کی تصویر موسیٰ کاظمؑ
خدا کے دین کی توقیر موسیٰ کاظمؑ

کمال الدین لکھتے ہیں: آپ انتہائی قابلِ قدر، عظیم الشان اور تہجد گزار امام تھے۔ آپ عملِ صالح بجالانے کی ہر ممکن کوشش کرتے، آپ کرامات و معجزات کی وجہ سے مشہور و معروف تھے۔ آپؑ عبادات کو ہر ممکن طریقے سے ادا کرتے، آپ راتوں کو سجدے بجالاتے، قائم اللیل تھے۔ دن میں صدقہ دیتے اور روزے سے رہتے۔ آپ اپنے حلم کے سبب اپنے ساتھ زیادتی کرنے والوں کو معاف کردینے کی وجہ سے کاظمؑ کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔ اگر کوئی آپؑ سے زیادتی کرتا تو آپؑ اس پر احسان کرتے، ظلم و ستم کرنے والے کو معاف کردیتے، آپؑ زیادہ عبادت و ریاضت کے سبب ابوصالح کے نام سے معروف ہوئے۔

عراق میں (باب الحوائج اہل اللہ) کے نام سے شہرت پائی۔ قرب الٰہی کے

خواستگار آپؑ کے مقام و مرتبہ اور کرامتوں سے متوسل ہوتے، ان کی سچائی لازوال و بے بدیل تھی، آپؑ کا مقام و مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بلند ہے۔

امامِ ہفتم کا ایک عجیب معجزہ

خشنام بن حاتم اصم کہتے ہیں: میرے باپ حاتم نے مجھے بتایا کہ شقیق بلخی نے بتایا کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے لیے روانہ ہوا۔ جب مقام قادسیہ پر پہنچا تو اچانک میری نگاہ ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی، ان کا رنگ گندمی تھا، وہ بہت کمزور تھے۔ انہوں نے اپنے لباس کے اُوپر پشم سے بنی ہوئی ایک قمیص پہن رکھی تھی اور اپنے آپ کو ایک عبا میں لپیٹا ہوا تھا اور پاؤں میں نعلین پہنے تنہا بیٹھے تھے۔ میں نے آپ سے کہا: یہ جوان شاید گروہ صوفیہ سے تعلق رکھتا ہے اور دورانِ سفر اہلِ قافلہ کے لیے ایک مصیبت بنا ہوا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس کے قریب جا کر اس کی توہین کرتا ہوں۔ جب میں اس کے نزدیک گیا تو وہ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے:

یَاشَقِیْقُ! اِجْتَنِبُوا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

''اے شقیق! زیادہ گمان سے اجتناب کرو، کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں''۔

یہ جملہ فرمانے کے بعد وہ میرے قریب سے گزر گئے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ ایک عظیم امر ہے کہ انہوں نے میرے دل کی بات پوچھ لی ہے اور میرا نام بھی لیا ہے۔ وہ خدا کے کوئی مقرب اور صالح بندے ہیں۔ میں ان سے ملاقات کر کے ان کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟ وہ کہتا ہے: میں جلدی سے ان کے پیچھے گیا لیکن ان کا کوئی اَتا پتا نہ ملا۔ وہ میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گئے تھے۔ جب ہم منزلِ واقصہ پر پہنچے تو میں نے اچانک دیکھا کہ وہی نوجوان نماز میں مصروف تھے۔ ان کے اعضاء لرز رہے تھے اور ان کی چشم مبارک سے آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا: یہ وہی میرے آقا و مولا ہیں، میں ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنے کیے پر معافی مانگتا ہوں۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہوئے فرمایا: اے شقیق! یہ کلمات پڑھو۔

إِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ

''اور میں بہت زیادہ بخشنے والا ہوں اس شخص کے لیے جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اور پھر راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہے''۔ (سورہ طٰہٰ: آیہ ۸۲)

شقیق کا کہنا ہے، میں نے کہا: اے جوان! آپ اہل اللہ ہیں کہ آپؑ نے دونوں مرتبہ میرے دل کی بات بیان فرمائی ہے۔ اس کے بعد جب ہم منزل زبالہ پر اُترے تو میں نے اچانک دیکھا کہ وہی جوان (موسیٰ بن جعفر علیہما السلام) ہاتھ میں مشکیزہ لیے ہوئے کنویں پر کھڑے ہیں اور اس کنویں سے پانی لینا چاہتے ہیں، پس وہ مشکیزہ آپؑ کے دست مبارک سے کنویں میں گر گیا۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ آپؑ نے آسمان کی طرف نگاہ بلند کی۔ میں نے سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

أَنْتَ رَبِّي إِذَا ظَمِئْتُ إِلَى الْمَاءِ وَ قُوَّتِي إِذَا أَرَدْتُ الطَّعَامَ

''تو ہی پانی کا چشمہ ہے، جب میں تشنہ ہوتا ہوں تو اس سے پیتا ہوں اور تو ہی میری خوراک ہے، جب میں کھانے کا ارادہ کرتا ہوں''۔

اس کے بعد فرمایا: اے میرے مالک وخالق! میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی برتن نہیں ہے مجھے یہ واپس لوٹا دے۔

شقیق کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنویں کے پانی کی سطح بلند ہوئی اور آنحضرتؑ نے اپنا مشکیزہ اٹھایا، اس میں پانی بھرا، وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپؑ نے وہاں سے چلو بھر ریت اُٹھا کے مشکیزے میں ڈالی، اسے اچھی طرح ہلایا۔ اس کے بعد اسی میں سے کھایا پیا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، ان پر سلام بھیجا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا: آپ مجھے بھی ان نعمتوں میں سے کھلائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا: اے شقیق! میرے لیے تو ظاہری و

باطنی ایسی الٰہی نعمات ہیں جنہیں زوال نہیں۔ پس تم اپنے پروردگار کے بارے میں اپنی فکر کو نیک بناؤ۔ اس کے بعد انہوں نے وہ مشکیزہ مجھے عطا کیا۔ میں نے اس سے جو کچھ کھایا، یا پیا وہ ستو تھے۔ خدا کی قسم! میں نے آج تک اتنی لذیذ، پاکیزہ اور خوشبودار شے کبھی نہیں کھائی تھی۔ میں نے جی بھر کے کھایا پیا اور اس کے بعد کئی دنوں تک مجھے کھانے یا پینے کی طرف کوئی رغبت نہ ہوئی۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۵-۶)

امامِ ہفتم عبادت کی معراج پر

حمد و ثنا وتیرہ کاظم امامؑ تھا
پیشِ خدا رکوع و قعود و سلام تھا
(کاظم جعفری)

ابی الفداء کہتے ہیں: حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر بن محمد بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ نے ۱۸۶ھ میں بغداد میں ہارون کے زندان میں وفات پائی۔ آپؑ کو سندی بن شاہک کے زندان میں قید رکھا گیا تھا۔ لیکن حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت پر سندی بن شاہک کی بہن مامور تھی۔ وہ آپؑ کی زندگی کے بارے میں نقل کرتی ہے کہ آنحضرتؐ زندان میں نمازِ شب بجالاتے، عصر تک نماز میں مشغول رہتے، اس کے بعد نمازِ مغرب تک اپنے پروردگار کا ذکر کرتے۔ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی عادت یہ تھی کہ آپ اکثر خدا کی حمد وثناء کرتے، اس کی عظمت و بزرگی بیان کرتے۔ تا آخر شب دعا میں مصروف رہتے، پھر طلوع فجر تک نماز پڑھتے، اس کے بعد نمازِ فجر پڑھتے، پھر طلوع خورشید تک اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں مصروف ہو جاتے، جب سورج کچھ بلند ہو جاتا تو آپؑ استراحت فرماتے، زوال سے قبل بیدار ہو جاتے، وضو کرتے اور پھر عبادتِ خدا میں مشغول ہو جاتے۔

جس سال ہارون الرشید نے حج کیا، پہلے وہ مدینہ گیا اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر کو گرفتار کیا۔ کہتے ہیں: جب وہ شہر مدینہ میں داخل ہوا تو شہر کے بزرگ اور ابوالحسن

علیہ السلام اس کے استقبال کے لیے آئے۔ اس کے بعد سب لوگ اِدھر اُدھر متفرق ہو گئے، لیکن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنی عادت کے مطابق مسجد النبیؐ میں تشریف لے گئے۔ ہارون الرشید رات کے وقت رسولؐ خدا کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے آیا اور عرض کرنے لگا:

یارسولؐ اللہ! میں نے جو ارادہ کیا ہے اس پر معذرت خواہ ہوں، یعنی میرا ہدف یہ ہے کہ میں آپ کے بیٹے موسیٰ کاظمؑ کو گرفتار کر کے زندان میں بند کردوں، کیونکہ وہ آپ کی اُمت کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

اس نے فرمان جاری کیا کہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کو گرفتار کیا جائے۔ آپؑ کو مسجد النبیؐ کے اندر سے گرفتار کر کے ہارون کے سامنے لایا گیا۔ اس نے آنحضرتؑ کو ہتھکڑیاں لگوائیں۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ایک محمل تیار کیا جائے اور انہیں بصرہ لے جایا جائے۔ اس نے اس طرح سے پروگرام بنایا کہ لوگوں کو آنحضرتؑ کے بارے میں جلدی پتہ نہ چل سکے۔ اس کے جو کارندے امام ہفتمؑ کے ہمراہ تھے انہیں حکم دیا کہ آپؑ کو حاکم بصرہ عیسیٰ بن جعفر کے حوالے کردیا جائے۔

کہتے ہیں: عیسیٰ بن جعفر کے ایک کارندے نے اسے اطلاع دی کہ اکثر اوقات ابوالحسن سے یہ کلمات سنے جاتے ہیں کہ آپ اپنے پروردگار سے عرض کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ تَعلَمُ اِنِّی کُنتُ اَسأَلُكَ اَن تُفَرِّغَنِی لِعِبَادَتِكَ وَقَد فَعَلتَ فَلَكَ الحَمدُ

"اے میرے معبود! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے التجا کرتا تھا کہ مجھے عبادت کے لیے ایسی جگہ عطا فرما جہاں خلوت ہو، خداوندا! میں تیرا بے حد شکر گزار ہوں کہ تو نے میری دعا کو قبول کیا ہے"۔ (ترجمہ ارشاد مفید، ص ۵۸۲-۵۸۳، عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۹۹۔ انوار البہیہ، ص ۹۴)

شکرِ خلوت کیا ہے زنداں میں　　اس کو کہتے ہیں عظمتِ کاظم
لکھ رہا ہوں میں مدحتِ کاظم　　مجھ پر ہے خاص شفقتِ کاظم

(محمد کاظم جعفری)

کتاب ''مقاتل الطالبین'' میں مذکور ہے، عیسیٰ بن جعفر جلوزی نے ہارون الرشید کے نام ایک خط لکھا کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو مجھ سے تحویل میں لے لے اور جس کے چاہے حوالے کر دے ورنہ میں انہیں رہا کر دوں گا۔ میں نے جتنی بھی کوشش کی کہ کوئی ایک ثبوت ایسا مل جائے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ آپ کے خلاف کام کر رہے ہیں، لیکن ایسا کوئی بھی ثبوت نہیں مل سکا۔ میں نے تو انہیں صرف اتنا دیکھا ہے کہ اپنے لیے دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت کی التجا کرتے ہیں۔

ہارون نے کسی کو عیسیٰ کے پاس بھیجا کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو اس کی تحویل سے لے کر بغداد میں فضل بن ربیع کے حوالے کر دے تا کہ وہ انہیں زندان میں بند کر دے۔ آپؑ ایک طویل مدت تک وہاں رہے، اس کے بعد آپ کو سندی بن شاہک کے حوالے کر دیا گیا۔ (مقاتل الطالبین، ص ۳۳۴-۳۳۵)

صدای نالہ ای کہ از کنج زندان　　بہ گوشم می رسد با چشم گریان
گمانم باشد این صوت مکدر　　صدای حضرت موسیٰ بن جعفر
الٰہی بر دلم زارم گواہی　　ندارم جز تو من دیگر پناہی
دگر معصومہ جان بابت نبینی　　بہ مرگم در مدینہ می نشینی
رضا بابا بیا اندر بر من　　بہ دامن گیر این ساعت سر من
بیا زنجیر از گردن تو بردار　　روم سوی وطن با چشم خوں بار

''زندان کے گوشے سے آنسو بہاتی آنکھوں کے ساتھ کوئی آواز میرے کانوں تک پہنچ چکی ہے۔ میرے خیال میں یہ مغموم آواز حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی ہے۔

اے میرے معبود! تو میرے غم زدہ دل سے گواہ ہے کہ تمہارے سوا میری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ اے بی بی فاطمہ المعصومہؑ! آج کے بعد اپنے بابا کو نہ دیکھ پاؤ گی اور میری موت کے سوگ میں مدینہ میں بیٹھو گی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے فرمانے لگے: اندر تشریف لائیں اور اس وقت میرا سر اپنی گود میں لیں۔ آئیں اور اپنے گلے کی زنجیر اُتار دیں، خوں بار آنکھوں کے ساتھ اپنے وطن واپس چلے جائیں"۔

امام کاظمؑ کے فضائل و کمالات

مثالِ مصطفیؐ ٹھہرے خصائلِ موسیٰ کاظمؑ کے
بیاں ہوتے ہیں ہم سے فضائل موسیٰ کاظمؑ کے

حسن بن بشار جو قطیعہ الربیع کا رہنے والا تھا، مذہب کے اعتبار سے سُنّی تھا لیکن حق گو تھا۔ وہ نقل کرتا ہے: میں نے سادات کے بعض ان لوگوں کو دیکھا جن کے فضل و کمال کا لوگ اقرار کرتے لیکن فضل و کمال میں ان جیسا کوئی نہیں دیکھا ہے۔

حسن بن محمد کہتے ہیں: میں نے کہا: تمہاری مراد کون شخص ہے؟ اور تم نے کیسے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ہم ۸۰ افراد تھے جو سندی بن شاہک کے پاس اکٹھے ہوئے۔ وہ ہمیں حضرت موسیٰ ابن جعفرؑ کے پاس لے کر گیا، اور کہا: اس شخص کو غور سے دیکھو کہ اس کے ساتھ کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا ہے؟ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی ظلم کیا گیا ہے، اس طرح کی بہت سی باتیں سننے میں آرہی ہیں۔ یہ ان کی اقامت گاہ ہے یہاں پر انہیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ یہ بے سکون سے زندگی گزار رہے ہیں۔ امیر المومنین (ہارون) کا بھی ان کے بارے میں کوئی برا خیال نہیں ہے، بلکہ وہ تو اس بات کا منتظر ہے کہ یہ اس کے پاس جائیں اور اس کے ساتھ مناظرہ کریں، وہ بالکل ٹھیک ٹھاک اور صحیح و سالم ہیں۔ ان سے خود سے پوچھ لیں۔

راوی کہتا ہے: حضرت نے فرمایا: ہاں آسائش کے اعتبار سے ایسا ہی ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں:

غَیرَ اِنّی اُخبِرُکُم اَیُّهَا النَّفَرُ اِنّی قَد سُمِمتُ فِی تِسعِ مَرَّاتٍ وَ اِنّی اَخضَرُ غَدًا وَبَعدَ غَدًا اَمُوتُ

''اے لوگو! اس کے علاوہ میں تمہیں یہ اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے نو مرتبہ مسموم کیا گیا ہے، کل میرا بدن سبز ہو جائے گا اور پرسوں میں اس دنیا میں نہیں ہوں گا''۔

قَالَ فَنَظَرتُ اِلَی السِّندِیِ بنِ شَاهِکَ تَرتَعِدُ فَرَائِصُهُ وَیَضطَرِبُ مِثلَ السَّعفَةِ

''راوی کہتا ہے: میں نے سندی بن شاہک کی طرف دیکھا، پریشانی کے عالم میں اس کا بدن یوں لرز رہا تھا، جیسے کھجور کی شاخ لرز رہی ہو''۔

حسن بن محمد کہتے ہیں: یہ اہلِ سنت شخص اچھے اور سچے لوگوں میں سے تھا اور لوگوں کے نزدیک بہت زیادہ قابلِ اعتبار تھا۔ (ترجمہ اخبار عیون الرضا، ج ۱، ص ۱۹۴-۱۹۵۔ انوار البہیہ، ص ۹۷)

عتاب بن اسید مدینہ کے بعض بزرگوں سے نقل کرتے ہیں کہ ہارون الرشید کی خلافت کے پندرہ سال گزرنے کے بعد ولیٔ خدا حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو سندی ابن شاہک کے توسط سے زہر دلوا کر شہید کیا گیا۔ یہ کام ہارون کے حکم پر باب کوفہ کے معروف و مشہور زندان دار المسیب میں کیا گیا۔ آنحضرتؑ کی شہادت بروز جمعہ ۵ رجب ۱۸۳ھ میں واقع ہوئی۔ آپؑ نے ۵۴ سال کی عمر پائی۔ آپؑ کا مرقد مطہر مدینۃ السلام کے مغرب میں ''باب التبن'' میں واقع معروف قبرستان مقابرِ قریش میں واقع ہے۔

حسن بن عبداللہ صیرفی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم

علیہ السلام کی وفات سندی بن شاہک کے زندان میں واقع ہوئی۔ آپؑ کا جنازہ تابوت میں اٹھایا گیا اور یوں اعلان کیا گیا:

هٰذَا اِمَامُ الرَّافِضَةِ فَاعرِفُوهُ فَلَمَّا اُتِيَ بِهٖ مَجلِسَ الشُّرطَةِ اَقَامَ اَربَعَةُ نَفَرٍ مَنَادُوا اَلَامَن اَرَادَ اَن يَّرٰى الخَبِيثَ بنَ الخَبِيثِ فَليَخرُجُ

"یہ رافضیوں کا امام ہے، اسے پہچان لو، جب ان بزرگوار کو فوجیوں کے جمع ہونے کی جگہ لایا گیا تو چار افراد نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا: جو کوئی خبیث کے بیٹے (العیاذ باللہ) کو دیکھنا چاہتا ہے وہ یہاں پر آئے"۔

اس دوران میں ہارون الرشید کا چچا سلیمان بن جعفر اپنے محل سے باہر آیا، جب وہ دریائے فرات کے کنارے پہنچا تو اس کے کانوں میں شور وغل اور داد وفریاد کی صدائیں پڑیں۔ اس نے اپنے بیٹوں، غلاموں اور کنیزوں سے کہا کہ وہ فوراً شہر کے مغرب کی طرف جائیں۔ جب یہ لوگ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا جنازہ لے کر وہاں سے گزریں تو آپؑ کا جنازہ ان سے لے لیں، اگر ان لوگوں نے دینے سے انکار کیا تو ان کی پٹائی کریں، ان کے لباس پھاڑ دیں۔ جس وقت آنحضرتؐ کا جنازہ وہاں پر پہنچا تو غلاموں نے وہاں پہنچ کر ان لوگوں کو مارا پیٹا، ان کے کپڑے پھاڑ دیئے اور آنحضرتؐ کا جنازہ اپنے قبضے میں لینے کے بعد اسے ایک میدان میں رکھا، منادیوں نے بلند آواز سے پکار پکار کر کہا:

جو کوئی بھی طیب بن طیب امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتا ہے، یہاں پر آئے۔ وہاں پر بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کو غسل دیا۔ مہنگا ترین حنوط کیا، سلیمان بن جعفر نے آپؑ کو وہ کفن پہنایا جو اس نے اپنے لیے تیار کیا ہوا تھا، اس نے ننگے سر پاؤں اور گریباں چاک کیے ہوئے آپؑ کی تشییع کی، اور آپ کو قریش کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ (عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۹۹-۲۰۱)

شیخ حر عاملی اپنی کتاب ''اثبات الھداۃ بالنصوص والمعجزات'' میں کتاب ''تمہ فی معرفتہ الائمہ'' سے روایت کرتے ہیں کہ شیعوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی رحلت زہر سے واقع ہوئی ہے یا معمول پر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں؟ ان میں سے کسی ایک نے کہا: میں آنحضرتؑ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر خود ان سے ان کی رحلت کے بارے میں پوچھتا ہوں: پس وہ شخص امام علیہ السلام کے جنازہ مطہر کے سامنے کھڑے ہو کر بڑے ادب و احترام سے سلام عرض کرتا ہے۔ اس نے اپنے سوال کا امام سے یوں جواب سنا کہ آپؑ نے فرمایا: قُتِلًا، قُتِلًا، قُتِلًا، جان لو کہ مجھے زہر دیا گیا ہے۔ (کبریت احمر، ص ۱۷۵-۱۷۶)

عاقبت پایانِ محنت ھا رسید	پنجۂ خورشید ظلمت ھا درید
از تنِ مجروح و زار و ناتوان	پَر گرفت آن روحِ فردوس آشیان
شد رھا ازھر دو زندانِ بلا	یعنی از دنیا و حبسِ اشقیاء

''بالآخر محنتیں اپنی انتہا کو پہنچیں، خورشید نے اندھیروں کو ختم کر دیا۔
ایک مجروح، نحیف اور ناتوان بدن سے فردوس میں رہنے والوں نے بال و پر حاصل کیے۔
امام علیہ السلام دنیا اور ظالموں کے زندان سے آزاد ہو چکے ہیں''۔

کتاب ''عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب'' میں روایت ہے کہ ہارون رشید گیا اور یحییٰ بن خالد کو حکم دیا کہ موسیٰ بن جعفرؑ کو قتل کر دے۔ ایک قول کی بناء پر آنحضرتؑ کو مسموم کیا گیا۔ دوسرے قول کی بناء پر آپؑ کو ایک چٹائی میں لپیٹ کر مارا پیٹا گیا، جب آپؑ رحلت فرما گئے تو آپؑ کو چٹائی سے باہر نکالا گیا اور تین دن تک راستے میں رکھا گیا تا کہ وہاں سے گزرنے والا ہر شخص یہ لکھے کہ وہ اپنی طبعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔

ایک نصرانی شخص جو کہ طبیب تھا، اس نے کہا: مجھے ان کا جنازہ دکھائیں۔ آنحضرتؑ کا کفن کھولا گیا، اس نے آپؑ کے پاؤں کے تلوے دیکھے تو اپنا سر ہلا دیا، اس سے کہا گیا کہ

تم نے لوگوں کے سامنے یہ گواہی کیوں نہیں تحریر کی ہے کہ اس شخص کی رحلت قدرتی طور پر ہوئی ہے؟ اس نے کہا: یہ سب لوگ جھوٹ لکھ رہے ہیں، اس شخص کو زہر دے کر قتل کیا گیا ہے۔ کیونکہ زہر اس کے پاؤں کے تلووں میں جمع ہو چکی ہے۔ (کبریت احمر، ص ۱۷۶)

کمتر ای صیاد بر زندانی ات بی داد کن — یا بکش این صید را یا از قفس آزاد کن

گر چه دور از خانه واهل وعیالم کرده ای — آخر ای بیداد گر اندیشه از معاد کن

"اے شکاری! اپنے قیدی پر ظلم وستم کم کر، اسے قتل کر دے یا قفس سے رہا کر دے۔ اگرچہ تم نے مجھے میرے گھر اور اہل وعیال سے دور کر دیا، تو اے ظالم وستم گر! قیامت کے بارے میں بھی کچھ غور وفکر کر"۔

❁❁❁

سولھویں فصل

حضرت علی بن موسیٰ علیہ السلام کے حالاتِ زندگی

دارائے انس و جاں ہیں امامِ علی رضاؑ
بخشش کی کہکشاں ہیں امامِ علی رضاؑ
جھکتے ہیں جن کے در پہ ملائک بصد ادب
قدرت کا وہ نشاں ہیں امامِ علی رضاؑ
ادراک و آگہی کی ضمانت ہے ان کی ذات
اظہار کی زباں ہیں امامِ علی رضاؑ
جبرئیلؑ کو بھی ان کی غلامی پہ ناز ہے
عظمت کا آسماں ہیں امامِ علی رضاؑ
ایمائے خلد ان کی زیارت کا ہے خراج
خالق کے ترجماں ہیں امامِ علی رضاؑ
موجِ صبا کو ان کے کرم کی ہے جستجو
خوشبو کا گلستاں ہیں امامِ علی رضاؑ
دیتے ہیں مومنین کو خیراتِ نور وہ
نظروں سے گو نہاں ہیں امامِ علی رضاؑ
خلدِ بریں کو جائیں گے مشہد سے ہو کے ہم
رحمت کا سائباں ہیں امامِ علی رضاؑ
بے راہ ہے پھر بھی مظفرؔ کو غم نہیں
جب میرِ کارواں ہیں امامِ علی رضاؑ
(سید مظفر نقویؔ)

پؑ کی زیارت اور شہادت کے بارے میں روایات

۱-الَا فَمَن زَارَنِي فِي غُربَتِي كُنتُ وَ آبَائِي شُفَعَاؤهُ يَومَ الْقِيَامَةِ وَمَن كُنَّا شُفَعَاؤهُ نَجَا وَلَو كَانَ عَلَيهِ مِثلُ وِزرِ الثَّقَلَين (فرائد السمطین، ج ۲، ص ۱۹۲۔ عیون اخبار الرضا، ب ۶۶، ح ۳۴)

"آگاہ ہو جاؤ کہ جو کوئی بھی عالمِ غربت میں ہماری زیارت کرے گا تو میں اور پدر بزرگوار روزِ قیامت اس کی شفاعت کریں گے اور جس کے ہم شفیع ہوں وہ نجات پا جائے گا خواہ اس کے گناہ جن و انس کے گناہوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں"۔

۲-عبداللہ ہروی سے روایت ہے کہ میں نے امام ہشتم علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

اِنِّي سَاُقتَلُ بِالسَّمِّ مَظلُومًا وَاُقبَرُ اِلَى جَنبِ هَارُونَ وَيَجعَلُ اللّٰهُ تُربَتِي مُختَلَفَ شِيعَتِي وَاَهلَ مَحَبَّتِي فَمَن زَارَنِي فِي غُربَتِي وَجَبَ لَهُ زِيَارَتِي يَومَ الْقِيَامَةِ (عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۵۵)

"مجھے زہر دے کر مظلوم قتل کیا جائے گا، مجھے ہارون کی قبر کے پاس دفن کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ میری تربت کو ہمارے شیعوں اور ہم سے محبت کرنے والوں کے لیے زیارت گاہ اور محلِ آمد و رفت قرار دے گا۔ پس جو کوئی بھی میری غربت میں میری زیارت کرے گا تو مجھ پر واجب ہو جائے گا کہ میں روزِ قیامت اس کی زیارت کروں"۔

۳- وَالَّذِي اَكرَمَنَا بَعدَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم بِالْاِمَامَةِ وَخَصَّنَا بِالْوَصِيَّةِ اِنَّ زُوَّارَ قَبرِي لَاَكرَمُ الْوُفُودِ عَلَى اللّٰهِ يَومَ الْقِيَامَةِ وَمَا مِن مُؤمِنٍ يَزُورُنِي فَتُصِيبُ وَجهَهُ قَطرَةٌ مِنَ الْمَاءِ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالَى جَسَدَهُ

عَلَى النَّارِ (عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۵۵)

"قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حضرت محمدؐ کے بعد امامت عطا فرمائی اور پیغمبر اکرمؐ کی جانشینی کو ہمارے ساتھ خاص کیا، میری قبر کے زائر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیکی ترین افراد ہوں گے۔ کوئی بھی ایسا مومن نہیں جو میری زیارت کرے، میری غربت پر آنسو بہائے اور آنسو کا ایک قطرہ اس کے رخسار کو تر کردے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر آتشِ جہنم کو حرام کردے گا"۔

وَقَبرٌ بِطُوسٍ يَالَهَا مِن مُصِيبَةٍ
اَلَحَّت عَلَى الاَحشَاءِ بِالزَّفَرَاتِ

"ایک قبر طوس میں ہوگی، اس پر کیسی کیسی مصیبتیں ٹوٹیں گی، دلوں میں آتشِ حسرت کا اضافہ ہوگا، ایسی آتش جو روزِ محشر تک شعلہ ور رہے گی"۔

جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے یہ شعر پڑھا تو دعبل خزاعی نے پوچھا: یابن رسول اللہ! سرزمینِ طوس میں کس کی قبر ہوگی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: میری قبر وہاں پر ہوگی۔ شب و روز نہیں گزریں گے مگر یہ کہ طوس میرے شیعوں اور زائرین کے لیے رفت آمد کا مقام ہوگا۔ اس کے بعد دعبل خزاعی نے دو شعر اور کہے:

خُرُوجُ اِمَامٍ لَا مَحَالَةَ خَارِجٌ يَقُومُ عَلَى اِسمِ اللّٰهِ وَالبَرَكَاتِ
يُمَيِّزُ فِينَا كُلَّ حَقٍّ وَبَاطِلٍ وَيَجزِى عَلَى النَّعمَاءِ وَالنَّقِمَاتِ

"امامؑ کے ظہور کا امیدوار ہوں البتہ ان کا ظہور ضرور ہوگا وہ اللہ کے نام، اس کی مدد اور برکتوں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

حق و باطل کے درمیان تشخیص دیں گے اور لوگوں کو ان کی اچھائی پر جزا اور برائی پر سزا دیں گے"۔

اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے دعبل! یہ دونوں اشعار روح القدس نے تیری زبان پر جاری کیے ہیں۔ (فرائد السمطین، ج ۲، ص ۱۹۰)

۴-عَن عَلِيِّ بنِ الحُسَينِ بنِ عَلِي بنِ فَضَّالَ قَالَ: سَمِعتُ عَلِيَّ بن مُوسَى الرِّضَا عليه السلام وَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ لَهُ: يَابنَ رَسُولِ اللّٰهِ رَأَيتُ رَسُولَ اللّٰهِ فِي المَنَامِ كَأَنَّهُ يَقُولُ: كَيفَ أَنتُم إِذَا دُفِنَ فِي أَرضِكُم بَعضِي وَاستَحفَظتُم وَدِيعَتِي وَغُيِّبَ فِي ثَرَاكُم نَجمِي؟ فَقَالَ الرِّضَا عليه السلام: أَنَا المَدفُونُ فِي أَرضِكُم وَأَنَا بَضعَةٌ مِن نَبِيِّكُم وَأَنَا الوَدِيعَةُ وَالنَّجمُ (فرائد السمطین، ج۲، ص۱۹۰)

''علی بن حسین فضال سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے سنا ہے کہ ایک شخص آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتا ہے: اے فرزندِ رسولؐ! میں نے خواب میں آپؑ کے جد امجد رسولِ خدا کی زیارت کی ہے، گویا انہوں نے فرمایا: تم اُس وقت کیا کرو گے جب میرے بدن کا ایک حصہ تمہاری سرزمین پر دفن کیا جائے گا اور تم میری امانت کی حفاظت کرو گے جو میرا ستارہ تمہاری سرزمین میں غیب کیا جائے گا؟ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری سرزمین میں دفن ہوں گا، تمہارے پیغمبرؐ کا پارۂ تن میں ہوں اور وہ امانت اور رسولِ خدا کا درخشاں ستارہ میں ہوں''۔

غریب خراسان کی شہادت سے متعلق روایات

۵- عَن عَلِيِّ بنِ الحُسَينِ بنِ فَضَّالٍ عَن أَبِيهِ قَالَ: سَمِعتُ أَبَا الحَسَنِ عَلِيَّ ابنَ مُوسَى الرِّضَا عليه السلام يَقُولُ: إِنِّي مَقتُولٌ مَسمُومٌ بِأَرضِ غُربَةٍ أَعلَمُ ذٰلِكَ بِعَهدٍ عَهِدَهُ إِلَيَّ أَبِي عَن أَبِيهِ عَن آبَائِهِ عَن عَلِي بن أَبِي طَالِبٍ عَن

رَسُولِ اللّٰهِ (فرائد السمطین، ج، ص ۲۹۲۔ عیون اخبار الرضاؑ، ب۶۶، ح ۳۳)

"علی بن حسین بن فضال نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: مجھے عالمِ غربت میں زہر سے شہید کیا جائے گا۔ مجھے اس خبر اور عہد کا علم اپنے پدر بزرگوار سے اور انہیں اپنے آبائے کرام سے اور انہیں علیؑ بن ابی طالبؑ سے اور انہیں رسولؐ خدا سے ہوا ہے"۔

۶- اِبنُ بَابوَیهِ فِی اَمَالِیهِ بِاَسنَادِهٖ قَالَ: قَالَ اَمِیرُ المُؤمِنِینَ عَلِیُّ بنُ اَبِی طَالِب سَیُقتَلُ رَجُلٌ مِن وُلدِی بِاَرضِ خُرَاسَانَ بِالسَّمِّ ظُلمًا ، اِسمُهٗ اِسمِی وَ اِسمُ اَبِیهِ اِسمُ مُوسٰی بنِ عِمرَانَ ، اَلَا فَمَن زَارَهٗ فِی غُربَتِهٖ غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوبَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنهَا وَمَا تَأَخَّرَ وَلَو کَانَت مِثلَ عَدَدِ النُّجُومِ وَقَطرِ الاَمطَارِ وَوَرَقِ الاَشجَارِ (مدینۃ المعاجز، ج۲، ص ۳۹۔ امالی شیخ صدوق، ص ۱۰۴۔ بحار، ج ۱۰۲، ص ۳۴)

ابن بابویہ اپنی کتاب "امالی" میں اپنی اسناد کے ساتھ کہتے ہیں: حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: عنقریب میری اولاد میں سے ایک مرد سرزمین خراسان میں زہر ظلم سے شہید ہوگا کہ اس کا نام میرا نام اور اس کے باپ کا نام موسیٰ بن عمران کا نام ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ، پس جو کوئی بھی عالمِ غربت میں اس کی زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ اور آیندہ گناہ معاف کردے گا۔ (یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اسے توبہ کرنے کی توفیق حاصل ہوگی) اگرچہ اس کے گناہ ستاروں، بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد کے برابر ہی کیوں نہ ہوں"۔

۷- قَالَ مُحَمَّدُ بنُ عَلِيِّ بنِ حَمزَةَ ، فَبَلَغَنِي عَن اَبِي الصَّلتِ الهَروِي اَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الرِّضَا علیہ السلام بَعدَ ذٰلِكَ، فَقَالَ لَهُ : يَا اَبَا الصَّلتِ قَد فَعَلُوهَا (اَی سَقَونِي السَّمَّ) وَجَعَلَ يُوَحِّدُ اللهَ وَيُمَجِّدُهُ فَاَقَامَ يَومَينِ وَمَاتَ فِي اليَومِ الثَّالِثِ (مقاتل الطالبین، ج ۲، ص ۳۷۶)

''محمد بن علی بن حمزہ نے ابی صلت ھروی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں اس کے بعد (جب آپؑ مامون کے دربار سے واپس آئے) حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اے اباصلت! ان لوگوں نے اپنا کام کر دکھایا ہے (یعنی انھوں نے مجھے زہر پلا دی ہے)۔ امام رضا علیہ السلام مسلسل اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح و تقدیس میں مصروف تھے، اس کے بعد آپ دو روز تک زندہ رہے اور تیسرے دن شہید ہو گئے''۔

امام رضا علیہ السلام کے بارے میں ابن مشیع کے کچھ اشعار

تمیم بن عبداللہ قرشی نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے مرثیے میں کہے گئے ابن مشیع کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں:

يَا بُقعَةً مَاتَ بِهَا سَيِّدٌ ... مَا مِثلُهُ فِي النَّاسِ مِن سَيِّدِ
مَاتَ الهُدىٰ مِن بَعدِهٖ وَالنَّدىٰ ... وَسُمِّرَ المَوتُ بِهٖ يَقتَدِي
لَازَالَ غَيثُ اللهِ يَاقَبرَهُ ... عَلَيكَ مِنهُ رَائِحًا مُغتَدِي
كَانَ لَنَا غَيثًا بِهٖ نَرتَوِي ... وَكَانَ كَالنَّجمِ بِهٖ نَهتَدِي
اِنَّ عَلِيًّا اِبنُ مُوسىٰ الرِّضَا ... قَد حَلَّ وَالسُّؤدَدُ فِي مُلحَدِ
يَاعَينُ فَابكِي بِدَمٍ بَعدَهُ ... عَلَى انقِرَاضِ المَجدِ وَالسُّؤدَدِ

(ترجمہ عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۶۱۴)

"اے بارگاہ، اے بقعۂ نور! تیرے اندر ایسی باعظمت ہستی دفن ہے
کہ دنیا میں اس جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔
ان کے بعد ہدایت وسخاوت اور فضل وکرم کے دروازے بند ہو گئے،
موت نے مخلوق کے درمیان میں سے ان صفات کو ختم کرنے پر
کمر ہمت باندھ لی اور اس کی اقتداء کی۔
اے مرقدِ مطہر! آپؑ پر ہر صبح وشام رحمتِ الٰہی کی بارش ہو۔ آپؑ کا
وجود ذی جود ہمارے لیے رحمتِ الٰہی کی بارش تھا اور ہم آپؑ کے
وجودِ مقدس سے سیراب ہوتے، آپؑ ایسے درخشاں ستارے تھے کہ
ہم ہمیشہ ان کے نوری روشنی سے راستہ چلتے۔
ہاں، علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام رحلت فرما چکے ہیں۔ وہ بزرگ اور
ان کی بزرگواری ایک قبر میں دفن ہو چکے ہیں۔ اے آنکھ! انہیں ہاتھ
سے کھو دینے کے بعد خون کے آنسو بہاؤ، کیونکہ وہ دونوں (یعنی
بزرگ وبزرگواری) ختم ہو چکے ہیں"۔

دعبل خزاعی امامِ ہشتمؑ کی بارگاہ میں

جس وقت دعبل خزاعی نے وہ شعر پڑھا جس میں امام علیہ السلام کے خروج کی طرف اشارہ کیا گیا، امام ہشتم علیہ السلام نے سخت گریہ کیا، اس کے بعد اپنا سر بلند کرتے ہوئے فرمایا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ امام کون سے ہیں اور کس وقت قیام کریں گے؟

اس نے عرض کیا: میرے آقا ومولا! مجھے معلوم نہیں ہے، البتہ اتنا سنا ہے کہ وہ آپ کے خاندان سے ہوں گے جو زمین کو پاکیزہ کریں گے اور عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا جواد، اس کے بعد اس کا بیٹا علیؑ، ان کے بعد اس کا بیٹا حسن عسکریؑ اور اس کے بعد اس کا بیٹا قائم المنتظر عجل اللہ فرجہ

الشریف امام ہوگا۔ اس کی غیبت میں اس کی اطاعت کرنا واجب ہوگی۔ وہ ضرور ظہور کرے گا خواہ دنیا ایک دن باقی ہو۔ (فرائد السمطین، ج ۲، ص ۳۳۷-۳۳۸)

بروایتِ دیگر:

تو شاہِ عجم اور تو سلطانِ عجم ہے
گردوں بھی تری عظمتِ کردار سے خم ہے
مل جائے خزاعی کا وہ اسلوبِ نگارش
ہرچند قصیدہ ترے معیار سے کم ہے
(مظفر نقوی)

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا: اے دعبل! اللہ تعالیٰ تمہیں روح القدس کی زیارت نصیب فرمائے اور تمہیں آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام کے محبوں میں سے محشور کرے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے دعبل کو ایک سو دینار عطا فرمائے، لیکن دعبل نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ مجھے اپنے لباسوں میں سے ایک لباس عطا فرمائیں تاکہ میں اپنے آپ کو اس سے متبرک کروں اور شرف و عزت بخشوں۔ امام علیہ السلام نے پوستین جُبّے کے ہمراہ دیناروں کی ایک تھیلی بھیجی اور اپنے خادم سے فرمایا: دعبل سے کہو کہ دیناروں کی یہ تھیلی اپنے پاس رکھ لے، ایک دن آپ کو ان کی ضرورت پڑے گی، یہ واپس مت کرو۔

دعبل قافلے کے ہمراہ مرو سے قم کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا اور سب کے ہاتھ باندھ دیے۔ قافلے سے لوٹا ہوا مال واسباب آپس میں تقسیم کر رہے تھے کہ ایک ڈاکو نے شعر کا یہ مصرع پڑھا:

اَرٰی فَیئَھُم فِی غَیرِھِم مُتَقَسِّمُ

"میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے حقوق خمس و غنائم وغیرہ دوسروں میں تقسیم ہو رہے ہیں"۔

دعبل نے جب یہ مصرعہ سنا تو اس شخص سے پوچھا: یہ شعر کس کا ہے؟ اس نے کہا: یہ قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا ہے۔

دعبل نے کہا: یہ شعر میرا ہے۔ اس کے بعد ڈاکوؤں نے دعبل سمیت سارے قافلے کو رہا کر دیا اور ان سے لوٹا ہوا تمام مال انہیں واپس کر دیا۔ جب دعبل قم پہنچا تو وہی قصیدہ پڑھا۔ لوگوں نے کہا: اے دعبل! وہ پوستین جبہ ہمیں ایک ہزار درہم میں فروخت کر دو لیکن دعبل اسے بیچنے پر راضی نہ ہوا۔ (مناقب، ج ۴، ص ۳۶۷-۳۶۸)

کتاب "دمع السجوم" میں مذکور ہے کہ قم کے لوگوں نے اس خلعت جو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اسے عطا فرمائی تھی، کے عوض ۳۰ ہزار درہم تک دینے کی پیش کش کی، لیکن اس نے اسے قبول نہ کیا۔ جب دعبل قم سے روانہ ہوا تو کچھ لوگوں نے وہ خلعت چھیننے کے لیے اسے راستے میں پکڑ لیا۔ دعبل نے کہا: تم لوگ یہ خلعت تقرب خدا کے لیے لینا چاہتے ہو جبکہ اللہ نے اسے تمہارے اوپر حرام کر دیا ہے۔ پس ان لوگوں نے اسے ۳۰ ہزار درہم دیئے لیکن اس نے قسم کھائی کہ میں اسے ہرگز فروخت نہیں کروں گا، البتہ اس شرط کے ساتھ دینے کو تیار ہوں کہ اس سے ایک ٹکڑا مجھے دیا جائے تاکہ میں اسے اپنے کفن میں رکھوں۔ (دمع السجوم، ص ۲۹۵)

امام رضا علیہ السلام کی ولادت

کتاب "انوار البہیہ" میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۱۰ ذی القعدہ، بروز جمعرات یا جمعہ ۱۴۸ ہجری قمری میں مدینہ منورہ میں ان کے جد امجد حضرت امام صادق علیہ السلام کی رحلت کے بعد ہوئی۔ چھٹے امام کی یہ خواہش تھی کہ وہ حضرت امام رضا کو دیکھتے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے جد بزرگوار حضرت امام صادق علیہ السلام سے کئی بار سنا ہے کہ آپؑ فرماتے: بے شک عالم آل محمدؐ، تمہاری صلب میں ہیں شاید میں اسے دیکھوں، انہوں نے اس کا نام امیر المومنین کے نام پر رکھا۔ (دمع السجوم، ص ۲۹۵)

مرحوم علامہ مجلسی معروف و مشہور کتاب ''ارشاد'' سے نقل کرتے ہیں کہ علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کی شہادت خراسان کے شہر طوس میں ماہِ صفر ۲۰۳ ھ ق میں ۵۵ سال کی عمر میں ہوئی۔ ان کی والدہ اُم ولد (کنیز) تھیں جو اُم البنین کے نام سے مشہور تھیں۔ ان کی امامت وخلافت کی مدت ان کے پدر بزرگوار کے بعد بیس سال تھی۔ (بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۲۹۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۴۰۴)

امام رضا علیہ السلام کی والدہ اپنے زمانے کی افضل ترین عورت

أُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ ، يُقَالُ لَهَا أُمُّ الْبَنِينَ ، وَاسْمُهَا نَجْمَةُ وَيُقَالُ لَهَا تكتم اَيضًا ، اشْتَرَتْهَا حَمِيدَةُ الْمُصَفَّاةُ ، أُمُّ مُوسٰى وَكَانَتْ مِنْ اَفْضَلِ النِّسَاءِ فِي عَقْلِهَا وَدِينِهَا وَاعظَامِهَا بِالْمَوْلَاتِهَا

''حضرت امام رضا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اُم ولد (کنیز) تھیں، ان کا نام نجمہ تھا، انہیں تکتم بھی کہا جاتا تھا۔ انہیں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے والد نے خریدا تھا۔ وہ دین، عقل، بزرگواری اور عظمت میں ایک صاحب فضیلت خاتون تھیں''۔

روایت ہے کہ حمیدہ صفات نے خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھا کہ آپ نے فرمایا: اے حمیدہ تم نجمہ کو اپنے بیٹے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو بطور ہدیہ دے دو۔ بہت جلد حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے گھر اس خاتون سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جو روئے زمین پر بسنے والے سب انسانوں سے بہتر ہوگا۔ اس نے نجمہ خاتون اپنے بیٹے کو بخش دی، انہی سے حضرت امام رضا علیہ السلام دنیا پر تشریف لائے۔ امامؑ کی ولادت کے بعد آپ کا نام طاہرہ رکھا گیا۔ (انوار البہیہ، ص ۱۰۳)

ثقۃ الاسلام مرحوم کلینی ہشام بن احمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اہل مغرب سے کچھ لوگ مدینہ آئے

ہیں؟ میں نے کہا: میرے علم میں نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں، ایک شخص آیا ہے، آؤ اس کے پاس چلتے ہیں۔ ہم جب اس شخص کے پاس گئے تو معلوم ہوا کہ وہ مغرب سے آیا ہے، بردہ فروش ہے۔ اس کے پاس کچھ غلام اور کنیزیں ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ ہمیں اپنی کنیزیں دکھاؤ، وہ شخص سات کنیزیں لے کر آیا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہم ان میں سے کسی کو بھی نہیں خریدنا چاہتے۔ آپؑ نے فرمایا: ان کے علاوہ اگر کوئی اور ہے تو وہ دکھاؤ۔ اس نے کہا: ایک کنیز اور ہے لیکن وہ مریض ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ ہمیں دکھا دو تو تمہارا اس میں کیا نقصان ہے؟ وہ اس کام پر راضی نہ ہوا۔ آپ واپس تشریف لے گئے۔ اگلے دن امام علیہ السلام نے مجھے دوبارہ بھیجا اور فرمایا: اس شخص سے کہو کہ اس لڑکی کے کتنے پیسے لینا چاہتا ہے؟ وہ جتنے بھی مانگے کہو، ٹھیک ہے۔

میں اس شخص کے پاس آیا اور کہا: اس لڑکی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کتنی قیمت لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: اس لڑکی کو فلاں مقدار سے کم تر پر نہیں دوں گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے، وہ اب میری ہوگئی۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے تمہاری ہوگئی لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ کل جو شخص تمہارے ساتھ تھا وہ کون ہے؟ میں نے کہا ان کا تعلق قبیلۂ بنی ہاشم سے ہے۔ اس نے کہا: کون سے بنی ہاشم سے؟ میں نے کہا: مجھے اس سے زیادہ معلوم نہیں ہے۔ اس نے کہا: میں تمہارے سامنے اس لڑکی کا قصہ بیان کرتا ہوں۔ میں نے اسے مغرب کے دُور ترین علاقے سے خریدا ہے۔ ایک اہلِ کتاب عورت سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا: اس لڑکی کا تمہارے ساتھ کیا کام ہے؟ میں نے کہا: اسے میں نے اپنے لیے خریدا ہے۔ اس نے کہا: مناسب نہیں ہے کہ یہ لڑکی تمہارے جیسے شخص کے پاس ہو۔ اس سے ایک ایسا بیٹا دنیا پر آئے گا کہ اس جیسا مشرق و مغرب میں کہیں پیدا نہیں ہوگا۔

میں اس لڑکی کو لے کر امام علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ ان سے حضرت امام رضا علیہ السلام متولد ہوئے۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلا کی

والدہ نجمہ خاتون فرماتی ہیں: جن ایام میں علی بن موسیٰ الرضاؑ میرے شکم میں تھے مجھے حاملہ ہونے کا بالکل احساس نہ ہوا۔ میں نیند کی حالت میں اپنے پیٹ سے تسبیح وتہلیل اور حمد وتقدیس کی آوازیں سنتی تھی۔ میرے اُوپر خوف طاری ہوجاتا اور ڈر کر بیدار ہوجاتی۔ لیکن بیدار ہونے کے بعد کسی قسم کی کوئی آواز بھی سنائی نہ دیتی، جس وقت امام رضا علیہ السلام دنیا پر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھے، سر آسمان کی طرف بلند کیا اور ان کے ہونٹوں سے یوں معلوم ہورہا تھا کہ گویا وہ کچھ کہہ رہے ہیں اور مناجات کررہے ہیں، ان کے والد بزرگوار موسیٰ بن جعفرؑ میرے پاس آئے اور فرمایا:

اے نجمہ! آپ کو آپ کے پروردگار کی کرامت مبارک ہو۔ آپ کو سفید کپڑے میں لپیٹا گیا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت پڑھی۔ اس کے بعد آپ فرات پر کوئی دعا پڑھی اور پانی ان کے منہ میں ٹپکایا۔ اس کے بعد بچہ مجھے واپس کرتے ہوئے فرمایا: اے نجمہ! یہ لو یہ بچہ خدا کی زمین پر بقیۃ اللہ ہے۔ (انوارالبہیہ، ص۱۰۳۔ حبیب السیر، ج۲، ص۸۴)

رضا کا لقب کس نے دیا؟

خلدِ بریں کو جائیں گے مشہد سے ہو کے ہم
رحمت کا سائباں ہیں امام علی رضاؑ
(مظفر نقوی)

کتاب ''حبیب السیر'' میں مروی ہے کہ امام ہشتم علیہ السلام کا نام اور ان کی کنیت اسداللہ الغالب ابوالحسن علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ ملتی ہے۔ آپؑ کے القابات بہت زیادہ ہیں۔ ان میں من جملہ رضا، مرتضیٰ، صابر، رضی اور وفی ہیں۔

کتاب ''فصل الخطاب'' میں مذکور ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپؑ کے والد بزرگوار کو مامون الرشید نے رضا کا لقب دیا ہے کیونکہ آپ اس کی ولی عہدی پر راضی ہوگئے تھے۔ حضرت امام جواد علیہ السلام نے فرمایا: ان کا نام صرف اللہ

نے رضا رکھا ہے کیونکہ خدا نے انہیں آسمان پر رضا کہا اور رسولؐ خدا نے انہیں زمین پر رضا کے نام سے یاد کیا، کیونکہ جس طرح آپؑ کے دوست آپؑ سے راضی تھے اسی طرح مخالفین بھی آپؑ سے خوش تھے۔ جب بھی ان کے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام انہیں بلاتے تو کہتے: اے میرے بیٹے رضا! نیز جب بھی انہیں اپنا مخاطب قرار دیتے تو فرماتے: اے ابا الحسن!

بعض روایات کے مطابق امام رضا علیہ السلام کا سن مبارک اپنے جد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی رحلت کے وقت پانچ سال اور اپنے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے وقت ۳۳ سال تھا۔ ۲۱۱ ھ ق میں جب آپؑ کی عمر شریف ۴۸ سال ہوئی تو مامون الرشید نے آنحضرتؑ کو اپنا ولی عہد منتخب کیا۔

ابن خلکان ذکر کرتے ہیں کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی ولادت جمعہ کے دن مدینہ منورہ میں ۱۵۳ ہجری قمری میں ہوئی، لیکن کس مہینے میں ہوئی، اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول کی بناء پر آپؑ کا نور چھے، سات یا آٹھ شوال المکرم ۱۵۱ ھ ق میں دنیا میں نازل ہوا۔ آپؑ کی رحلت ۲۰۲ ھ ق کے اواخر میں شہر طوس میں ہوئی۔ ایک دوسرے قول کی بناء پر، آپؑ نے ۱۰ ذی القعدہ ۲۰۳ ھ کو وفات پائی۔ (وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۲۷۰)

مرحوم شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ مدینہ کے بعض لوگ کہتے ہیں حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت اپنے جد بزرگوار امام صادق علیہ السلام کی شہادت کے پانچ سال بعد مدینہ میں ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ ھ ق میں ہوئی۔ آپؑ کی رحلت شہر طوس کے محلہ سناباد میں ہوئی۔ آپؑ کو حمید بن قحطبہ کے باغ میں ہارون الرشید کی قبر کے قریب قبلہ کی جانب دفن کیا گیا۔ آپؑ کی وفات بروز جمعہ ۲۰ یا ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۲۰۳ ھ کو ہوئی۔ اس وقت آپؑ کی عمر شریف ۴۹ سال اور ۶ ماہ تھی۔ آپؑ نے اپنی عمر کے ۲۹ سال دو ماہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ اور ۲۰ سال اور چار ماہ ان کے بعد گزارے۔ امام رضا علیہ السلام ۲۹ سال ۲ ماہ کی عمر میں امامت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ ان کی امامت کا زمانہ

ہارون الرشید کی حکومت کے دوران میں شروع ہوتا ہے۔ (ترجمہ عیونِ اخبار الرضاؑ، ج ۲)

امامت پر دلیل

حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت پر بہت سی دلیلیں موجود ہیں۔ بر بنائے اختصار ہم یہاں پر صرف ایک دلیل ذکر کرتے ہیں۔ محمد بن اسماعیل بن فضل ہاشمی سے روایت نقل ہوئی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰی اَبِی الْحَسَنِ مُوسٰی بنِ جعفر علیہ السلام وَقَدِ اشتکٰی شِکَاةً شَدِیدَةً ، فَقُلْتُ لَهٗ : اِن کَانَ مَا اَسْاَلُ اللّٰهَ لَا یُرِینَاہُ فَاِلٰی مَن؟ فَقَالَ: اِلٰی عَلِیٍّ ابنِی وَکِتَابُهٗ کِتَابِی وَهُوَ وَصِیِّی وَخَلِیفَتُهٗ مِن بَعدِی (ترجمہ عیون الرضا، ج۲،ص۳۹)

''میں ابی الحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے سخت شکایت کی۔ (ان تکلیفوں اور اذیتوں کے بارے میں جو آپ کو روحانی وجسمانی طور پر دی جاتی رہی ہیں) میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: اگر اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول کرے تو پھر ہم کن کی طرف رجوع کریں؟ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا: میرے بیٹے علی کی خدمت میں حاضر ہونا، ان کی تحریر میری تحریر ہے اور میرے بعد وہی میرے جانشین اور خلیفہ ہیں''۔

ابن جریر اور ابن خلکان کی پردہ پوشیاں

محمد بن جریر طبری ۲۰۳ھ میں پیش آنے والے حوادث کے زیرِ عنوان رقم طراز ہیں:

مامون الرشید سرخس سے طوس کی طرف گیا، کچھ روز اپنے باپ کی قبر پر رکا۔ اس وقت امام علی بن موسیٰ علیہ السلام نے بہت زیادہ انگور کھائے اور اچانک دنیا سے چل بسے۔ یہ ماہِ صفر کے آخری دنوں کا واقعہ ہے۔ مامون نے کہا: انہیں ان کے باپ ہارون الرشید کی قبر کے

پاس دفن کردیں۔ (تاریخ طبری، ج ۱۳ ص ۵۶۷۵)

ابن خلکان کہتا ہے: امام علی بن موسیٰ الرضاؑ زیادہ انگور کھانے کی وجہ سے فوت ہوئے۔ ان کی نمازِ جنازہ مامون نے پڑھائی۔ (وفیات الاعیان)

جواب:

اے غافلو! تم لوگوں نے ایک معصوم امام کو اپنے اوپر قیاس کیا ہے، آئمہ علیہم السلام کی سیرت تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی، وہ تو ہمیشہ دنیاوی لذتوں سے بہت دُور تھے، لہٰذا وہ دن کو روزے سے ہوتے اور رات محرابِ عبادت میں گزارتے۔ ان سے بہت سی ایسی احادیث منقول ہیں، جن میں انہوں نے پُرخوری سے منع کیا ہے۔ میرے خیال میں تم لوگوں نے کبھی ان احادیث پر توجہ ہی نہیں دی جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنین علی علیہ السلام سے امام رضا علیہ السلام کے بارے میں نقل ہوئی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہ بتایا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی شہادت زہر ہلاہل سے مسموم کرنے سے ہوگی۔ تمہاری باتیں بلکہ خرافاتیں شیعہ وسُنّی کتب میں مذکور روایات کے ساتھ موافق نہیں ہیں۔

مشہور زمانہ کتاب ''فصول المہمہ'' میں اہل سنت کے معتبر ترین شخص ابن صباغ مالکی سے روایت نقل ہوئی ہے، وہ کہتا ہے:

قَالَ هَرثَمَةُ : طَلَبَنِي اَبُو الحَسَنِ الرِّضَا عليه السلام فِي يَومٍ مِنَ الاَيَّامِ ، فَقَالَ لِي : يَاهَرثَمَةُ! اِنِّي مُطلِعُكَ عَلَىٰ اَمرٍ يَكُونُ سِرًّا عِندَكَ لَا تَظهِرُهُ لِاَحَدٍ مُدَّةَ حَيَاتِي ، فَاِن اَظهَرتَهُ حَالَ حَيَاتِي كُنتُ خَصِيمًا لَكَ عِندَ اللّٰهِ ، فَحَلَفتُ لَهُ اِنِّي اَتفُوَّهُ بِمَا تَقُولُهُ لِي مُدَّةَ حَيَاتِهِ ، فَقَالَ: اِعلَم يَاهَرثَمَةُ اِنَّهُ قَد دَنَا رَحِيلِي وَلُحُوقِي بِجَدِّي وَآبَائِي اُطعِمُ عِنَبًا وَرُمَّانًا مَفتُوتًا فَاَمُوتُ ، فَمَاتَ

"ہرثمہ کہتے ہیں: میرے مولا و آقا اباالحسن الرضا علیہ السلام نے ایک دن مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا: اے ہرثمہ! میں تمہیں ایک خبر دینا چاہتا ہوں، اسے صیغۂ راز میں رکھنا، جب تک میں زندہ ہوں اس بارے میں کسی کو کچھ نہ بتانا۔ اگر تم نے یہ خبر میری زندگی میں فاش کر دی تو میں اللہ کے نزدیک تمہارا دشمن ہو جاؤں گا۔ ہرثمہ کہتے ہیں: میں نے قسم کھائی اور کہا: جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے اس پر پابند رہوں گا اور جب تک آپ زندہ ہیں اس راز کو فاش نہیں کروں گا۔

آنحضرتؑ نے ارشاد فرمایا: میری رحلت اور اپنے آباء و اجداد کے ساتھ ملحق ہونے کا وقت قریب ہے۔ مجھے زہر آلود انگور اور انار کھلائیں گے اور اس کی وجہ سے شہید ہو جاؤں گا۔ پس آنحضرتؑ نے جس طرح سے فرمایا اسی طرح سے ہی آپؑ کی رحلت ہوئی"۔

ابی الفرج نے بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ جس کی عبارت درج ذیل ہے:

قَالَ لَهُ : أعصِرْ مَاءَهُ بِيَدِكَ ، فَفَعَلَ ، وَسَقَى المَامُونُ الرِّضَا عليه السلام بِيَدِهِ فَشَرِبَهُ ، فَكَانَ ذٰلِكَ سَبَبُ وَفَاتِهِ وَلَم يَلبَثْ إلَّا يَومَينِ حَتّٰى مَاتَ (مقاتل الطالبین، ص ۳۷۷)

"مامون نے اپنے غلام سے کہا: اپنے ہاتھوں سے انار کا پانی نچوڑو، پس غلام نے وہی کام کیا (انار کا زہر آلود پانی لایا) مامون نے اپنے ہاتھ سے زہر آلود آبِ انار آپؑ کو پلایا۔ یہی آبِ انار آپؑ کی شہادت کا سبب بنا (آبِ انار پینے کے بعد) آپؑ دو دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے اور شہید ہو گئے"۔

ہرثمہ بن اعین سے نقل ہوا ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک رات مامون کے پاس تھا، تقریباً رات چار گھنٹے گزر چکی تھی۔ میں نے مامون سے گھر جانے کی اجازت لی۔ جب گھر

پہنچا تو رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ میں نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، ایک غلام نے پوچھا: کون ہو؟ اس سے کہا گیا کہ ہرثمہ سے کہو کہ اپنے آقا و مولاؑ کی خدمت میں پہنچیں۔

ہرثمہ کہتے ہیں: میں جلدی سے اُٹھا اور آنحضرتؑ کے ایلچی کے پیچھے پیچھے امام رضا علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے فرمایا: اے ہرثمہ! میں نے عرض کیا: لبیک میرے آقا و مولاؑ۔ آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ میں نے حکم کی اطاعت کی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: اے ہرثمہ! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے دھیان سے سنو، اب میری رحلت اور اپنے آباء و اجداد کے ساتھ ملحق ہونے کا وقت پہنچ چکا ہے۔ مجھے موت کا پیغام مل چکا ہے۔ یہ ظالم مجھے انگور اور انار کے ذریعے زہر دینے کا ارادہ کر چکا ہے۔ انگوروں کو زہر آلود سوئی اور دھاگے سے مسموم کیا گیا ہے جبکہ اپنے ایک غلام کی ہتھیلی پر زہر لگا کر انار نچوڑنے کا حکم دیا تا کہ وہ بھی زہر آلود ہو جائے۔ مامون آنے والے کچھ دنوں میں مجھے زور سے اپنے پاس بلائے گا اور انگور اور انار میرے سامنے رکھے گا اور مجھے کہے گا: انہیں کھاؤ، پس میں اس کی بات ماننے پر مجبور ہو جاؤں گا اور میں شہید ہو جاؤں گا۔ مامون کہے گا کہ میں خود انہیں غسل دوں گا۔ اس وقت مامون سے کہو، تمہارے اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے درمیان کچھ موانع ہیں (لہٰذا تم انہیں غسل نہیں دے سکتے) امام ہشتمؑ نے مجھے فرمایا ہے کہ (مامون سے کہو) میرے غسل، کفن اور دفن میں ہاتھ مت ڈالے۔ ایک دردناک عذاب بہت جلد تمہارا پیچھا کرنے والا ہے، اس میں لمحہ بھر کے لیے تاخیر نہیں ہوگی۔

ہرثمہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: مولاؑ! آپؑ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپؑ نے فرمایا: جب تمہارے اور میرے غسل کی جگہ کے درمیان فاصلہ ہو جائے تم ایک بلند مقام پر جا بیٹھنا تا کہ تم میرے غسل کی جگہ کو دیکھ سکو۔ لیکن اے ہرثمہ! میرے غسل میں تم نے کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کرنی۔ تمہیں گھر کے قریب لگا ہوا ایک سفید خیمہ نظر آئے گا، جب وہ خیمہ دیکھو تو مجھے اسی لباس میں جو میں نے پہنا ہوا ہے اُٹھا کر اس خیمہ کے پیچھے لے جانا اور وہاں پر رُک جانا، تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہوگا جو تمہیں دکھائی نہیں دے گا۔ مجھے دیکھنے کے لیے

خیمے کا پردہ مت اٹھانا، اگر تم نے ایسا کام انجام دیا تو بہت جلد ہلاک ہو جاؤ گے۔ اگر مامون تم سے کہے: اے ہرثمہ! کیا تمہارے خیال میں یوں نہیں ہے کہ امامؑ کو امامؑ ہی غسل دیتا ہے، پس جس نے اباالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو غسل دیا ہے وہ ان کے بیٹے محمد جوادؑ تھے، وہ حجاز سے کیسے آئے ہیں جبکہ ہم سرزمینِ طوس پر ہیں؟ اس سے کہو کہ ہم کہتے ہیں: یہ واجب نہیں ہے کہ ایک امام معصومؑ کو دوسرا امام معصوم غسل دے۔ اگر کوئی دوسرا شخص امامؑ کو غسل دے دے تو بعد والے امام کی امامت باطل نہیں ہوتی۔ پس جب وہاں سے خیمہ اٹھالیا جائے گا تو دیکھو گے کہ مجھے کفن پہنایا ہوا ہے، اس کے بعد مجھے تابوت میں رکھ کر اٹھاؤ۔ (بحارالانوار، ج ۴۹، ص ۲۹۳-۲۹۴)

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: خلیفۂ عباسی کا ارادہ یہ ہے کہ میری قبر ہارون کی قبر کے پیچھے بنائے لیکن اللہ تعالیٰ اسے یوں نہیں کرنے دے گا۔ زمین اس قدر سخت ہو جائے گی کہ اس جگہ پر کوئی کام نہیں ہو سکے گا، حتیٰ کہ اس زمین کو گینتیوں سے بھی نہیں کھودا جا سکے گا۔ میرے دفن کی جگہ فلاں سمت پر ہے اور ہارون کی قبر سے فلاں معین شدہ حدود سے آگے ہوگی۔ جب میں شہید ہو جاؤں اور مجھے کفن وغیرہ پہنا دیں، جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو، تاکہ میرے امر (شہادت) کے بارے میں صحیح طور پر جان سکو۔ مامون کو یہ بتا دینا کہ جب وہ میری نمازِ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کرے تو تھوڑی دیر کے لیے صبر کرے، صحرا کی جانب سے ناقہ پر سوار ایک عرب آئے گا اور اپنی ناقہ کو بٹھا کر اس سے نیچے اُترے گا۔ وہ میری نمازِ جنازہ پڑھے گا اور تم لوگ بھی اس کے ہمراہ پڑھنا، جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو میرا جنازہ اس جگہ پر لے جانا جو میں نے تمہیں بتائی ہے۔

ہرثمہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! اس کے بعد زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو خلیفۂ وقت نے زہر آلود انگور یا انار کا پانی پلایا جس سے آپؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ وہ مزید کہتے ہیں: میں مامون کے پاس گیا اور آٹھویں امامؑ کی شہادت کی خبر اس تک پہنچائی۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ ہاتھ میں چراغ لیے ہوئے حضرت امام رضا

علیہ السلام پر گریہ کر رہا ہے۔

میں نے کہا اے امیر! جب امامؑ زندہ تھے تو انہوں نے مجھے کچھ راز کی باتیں بتائیں۔ میں نے اپنے آپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جب تک آنحضرتؑ زندہ ہیں میں وہ راز کسی سے نہیں کہوں گا البتہ یہ ارادہ تھا کہ آنحضرتؑ کے انتقال کر جانے کے بعد آپ کو بتاؤں گا جو کچھ امام علیہ السلام نے بیان فرمایا تھا۔ میں نے اول سے آخر تک سب کچھ ہارون کو بتا دیا، وہ یہ سب سن کر بہت حیران ہوا، اس کے بعد اس نے تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ ہم آنحضرتؑ کا جنازہ اس مقام پر لے گئے جہاں پر سب لوگ اکٹھے تھے تاکہ ان کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ صحرا کی طرف سے ایک شتر سوار آتا ہوا دکھائی دیا، ان کی سواری کی وہی حالت تھی جو میرے آقا و مولاؑ نے بیان فرمائی تھی۔ انہوں نے کسی کے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ نمازِ جنازہ پڑھی اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ خلیفہ نے نماز بجا لانے کے بعد حکم دیا کہ جنازہ پڑھنے والے شخص کو تلاش کریں لیکن وہ غائب ہو چکے تھے۔

جبریلؑ ترے در کے غلاموں میں ہے شامل
ہر عظمتِ کونینؑ ترے زیرِ قدم ہے
(مظفرنقویؔ)

خراسان! در عزای میہمانت سوگواری کن
تو ہم مثل مدینہ در غم او بی قراری کن

خراسان لالۂ دامانِ زہراؑ در تو شد پر پر
بہ داغ لالہ ھا سوگند بر او داغ داری کن

خراسان! پارۂ قلب پیمبر پارہ شدہ قلبش
بہ نالہ در غمش خونِ دل از ہر دیدہ جاری کن

خراسان! تا نگوید! کس رضا را نیست غم خواری
به جان خواہرش معصومہؑ بر این کشتہ زاری کن

خراسان! درکنارہ جسم پاک یوسف زہراؑ
ز صورت پاک کن اشک جواد و اشکباری کن

خراسان! خوب از مہمان خود کردی پذیرائی
از این مہمان نوازی پیش زہراؑ شرمساری کن

"اے خراسان! اپنے مہمان کی عزاداری میں سوگ منا تو بھی مدینہ کی مانند ان کے غم میں بے قراری کا اظہار کر۔

اے خراسان! زہراؑ کا پھول تمہارے اندر بکھر گیا ہے، اس پھول کی قسم! ان میں غم میں داغ دار ہو جا۔

اے خراسان! قلب پیغمبرؐ کے دل کا ٹکڑا تیرے اندر پارہ پارہ ہو گیا ہے، ان کے غم میں ہر آنکھ سے خون کے آنسو جاری کر۔

ان کی بہن معصومہؑ کی قسم! ان کی شہادت پر گریہ وزاری کر۔

اے خراسان! یوسفِ زہراؑ کے جسد پاک کے پاس ان کے بیٹے امام جوادؑ کی آنکھوں سے آنسو صاف کر اور خود تو اشک بار ہو جا۔

اے خراسان! تو نے اپنے مہمان کی اچھی طرح سے مہمان نوازی کی ہے۔ اس مہمان نوازی پر حضرت زہراؑ کے حضور شرمندہ و شرمسار ہو۔

مسلمانو! سمجھ جاتے تو کیا تھا؟
رضا کا قتل ، قتلِ مصطفیٰ تھا

(مظہر عباس)

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ محول بجستانی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں:
جب امام رضا علیہ السلام کو خراسان لے جانے کے لیے مامون کی طرف سے بھیجا ہوا شخص

آیا تو میں اس وقت مدینہ میں تھا۔ حضرت مسجد النبیؐ میں روضۂ رسولؐ کے پاس گئے تاکہ ان سے وداع ہوں۔ آپؑ نے کئی مرتبہ الوداع کیا اور واپس لوٹ آتے اور سخت گریہ وزاری کرتے۔ میں ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، انہیں سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور دل کی گہرائیوں سے فریاد بلند کرتے ہوئے فرمایا: میں اپنے جد بزرگوار کی زیارت کرنے آیا ہوں کیونکہ ان کی سرزمین سے رخصت ہو رہا ہوں اور عالمِ غربت میں شہید کیا جاؤں گا۔ مجھے ہارونؔ کی قبر کے پاس دفن کریں گے۔

محول بجستانی کہتے ہیں: اس کے بعد آپؑ مدینہ سے روانہ ہوئے، راستہ طے کرتے ہوئے طوس پہنچے۔ انہیں طوس میں شہید کردیا گیا اور ہارون الرشید کی قبر کے قریب سپردِ خاک کیا گیا۔ (انوار البھیہ، ص ۱۰۹)

حسن بن علی الوشاء کہتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب میں نے مدینہ سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے اہل وعیال کو اپنے پاس بلا کر حکم دیا کہ وہ مجھ پر گریہ کریں، اس قدر گریہ کریں کہ میں ان کی آواز سنوں، اس کے بعد ان کے درمیان ۱۰ ہزار دینار تقسیم کیے۔ اس کے بعد فرمایا: میں دوبارہ اپنے اہل وعیال کی جانب لوٹ کر نہیں آسکوں گا۔ (مناقب، ج ۴، ص ۳۶۹)

سلطانِ عالم کی شہادت کا سبب

حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت یہ تھی کہ جب بھی مامون کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کرتے، اسے وعظ ونصیحت کرتے اور خدا سے ڈراتے اور جو وہ غلط کام کرتا وہ اس کے سامنے بیان کرتے۔ خلاصہ یہ کہ اس کے کرتوت گن گن کر اس کے گوش گزار کرتے۔ مامون ظاہری طور پر آپؑ کے کلمات کا احترام کرتا اور ان کی تصدیق کرتا لیکن اندر ہی اندر بہت کُڑھتا اور آنحضرتؑ کی نصیحت آموز باتیں اس (غاصب وآمر) پر بہت گراں گزرتی تھیں۔

ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام اس کے پاس گئے تو وہ وضو کرنے میں مشغول تھا، جب کہ غلام اس کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا تھا۔ حضرت اس کا یہ خلافِ شریعت کام

دیکھ کر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا:

لَا تُشْرِكْ يَا اَمِيْرَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ اَحَدًا

"اے امیر! اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو"۔

مامون نے مجبوراً پانی کا برتن غلام کے ہاتھ سے لیا اور وضو مکمل کیا۔ امام علیہ السلام کے اس ارشاد نے اس کے دل میں بغض وحسد کو بڑھا دیا۔ سہل کے بھائی کو جب حضرتؑ کے اس رویے کا پتہ چلا تو ان لوگوں نے مامون کے سامنے امام رضا علیہ السلام کے بارے میں توہین آمیز کلمات استعمال کیے اور ایسی ایسی باتیں کہیں تاکہ حضرتؑ کو مامون کی نظروں سے گرا دیں۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی، حتیٰ کہ یہ تک کہہ دیا کہ اگر آپ اسے (امام رضاؑ کو) زیادہ اہمیت دیتے رہے تو عنقریب وہ لوگوں کو آپ کے خلاف کر دے گا کہ وہ تمہیں قتل کر دیں، بہر حال جہاں تک ممکن ہو سکا ان لوگوں نے مامون کو حضرتؑ کے بارے میں بدظن کرنے کی کوشش کی اور اسے امام علیہ السلام کو قتل کرنے پر اُبھارا۔ (ترجمہ ارشاد، ص ۶۱۱)

عبداللہ بن بشیر کہتا ہے: مامون نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے ناخن بڑے کروں لیکن کسی کو اس بات کا پتہ نہ چلے۔ میں نے اس کے کہنے کے مطابق ناخن بڑے کیے۔ ایک دن اس نے مجھے بلایا اور املی کی مانند کوئی چیز مجھے دی اور کہا: اسے اپنے ہاتھوں سے گوندھو۔ میں نے حکم کے مطابق اس کا خمیر بنایا۔ مامون میرے پاس سے اٹھا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا، اُن کی احوال پرسی کی اور پوچھا: آپؑ کیسے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: میری آرزو ہے کہ خوب رہوں۔ مامون نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ میں بھی آج ٹھیک ٹھاک ہوں، اس کے بعد پوچھا: کیا آج حضور کی خدمت اقدس میں خدمت گزار حاضر نہیں ہوئے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ اس پر مامون برہم ہوا۔ مجھے بلا کر کہا: ابھی ابھی انار لائے جائیں۔ جب میں انار لے کر حاضر ہوا تو اس نے مجھے کہا: اپنے ہاتھوں سے ان کا پانی نچوڑو۔ جب میں انار کا پانی تیار کر چکا تو مامون نے وہ پانی آپؑ کو پلایا۔ وہی آب انار

آپؑ کی شہادت کا سبب بنا۔ انار کا پانی پینے کے دو روز بعد آپؑ رحلت فرما گئے۔

ابوصلت ہروی کہتے ہیں: جب مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس سے اُٹھ کر گیا تو میں ان کی خدمتِ اقدس میں شرف یاب ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: اس شخص نے اپنا کام کر دکھایا ہے، اس کے بعد آپؑ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے۔ (ارشاد مفید، ص ۳۱۵)

لعنۃ اللہ علیٰ قوم الظالمین

امام رضاؑ شہادت کے سبز لباس میں

ابوعلی حسین بن احمد بیہقی، علی بن حسینؑ کاتب بغداد کبیر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: حضرت امام رضا علیہ السلام کو بخار یا بلڈ پریشر ہو گیا تھا۔ آپؑ پچھنے لگوانا چاہتے تھے، مامون آپؑ کی تیمارداری کے لیے آیا اور مٹی کے برتن سے کوئی چیز نکال کر اپنے غلام کو دی اور اس سے کہا کہ اسے اپنے ہاتھوں سے باریک کرے، غلام نے اسے ایک تشت میں باریک باریک کیا۔ مامون نے کہا: ہاتھ دھونا ضروری نہیں ہیں، میرے ساتھ آؤ۔ وہ حضرت رضا علیہ السلام کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور جا کر آپؑ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس وقت آنحضرتؑ نے پچھنے لگوائے۔

عبیداللہ کی روایت کے مطابق آنحضرتؑ کو پچھنے لگوانے میں تاخیر کی گئی۔ مامون نے اپنے غلام سے کہا: انار لے کر آؤ، امام کے گھر میں انار کا درخت تھا۔ غلام نے کچھ انار توڑ کر حاضر کیے۔ مامون نے اس سے کہا: ان سے دانے نکالو، غلام نے اناروں کے دانے نکالے اور لے کر حاضر ہوا۔ مامون نے حکم دیا کہ انہیں نچوڑو۔ غلام نے انار کے دانوں سے پانی نچوڑا۔ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا: اس پانی میں سے کچھ نوش فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمہاری موجودگی میں نہیں پیوں گا، جب امیر یہاں سے چلا جائے گا تو پی لوں گا۔ مامون نے کہا: خدا کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا، میرے سامنے نوش کریں۔ مزید کہا کہ اگر میرے پیٹ میں تکلیف نہ ہوتی تو میں بھی پیتا۔ حضرتؑ نے اس سے چند گھونٹ پیئے۔ اس کے بعد مامون وہاں سے چلا گیا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اس دن پچاس

مرتبہ بے ہوش ہوئے۔ مامون نے کسی کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ یہ تکلیف پچھنے لگوانے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ لیکن رات کے وقت آپ کی حالت بہت خراب ہوگئی اور صبح کے وقت آپؑ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

مقاتل الطالبیین میں روایت ہے کہ مامون نے اپنے ہاتھوں سے امام کو آب انگور پلایا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے جو آخری گفتگو کی تھی وہ یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ (آل عمران:۱۵۴)

"آپ کہہ دیجیے کہ اگر گھروں میں بھی رہ جاتے تو جن کے لیے شہادت لکھ دی گئی ہے وہ اپنے مقتل تک بہر حال جاتے"۔

جب صبح ہوئی تو مامون کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ اس نے حکم دیا کہ آنحضرتؑ کو جتنی جلدی ہوسکے غسل وکفن دیا جائے۔ جب آپؑ کا جنازہ اٹھایا گیا تو مامون اظہارِ افسوس کرتے ہوئے ننگے سر پاؤں تشیع جنازہ میں شامل ہوا۔ اس نے کہا: اے میرے بھائی! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپؑ کی رحلت کے سبب اسلام کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے لیکن آپؑ کے متعلق مقدراتِ الٰہی میری کوششوں پر غالب آگئی ہیں۔

سوئی دھاگے سے انگوروں کو زہر آلود کرنا

(شیعہ اور اہلِ سنت سے منقول کچھ روایات)

① محمد بن جہم سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے: حضرت امام رضا علیہ السلام کو انگور بہت زیادہ پسند تھے، وہ لوگ جو انھیں قتل کرنا چاہتے تھے انہوں نے حضرتؑ کے لیے کچھ انگور منگوائے، انہیں زہر ہلاہل میں بجھی ہوئی سوئیوں میں پرو دیا گیا، اس کے بعد وہ انگور حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کیے۔ زہر آلود انگور تناول کرنے کے بعد آپؑ کی حالت بگڑ گئی اور آپؑ دنیا سے رحلت فرما گئے۔

جب حضرت امام رضا علیہ السلام شہید ہو گئے تو مامون نے آپؑ کی شہادت کو ایک

دن اور ایک رات مخفی رکھا۔ اس کے بعد اس نے محمدؐ بن جعفر صادقؑ اور کچھ دوسرے سادات جو اس کے دربار میں کام کرتے تھے کو بلایا اور انہیں بتایا کہ حضرتؑ رحلت فرما گئے ہیں۔ اس پر مامون نے ظاہری طور پر گہرے دکھ و درد کا اظہار کیا۔ اس نے آپؑ کا پیکرِ مطہر انہیں دکھایا اور کہا کہ دیکھ لو انہیں کوئی اذیت نہیں دی گئی ہے بلکہ قدرتی طور پر دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔

اس کے بعد اس نے اپنے ظالمانہ اقدام پر پردہ ڈالنے کے لیے یوں اظہار کیا: اے برادرِ عزیز! مجھ پر یہ وقت انتہائی سخت گزر رہا ہے کہ میں آپؑ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں، میری تو یہ آرزو تھی کہ میں آپ سے پہلے مر جاتا، لیکن خدا نے جس کام کا ارادہ کیا ہے اسے پورا کیا ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ آنحضرتؑ کو غسل و کفن دیا جائے اور حنوط لگایا جائے۔ مامون خود جنازے میں شریک ہوا، کندھا دیا اور اس مقام پر لا کر دفن کیا جہاں پر اب آپؑ کا مرقدِ مطہر ہے۔ آپؑ کا روضۂ اقدس شہر طوس میں واقع قریہ لوقان کے قریب ایک دیہات سناباد میں حمید بن قحطبہ کے باغ میں واقع ہے۔ (مقاتل الطالبین، ص ۳۷۸۔ ارشاد مفید، ص ۳۱۵-۳۱۶)

② حمزہ بن جعفر ارجانی سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے: ہارون الرشید مسجد الحرام سے دو مرتبہ باہر نکلا اور حضرت امام رضا علیہ السلام بھی دو مرتبہ باہر تشریف لائے۔ ہر بار جب امام علیہ السلام کی نگاہ ہارون پر پڑی تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: اس کے اور میرے گھر میں کس قدر دُور فاصلہ ہے لیکن ملاقات کس قدر قریب ہے، لیکن اے سرزمینِ طوس تو عنقریب مجھے اور اسے ایک مقام پر اکٹھا کرے گی۔ (مناقب، ج ۴، ص ۳۶۹)

③ ابوالفرج، ابی صلت سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت واقع ہو چکی تو مامون آپؑ کی قبر مطہر کھودنے سے قبل آیا اور کہنے لگا کہ امامؑ کی قبر میرے باپ کی قبر کے پاس بنائی جائے۔ اس کے بعد میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: بتایا گیا ہے کہ جب ان کی قبر کھودی جائے گی تو اس سے پانی نکلے گا، اس پانی میں کچھ مچھلیاں ہوں گی، جب ان کی قبر کھودی گئی جب لحد تک پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ اس میں

پانی اُبلنے لگا اور مچھلیاں بھی نظر آئیں۔ پس اس کے بعد پانی خشک ہوگیا اور امام رضا علیہ السلام کو اس میں دفن کیا گیا۔ (انوار البھیہ، ص ۱۰۹)

④ احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی کہتے ہیں کہ علی بن ابراہیم قمی کہتے ہیں: حضرتؑ کے خادم یاسر نے ہمیں بتایا کہ شہر طوس سے ابھی سات منزلیں سفر باقی تھا کہ ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ سفر کے دوران میں مریض ہوگئے۔ جب ہم طوس پہنچے تو آپؑ کا مرض شدید ہوگیا، ہم کچھ دن تک یہاں رُکے۔ مامون دن میں دو مرتبہ حضرتؑ کی تیمارداری کے لیے آتا۔ جب حضرت امام رضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی آپؑ بہت کمزور ہو چکے تھے تو انہوں نے اپنے غلاموں اور کنیزوں کو کھانا دیا۔ جب کھانا کھا چکے تو سخت کمزوری کی وجہ سے آپ بے ہوش ہوگئے۔ وہاں پر موجود لوگ، کنیزیں، مامون اور اس کی بیویوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مامون ننگے سر اور ننگے پاؤں وہاں پر پہنچا۔ پورے کا پورا طوس غم و اندوہ میں غرق ہوگیا تھا۔ وہ (مامون) اظہار افسوس کرتے ہوئے گریہ کر رہا تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو اس کے چہرے پر جاری تھے۔ اس نے اپنے آپ کو امامؑ کے سرہانے تک پہنچایا۔ اس دوران حضرتؑ ہوش میں آگئے۔ مامون نے کہا: اے میرے آقا و مولاؑ! میں نہیں جانتا ہوں کہ ان دو مصیبتوں میں سے کون سی مصیبت میرے لیے سخت تر ہے؟ آیا آپؑ کو ہاتھ سے کھو دینا سخت ہے یا وہ تہمت سخت ہے جو لوگ میرے اُوپر لگا رہے ہیں اور آپؑ کے قتل کا الزام میرے اُوپر دے رہے ہیں کہ میں نے آپؑ کو زہر سے مسموم کر کے قتل کیا ہے۔

یاسر کہتے ہیں: امام علیہ السلام نے مامون کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے امیر! میرے بیٹے ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اپنی دو انگلیوں کو نزدیک کرتے ہوئے فرمایا: کیونکہ تمہاری زندگی اور اس کی زندگی یوں ہے جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ اسی رات آپؑ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اگلی صبح لوگ اکٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ مامون نے انہیں حیلے بہانے سے قتل کیا ہے اور یہ بات

لوگ سرِعام کر رہے تھے کہ رسولِ خدا کے فرزند قتل کیے گئے ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے چچا ابو جعفر محمدؒ بن جعفرؑ بن محمدؑ جس نے مدینہ چھوڑ کر خراسان میں پناہ لے رکھی تھی اور اس وقت بھی خراسان میں موجود تھا۔ مامون نے اس سے کہا: اے ابو جعفر! لوگوں کو جا کر یہ بتا دو کہ ابوالحسنؑ کا جنازہ آج نہیں اٹھایا جائے گا لہٰذا اپنے اپنے گھروں کی جانب واپس چلے جائیں، کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں کوئی بغاوت شروع نہ ہو جائے۔ محمد بن جعفر بن محمد نے باہر جا کر لوگوں سے کہا:

اے لوگو! ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کا جنازہ آج باہر نہیں لایا جائے گا لہٰذا اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے جاؤ۔ لوگ یہ اعلان سن کر اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو رات میں غسل دیا، کفن پہنایا اور رات ہی میں دفن کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۵۸۹-591)

حضرت امام جواد علیہ السلام لباسِ عزاء میں

شیخ طوسی اپنی کتاب ''اعلام الوریٰ'' میں امیہ بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: میں مدینہ میں تھا اور مسلسل امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا رہتا۔ جن دنوں حضرت امام رضا علیہ السلام خراسان میں تھے، حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے خاندان والے اور آپؑ کے والد بزرگوار کے چچے آپؑ کی خدمتِ اقدس میں عرضِ ادب کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور ان کی عزت و تکریم کرتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؑ نے اپنی ایک لونڈی کو بلا کر فرمایا:

ان لوگوں (یعنی اہلِ مدینہ والوں) سے کہہ دو کہ ماتم داری کے لیے تیار ہو جائیں، پس لوگ وہاں سے چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ ہم نے یہ کیوں نہیں پوچھا ہے کہ یہ ماتم و عزاداری کس کے لیے ہے؟ جب دوسرا دن ہوا تو ان لوگوں نے امامؑ سے پوچھا کہ ماتم و عزاداری کس کے لیے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ ماتم و غم ان کے لیے جو اس وقت زمین پر سب سے افضل اور

بہتر ہیں، اس اعلان سے کچھ دن بعد یہ خبر ملی کہ جس دن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مدینہ کے لوگوں کو عزاداری برپا کرنے کا حکم دیا تھا اسی دن حضرت امام رضا علیہ السلام کی رحلت واقع ہوئی تھی۔ (منتہی الآمال، ص ۱۰۸۴)

امام جواد علیہ السلام اپنے باباؑ کے غم میں

ابوصلت کہتے ہیں: میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: میں کل اس فاجر (مامون لعنتی) کے دربار میں بلایا جاؤں گا، اگر میں نے اس کے گھر سے واپسی پر اپنی عبا سر پر اوڑھی تو پھر میرے ساتھ کوئی بات چیت نہ کرنا۔ چونکہ جب اگلا دن طلوع ہوا تو حضرتؑ فجر کی نماز ادا کر چکے تھے، لباس زیب تن کیا ہوا تھا، کسی کے منتظر تھے۔ مامون کے غلام انہیں لینے کے لیے آئے۔ آپؑ نے نعلین پہنے اور عبائے مبارک کاندھوں پر رکھی اور مامون کے دربار میں تشریف لے گئے۔ میں ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ اس نے رنگارنگ پھلوں کا ایک طشت آپ کے سامنے رکھا، زہرآلود انگور کا ایک گچھا اُٹھایا، جس طرف زہر نہیں تھا اس سے کچھ انگور خود کھائے تا کہ کوئی اس پر الزام نہ دے سکے۔ جب اس کی نگاہ آنحضرتؑ پر پڑی تو اُٹھ کر استقبال کیا، ماتھا چوما، اپنی جگہ پر بٹھایا، ان زہرآلود انگوروں کا گچھا آپؑ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

اے فرزندِ رسولؐ خدا! میں نے آج تک ان سے بہتر انگور نہیں دیکھے۔ آپؑ نے فرمایا: بہشتی انگور سے بہترین ہیں۔ مامون نے کہا: ان انگوروں سے کچھ کھائیں۔ آپؑ نے فرمایا: ان انگوروں سے مجھے معاف رکھیں۔ مامون نے کہا: میری طرف سے اتنے اخلاص کے باوجود آپؑ مجھ پر شک کرتے ہیں۔ میرے بارے میں آپؑ اتنے کیوں بدگمان ہیں؟ حضرت امام رضا علیہ السلام نے زہرآلود انگوروں کے اس گچھے سے صرف تین دانے تناول فرمائے۔ آپؑ کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ آپؑ نے وہ گچھا زمین پر دے مارا اور وہاں سے نکلے۔ مامون نے کہا: یا بن رسولؐ اللہ! کہاں جا رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس جگہ جا رہا ہوں جہاں تم نے مجھے بھیجا ہے۔

ابوصلت کہتے ہیں: جب میں نے حضرتؑ کی یہ حالت دیکھی کہ آپؑ نے عبا سر پر اوڑھی ہوئی ہے تو میں نے ان کے ساتھ کوئی گفتگو نہیں کی، آپؑ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا: گھر کا دروازہ بند کردو۔ آپؑ مغموم و محزون حالت میں اپنے بستر پر تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ جب امام رضا علیہ السلام اپنے بستر پر لیٹ گئے تو میں نے گھر میں اچانک ایک سیاہ بالوں والے نوجوان کو دیکھا کہ ان کی جبین سے امامت و ولایت کا نور ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ بالکل امام معصومؑ کی طرح معلوم ہو رہے تھے۔ میں ان کی خدمت میں پہنچا اور پوچھا: آپؑ کس دروازے سے اندر تشریف لائے ہیں جبکہ میں نے تو تمام دروازے اچھی طرح بند کیے ہوئے تھے؟

انہوں نے ارشاد فرمایا: وہ ہستی جو مجھے ایک لمحے میں مدینہ سے طوس پہنچا سکتی ہے اس نے ہی مجھے بند دروازوں سے اندر لایا ہے۔ میں نے پوچھا: آپؑ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

اے اباصلت! میں تمہارے لیے حجتِ خدا ہوں، محمدؑ بن علیؑ ہوں کہ اپنے مظلوم و غریب بابا سے ملنے کے لیے آیا ہوں تاکہ انہیں خدا حافظ کہہ سکوں۔ اس کے بعد اس کمرے میں تشریف لے گئے جس میں حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ چونکہ جب امامِ مسمومؑ کی نگاہیں اپنے بیٹے پر پڑیں تو جلدی سے اُٹھے، اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا، ان کا ماتھا چوما، انہیں اپنے بستر میں اپنے پاس بٹھایا۔ انہوں نے ملک وملکوت اور حی لایموت کے کچھ اسرار و راز بتائے کہ ان میں سے میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ اس کے بعد امام رضا علیہ السلام نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی اور دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (مناقب آل ابی طالب، ص ۳۰۴۔ منتہی الآمال، ص ۱۰۳۹۔ عیون الاخبار، ج ۲، ص ۵۹۲-۵۹۷)

❁❁❁

سترھویں فصل

حضرت امام محمد تقی الجواد علیہ السلام اور حضرت امام ہادی علی نقی علیہ السلام کے حالاتِ زندگی

ولادت

ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ نویں امامؑ کا اسمِ مبارک محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ تھا۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور ایک دوسرے قول کے مطابق ابوجعفر تھی۔ آپؑ کی ولادت باسعادت ۱۹۵ھ میں ہوئی اور شہادت ۲۲۰ھ میں ۲۵ سال کی عمر میں واقع ہوئی۔ ان کا طرزِ زندگی وہی تھا جو ان کے پدر بزرگوار کا تھا۔ آپؑ نے زہد، تقویٰ اور سخاوت میں وہی راستہ اختیار کیا جو آپؑ کے پدر بزرگوار کا تھا۔ آپؑ کو مامون نے اپنے پاس بلایا، آپؑ کا اسی طرح سے احترام کرتا جس طرح آپؑ کے والد گرامی کا کیا کرتا تھا، حتیٰ کہ اپنی بیٹی اُم الفضل کا نکاح بھی آپؑ کے ساتھ کر دیا۔ (تذکرہ ابن جوزی، ج ۱، ص ۳۵۸۔ ترجمہ ارشاد مفید، ص ۶۱۵)

حمیری عبداللہ بن احمد سے اور وہ صفوان بن یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حکیمہ بنت ابی ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے منقول ہے، وہ کہتی ہیں: جب ابی جعفر کی والدہ حاملہ ہوئی تو میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں ایک خط بھیجا کہ آپؑ کی زوجہ سبیکہ حاملہ ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے مجھے لکھا کہ ہاں مجھے معلوم ہے کہ سبیکہ کس مہینے، کس دن اور کس وقت حاملہ ہوئی ہے۔ البتہ جب یہ بچہ دنیا میں آجائے تو

اسے سات دن تک تنہا مت چھوڑنا اور اس کی دیکھ بھال کرنا۔ وہ کہتی ہیں: جب حضرت امام جواد علیہ السلام دنیا پر تشریف فرما ہوئے تو اس وقت آپؑ نے فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلَى الْاَئِمَّةِ الرَّاشِدِيْنَ (اثبات الوصیۃ مسعودی، طبع قم، ص ۲۱۷-۲۱۸۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۳۱۱)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمدؐ، اللہ کے رسول ہیں، محمدؐ اور آئمہ راشدینؑ پر اللہ کا درود ہو''۔

امام جواد علیہ السلام ایک پھول تھے

عماد زادہ کہتے ہیں: امامِ نہم حضرت جواد علیہ السلام کی عمر مبارک ایک پھول کی مانند بہت کم تھی، لیکن ان کا رنگ اور خوشبو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باقی ہے اور مسلمان ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ چودہ معصومین علیہم السلام میں جنہوں نے بہت کم عمر پائی ان میں پہلی ہستی حضرت زہراء سلام اللہ علیہا اور دوسری ہستی حضرت امام محمد تقی الجواد علیہ السلام کی ہے۔ آپؑ نے عمر کی ۲۵ بہاریں دیکھیں۔ آپؑ آٹھ سال کے تھے کہ ظاہری طور پر عہدۂ جلیلہ امامت پر فائز ہوئے، آپؑ کی امامت کا دورانیہ ۱۷ سال ہے۔ امام جواد علیہ السلام کی رحلت کی صحیح ترین تاریخ ذی القعدہ کا آخری دن ۲۲۰ھ ہے۔

مسعودی اپنی کتاب ''اثبات الوصیہ'' میں لکھتے ہیں کہ آپؑ کی شہادت ۶ ذی الحجہ ۲۲۰ھ کو ہوئی ہے۔ اس بناء پر آپؑ کی کل عمر ۲۵ سال ۲ ماہ اور گیارہ دن بنتی ہے۔ مؤرخین کی تحریروں کے مطابق آپؑ کو معتصم باللہ عباسی نے زہر دے کر مسموم کیا تھا۔

وَسَمَّ الْمُعْتَصَمِ مُحَمَّدَ الْجَوَّادِ وَدَفَنُ فِي مَقَابِرِ الْقُرَيْشِ

(مصباح کفعمی، مروج الذہب، معادن الجوہر، ج ۴، ص ۲۵۔ مناقب، ج ۴، ص ۳۱۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۱۲)

سبیکہ خاتون

حضرت امام جواد علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سبیکہ نوبیہ تھیں۔ ان کا اسمِ گرامی خیزران رکھا گیا۔ اس خاتونِ معظمہ کا تعلق رسولؐ خدا کی جاریہ ماریہ قبطیہ کے باعظمت خاندان سے تھا۔[1] مسعودی لکھتے ہیں کہ حضرت امام جواد علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سبیکہ خاتون اپنے زمانے کی افضل ترین خاتون تھیں۔

امام جواد علیہ السلام شیعوں کے لیے برکت ہیں

جواد قانع امام آیا
وہ برکتوں کا پیام لایا

مسعودی روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جواد علیہ السلام کی ولادت باسعادت شب جمعہ رمضان ختم ہونے سے گیارہ دن قبل یعنی تقریباً ۱۹ رمضان المبارک ۱۹۵ھ میں ہوئی۔ (انوار البہیہ، ص ۱۲۳)

جب امام نہم دنیا پر تشریف لائے تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: آج کی رات اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا فرمایا جو موسیٰ بن عمرانؑ کے مشابہہ ہے۔ وہ علم کے دریا بہائیں گے، ان کی والدہ ماجدہ پاک و پاکیزہ تھیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مزید فرمایا: ان پر ان کے ماں باپ قربان ہوں، انہیں شہید کیا جائے گا، ان پر اہلِ آسمان گریہ کریں گے۔ ان کی شہادت کا سبب ان سے کینہ و حسد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے قاتل پر اپنا غضب نازل کرے گا، ان کا قاتل ان کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکے گا۔

---

① مرحوم قمیؒ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت امام جواد علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اپنے زمانے کی افضل ترین خاتون تھیں۔ آپؑ کے بارے میں پیغمبرِ خدا کا ارشاد ہے: بِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ابْنِ خَيْرَةِ الْإِمَاءِ النُّوبِيَّةِ الطَّيِّبَةِ "امام جواد علیہ السلام بہترین خاتون کے بیٹے ہوں گے ان کی والدہ کا تعلق طائفہ نوبیہ سے ہے"۔ اصولِ کافی میں مذکور ہے کہ خیزران کا تعلق رسولؐ خدا کے فرزند ابراہیم کی والدہ ماجدہ کے خاندان سے ہے۔

اللہ تعالیٰ بہت جلد اس پر اپنا عذاب نازل کرے گا اور اسے سخت ترین عذاب کے ذریعے سزا دے گا۔ (اثبات الوصیہ، ص ۲۱۶)

کتاب ''مناقب'' میں روایت مذکور ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ موسیٰ بن عمرانؑ کے مشابہہ ہیں کیونکہ وہ علم کے دریا بہائیں گے اور عیسیٰ ابن مریمؑ کے مشابہہ ہیں کیونکہ ان کی والدہ مقدسہ، منزہ، طاہرہ اور مطہرہ پیدا ہوئیں، البتہ اس بچے (امام جوادؑ) کی عمر بہت تھوڑی ہے، انھیں زہر دے کر مسموم کیا جائے گا۔ آپؑ نے مزید فرمایا:

هَذَا الْمَوْلُودُ الَّذِي لَمْ يُولَدْ مَوْلُودٌ أَعْظَمُ بَرَكَةٍ مِنْهُ عَلَى شِيعَتِنَا (مناقب، ج ۴، ص ۴۱۱۔ اثبات الوصیہ، ص ۲۱۸۔ مجموعہ زندگانی چہاردہ معصومین، ج ۲، ص ۴۱۸)

''حضرت جواد علیہ السلام ایسے مولود ہیں کہ ہمارے شیعوں کے لیے برکت و سخاوت کے اعتبار سے کوئی ایسا عظیم فرزند دنیا پر تشریف نہیں لایا''۔

نجم صنعانی سے روایت نقل ہوئی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں موجود تھا کہ حضرت امام جواد علیہ السلام کو لایا گیا۔ میں نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں یہ وہی مولود مبارک ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں، یہ وہی ہیں کہ ہمارے شیعوں کے لیے خیر و برکت کے اعتبار سے ان جیسا کوئی بھی دنیا پر نہیں آیا۔

حنان بن سدیر سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: کیا کوئی ایسا امام بھی ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: میرے ہاں ایک بیٹے کے علاوہ اور کوئی فرزند پیدا نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ انہیں (ایک بیٹے ہی سے) بہت زیادہ اولاد عطا فرمائے گا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے عمر میں کم ہونے کے باوجود مدینہ میں اپنے پدر بزرگوار حضرت امام رضا علیہ السلام کے تمام کاموں کو انجام دیا۔ آپؑ غلاموں کو امر ونہی کرتے، کوئی بھی غلام آپؑ کے حکم کی مخالفت نہ کرتا تھا۔ (اثبات الوصیہ، ص ۲۱۹)

حضرت امام جوادؑ اغیار کی نگاہ میں

ابن صباغ کہتے ہیں: ابوجعفر محمد الجواد علیہ السلام ۱۹ ماہ مبارک رمضان ۱۹۵ھ میں دنیا پر تشریف لائے۔ آپؑ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ محمد الجواد بن علیؑ بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر الصادقؑ بن محمد الباقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ اُم ولد تھیں کہ انہیں سبیکہ نوبیہ یا مریسہ کہا گیا ہے۔ آپؑ کی کنیت آپؑ کے جدامجد محمد باقرؑ کی کنیت کی مانند ابوجعفر تھی۔ آپؑ کے القاب مبارک جواد، قانع اور مرتضیٰ ہیں۔ (فصول المہمہ، ص ۲۸۱-۲۸۲۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۸۶)

حضرت امام جواد علیہ السلام کی امامت پر دلیلیں

① معمر بن خلاف سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے کسی چیز کا ذکر کیا اور ارشاد فرمایا:

تمہیں اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ میں اب ابوجعفرؑ کو اپنی جگہ پر بٹھاؤں گا اور انہیں اپنا مقام و مرتبہ عطا کروں گا۔ ہم اہل بیتؑ ہیں، ہمارے بچوں کی میراث ہمارے بزرگوں سے ہے۔ ہمارے بچے اور بڑے کے درمیان (علم، فضل، شرافت، قداست) کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۹۹)

② احمد بن محمد بن عیسیٰ، احمد بن محمد بن ابی نصر سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں صفوان بن یحیٰی کے ہمراہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ ابوجعفر امام محمد جواد علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے پاس محوِ خواب تھے۔ اس وقت آپؑ کی عمر شریف تین سال سے زیادہ نہ تھی۔

ہم نے عرض کیا: ہم آپؑ پر فدا ہوں، ہم اس دن سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں جس

دن آپؑ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ آپؑ کے بعد امامِ زمانہؑ کون ہوگا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا (یعنی امام جواد علیہ السلام)۔

ہم نے عرض کیا: مولاؑ! ان کی عمر تو ابھی تین سال ہے۔ آپؑ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ ابن مریم دو سال کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت پر حجت و دلیل بیان فرمائی اور سلسلہ امامت سلسلۂ نبوت کا تسلسل ہے۔ (اثبات الوصیہ، ص ۱۱۹-۱۲۰۔ ترجمہ ارشاد مفید، ص ۶۱۶)

امام رضاؑ کا امام جوادؑ کے نام خط

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ بزنطی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: حضرت امام رضا علیہ السلام نے حضرت امام جواد علیہ السلام کے نام خط بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ اے ابا جعفرؑ! مجھے پتہ چلا ہے کہ آپؑ کے اردگرد کے لوگ جب بھی آپؑ کو سوار کرنا چاہتے ہیں تو گھر کے چھوٹے دروازے سے کرتے ہیں۔ وہ بخل سے کام لے رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپؑ سے کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ لیکن (اے میرے بیٹے جوادؑ) میں آپؑ کو اس حق کی قسم دیتا ہوں جو میرا آپؑ کے اُوپر ہے، آپؑ ہمیشہ گھر کے بڑے دروازے سے آیا جایا کریں۔

جب بھی وہ آپؑ کو سوار کرنا چاہیں، اگر آپ کے پاس کوئی سونا یا چاندی ہو تو قبل اس کے کہ کوئی آپؑ سے التماس کرے اور کچھ مانگے، آپؑ سخاوت کریں۔ جب بھی آپؑ کے چچوں میں سے کوئی آپؑ سے کچھ مانگے تو اسے پچاس دینار سے کم نہ دیں۔ اگر اس سے زیادہ دینا چاہیں تو آپؑ کو اختیار ہے اور اگر آپؑ کی پھوپھی کوئی چیز مانگے تو اسے ۲۵ دینار سے کم نہ دیں، اگر اس سے زیادہ دینا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؑ کا مقام و مرتبہ بلند کرے، سخاوت کرتے رہیں، ڈریں مت، صاحب عرش ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (انوار البہیہ، ص..........)

امامِ جوادؑ کا علم، حکمت اور کمال

جب مامون الرشید کو اس بات کا پتہ چلا کہ ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کم سنی میں ہی بلند مرتبے کے مالک ہیں، علم و حکمت ان کی میراث ہے اور ادب و خرد میں درجۂ کمال پر فائز ہیں۔ کوئی بھی عالم و دانشور آپؑ کی برابری نہیں کر سکتا تو اس حد سے بڑھ کر آپؑ کے ساتھ خلوص و محبت کا اظہار کیا، حتیٰ اپنی بیٹی اُم الفضل کی آپؑ کے ساتھ شادی کر دی اور اسے آپ کے ہمراہ مدینہ رخصت کر دیا، جہاں تک ہو سکتا تھا، وہ امام محمد تقی علیہ السلام کا احترام کرتا اور ان کے مقام و مرتبے کو ملحوظ خاطر رکھتا۔

ایان بن شعیب کہتے ہیں: جب مامون نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی اُم الفضل کا امام جواد کے ساتھ نکاح کر دے، تو ادھر سے عباسیوں کو اس بات کی اطلاع مل گئی۔ یہ خبر ان پر پہاڑ بن کر ٹوٹی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچے کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ اگر مامون الرشید اپنی بیٹی امام جواد علیہ السلام کے نکاح میں دے دیتا ہے تو زمامِ حکومت جس طرح پہلے اس نے امام رضا علیہ السلام کے سپرد کر دی تھی اسی طرح ان کے بیٹے کے حوالے کر دے گا، اسی وجہ سے ان کی جان پر لالے پڑ گئے۔ پس مامون کے قریبی لوگ اس کے پاس گئے اور کہا: اگر تم نے اپنی بیٹی کا نکاح ابن الرضا امام جواد علیہ السلام کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے تو اس سے صرفِ نظر کر، اور ایسا کام نہ کر۔

عباسیوں کا مامون پر اعتراض

عباسیوں نے مامون سے کہا: ہمیں خوف ہے کہ کہیں آپ نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا دیا تو خلافت جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے، ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ایک مدت مدید سے خاندانِ علیؑ سے ہمارے روابط اچھے نہیں ہیں۔ تم سے قبل جتنے بھی خلفائے راشدین کرسیٔ خلافت پر براجمان ہوئے، انھوں نے ان کو مدینہ بدر کیا، لوگوں کے سامنے ان کی توہین کرتے رہے۔ ہم سب تمہارے اس رویے پر راضی نہیں ہیں کہ جو تم نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے بارے میں اپنا رکھا ہے۔

خلافت کے حق دار بنی ہاشم ہیں

مامون الرشید نے ان کی ساری باتیں بڑی توجہ سے سننے کے بعد کہا: یہ بات کہ تم لوگوں کے روابط اولادِ ابوطالبؑ سے اچھے نہیں ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ تم لوگوں نے خود خاندانِ عباس اور خاندانِ ابوطالبؑ کے درمیان حالات کو کشیدہ کیا ہے۔ یہ تفرقہ اور دوئیت تمہاری پیدا کردہ ہے۔ اگر تم لوگ انصاف سے فیصلہ کرو تو سمجھ جاؤ گے کہ وہ (اولادِ ابوطالبؑ) تم سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

آلِ ابی طالبؑ کی فضیلت

مامون نے کہا: یہ کہ ہمارے بزرگوں نے انہیں مدینہ بدر کیا اور ان کی توہین کے اسباب فراہم کرتے۔ یہ کام نہ تو حقانیت کی بنا پر تھا اور نہ ہی اولادِ ابی طالب پر برتری و فضیلت کی وجہ ہے، بلکہ ان لوگوں نے یہ غلط کام کر کے قطع رحم کیا ہے، اور میں قطع رحم سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ (اثبات الوصیہ مسعودی، ص ۲۲۳۔ انوار البھیہ، ص ۱۲۷۔ ترجمہ ارشاد مفید، ص ۲۱۹-۲۲۰)

مامون نے یزید سے کہا: خدا کی قسم! مجھے حضرت رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنانے پر ذرا برابر پچھتاوا نہیں ہے۔ یہ بات کہ میں نے ابوجعفر (حضرت امام تقی علیہ السلام) کو اپنی بیٹی کے لیے منتخب کیا ہے اور انہیں اپنا داماد بنانے پر فخر کر رہا ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؑ بچپنے کے باوجود، بلند عظمت کے مالک، صاحبِ فضل و عقل اور اعجوبۂ روزگار ہیں۔ میری خواہش ہے کہ لوگ بہت جلد ان کے مقام و مرتبہ اور فضل و کمال کے قائل ہو جائیں گے اور سمجھ جائیں گے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ درست ہے۔

عباسیوں نے کہا: جسے آپ نے اپنا داماد منتخب کیا ہے وہ تو ابھی بچہ ہے، حدِ بلوغ و کمال تک نہیں پہنچا اور نہ فقہی احکام و قوانین کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ آپ اسے اس قدر مہلت دیں کہ وہ کسی صاحبِ علم و فضل کے حضور زانوئے تلمذ طے کرے تاکہ فقہی مسائل اس سے یاد کر سکے۔

آئمہ کے علم کا سرچشمہ

مامون نے عباسیوں سے کہا: تم برباد ہو جاؤ، میں انہیں بہتر طور پر جانتا ہوں، ان کا تعلق اس خاندان سے ہے کہ جن کے علم کا سرچشمہ خدا کی لامحدود ذات ہے، انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے الہام ہوتا ہے۔ یہ عام لوگوں کی مانند نہیں ہیں کہ علم دین اور احکام و مسائل کا علم زحمتوں کے بعد حاصل کریں بلکہ ان کے بزرگان کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے سے بے نیاز تھے، کوئی ایسا اُستاد پیدا ہی نہیں ہوا جو ان کی برابری کر سکے۔

(ترجمہ ارشاد مفید، ص ۶۱۶ - ۶۲۱)

حضرت امام جواد حضرت زہراءؑ کے سوگ میں

رُوِيَ عَنْ زَكَرِيَّا بنِ آدَمَ قَالَ: إِنِّي لَعِندَ الرِّضَا عليه السلام إِذجِيءَ بِأَبِي جَعفَرٍ وَسِنَّهُ نَحوُ أَربَعِ سِنِينَ ، فَضَرَبَ إِلَى الأَرضِ وَرَفَعَ رَأسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَأَطَالَ الفِكرَ ، فَقَالَ لَهُ الرِّضَا : بِنَفسِي أَنتَ فِيمَ تَفَكَّرَ طَوِيلًا مُنذُ قَعدتَ؟ قَالَ: فِيمَا صُنِعَ بِأُمِّي فَاطِمَةُ سَلَامُ اللهِ عَلَيهَا ، أَمَا وَاللهِ لَأُخرِجَنَّهُمَا ثُمَّ لَأُحرِقَنَّهُمَا ، ثُمَّ لَأَنسِفَنَّهُمَا فِي اليَمِّ ، فَاستَدنَاهُ وَقَبَّلَ بَينَ عَينَيهِ ثُمَّ قَالَ : بِأَبِي أَنتَ وَأُمِّي ، أَنتَ لَهَا (اي الإمامة) (اثبات الوصیہ مسعودی، ص ۲۱۸)

زکریا بن آدم سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت امام محمد تقی علیہ اسلام کو وہاں پر لایا گیا، اس وقت آپ کا سن مبارک چار سال تھا، آپؑ نے اپنے دست مبارک زمین پر مارے (یعنی قبر نما ایک نقشہ کھینچا) اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ ان کے والد بزرگوار حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان سے کہا: میری جان آپ

پر قربان ہو، کس بارے میں اتنی لمبی سوچ میں گم ہیں؟

حضرت امام جواد علیہ السلام نے فرمایا: میں اس بارے میں غور وفکر کر رہا ہوں جو ان لوگوں نے میری جدہ کے ساتھ ظلم کیا ہے۔ خدا کی قسم! میں ضرور ان دونوں کو باہر نکالوں گا، پھر انہیں جلا دوں گا، اس کے بعد ان دونوں کی بکھری ہوئی خاکستر کو دریا برد کر دوں گا (ان دونوں کا ٹھکانا جہنم میں ہے) اس کے بعد ہم حضرت جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں، عہدۂ امامت آپؑ کے لیے ہے"۔

امام جواد علیہ السلام کی شہادت

کتاب "مناقب" میں روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت امام جواد علیہ السلام کی شہادت مدینہ سے بغداد کے سفر کے دوران میں واقع ہوئی تھی۔ یہ ان کا پہلا اور آخری سفر ہے۔ خلیفہ عباسی معتصم نے آنحضرتؑ کو بلا بھیجا، آپؑ ۲۸ محرم الحرام ۲۲۰ھ کو بغداد میں داخل ہوئے۔ (اثبات الوصیہ، ص ۲۱۸)

معتصم عباسی جو کہ دختر مامون اُم الفضل کا چچا تھا، اس نے مامون کے بیٹے جعفر کو اپنے ساتھ ملایا، اس نے اپنی منحوس نیت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اور اس خوف سے کہ کہیں خلافت بنی عباس کے ہاتھوں سے نکل کر علویوں تک نہ پہنچ جائے، اُم الفضل کو یہ کہہ کر تیار کیا کہ تم خلیفۂ وقت کی بھتیجی ہو، ہر اعتبار سے تمہارا احترام ملحوظ خاطر ہونا چاہیے۔ تمہارا شوہر محمد بن علی الجواد تمہاری نسبت علی الھادی کی ماں کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ معتصم اور جعفر بن مامون نے حضرت امام جواد علیہ السلام کی اس قدر بدگوئی کی کہ عورت کی عادت کے مطابق اُم الفضل باطنی طور پر اپنے شوہر سے منحرف ہوگئی۔ اُم الفضل کے بھائی جعفر نے بھی اسے بدبین اور بدظن کیا اور امام جواد علیہ السلام کو زہر دے کر مسموم کرنے پر راضی کر لیا۔

انہوں نے زہر آلود انگور اُم الفضل کے گھر بھیجے، اس نے اپنے جوان شوہر کے سامنے انگوروں کا برتن رکھا اور ان کی اچھائی اور مٹھاس کی تعریفوں کے پُل باندھنے شروع کر دیے اور حضرت امام جواد علیہ السلام کو انگور تناول کرنے کی ترغیب دلائی۔ آپ جب ان سے کچھ تناول فرما چکے تو آپ نے اپنے دل پر زہر کے آثار محسوس کیے اور شدید تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ اُم الفضل نے جب امام کی حالت دیکھی تو اپنے کیے پر نادم ہوئی اور گریہ کرنا شروع کر دیا۔

امام جواد علیہ السلام نے فرمایا: کیوں رو رہی ہے؟ اب تو تم مجھے قتل کر چکی ہو، اس رونے دھونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ گلشنِ ولایت و امامت کا یہ پھول جوانی ہی میں اپنے خالق سے جا ملا۔ (اثبات الوصیہ، ص ۲۲۷۔ انوار البہیہ، ص ۱۳۵)

میراثِ امامت

جس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اپنے فرزندِ ارجمند امام علی النقی علیہ السلام کو اپنا وصی قرار دیا اور مدینہ میں میراثِ امامت بمع شمشیر آپ کے سپرد کی۔ حضرت امام جواد علیہ السلام کی شہادت بروز منگل ۵ ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں واقع ہوئی۔ جب آپ کی شہادت واقع ہوئی اس وقت آپ کا سنِ مبارک ۲۴ سال اور کچھ ماہ تھا، کیونکہ آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۵ھ میں ہوئی ہے۔ آپ نے صرف چھے سال اور کچھ ماہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ گزارے۔ آپ کی مدتِ امامت اٹھارہ سال ہے۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کو کاظمین میں آپ کے جدِ بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جوارِ رحمت میں دفن کیا گیا۔ (ترجمہ اثبات الوصیہ، ص ۴۳۶)

حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے حالاتِ زندگی

ولادت

حضرت امام ہادی علیہ السلام کی ولادت باسعادت نیمہ ذی الحجہ ۲۱۲ ہجری قمری کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور شہادت رجب المرجب ۲۵۴ ہجری قمری میں سامرہ میں ہوئی۔ اس

وقت آپؑ کا سنِ مبارک ۴۱ سال تھا۔ متوکل عباسی نے انہیں ہرثمہ بن اعین کے ساتھ مدینہ سے سامرہ حاضر کیا۔ آنحضرتؑ سامرہ ہی میں تھے کہ آپؑ دنیا سے چل بسے۔

امام دہم کی والدہ ماجدہ

آپؑ کی والدہ ماجدہ کا نام سمانہ تھا۔ کتاب "جنات الخلود" میں مذکور ہے کہ مخدرہ ہمیشہ مستحبی روزے سے ہوتی تھیں، زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھیں۔ کتاب درالنظیم میں لکھا ہے کہ ان مخدرہ کی کنیت اُم الفضل تھی۔

محمد بن فرج بن علی بن مہزیار، حضرت امام علی النقی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: میری والدہ ماجدہ میرے حق میں عارفہ ہیں، کیونکہ وہ اہلِ بہشت ہیں، سرکش شیطان ان کے قریب نہیں جاتا، وہ راہِ صدیقین و صالحین کی مخالفت نہیں کرتیں۔

کمال الدین محمد بن طلحہ کہتے ہیں: آپ کی ولادتِ باسعادت ماہ رجب ۲۱۴ھ میں واقع ہوئی، ان کا نام نامی علیؑ ہے۔ آپؑ کے القابات ناصح، متوکل، فتاح، نقی اور مرتضٰی ہیں۔ ان میں مشہور ترین لقب متوکل ہے۔ انہوں نے اپنے اس لقب کو پنہاں رکھا کیونکہ یہ لقب اس وقت کے خلیفہ کا تھا۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۳۰)

امامت پر دلیل

عَنْ اِسْمَاعِيلَ بن مِهرانَ قَالَ: لَمَّا خَرَجَ اَبُوجعفر مُحَمَّدٍ الجَوَّادِ مِنَ المَدِينَةِ اِلٰى بَغدَادَ بِطَلَبَةِ المُعتَصِم ، قُلْتُ لَهُ عِندَ خُرُوجِهِ جَعلتُ فِدَاكَ ، اِنِّي اَخَافُ عَلَيكَ مِن هٰذَا الوَجهِ فَاِلٰى مَنِ الاَمرُ بَعدَكَ ؟ فَبَكٰى حَتّٰى بَلَّ لِحَيتَهُ ثُمَّ التَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ: اَلاَمرُ مِن بَعدِي لِوَلَدِي عَلِيٌّ

"اسماعیل بن مہران روایت کرتے ہیں: جب حضرت ابوجعفر محمد الجواد علیہ السلام معتصم عباسی کے بلانے پر مدینہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: یابن رسولؐ

اللہ! میں آپؑ پر قربان جاؤں، آپؑ کو معتصم نے طلب کیا ہے، مجھے اس سے خوف لگ رہا ہے، آپؑ کے بعد امامت و ولایت کے لیے کن کی طرف رجوع کریں؟ امام جواد علیہ السلام اس قدر روئے کہ آپؑ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: میرے بعد امر ولایت و امامت کا عہدہ میرے فرزند علی الہادیؑ کے پاس ہوگا"۔ (فصول المہمہ فی معرفۃ الائمۃ، ص ۲۹۳)

حمیری محمد بن اسماعیل سے روایت کرتے ہیں کہ امام جواد علیہ السلام نے کہا: میرے بعد ولایت و امامت کا عہدہ علی النقی علیہ السلام کے حوالے ہوگا۔ درحالیکہ اس وقت ان کی عمر سات سال ہوگی۔ دوبارہ فرمایا: ہاں، سات سال سے بھی کم نہیں ہوسکتی ہے (اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے)۔ یہ ہوسکتا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سات سال سے کم تھے کہ آپ مقام پیغبری پر فائز تھے۔ (ترجمہ اثبات الوصیہ، ص ۴۲۹)

شیخ مفید علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ ابوجعفرؑ کے بعد امام ان کے بیٹے ابوالحسنؑ ہیں، کیونکہ ان میں امامت کی ساری صفات پائی جاتی ہیں اور فضل و کمال میں کوئی بھی ان کے ہم پلہ نہیں ہے۔ ان کے علاوہ کوئی بھی مقامِ ولایت پر فائز نہیں ہوسکتا۔ نص امامت انہی کے بارے میں ہے اور ان کے والد بزرگوار نے انہیں مقامِ خلافت کے لیے منتخب کیا ہے۔
(ترجمہ ارشاد مفید، ص ۶۳۵ و ارشاد، ص ۳۲۷)

امام ہادیؑ متوکل کے دربار میں

ابی الفداء نقل کرتے ہیں: امام علی النقی علیہ السلام کی شہادت ماہ جمادی الثانی ۲۵۴ھ میں واقع ہوئی۔ وہ شیعوں کے بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ متوکل عباسی کے سامنے بہت سے لوگوں نے حضرت امام ہادی علیہ السلام کی شکایات کیں کہ ان کے پاس بہت سی کتابیں اور اسلحہ ہے۔ متوکل نے ترکوں کے ایک گروہ کو بھیجا، ان لوگوں نے رات کے وقت آپؑ کے دولت کدہ پر حملہ کیا جبکہ متوکل کے اس کام کے بارے میں کسی کو کوئی

اطلاع نہ تھی۔ جب متوکل کے نوکر حضرتؑ کے گھر میں گھسے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپؑ اُونی جبہ پہنے قبلے رُخ بیٹھے دعا کر رہے ہیں۔ آپ کسی سجادے پر تشریف فرما نہیں تھے بلکہ زمین پر تشریف فرما تھے۔ وہ لوگ اسی حالت میں امام کو متوکل کے پاس لے گئے۔ جس وقت آپؑ متوکل کے پاس گئے وہ اس وقت شراب پینا چاہتا تھا۔ جب متوکل کی نگاہیں امام علیہ السلام پر پڑیں تو اُٹھ کر آپؑ کا احترام کیا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ اس نے شراب سے بھرا ہوا کاسہ امامؑ کی طرف بڑھایا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے متوکل! میرا گوشت اور خون ہرگز شراب کے ساتھ موافق نہیں ہے، مجھے اس سے معاف رکھیں۔ متوکل نے کہا: کوئی شعر پڑھیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اشعار زیادہ نہیں آتے ہیں۔ متوکل نے کہا کہ آپ کو اشعار سنانے پڑیں گے۔ حضرتؑ نے اس وقت کچھ اشعار پڑھے، ہم ان میں سے بطور تبرک ایک شعر یہاں پر ذکر کرتے ہیں:

بَاتُوا عَلٰی قُلَلِ الاَجبَالِ تَحرُسُهُم
غُلبَ الرِّجَالَ فَمَا اَغنَتهُم القُلَلُ

"دولت وثروت کے نشے میں مست لوگوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر ٹھکانے بنائے کہ شاید یہ بلند و بالا چوٹیاں انہیں موت سے محفوظ رکھیں گی، لیکن جب موت کے پنجے نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا تو بلند اور محفوظ چوٹیاں بھی انہیں نہ بچا سکیں"۔

اشعار سننے کے بعد متوکل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، اُس نے حکم دیا کہ شراب اُٹھا لی جائے۔ اُس نے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! کیا آپؑ کسی کے مقروض ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، چار ہزار درہم کا مقروض ہوں۔ اس نے چار ہزار درہم آپؑ کی خدمت میں پیش کیے اور بڑے احترام سے مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔

ابی الفداء کہتے ہیں آپؑ کو بھی عسکری کہا جاتا ہے کیونکہ آپؑ کا مسکن "سر من

رائی" تھا اور سر من رای اس جگہ کا نام ہے جہاں پر فوج اکٹھی ہوتی تھی۔ لہٰذا یہ جگہ اس نام سے معروف ہوگئی ہے۔ آنحضرتؑ دسویں امام ہیں اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے والد گرامی ہیں۔

حضرت امام ہادی علیہ السلام کا معجزہ

معجزات نقیؑ کے کیا کہنے
شیر تصویر سے بنا ڈالا
(کاظم جعفری)

متوکل کے دربان زرافہ سے مروی ہے کہ وہ کہتا ہے: متوکل کے پاس ہندوستان سے ایک شعبدہ باز آیا ہوا تھا اور مداری پنا کر رہا تھا۔ وہ ایسا شعبدہ باز تھا کہ اپنی مثال آپ تھا۔ متوکل لہوولعب کا دل دادہ تھا، متوکل نے اس شعبدہ باز سے کہا:

امام ہادی علیہ السلام کو شرمندہ کرے، اس نے کہا: اگر تم نے علی النقی علیہ السلام کو شرمسار کیا تو میں تمہیں ہزار دینار دوں گا۔ اس شعبدہ باز نے کہا: کچھ روٹیاں پکا کر دسترخوان پر رکھی جائیں اور انہیں دعوت دی جائے، جبکہ مجھے ان کے پہلو میں بٹھایا جائے۔ آنحضرتؑ کو کھانے پر بلایا گیا، آپؑ کے لیے وہ چٹائی بچھائی گئی جس پر شیر کا عکس بنا ہوا تھا۔ وہ شعبدہ باز آپؑ کے قریب بیٹھ گیا۔ جب حضرتؑ نے اپنا ہاتھ روٹی کی طرف بڑھایا تو اس شعبدہ باز نے مداری پنا کرتے ہوئے روٹی کو ہوا میں اُڑا دیا۔ اس شعبدہ باز نے یہ کام تین مرتبہ انجام دیا۔ وہاں پر موجود لوگ بہت زیادہ ہنسنے لگے۔ امامؑ نے چٹائی پر بنے ہوئے شیر کی تصویر پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اس کو پکڑ لو۔ وہ عکس مجسم ہوا، شعبدہ باز کو نگلنے کے بعد دوبارہ اپنی اصلی حالت میں پلٹ گیا۔ اہلِ مجلس حیران و ششدر ہو کر رہ گئے۔ حضرتؑ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ متوکل نے کہا: آپؑ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس شخص کو واپس اسی حالت میں پلٹا دیں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس شخص کو آج کے بعد کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔

دوسرا معجزہ

خضر بن محمد بزاز سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مدینۃ السلام (کاظمین) کے قریب بہنے والے دریائے دجلہ کے پُل کے پاس کھڑا ہوں، وہاں پر بہت سے لوگ اکٹھے تھے اور دھکم پیل ہو رہی تھی اور لوگ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ خانۂ کعبہ اپنے پردے سمیت اس زمین سے گزرا ہے اور حزیمہ کے گھر میں داخل ہو گیا ہے۔ میں کچھ دنوں بعد کسی کام کی غرض سے اپنے گھر سے باہر نکلا اور اس کے نزدیک گیا۔ میں نے وہاں پر لوگوں کی بھیڑ دیکھی جو ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ابن الرضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے ہیں۔

آنحضرتؑ ایک بڑے گھوڑے پر سوار بڑے سکون سے اس پُل سے گزرے، بہت سے لوگ آپؑ کے آگے پیچھے تھے۔ آپؑ وہاں پر پہنچے اور حزیمہ بن حازم کے گھر میں داخل ہوئے۔ میں سمجھ گیا کہ امام علی النقی علیہ السلام کا آنا اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے دیکھا۔ اس کے بعد آپؑ سامرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ متوکل کے بہت سے حواریوں نے آنحضرتؑ سے ملاقات کی، امام علیہ السلام متوکل کے پاس گئے، اس نے آپ کا احترام کیا، اس کے بعد آپؑ متوکل کے پاس سے اُٹھے اور اس منزل کی طرف روانہ ہوئے جو آپؑ کے لیے تیار کی گئی تھی۔ (اثبات الوصیہ، ص ۲۳۶-۲۳۷)

ابو ہاشم جعفری روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں ابی الحسن علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اُنہوں نے ہندی زبان میں مجھ سے گفتگو فرمائی۔ مجھے کوئی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں اب کیا کہوں۔ ان کے سامنے سنگریزہ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے اُٹھا کر منہ میں ڈال کر چبایا، انہوں نے تین مرتبہ ایسا کیا اور مجھے دیتے رہے۔ خدا کی قسم! اس کے بعد جب میں وہاں سے اُٹھا تو میں ۷۳ زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا کہ ان میں سب سے پہلی زبان جس میں مَیں نے تکلم کیا وہ ہندی تھی۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۶۴)

امام علی النقیؑ امام محمد تقیؑ کے مشابہ ہیں

احمد بن عیسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: جس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مدینہ سے عراق کی جانب آنے کا ارادہ کیا تو اس وقت حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو ایک حجرے میں بلا کر پوچھتے ہیں: آپؑ کو عراق کی کون سی چیز پسند ہے جو بطور تحفہ بھیجوں؟ انہوں نے فرمایا: مجھے ایسی شمشیر پسند ہے جو شعلۂ آتش کی مانند ہو۔ پھر اپنے دوسرے بیٹے موسیٰ مبرقعہ سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز پسند ہے؟

اس نے کہا: اپنے کمرے کے لیے ایک قالین، اس وقت محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: علی النقیؑ میرے مشابہ ہے اور موسیٰ اپنی ماں کے۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۳۰۔ اثبات الوصیہ، ص ۲۲۸۔ بحار الانوار، ج ۵، ص ۱۴۳)

امام ہادی علیہ السلام کا اپنے پدر بزرگوار کے غم میں گریہ

حسین بن قارون روایت کرتے ہیں: حضرت امام جواد علیہ السلام بغداد میں اور امام علی النقی علیہ السلام مدینہ میں تشریف فرما تھے۔ ابوزکریا کرخی بغدادی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کا خادم تھا، جس وقت امامؑ کچھ لکھتے تھے اسے ابوزکریا کے سامنے قرأت فرماتے۔ راوی کہتا ہے: ہم نے دیکھا کہ امام علی النقی علیہ السلام نے اچانک سخت گریہ کرنا شروع کر دیا۔ ابوزکریا نے آپؑ سے گریہ کرنے کا سبب دریافت کیا، لیکن انہوں نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو آنحضرتؐ کے گھر سے گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ جب آپؑ گھر سے باہر آئے تو ہم نے ان سے گریہ کرنے کا سبب پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوارؑ دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: آپؑ کو کیسے پتہ چلا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خداوند قدوس کی جانب سے مجھے اپنے اندر کمزوری کا احساس ہوا ہے۔ اس وجہ سے میں سمجھ گیا ہوں کہ میرے والد بزرگوار دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

راوی کہتا ہے: میں نے اس دن کی تاریخ لکھ لی تھی، جب حضرت امام جواد علیہ السلام کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو میں نے اس تاریخ کو دیکھا جو امام علی النقی علیہ السلام نے بیان فرمائی تھی۔ بالکل وہی تاریخ تھی جس دن امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت ہوئی تھی۔ (ترجمہ اثبات الوصیہ، ص ۴۳۰)

حق و باطل کے لشکر

مرحوم قمی نقل کرتے ہیں: متوکل کی ترکوں پر مشتمل ۹۰ ہزار کی فوج سامرہ میں اکٹھی تھی۔ اس نے تمام فوج کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑوں کے توبرے سرخ مٹی سے بھر کر ایک وسیع و عریض میدان میں ڈالتے جائیں، انہوں نے حکم پر عمل کیا، وہاں پر ایک بلند ٹیلہ بن گیا۔ اس کا نام "تلِ مخالی" رکھا گیا۔ اس کے بعد متوکل اس کے اُوپر چڑھا اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو بھی وہاں پر بلایا اور کہا: آپ کو یہاں پر اس لیے بلایا ہے کہ آپ ہمارا لشکر دیکھیں کہ کس قدر زیادہ ہے۔ اس نے فوج کو حکم دیا کہ جنگی ساز و سامان سے مسلح ہو کر وہاں پر حاضر ہو جائے، ایسا کرنے سے متوکل کی غرض یہ تھی کہ امام علیہ السلام کو اپنی شان و شوکت دکھائے تا کہ امام یا ان کے اہلِ بیتؑ میں سے کوئی اس کے خلاف محاذ آرائی شروع نہ کرے۔

امام علی النقی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں بھی اپنا لشکر تمہیں دکھاؤں؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

اب دیکھو، جب اس نے نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان مشرق سے مغرب تک کا رقبہ روحانی مخلوق سے مملو ہے۔ خلیفہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

ہمیں تیری دنیا سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم تو آخرت کے کاموں میں مشغول ہیں۔ جو کچھ تو نے گمان کیا ہے تم اس سے بے خوف رہو۔ (انوار البھیہ، فی تاریخ الحجج الالھیہ، ص ۱۴۱۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۶۰)

متوکل کی آلِ علیؑ سے دشمنی

معروف مؤرخ ابوالفرج اصفہانی روایت کرتے ہیں کہ متوکل نے عمر بن فرج رخجی کو مدینہ کا گورنر بنایا۔ اس نے لوگوں کو سختی سے منع کر رکھا تھا کہ کوئی بھی آلِ ابوطالبؑ کے ساتھ احسان و نیکی نہ کرے۔ اس نے اس قدر سختی کی کہ مدینہ کے لوگ اپنی جان کے خوف سے علویوں کے ساتھ کسی قسم کی رُو رعایت نہ کرتے۔ اس کی سختی کی وجہ سے خاندانِ علیؑ کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ ان کی خواتین کے پاس نماز پڑھنے کے لیے بھی کوئی مناسب لباس نہ رہا تھا۔ خدا جانتا ہے کہ متوکل عباسی کی حکومت امام ہادی علیہ السلام پر کس قدر سخت گزری۔ (مقاتل الطالبین، ص ۳۹۶۔ منتہی الآمال، ص ۱۱۴)

امام ہادی علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ کا گریہ

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ وہ کہتا ہے: متوکل[1] کو حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے بارے میں بہت کچھ بتایا گیا، لہٰذا اس نے مجھے مدینہ بھیجا کہ انہیں بغداد لے آؤں۔ جس وقت میں ان کے دولت سرا پر پہنچا تو ان کے اہل بیتؑ کی حالت یہ تھی:

ضَجَّ اَهْلُهَا وَعَجُّوا ضَجِيجًا وَعَجِيجًا مَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ

"ان کے اہلِ بیتؑ کے گریہ وزاری کی صدائیں اس قدر بلند ہوئیں کہ میں نے آج تک کسی کو یوں داد و فریاد کرتے ہوئے نہیں دیکھا"۔

میں آنحضرتؑ کے گھر میں داخل ہوا اور قسم کھائی کہ کوئی ایسا کام انجام نہیں دوں گا جو امام ہادی علیہ السلام کی توہین کا باعث بنے اور نہ ہی متوکل نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب میں نے آنحضرتؑ کی خانہ تلاشی کی تو وہاں سے قرآن و دعا کے نسخوں کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ (مروج الذہب، ج ۴، ص ۱۷۰۔ منتہی الآمال، ص ۱۱۳۸)

---

[1] متوکل عباسی بروز بدھ گیارہ شوال ۲۰۶ھ کو پیدا ہوا اور بدھ کی رات تین شوال ۲۴۷ھ کو واصلِ جہنم ہوا۔ اسے قصرِ جعفری میں دفن کیا گیا۔ اس کے بیٹے منتصر نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کی خلافت کا دورانیہ ۱۴ سال ۹ ماہ اور ۹ دن تھا۔ (عقد الفرید، ج ۵، ص ۸۸)

حضرت امام علی النقیؑ کو بلانے کا سبب

حضرت امام ہادی النقی علیہ السلام کو مدینہ سے سامرہ بلانے کا سبب یہ تھا کہ عبداللہ بن محمد مدینہ میں متوکل کی جانب سے جنگی اُمور اور امامتِ جماعت کے لیے مامور تھا۔ اس نے امام ہادی علیہ السلام کے بارے میں متوکل سے شکایت کی، اس طرح کرنے سے اس کا ارادہ یہ تھا کہ آنحضرتؑ کو اذیت ہو۔ امام علیہ السلام اس کی چغل خوری سے آگاہ ہوگئے اور متوکل کے نام ایک خط رقم فرمایا کہ یہ منہ زور شخص عبداللہ نے جو کچھ تمہیں لکھا ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ متوکل نے امام کا خط پڑھنے کے بعد آنحضرتؑ کے نام ایک عریضہ بھیجا اور بہترین انداز میں سامرہ آنے کی دعوت دی۔

جب متوکل کا خط امام ہادی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو آپؑ نے سامانِ سفر آمادہ کیا اور یحییٰ بن ہرثمہ کے ہمراہ سامرہ کی جانب عازمِ سفر ہوئے۔ جب آپ سامرہ پہنچے تو بجائے اس کے کہ آپؑ کے استقبال کے لیے آتا اور گوسفند قربان کرتا، وہ کہیں جا کر چھپ گیا۔ آپؑ مجبوراً ایک کاروان سرا میں رکے جو بے سہارا اور فقراء کے ٹھہرنے کی جگہ تھی۔ آپؑ نے ایک روز وہاں پر گزارا، بعد میں متوکل شرمندہ ہوا اور حکم دیا کہ آنحضرتؑ کے لیے کوئی گھر آمادہ کیا جائے۔ (ارشاد شیخ مفید، ص ۳۳۲-۳۳۳)

امام علی النقی علیہ السلام کا مقام ومرتبہ

کیا بتا سکتا ہوں میں آلِ محمدؐ کا مقام
آسماں جھک کے عقیدت سے قدم چومتا ہے

صالح بن سعید کہتے ہیں: جس دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام سامرہ میں تشریف لائے، میں ان کی زیارت کے لیے ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، یہ اپنے بیگانوں سے بدتر ہیں اور ہمیشہ اس کوشش میں ہیں کہ آپؑ کے نور جو کہ نورِ الٰہی ہے کو گل کردیں اور ہمیشہ آپؑ کی توہین کرنے کی کوشش میں آخرکار ان لوگوں نے آپؑ کو اذیت دینے کی اس قدر کوشش کی کہ آپ جیسی

شخصیت کو پہلے دن اس سرائے میں ٹھہرایا گیا جہاں پر گداگروں کو ٹھہراتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن سعید! کیا تمہاری مراد یہ مکان ہے؟ اس کے بعد اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا، فوراً سرسبز و شاداب باغات نظر آنے لگے جن میں نہریں جاری تھیں۔ ان میں ہر طرح کی خوشبو تھی، حوریں اور غلمان تھے، میں یہ سب منظر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ اس کے بعد فرمایا:

ہم جہاں کہیں بھی ہوں، ایسے ہی باغات ہماری ملکیت میں ہیں جب تک حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام سامرہ میں رہے، ظاہراً متوکل کو کوئی پریشانی نہ تھی، لیکن وہ باطنی طور پر اس کوشش میں تھا کہ کسی نہ کسی طرح امام علیہ السلام کو شہید کرا دے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ (ارشاد مفید، ص ۳۳۴۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۴۳۔ منتہی الآمال، ص ۱۱۳۹، اصول کافی، ج ۲، ص ۲۴۳)

امام علی النقی علیہ السلام لباسِ شہادت میں

ابوسلیمان، ابن اورمہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں متوکل عباسی کے دورِ خلافت میں سامرہ آ گیا۔ متوکل نے حضرت امام ہادی علیہ السلام کو سعید حاجب کے زیر نگرانی زندان میں محبوس رکھا ہوا تھا تاکہ وہ آنحضرتؑ کو قتل کر دے۔ میں سعید حاجب کے پاس گیا۔ اس نے مجھے کہا: کیا تم اپنے خدا کو دیکھنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا: خدا کی ذات پاک و منزہ ہے کہ اسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اس نے کہا: میری مراد یہ شخص (امام ہادیؑ) ہے کہ جنہیں تم اپنا امام خیال کرتے ہو؟ میں نے کہا: ضرور ان کی زیارت کرنا پسند کروں گا۔ اس نے کہا: مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اسے (ابوالحسن علی النقیؑ) کو قتل کر دوں گا لہٰذا میں کل اسے قتل کر دوں گا۔

میں اس گھر میں گیا جہاں پر حضرت امام علیہ السلام تشریف فرما تھے، کیا دیکھتا ہوں کہ امامؑ کے سامنے ایک قبر کھدی ہوئی ہے، میں نے ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور سخت گریہ کیا۔ آپؑ نے فرمایا: کیوں گریہ کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: یہ

سب کچھ دیکھ کر گریہ کر رہا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: گریہ مت کرو، وہ اس کام میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ ان کے اس فرمان سے مجھے کچھ سکون ہوا۔ اس واقعہ کو ابھی دو دن نہ گزرے تھے کہ خدا نے متوکل کے دوست (فتح بن خاقان) کو واصلِ جہنم کیا۔ ہاں، خدا کی قسم! اس واقعہ کو ابھی دو دن نہ گزرے تھے کہ متوکل بھی ہلاک ہوگیا تھا۔ (بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۹۵-۱۹۶)

حضرت امام ہادی النقی علیہ السلام ۲۰ سال تک اپنے وطن سے دُور سامرہ میں حکومتِ وقت کے تحت زیرِ نظر اور زیرِ نگرانی رہے، بالآخر معتمد عباسی کی حکومت کے آخری ایام میں آپؑ کو زہر سے شہید کیا گیا۔ جس وقت آنحضرتؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ اس وقت ان کے فرزند ارجمند حضرت امام حسن عسکریؑ کے علاوہ کوئی بھی سامرہ میں موجود نہیں تھا۔ آپؑ نے ہی اپنے والد بزرگوار کو غسل و کفن دیا، نماز پڑھائی اور سامرہ میں اپنے گھر میں سپردِ خاک کیا۔ شہادت کے وقت امام ہادی علیہ السلام کا سنِ مبارک ۴۰ یا ۴۲ سال تھا۔ (مناقب، ج، ص ۴۰۱)

حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی تشییع جنازہ میں بنی ہاشم، بنی عباس اور طالبیون کے علاوہ بہت سے دیگر افراد نے بھی امام حسن عسکریؑ کے ساتھ شرکت کی۔ امام حسن عسکری علیہ السلام شدتِ غم کی وجہ سے ننگے سر اور گریبان چاک کیے ہوئے باہر آئے۔ امام علیہ السلام نے قبل اس کے کہ آپ کے والد بزرگوار کا جنازہ باہر لایا جاتا ان پر نمازِ جنازہ پڑھ چکے تھے۔ لوگوں نے رات کے وقت آپؑ کا جنازہ اٹھایا اور قبرستان کی جانب لے گئے۔ وہاں پر معتمد عباسی نے آپؑ کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی۔

بعض لوگوں نے گریبان چاک کرنے کی وجہ سے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر اعتراض کیا۔ امام نے اعتراض کرنے والے سے فرمایا: اے نادانو! تمہیں کیا معلوم ہے؟ موسیٰ بن عمرانؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ کی وفات پر اپنے کپڑے پھاڑے اور گریبان چاک کیا تھا۔ (اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۳۹-۴۰۔ سوگنامہ آلِ محمدؐ، ص ۱۴۰)

اٹھارویں فصل

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے حالاتِ زندگی

عسکری و سراج و ابن رضاؑ
آپ آئے تو ہم کو ایسے لگا
روشنی بڑھ گئی امامت کی
اِک نیا چاند چرخ پہ چمکا
جہل و ظلمت کے چھٹ گئے بادل
علم و روحانیت کا نور جگا
اہلِ ایمان ہوئے انوش و پسر
معجزہ ایسا سامرہ میں ہوا
(مظہر چودھری)

ولادت

آپؑ کی ولادت باسعادت کے بارے میں روایات مختلف ہیں: ابی الفداء ذکر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت ۲۳۰ھ میں اور شہادت ربیع الاول یا جمادی الاولی ۲۶۰ھ میں سامرہ میں ہوئی۔ آپؑ کو آپؑ کے والد بزرگوار حضرت امام ہادی علیہ السلام کے جوار میں دفن کیا گیا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ارجمند محمد منتظر صاحب سرداب ہیں اور شیعوں کے بارہویں امام ہیں۔ (المختصر فی احوال البشر، ج ۲، ص ۴۵)

کمال الدین محمد بن طلحہ کہتے ہیں: حسن بن علی العسکری علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۲۳۱ھ میں واقع ہوئی۔ آپؑ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی ابوالحسن علی بن محمد بن علی الرضا علیہ السلام ہے اور آپؑ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک سوسن ہے۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۷۱۔ مطالب السؤل، ص ۸۸)

کمال الدین محمد بن طلحہ مزید کہتے ہیں: ان کی شہادت ۸ شوال ۲۶۶ھ میں معتمد عباس کے دورِ خلافت میں واقع ہوئی۔ ان کی عمر مبارک ۲۹ سال تھی۔ ۲۳ سال اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ گزارے۔ وہ اپنے والد بزرگوارؑ کی شہادت کے بعد پانچ سال اور کچھ ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہے۔ ان کی قبر مطہر سامرہ میں ہے۔ (فصول المہمہ، ص ۳۰۱۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۷۲۔ تذکرہ ابن جوزی، ص ۳۶۲)

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؑ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حدیثہ ہے۔ (ترجمہ ارشاد مفید، ص ۶۵۰)

ابن صباغ مالکی لکھتے ہیں: حضرت امام ہادی علیہ السلام کی والدہ گرامی کا اسم مبارک حداث یا سوسن ہے۔ (فصول المہمہ، ص ۳۰۱)

صاحب کشف الغمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند بزرگوار حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ان کے جانشین بنے۔ روایت ہے کہ جس وقت امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدہ ماجدہ امام علی النقی علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپؑ نے فرمایا:

سلیل خاتون آفات، مشکلات اور پلیدیوں سے محفوظ ہے۔ اس کے بعد سلیل خاتون سے فرمایا: عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی حجت عطا کرے گا تاکہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کردے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے پُر ہو چکی ہوگی۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کا نور مدینہ میں ان کی والدۂ ماجدہ کے رحم میں منتقل ہوا اور ان بزرگوار کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۷۱۔ ترجمہ اثبات الوصیہ، ص ۴۵۷)

مشہور و معروف کتاب "ارشاد" کے مؤلف شیخ مفید نقل کرتے ہیں: ابو محمد علیہ السلام کی ولادت باسعادت ربیع الاول ۲۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپؑ کی شہادت بروز جمعہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں ۲۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ انہیں سامرہ میں ان کے پدر بزرگوار کے جوار میں دفن کیا گیا۔ ان کی کنیت ابو محمد، ابو القاسمؑ اور لقب خالص تھا۔ (ارشاد مفید، ص ۳۳۵۔ منتہی الآمال، ص ۱۱۸۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۴۳۰)

امام حسن عسکری علیہ السلام کے مناقب وفضائل

حامل عز و شرف ہے نور حسن عسکریؑ
جن کے قبضے میں ہے دو عالم کی شانِ سروری
(مظفر نقوی)

① کمال الدین کہتے ہیں: ان کے فضائل و مناقب بہت بلند ہیں۔ وہ عظیم فضیلت جو اللہ تعالیٰ نے ان کے فضائل و مناقب کے ساتھ مخصوص کی، اسے زمانے کے گلے کا ہار بنایا ہے جو ہمیشہ زبان زد عام و خاص رہے گی اور کبھی ذہنوں سے فراموش نہ ہوگی۔ کیونکہ حضرت مہدی علیہ السلام ان کی پاک و پاکیزہ نسل سے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی فضیلت میں اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کو ان کی پاک و پاکیزہ صلب سے وجود بخشا گیا ہے اور جن کو قبول کرنے والے ان کی جماعت سے ہوں گے۔ آنحضرتؑ کا ان کے علاوہ اور کوئی بیٹا نہیں تھا۔ دنیا ختم نہ ہوگی اور حیات منقطع نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کا ظہور فرمائے گا۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۷۱۔ ترجمہ اثبات الوصیہ، ص ۴۵۷)

② ابن صباغ کہتے ہیں: ہمارے آقا و مولا اور پیشوا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ذاتِ گرامی اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خود ہمارے رہبر و پیشوا ہیں اور آقا و مولا و رہبر کے فرزند ہیں۔ ان کی امامت کے بارے میں کسی کو کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے کہ وہی امام و رہنما ہیں، وہ اپنے زمانے کے سید و سردار ہیں، وہ اہلِ دھر کے لیے سند ہیں۔ وہ سعید ہیں، وہ امر و نہی کرنے والے ہیں۔ ان کے فضائل آسمان کے ستاروں سے کہیں بلند تر ہیں،

افتخار و بزرگواری ان کا منصب ہے، انہی کے دم سے دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔ شرافت وافتخار میں کوئی بھی ان کے مقام و مرتبے پر فائز نہیں ہو سکتا۔ پس کون ہے جو امیدوار ہو کہ یہ فاخرہ صفات، ظاہری خصوصیات اور اخلاقِ طاہرہ اسے میسر ہوں۔

اَقْوَالُهُ سَدِيدَةٌ ، وَاَفْعَالُهُ رَشِيدَةٌ ، وَسِيرَتُهُ حَمِيدَةٌ وَعُهُودُهُ فِي ذَاتِ اللّٰهِ وَكِيدَةٌ فَالْخَيْرَاتُ مِنْهُ قَرِيبَةٌ وَالشُّرُورُ عَنْهُ بَعِيدَةٌ

"ان کے اقوال محکم ہیں، ان کے افعال الٰہی ہیں، ان کی سیرت پسندیدہ ہے، ذاتِ خدا کے ساتھ ان کے عہدو پیمان مضبوط و محکم ہیں۔ نیکیاں ان سے نزدیک ہیں اور برائیاں ان سے بہت دُور ہیں"۔ (منتہی الآمال، ص ۱۱۷۷)

③ علامہ مجلسی رحمتہ اللہ نے ابن بابویہ اور کچھ دوسرے افراد سے نقل کیا ہے کہ قم میں رہنے والا ایک شخص کہتا ہے: میں ایک دن احمد بن عبیداللہ کے دربار میں گیا جو کہ خلفاء کی جانب سے قم میں محکمہ اوقاف و صدقات کا سرپرست تھا اور آلِ رسولؐ کا سخت ترین دشمن تھا۔ اس نے کہا: میں نے "سرّ من رائی" میں آباد علوی سادات میں سے علم، زہد، تقویٰ، وقار، عفت، حیا، شرافت اور قدر و منزلت میں حسن بن علی العسکری کی مانند کسی کو نہیں دیکھا۔ خلفاء، امراء اور سادات بنی ہاشم انہیں اپنے بزرگوں پر فضیلت دیتے ہیں، ان کے چھوٹے بڑے سب ان کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں نیز وزراء، فوجی عہدے دار اور تمام لوگ آپؑ کی عزت و اکرام میں ذرا برابر کوتاہی نہیں کرتے۔

حضرت امام حسن عسکریؑ کی امامت پر دلیلیں

جس ولی کا اپنا بیٹا ہو زمانے کا امام
اُس کو خود ملتی ہے پہلے دو جہاں میں رہبری
(مظفر نقوی)

① مرحوم شیخ مفید رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند ارجمند ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام امام ہیں، کیونکہ ان میں تمام فضائل و کمالات پائے جاتے ہیں جو ایک امامؑ کے لیے لازم و ضروری ہیں۔ وہ اپنے عہد کے تمام لوگوں سے افضل تھے، مقامِ خلافت کو ان پر فخر تھا کیونکہ وہ عالم و زاہد تھے، دنیا سے بے اعتناء اور صاحب عقل و خرد تھے، وہ گناہوں سے منزہ تھے۔ وہ شجاع اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ رکھنے والے تھے اور عبادتِ خدا میں اس مقام پر فائز تھے کہ کوئی بھی ان کی مانند اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرب نہ تھا۔ علاوہ ازیں ان کے والد بزرگوار نے ان کی امامت پر تصریح فرمائی اور انہیں مقامِ خلافت و وصایت پر معین فرمایا۔ (ترجمہ ارشاد مفید، ص ۶۵۰۔ فصول المہمہ، ص ۳۰۱)

② عَنْ يَحْيٰى بْنِ يَسَارٍ الْعَنْبَرِي قَالَ: أَوْصٰى أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنِ مُحَمَّدٍ إِلٰى ابْنِهِ الْحَسَنِ قَبْلَ مُضِيِّهِ بِأَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَأَشَارَ إِلَيْهِ بِالْأَمْرِ مِنْ بَعْدِهٖ وَأَشْهَدَنِي عَلٰى ذٰلِكَ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْمَوَالِي (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۷۵۔ ارشاد، ص ۳۳۶۔ فصول المہمہ، ص ۳۰۱)

"یحییٰ بن یسار عنبری سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے اپنی شہادت سے چار ماہ قبل اپنے فرزندار جمند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اپنا وصی قرار دیا اور اس بات کی تصریح کی کہ میرے بعد امامت کے اُمور ان کے سپرد ہوں گے مجھے اور اپنے قریبی افراد کی ایک تعداد کو اس بات پر گواہ بنایا"۔

③ عبداللہ اصفہانی کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد آپ کے امام وہی بزرگوار ہوں گے جو میری نمازِ جنازہ پڑھائیں گے جبکہ ہم حضرت امام ابو محمد حسن العسکریؑ کو اپنے پدرِ بزرگوار کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے پہلے نہیں

جانتے تھے۔ جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی رحلت ہوئی تو حضرت ابومحمد علیہ السلام آئے اور اپنے والدِ بزرگوار کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کے بعد یہ بزرگوار ہمارے امامؑ ہیں"۔ (ترجمہ ارشاد مفید، ص ۶۵۱۔ کشف الغمہ، ص ۳۷۵۔ ج ۳)

④ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَهْزِيَارَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي الْحَسَنِ: إِنْ كَانَ كَوْنٌ وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ فَإِلٰى مَنْ؟ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَهْدِي إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْ وُلْدِي يَعْنِي الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

"علی بن مہزیار سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: خدا نہ کرے جب کوئی ناگوار حادثہ ہمارا دل زخمی کرے تو آپ کے بعد ہم کس طرف رجوع کریں، یعنی ہمارا پیشوا اور امام کونؑ ہوگا؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد عہدۂ رسالت میرے سب سے بڑے بیٹے حسن عسکریؑ کے کاندھوں پر ہوگا"۔ (ارشاد، ص ۳۳۶)

امامؑ کا معجزہ

احمد بن محمد کے بقول عباسی خلیفہ مہتدی عباسی اپنے عُمّال کو گرفتار کرنے میں سرگرم تھا۔ ہم نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ایک خط پیش کیا اور اس میں لکھا کہ خدا کا شکر ہے کہ مہتدی اُن لوگوں کو گرفتار کرنے میں سرگرم ہے اور اس نے ہمیں اذیت و آزار کرنے سے دست اُٹھا لیا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس نے آپؑ کو دھمکی دی ہے اور خدا کی قسم کھائی ہے کہ انہیں زمین سے ختم کر دوں گا۔ آپؑ نے ایک خط میں رقم فرمایا: اس کی عمر اس کے ساتھ وفا نہیں کرے گی کہ وہ اپنی آرزو کو پہنچ سکے۔ حساب کر، درست پانچ دن بعد چھٹے دن وہ ذلت و خواری سے قتل کر دیا جائے گا۔ آپؑ کے فرمان کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ قتل ہو گیا۔ (ارشاد مفید، ص ۳۴۴)

امام حسن عسکریؑ کی جرجان کے شیعوں سے ملاقات

تربیت پر جس کی ناداں ہو امامِ آخریںؑ
بانٹتا ہے وہ زمانے میں ادائے بوذری
(مظفرنقوی)

قطب راوندی اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں کہ احمد بن محمد، جعفر بن شریف جرجانی سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں ایک سال حج سے مشرف ہوا، واپسی پر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں سامرہ میں حاضر ہوا۔ مجھے کچھ دوستوں نے کچھ اموال دیئے تھے۔ میں آنحضرتؑ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ اموال کس کس کو دوں؟ قبل اس کے کہ میں ان سے پوچھتا، انہوں نے فرمایا: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ خادم مبارک کو دے دیں۔ میں نے وہ اموال خادم کے حوالے کیے اور عرض کیا: جرجان میں آپؑ کے شیعہ آپؑ کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم حج سے فارغ ہونے کے بعد جرجان واپس نہیں جاؤ گے؟ میں نے کہا: ہاں! جاؤں گا۔ آپؑ نے فرمایا: آج سے درست ایک سو نوے دن بعد بروز جمعہ ۳ ربیع الاول کو تم جرجان پہنچو گے، وہاں پر پہنچتے ہی پہلے دن یہ اعلان کر دو کہ اس دن کے آخری حصے میں، میں ان سے ملاقات کرنے کے لیے آؤں گا۔ پس اب جاؤ اور صحیح و سالم اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچو۔ تمہارا ایک بیٹا پیدا ہو گا۔ اس کا نام صلت رکھنا کہ وہ جلد بالغ ہو جائے گا اور ہمارے محبوں میں سے ہو گا۔

میں آنحضرتؑ کی خدمت سے رخصت ہوا اور حج بجا لانے کے بعد جس روز جرجان واپس پہنچا جمعہ ہی کا دن تھا۔ جس طرح امام علیہ السلام کا حکم تھا اسی طرح کیا، دوست واحباب حج کی مبارک دینے کے لیے میرے ہاں تشریف لا رہے تھے، میں نے سب کو بتایا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ آج دن کے آخری وقت میں آپ سب لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے تشریف لائیں گے، پس ان

کے لیے ضروریات کی چیزیں تیار کرو اور اپنے مسائل و حوائج اکٹھے کرو۔ جب وقتِ مقررہ پر سب لوگ میرے گھر میں اکٹھے ہو گئے تو آنحضرتؑ اچانک تشریف فرما ہوئے۔ ہم سب اکٹھے ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سب پر سلام کیا، ہم ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور دست بوسی کی۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے جعفر بن شریف سے وعدہ کیا تھا کہ آج دن کے آخری حصے میں آپ لوگوں سے ملاقات کروں اور نماز ظہر و عصر سامرہ میں بجا لاؤں۔ میں آپ لوگوں کے پاس تجدید عہد کرنے کے لیے آیا ہوں۔ آپ کی جتنی بھی حاجتیں اور مسائل ہیں وہ اکٹھے کریں تاکہ انہیں پورا کروں۔ آپؑ نے ان کے حوائج پورے کیے اور اسی روز سامرہ واپس تشریف لے گئے۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۰۸-۳۰۹۔ منتہی الآمال، ص ۱۱۸۱)

مقتل کو سجانا بھی انہی کی ہے روایت
زندان بھی ہے ورثۂ ساداتِ مدینہ
(مظہر عباس)

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں جس وقت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام صالح بن وصیف کے زندان میں قید تھے، عباسیوں کے کچھ لوگ صالح کے پاس آئے اور اسے کہا کہ جس قدر ہو سکے اس پر سختی کرو اور ان کا سکون سلب کر لو۔ صالح نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں کس طرح ان پر سختی کروں حالانکہ میں نے دو شریر ترین افراد کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے کہ جس قدر ہو سکے انہیں اذیت و آزار کرو۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہو گیا کہ وہ دونوں شخص نیک و پارسا اور نمازی و روزہ دار بن گئے ہیں۔ میں ان کے اس کام پر مشکوک ہو گیا ہوں اور ان دونوں کو اپنے پاس طلب کیا اور کہا: تم برباد ہو جاؤ اس زندانی شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اس شخص کے بارے میں کیا کہیں جو دن میں روزے سے ہوتے ہیں اور رات بھر نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ کسی سے کوئی بات نہیں کرتے، بندگیٔ خدا کے علاوہ ان کا کوئی کام نہیں ہے اور جب وہ ہماری طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہیں تو

ہمارے بدن پر اس قدر لرزہ طاری ہو جاتا ہے کہ ہم اسے روکنے پر قادر نہیں رہتے۔ عباسیوں نے جب ان دونوں افراد کی ایسی باتیں سنیں تو خوف کے مارے واپس لوٹ گئے۔

بعض کا کہنا ہے کہ آنحضرتؑ کو نحریر نامی شخص کے حوالے کیا اور اسے حکم دیا کہ جس قدر ہو سکے انہیں زندان میں اذیت و آزار کرو۔ اس زندان بان کی زوجہ نے اس سے کہا: خدا سے ڈرو اور ان کے ساتھ یوں بد اخلاقی نہ کرو، کیونکہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تمہارے گھر میں کون شخص قید ہے؟ خلاصہ یہ کہ اس کی زوجہ نے اپنے شوہر کے سامنے آنحضرتؑ کی پارسائی و بندگی کے بارے میں بہت سی باتیں کیں اور کہا: مجھے تم سے ان کے بارے میں ڈر لگ رہا ہے۔ اس شخص نے بیوی کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور کہا: خدا کی قسم! میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے بجائے انہیں درندوں کے سامنے ڈالوں گا۔ اس کے بعد اس نے حکام سے اجازت طلب کی کہ آنحضرتؑ کو درندوں کے سامنے ڈالا جائے۔ جب اسے اس کام کی اجازت مل گئی تو اس نے آنحضرتؑ کو درندوں کی خوراک کے طور پر ان کے سامنے ڈال دیا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ آنحضرتؑ بہت جلد ختم ہو جائیں گے۔ جن لوگوں نے یہ خیال کیا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے شر سے چھٹکارا مل گیا ہوگا وہ دیکھنے کے لیے آئے کہ آنحضرتؑ پر کون سی مصیبت نازل ہوئی ہے۔ جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو اپنی توقع کے خلاف دیکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام صحیح و سالم ہیں، انہیں کسی قسم کا کوئی گزند نہیں پہنچا۔ وہ بڑے سکون کے ساتھ نماز میں مشغول ہیں اور درندے ان کے اردگرد جمع ہیں۔ جب ان لوگوں نے یہ صورت حال دیکھی تو آپؑ کو آپؑ کے گھر واپس روانہ کر دیا۔

(ارشاد مفید، ص ۳۴۴۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۷۵)

حضرت امام حسن عسکریؑ کی حیات کے آخری لمحات

شیخ طوسی ابو سہل سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کہ آپؑ مریض تھے اور اسی مرض کی وجہ سے آپؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ ابو سہل کہتے ہیں: میں آنحضرتؑ کی خدمت اقدس

میں موجود تھا کہ آپؑ نے اپنے غلام عقید کو حکم دیا کہ میرے لیے مصطکی (ایک دوا کا نام) ڈال کر پانی اُبال کر لے آؤ۔ آپؑ کی کنیز صیقل جو کہ حضرت امام حجتؑ کی والدہ ہیں وہ پانی آنحضرتؑ کے لیے لے کر آئیں۔ پس جب انہوں نے پانی کا کاسہ آپؑ کے ہاتھ میں تھمایا اور آپؑ پینا چاہتے تھے کہ آپؑ کے دست مبارک لرزنے لگے اور پیالہ آپؑ کے سامنے والے دانتوں سے ٹکرایا۔ آپؑ نے کاسہ نیچے رکھ دیا۔ آنحضرتؑ نے اپنے غلام عقید سے فرمایا کہ اس کمرے میں داخل ہو، وہاں پر ایک بچہ سجدے کی حالت میں دیکھو گے، اسے میرے پاس لے آؤ۔

ابو سہل کہتے ہیں کہ عقید نے کہا: میں بچوں کو دیکھنے کے لیے اس کمرے میں داخل ہوا، اچانک میری نگاہیں ایک بچے پر پڑیں جو سجدے کی حالت میں تھا۔ جب وہ بچہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس پہنچا تو جونہی آپؑ کی نگاہیں اس پر پڑیں، آپؑ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

یَاسَیِّدَ اَھلِ بَیتِہٖ ، اِسقِنِی المَاءَ فَاِنِّی ذَاھِبٌ اِلَی رَبِّی

"اے میرے اہلِ بیتؑ کے آقا و مولاؑ! مجھے پانی پلائیں کہ میں اپنے پروردگار کے پاس جانے والا ہوں"۔

امام حسن عسکری علیہ السلام بسترِ شہادت پر

لوگ کرتے ہیں محسنوں کو قتل
یہ روایت بہت پرانی ہے
(مظہر چودھریؔ)

ابن صباغ مالکی نقل کرتے ہیں کہ اکثر شیعہ علماء روایت کرتے ہیں کہ ابا محمد الحسن بن علی العسکری علیہ السلام اسی طرح زہر کے ذریعے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ جس طرح ان کے والد بزرگوار اور جد امجد شہید کیے گئے۔ اس بات پر دلیل وہ روایت ہے جو حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

مَامِنَا اِلَّا مَقْتُوْلٌ اَوْ شَهِیْدٌ (فصول المہمہ، ص ۳۰۸)

''ہم میں سے ہر کوئی یا قتل ہوگا یا شہید''۔

احمد بن عبیداللہ بن خاقان سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! جس وقت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی رحلت ہوئی تو اس وقت خلیفہ سمیت دوسرے لوگوں پر ایسے حالات طاری ہو گئے تھے کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ کسی اور کی موت پر یوں صورت حال پیدا ہوگی۔

احمد بن عبیداللہ کہتے ہیں: ایک دن میرے والد کو اطلاع دی گئی کہ ابن الرضا علیہ السلام مریض ہیں، میرا باپ عبیداللہ جلدی سے خلیفہ کے پاس گیا اور اسے اس خبر سے مطلع کیا، اس نے اپنے پانچ معتمد ترین افراد کو میرے والد کے ہمراہ بھیجا، ان میں سے ایک نحریر خادم تھا جو کہ معتمد کا خاص محرم راز تھا، اسے حکم دیا کہ وہ مسلسل آنحضرتؑ کے گھر میں رہے اور ان کے حالات سے مکمل طور پر آگاہی رکھے۔ اس واقعہ سے دو روز بعد پھر میرے والد کو بتایا گیا کہ آنحضرتؑ سخت مریض ہیں اور بہت کمزور ہو چکے ہیں۔

پس وہ علی الصبح گھوڑے پر سوار ہوا اور امام حسن عسکریؑ کے پاس پہنچا۔ اس نے طبیبوں کو حکم دیا کہ مسلسل آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ پھر اس نے قاضی القضاۃ کو بلا کر کہا: دس مشہور و معروف علماء کو حاضر کیا جائے جو مسلسل ان کے پاس رہیں۔ یہ سب کچھ خلیفہ کے حکم سے کیا گیا تا کہ لوگوں کو معلوم نہ ہو سکے کہ آنحضرتؑ کو زہر دیا گیا ہے بلکہ وہ قدرتی طور پر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ پس اسی زہر کی وجہ سے امام مظلوم و مسموم ماہ ربیع الاول میں دار فانی سے دار بقاء کی جانب رخصت فرما گئے۔

شہر سامرہ کا امام حسن عسکریؑ کے سوگ میں گریہ

واجب ہے علیؑ والوں پہ مظلوم پہ گریہ
آؤ کہ کریں سیدِ مسمومؑ پہ گریہ

(مظہر چودھری)

جب امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کی خبر شہر سامرہ میں پھیلی تو شہر میں قیامت کا منظر تھا، ہر طرف لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند تھیں۔ اُدھر خلیفۂ وقت آپؑ کے فرزند ارجمند کی کھوج میں تھا، اس نے نحریر خادم سے کہا: ان کے بارے میں کوئی پتہ چلاؤ۔ شہر کے چھوٹے بڑے سب لوگ خدا کے اس منتخب بندے کے جنازے پر اکٹھے ہو گئے۔

احمد بن عبیداللہ کہتے ہیں: میرا باپ خلیفہ کا وزیر تھا۔ تمام وزراء، لکھاری، خلیفہ کے رشتہ دار، بنی ہاشم اور ساداتِ علوی آپؑ کی تجہیز و تکفین کے لیے حاضر ہوئے۔ اس دن سامرہ لوگوں کے گریہ وزاری اور آہ و فغاں کے سبب قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جب آنحضرتؑ کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو خلیفہ نے ابوعیسیٰ کو آنحضرتؑ کے جنازے کے پاس بھیجا۔ اس نے آپؑ کے چہرۂ مبارک سے کفن ہٹایا اور اس نے عباسی خلیفہ کا دامن صاف کرنے کے لیے علویوں، ہاشمیوں، امراء، وزراء، لکھاریوں، قاضیوں، علماء اور تمام اشراف کو اپنے قریب بلا کر کہا: سب لوگ آ کر دیکھ لیں کہ یہ حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام ہیں، اور ان کی وفات قدرتی طور پر ہوئی ہے۔ کسی نے انہیں کوئی گزند نہیں پہنچائی۔ (فصول المہمہ، ص ۳۰۸)

امام حسن عسکری علیہ السلام کی نمازِ جنازہ

ابوالادیان کہتے ہیں: میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا خدمت گزار تھا، ان کے خطوط دوسرے شہروں تک لے جاتا تھا۔ آنحضرتؑ نے اپنی حیاتِ مبارک کے آخری ایام میں مدائن کے لوگوں کے نام کچھ خطوط لکھے۔ میں وہ خطوط لے کر مدائن گیا۔ پندرہ دن بعد ان کے جواب لے کر واپس آیا تو ویسے ہی ہوا جیسے میرے آقا و مولاؑ نے فرمایا تھا کہ تم مجھے دوبارہ نہیں دیکھ سکو گے۔ میں شہر سامرہ میں داخل ہوا تو آنحضرتؑ کے دولت سرا سے گریہ وزاری کی صدائیں آ رہی تھیں۔ جب میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جعفر کذاب دروازے پر بیٹھا ہوا ہے، شیعہ اس کے اردگرد اکٹھے ہیں۔ لوگ اسے بھائی

کی وفات پر تعزیت اور عہدۂ امامت کی مناسبت سے مبارک باد پیش کر رہے ہیں۔ اس دوران عقید خادم آنحضرتؑ کے گھر سے باہر آیا اور جعفر سے کہا کہ آپؑ کے بھائی کو کفن دے چکے ہیں، آئیں اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ جعفر اُٹھا اور شیعہ بھی اس کے ہمراہ چلے۔ جب ہم گھر کے صحن میں پہنچے تو دیکھا کہ امام علیہ السلام کو کفن پہنا چکے ہیں۔ پس جعفر اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کے لیے آگے کھڑا ہوا، وہ تکبیر کہنے ہی والا تھا کہ ایک بچہ باہر نکلا، اس کا رنگ گندمی تھا۔ بال گھنگھریالے تھے، دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا (اور حُسن میں) گویا وہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ اس بچے نے جعفر کی عبا کھینچتے ہوئے کہا:

اے چچا! پیچھے ہٹ جاؤ میں اپنے پدر بزرگوار پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا زیادہ حق دار ہوں۔ پس جعفر کا رنگ فق ہو گیا اور وہ پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس بچے نے اپنے پدر بزرگوار پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد آنحضرتؑ کو آپ کے والد بزرگوار حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے جوارِ رحمت میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ (فصول المہمہ، ص ۳۰۸، ارشاد مفید، ص ۳۳۸-۳۴۰۔ منتہی الآمال، ص ۱۱۷-۱۱۸۔ بحار ج، ج ۵۰، ص ۳۲۱)

ماتم کی صداؤں سے زمانے کو ہلا دیں
یہ آہ و فغاں ہو شہِ معصوم پہ گریہ

❁❁❁

انیسویں فصل

حضرت امام حجۃ ابن الحسن عجل اللہ فرجہ الشریف کے حالاتِ زندگی

وجہِ فروغِ کارِ رسولاںؐ ہے منتظرؑ
یعنی ثباتِ وقتِ گریزاں ہے منتظرؑ

احمدؐ سے یا حسنؑ ہیں مرے والی و ولی
اور بادشاہِ تختِ دل و جاں ہے منتظرؑ

دل میں خیالِ قائمِ عالی جناب ہے
آنکھوں میں شوقِ دیدِ فراواں ہے منتظرؑ

ماموم ہیں امامِ زمانہ کے مومنین
مثلِ امیرؑ مہدیؑ دواں ہے منتظرؑ

مظہر امام وقت کی خدمت میں عرض کر
آجایئے کہ قوم پریشاں ہے منتظرؑ

(مظفر چودھری)

امامؑ خلقت سے قبل

عالمِ آلِ محمد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس وقت خداوند عزیز امام کو خلق کرنا چاہتا ہے تو سفید بالوں سے پانی کا ایک قطرہ زمین کے پھلوں (میں سے ایک پھل) پر نازل کرتا ہے۔ امام علیہ السلام اس پھل کو تناول فرماتے ہیں۔ جب امام کا نور رحمِ مادر میں منتقل ہو جاتا ہے تو چالیس دن گزرنے کے بعد (غیبی) آوازیں سنتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (سورۂ انعام، آیہ ۱۱۵)

"آپ کے رب کا کلمہ صداقت وعدالت کے اعتبار سے مکمل ہے،
اسے کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور وہ سننے والا بھی ہے اور
جاننے والا بھی ہے"۔

جس وقت امامؑ کسی کام کو انجام دیتے ہیں تو ان کے لیے ہر شہر میں نور کا ایک ستون نصب کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے بندوں کے اعمال کو دیکھیں۔ (اثبات الوصیۃ، ج۵۰، ص ۲۵۸)

امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف کے مختصر حالاتِ زندگی

امام زمانؑ کی ولادت باسعادت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، لیکن صحیح ترین قول یہ ہے کہ آپ ۱۵ شعبان المعظم ۲۵۶ھ میں دنیا میں تشریف لائے، آپؑ کا نام نامی اسم گرامی محمدؑ ہے۔ آنحضرتؑ کے بہت زیادہ القابات ہیں، ان میں مشہور ترین القاب مہدی، حجۃ اللہ، منتظر، قائم اور صاحب الزماں ہیں۔ آپؑ کی کنیت ابوالقاسم اور ابوعبداللہ ہے۔

بانو مکرمہ حضرت نرجس علیہا السلام کا تعارف

مسعودی کہتے ہیں: ہمارے بعض قابلِ وثوق بزرگ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی ایک کنیز تھیں جن کا نام نرجس اور جن کی پرورش انہی کی دولت سرا میں ہوئی تھی۔ جب وہ کنیز بڑی ہوئیں تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے اُنھیں دیکھا۔ آپؑ اُن کے حُسن پر حیران رہ گئے۔ آپؑ کی پھوپھی حکیمہ خاتون نے فرمایا: آپؑ اس کنیز کی طرف کیوں تعجب انگیز نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: کیونکہ وہ مولود جو اللہ کے نزدیک عزیز اور گرامی قدر ہے وہ اس سے متولد ہوگا۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس کنیز کو حکم دیا کہ اپنے آقا و مولا امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کرے کہ اسے حسن عسکریؑ کو مرحمت فرما دیں۔ اس کنیز نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام سے یہ تقاضا کیا تو آنحضرتؑ نے قبول فرمایا اور حضرت نرجس خاتون، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو بخش دیں۔ (اثبات الوصیہ، ص ۲۵۷)

کچھ دیگر اقوال

① بہاء الدین محمد جن کا لقب "شاہ نقش بندہ" تھا، خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ابی القاسم محمد المنتظر کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں ہے۔ انہیں قائم، حجت، مہدی، صاحب الزمان اور خاتم الائمہ الاثنا عشر کہا جاتا ہے۔ آنحضرتؑ کی ولادت باسعادت نیمۂ شعبان ۲۵۵ھ میں رات کے وقت ہوئی۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی نرجس ہے۔ جب آپؑ کے والد کی رحلت ہوئی تو اس وقت آپ کا سنِ مبارک پانچ سال تھا۔ (مفاتیح الحجۃ، ب ۹۔۷۔ اعلام الوریٰ طبرسی، ص ۴۱۸)

② مرحوم شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں: حضرت امام زمانہؑ کی ولادت باسعادت نیمۂ شعبان ۲۵۵ھ میں رات کے وقت ہوئی، آپؑ کی والدہ ماجدہ اُم ولد ہیں۔ ان کا اسم گرامی نرجس ہے۔ جب آپؑ کے والد بزرگوار کی شہادت ہوئی تو اس وقت آپؑ کا سنِ مبارک پانچ سال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اس عمر میں امامت کے عہدے پر فائز کیا، جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کو ماں کی گود میں نبوت کے منصب سے نوازا۔ (المختصر، ج ۲، ص ۴۵)

جناب رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: (قیامت سے قبل) اگر دنیا صرف ایک دن (بھی) باقی ہو تو اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کردے گا اور میری اولاد میں سے میرے ایک بیٹے کو مبعوث کرے گا[1] جس کا نام میرا نام ہوگا، وہ دنیا کو عدل و انصاف سے یوں پُر کردے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۳۵۔ ارشاد مفید، ص ۳۴۶۔ تذکرہ ابن جوزی، ص ۳۶۳۔ الاعلام، ص ۴۲۴)

---

① عن أم سلمه رضي الله عنها: قَالَت: سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ يَقُول: اَلمَهدِيُّ مِن عِترَتِي مِن وُلدِ فَاطِمَة "ابوداؤد اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ کی زوجہ اُم سلمہ فرماتی ہیں میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مہدی موعود میری عترت سے ہوں گے جو کہ زہراءؑ کے پسر ہوں گے۔ (مطالب السؤال، ص ۱۸۹)

حکیم خاتون جلوہ گاہِ نور میں

موسیٰ بن محمد بن قاسم، بن حمزہ بن موسیٰ الکاظم روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:
حضرت امام محمد تقی الجواد علیہ السلام کی بیٹی حکیمہ خاتون روایت کرتی ہیں کہ امام ابو محمد حسن العسکریؑ نے مجھے بلایا اور فرمایا: اے پھوپھی جان! آج رات افطار تک ہمارے پاس تشریف رکھیں، اللہ تعالیٰ اس رات میں زمین پر اپنی حجت کا ظہور کرنے والا ہے۔ حکیمہ خاتون کہتی ہیں: میں رات ان کے ہاں رک گئی اور وہاں پر سوگئی۔ میں سحر کے وقت بیدار ہوئی اور سورۂ الم سجدہ اور یٰسین کی تلاوت کی، کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت نرجس خاتون بے چین ہیں۔

اچانک میں نے دیکھا کہ کمرے میں ایک بچہ سجدے میں سر رکھے ہوئے ہے۔ ادھر سے ابو محمد امام حسن العسکری علیہ السلام نے آواز دی اور کہا: اے پھوپھی جان! میرا لاڈلا (فرزند) میرے پاس لے آؤ، پس میں نے وہ مولود مسعود حضرتؑ کی خدمت میں حاضر کیا۔ انہوں نے اس بچے کے پاؤں اپنے سینے کے ساتھ لگائے، اپنی زبان مبارک اس مولود کے منہ میں دی اور اپنا ہاتھ، اس کی آنکھوں، کانوں اور مفاصل (جوڑوں) پر پھیرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! کچھ بات کرو، انہوں نے فرمایا:

> اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
>
> ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں“۔

اس کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام اور اپنے پدر بزرگوار سمیت تمام آئمہؑ پر درود بھیجا۔ پھر امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: اے پھوپھی جان! اس مولود مسعود کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ تاکہ اپنی والدہ کو بھی سلام کرے۔ میں اسے اس کی ماں کے پاس لے گئی۔ اس نے اپنی ماں کو سلام کیا۔[1] (مفاتیح الجنان، ب ۷، منتہی الآمال، ص ۱۱۹۷)

خورشید عدل وانصاف کا طلوع

زہے مقدر کہ مجھ کو اختر وہ نور کا سلسلہ ملا ہے
مری سحر سے زیادہ روشن جہاں میں کوئی سحر نہیں ہے
(اختر رضوی اعظمی)

مرحوم قمی روایت کرتے ہیں: حضرت حکیمہ خاتون کہتی ہیں: جب میں نے دیکھا کہ حضرت نرجس خاتون بے چین ہورہی ہیں تو میں نے انہیں پکڑا، ان پر اسم الٰہی دم کیا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے آواز دی کہ اس پر سورۂ قدر پڑھ کر دم کریں۔ اس کے بعد میں نے نرجس خاتون سے پوچھا: اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ انہوں نے کہا: جو کچھ میرے مولا و آقا نے فرمایا تھا: اس کا اثر ظاہر ہو چکا ہے۔

حکیمہ خاتون کہتی ہیں: جب میں نے سورۂ قدر کی تلاوت شروع کی تو میں نے سنا کہ وہ طفل شکم مادر میں میرے ساتھ ساتھ تلاوت کر رہا ہے، اس نے مجھے سلام کیا، میں یہ صورت حال دیکھ کر خوفزدہ ہوگئی۔ ادھر سے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے آواز دے کر فرمایا: اے پھوپھی جان! قدرتِ الٰہی پر تعجب نہ کریں۔ وہ ہمارے بچوں کو زبانِ حکمت عطا کرتا ہے۔ اس نے ہمیں اپنی زمین پر اپنی حجت قرار دیا ہے۔

جب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی گفتگو ختم ہوئی تو نرجس خاتون میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہوگئیں، گویا کہ میرے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگیا۔ میں فریاد کرتے ہوئے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے فرمایا:

---

(۱) مرحوم طبری حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی والدہ ماجدہ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت حکیمہ خاتون کہتی ہیں: جس رات حضرت امام عسکری علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ اے پھوپھی! آج رات میرے گھر میں رکیں، آج حجت خدا کا ظہور ہونے والا ہے۔ رات کا ایک حصہ گزرنے کے بعد میں نرجس کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے مجھے کہا: اے معظمہ! آج آپ کی رات کیسے گزری ہے؟ تو میں (حکیمہ بنت علی بنت محمد بن علی الرضا) نے کہا: بَل أَنتِ سَيِّدَتِي وَسَيِّدَةُ أَهلِي بلکہ آپ میرے اور میرے خاندان کی معظمہ ہیں۔ (اعلام الوریٰ، ص ۴۱۸-۴۱۹)

اے پھوپھی جان! آپ واپس چلی جائیں، آپ اسے اپنی جگہ پر پائیں گی۔ جب میں پلٹی تو پردہ ہٹ چکا تھا۔ میں نے نرجس خاتون میں ایک ایسا نور دیکھا جس سے میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ اس کے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت صاحب الامرؑ قبلہ رُخ دوزانو سجدے میں سر رکھے ہوئے ہیں اور اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی جانب بلند کر کے فرما رہے ہیں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ جَدِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، میرے جدِ بزرگوار اللہ کے رسول ہیں اور امیرالمومنینؑ رسولؐ خدا کے وصی ہیں''۔

انہوں نے ایک ایک امام کا ذکر کیا، جب اپنے نام پر پہنچے تو فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِيْ وَعْدِيْ وَاَتْمِمْ لِيْ اَمْرِيْ وَثَبِّتْ وَطْاَتِيْ وَامْلَاِ الْاَرْضَ بِيْ عَدْلًا وَّقِسْطًا

''اے میرے معبود! (تو نے) میرے ساتھ جو نصرت کا وعدہ کیا تھا اسے پورا فرما۔ میری امامت و خلافت کا معاملہ مکمل کر، میرے دشمنوں سے انتقام لے اور میری وجہ سے زمین کو عدل و انصاف سے پُر کردے۔ (منتہی الآمال، ج ۲، ص ۱۱۸۹-۱۱۹۹)

ملائکہ کا حضرت حجتؑ کے وجودِ مبارک سے تبرک حاصل کرنا

عَنْ اَبِيْ عَلِيِّ الْحَسَنِ الْاٰبِيْ قَالَ: حَدَّثَتْنِي الْجَارِيَةُ الَّتِيْ اَهْدَيْتُهَا لِاَبِيْ مُحَمَّدٍ قَالَتْ: لَمَّا وُلِدَ سَيِّدِيْ رَاَيْتُ نُوْرًا سَاطِعًا قَدْ ظَهَرَ مِنْهُ وَبَلَغَ اُفُقَ السَّمَاءِ وَرَاَيْتُ طُيُوْرًا بَيْضَاءَ تَهْبِطُ مِنَ السَّمَاءِ وَتَمْسَحُ اَجْنِحَتَهَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَسَائِرِ جَسَدِهٖ ثُمَّ تَطِيْرُ، فَاَخْبَرْتُ اَبَا مُحَمَّدٍ

بِذٰلِكَ ، فَضَحِكَ ، ثُمَّ قَالَ: تِلْكَ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ نَزَلَت لِتَتَبَرَّكَ بِهٰذَا الْمَوْلُودِ وَهِيَ اَنْصَارُهُ اِذَا خَرَجَ بِاَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۸۴۔ اثبات الوصیۃ، ص ۲۲۱۔ غیبۃ الطوسی، ص ۱۴۷۔ اعلام الوریٰ، ص ۳۹۵)

''ابی علی الحسن آبی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: مجھے یہ اس کنیز نے بتایا جسے میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہدیہ تقدیم کیا تھا، وہ کہتی ہیں: جب میرے آقا و مولاؑ (حضرت حجت بن حسنؑ) دنیا پر تشریف لائے تو میں نے ایک نور دیکھا جس نے سارے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ پھر سفید پرندے آسمان سے نازل ہوتے اور اپنے بال و پر امام زمان علیہ السلام کے سر، چہرے اور بدن سے مس کرتے، اس کے بعد پرواز کر جاتے۔ پس میں نے یہ خبر حضرت ابا محمد حسن العسکری علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تو وہ مسکرائے اور فرمایا: وہ آسمانی فرشتے ہیں جو حضرت حجتؑ کے وجودِ مقدس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے نازل ہوتے ہیں۔ جب آنحضرت حکمِ الٰہی سے ظہور فرمائیں گے تو وہ ان کے انصار و مددگار ہوں گے''۔

حضرت مہدی قائم آلِ محمدؑ ہیں

اِک محمدؐ کے لیے خلق ہوئی یہ دنیا
ایک کے واسطے باقی ہے یہ دنیا اب تک
(سخنور رضوی)

ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! کیا آپؑ سب حق پر قائم ہیں؟ آپؑ نے فرمایا:

ہاں، ہم سب حق پر قائم ہیں۔ میں نے کہا: پس صرف حضرت مہدی علیہ السلام کو (بالخصوص) قائم کیوں کہا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب میرے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے تو ملائکہ نے گریہ کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: خداوندا! کیا تو اپنے برگزیدہ بندے، اپنی بہترین اور پسندیدہ مخلوق اور پسرِ رسولؐ کے قتل کو فراموش کر دے گا؟ اس وقت ملائکہ پر وحی نازل ہوئی کہ اے میرے فرشتو! ذرا سکون سے کام لو، مجھے میری عزت و جلال کی قسم! میں ان کے دشمنوں سے ضرور بر ضرور انتقام لوں گا خواہ ایک زمانہ ہی کیوں نہ گزر جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حجاب اٹھائے اور انہیں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے فرزندوں کے انوار دکھائے، ملائکہ انہیں دیکھ کر خوش ہوئے۔ پس انہوں نے ان انوار میں سے ایک نور کو دیکھا جو ان کے درمیان میں کھڑا نماز میں مشغول تھا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قائم کے ذریعے سے انتقام لوں گا۔ (منتہی الآمال، ج ۲، ص ۱۴۰۳)

السّلام ایّها القائم المنتظرؑ السّلام ای جهاندار والا گُهر
عشق تو رمز ایمان قلب بشر ورد ما شد دعا تو در هر سحر
بر تو ای یادگار محمد سلام بر تو ای نور قرآن سرور سلام

"اے حضرت قائم المنتظرؑ! آپؑ پر سلام، اے دنیا کے عظیم بادشاہ آپؑ پر سلام، تیرا عشق قلب بشر کے ایمان کی رمز ہے۔ ہر سحر کے لیے آپؑ کے لیے دعا کرنا ہمارا ورد زبان بن چکا ہے۔

اے رسولؐ خدا کی یادگار! آپؑ پر سلام، اے نورِ قرآن! آپؑ پر ہمیشہ ہمیشہ سلام"۔

حضرت امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی شخصیت

روایت میں ہے کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام شکل و شمائل اور خلق و خُلق میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ نیز روایات سے یہ بھی پتہ

چلتا ہے کہ ان کے چہرے کا رنگ سرخ وسفید یا گندم گوں ہے جو شب بیداری کی وجہ سے زردی کی طرف مائل ہوگا۔ ان کی پیشانیٔ مبارک فراخ، سفید اور نورانی ہے، ان کے دونوں ابرو باہم ملے ہوئے ہیں اور ناک ستواں ہے۔ وہ انتہائی خوبصورت ہیں، ان کے رخساروں کا نور اس قدر درخشاں ہے کہ ریشِ مبارک اور سرِ مبارک کی سیاہی پر غالب ہے، ان کے جسم نازنین پر گوشت کم ہے۔ وَعَلٰی رَاْسِہٖ فَرْقٌ بَیْنٌ وَفَرْقَیْنِ کَاَنَّہٗ اَلِفٌ بَیْنَ وَاوَیْنِ

اور ان کے سر کے درمیان میں مانگ نکلی ہوئی ہے، ان کے بالوں کی دونوں اطراف یوں ہیں جیسے دو واوں کے درمیان الف ہو، ان کے دانتوں میں فاصلہ ہے۔ آنکھیں سُرگمیں وسیاہ، اور سینہ چوڑا ہے جبکہ پیٹ امیرالمومنینؑ کی مانند ہے۔

طاؤس اہلِ بہشت

اَلْمَهْدِیُّ طَاوُوْسُ اَهْلِ الْجَنَّةِ ، وَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ الدُّرِّیِّ ، عَلَیْهِ جَلَابِیْبُ النُّوْرِ

حضرت امام مہدیؑ اہلِ بہشت کی زینت ہیں، ان کا چہرہ مبارک چاند کی مانند درخشاں ہے، اور ان کے بدن اطہر پر نورانی لباس ہے۔

عَلَیْهِ جُیُوْبُ النُّوْرِ تَتَوَقَّدُ بِشُعَاعِ ضِیَاءِ الْقُدُسِ

''انہوں نے نور کا جبہ پہنا ہوا ہے جو قداست و پاکی کی روشن شعاعوں سے چمکتا ہے۔

لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الشَّامِخِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ اللَّازِقِ بَلْ مَرْبُوْعُ الْقَامَةِ مُدَوَّرُ الْهَامَةِ، عَلٰی خَدِّهِ الْاَیْمَنِ خَالٌ كَاَنَّهٗ فُتَاتُ مِسْكٍ عَلٰی رَضْرَاضَةِ عَنْبَرٍ

''ان کا قد نہ زیادہ لمبا اور نہ ہی زیادہ چھوٹا ہے بلکہ درمیانہ ہے، ان کا سرِ مبارک گول ہے، ان کے دائیں رخسار پر تل ہے''۔

میثاق ولایت مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف

امامِ وقت کو پَل پَل پکارتے ہیں ہم
رہِ حیات کو یونہی سنوارتے ہیں ہم
عزیز و راہِ مودت میں سر جو کٹتا ہے
امامِ عصرؑ کا صدقہ اُتارتے ہیں ہم
(مظہر عباس)

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے جدّ بزرگوار امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

اَلتَّاسِعُ مِن وُلدِكَ يَاحُسَينُ هُوَ القَائِمُ بِالحَقِّ ، وَالمُظهِرُ لِلدِّينِ وَالبَاسِطُ لِلعَدلِ ، قَالَ الحُسَينُ عليه السلام: فَقُلتُ لَهُ وَاِنَّ ذٰلِكَ لَكَائِنٌ ؟ فَقَالَ: اَی وَالَّذِی بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالنُّبُوَّةِ وَاصطَفَاهُ عَلٰى جَمِيعِ البَرِيَّةِ وَلٰكِن بَعدَ غَيبَةٍ وَحَيرَةٍ لَا يُثبِتُ فِيهِمَا عَلٰى دِينِهِ اِلَّا المُخلِصُونَ وَالمُبَاشِرُونَ لِرُوحِ اليَقِينِ ، اَلَّذِينَ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَهُم بِوِلَايَتِنَا ، وَكَتَبَتْ فِي قُلُوبِهِم الاِيمَانَ وَاَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِنهُ

(اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ، ص ۴۲۶)

''اے حسینؑ! آپ کا نواں بیٹا، حق کو قائم کرنے والا، دین کو ظاہر کرنے والا اور عدل و انصاف کو پھیلانے والا ہوگا، حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا: کیا یقیناً حق کو قائم کرنے والا اور میری اولاد میں سے ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا کی اور انہیں تمام موجودات میں سے منتخب کرلیا۔ ہاں ایسا ہی ہے لیکن

ان کے قیام کے بعد غیبت و حیرت ہے کہ اس غیبت و حیرانگی میں
کوئی بھی اپنے دین پر ثابت قدم نہیں رہے گا سوائے ان لوگوں کے،
جو مخلص ہوں گے، اور روحِ یقین سے متصل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ
ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کا پیمان لے رکھا ہے اور اللہ
نے ان کے دلوں میں ایمان کو مستحکم کر رکھا اور روح (فرشتے) کے
ذریعے ان کی تائید کی ہے"۔

ایک اور روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میری اولاد میں سے میرا نواں بیٹا قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے امرِ ظہور کو ایک رات میں درست کرے گا۔ (اعلام الوریٰ، ص ۴۲۷)

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی انبیاءؑ سے شباہت

مہدیؑ شبیہ انبیاءؑ ، مہدیؑ وصیِ مصطفیؐ
مہدیؑ ہے حق کا راستہ مثل و مثیل مرتضیٰؑ

محمد بن مسلم ثقفی کہتے ہیں: میں حضرت امام ابا جعفر علیہ السلام کی خدمت میں اس ارادہ سے حاضر ہوا کہ ان سے حضرت قائم عجل اللہ فرجہ کے بارے میں پوچھوں، قبل اس کے میں سوال کرتا، امام علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد بن مسلم! قائم آلِ محمدؐ پانچ انبیاءؑ حضرت یونس بن متی، حضرت یوسف بن یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام سے شباہت کا سبب ان کا غیبت کے بعد ظہور کرنا ہے، اگرچہ اس کا سنِ مبارک زیادہ ہوگا لیکن جوان ہوں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے شباہت کی وجہ یہ کہ وہ عام و خاص کی نگاہوں سے پنہاں ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی شباہت اس وجہ سے ہوگی کہ ان کی ولا کی کسی کو کوئی خبر نہیں ہوگی، ان کی غیبت طولانی ہوگی، ان کے شیعہ اور پیروکاران

سے دُوری کے سبب دکھوں میں گرفتار ہوں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں ظہور کا حکم دے گا اور انہیں دشمنوں پر کامیاب کرے گا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ان کی شباہت کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان اختلاف ہوگا۔ بعض کہیں گے کہ ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے اور بعض کہیں گے انہیں تختہ دار پر چڑھا دیا گیا ہے۔

حضرت امام صاحب العصر والزمان عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی اپنے جدِّ بزرگوار (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ شباہت کا سبب یہ ہے کہ وہ تلوار سے خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں کو قتل کریں گے، ستم گروں اور ظالموں کو واصلِ جہنم کریں گے۔ (اعلام الوریٰ طبرسی، ص ۴۲۸-۴۲۹۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۴۲)

حضرت قائم آلِ محمدؑ کی امامت پر دلیلیں

شیخ ابوجعفر بن بابویہ، علی بن عبداللہ الوراق سے، وہ سعد بن عبداللہ سے اور وہ احمد بن اسحاق بن سعد اشعری سے روایت کرتے ہیں: میں ابا محمد حسن بن علی العسکری علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ ان سے پوچھوں کہ آپؑ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟ میرے سوال کرنے سے پہلے امام علیہ السلام نے فرمایا: اے احمد بن اسحاق! اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے لے کر آج تک زمین کو اپنے بندوں پر حجت سے خالی نہیں چھوڑا اور نہ ہی تا قیامِ قیامت خالی چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ امام کے وجودِ ذی جود کے صدقے میں اہلِ زمین کو بلاؤں سے محفوظ رکھے گا، بارش برسائے گا اور زمین سے خزانے ظاہر کرے گا۔

میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! پس آپؑ کے بعد آپؑ کا جانشین کون ہوگا؟ امام علیہ السلام جلدی سے گھر میں داخل ہوئے، جب باہر آئے تو آپؑ کے کاندھوں پر ایک خوبصورت تین سالہ بچہ تھا کہ ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا تھا، آپؑ نے فرمایا:

اے احمد بن اسحاق! اگر اللہ اور اس کی حجت کے نزدیک تمہاری کرامت وعظمت نہ ہوتی تو میں تجھے اپنا بیٹا کبھی نہ دکھاتا کہ جس کا نام رسولؐ خدا نے رکھا، جس کی کنیت رسولؐ خدا نے رکھی، جو زمین کو عدل وانصاف سے یوں بھردے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد میری اُمت کے امام، حضرت علی بن ابی طالبؑ ہوں گے، ان کی اولاد سے حضرت قائم منتظرؑ ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے وسیلے سے زمین کو عدل وانصاف سے یوں بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے مبعوث کیا ہے، بشارت اور خوش خبری ہے ان لوگوں کے لیے جو ان کی غیبت میں ان کی امامت پر ثابت قدم رہیں گے۔ وہ کبریت احمر (سرخ رنگ کی نایاب گندھک) سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب تر ہیں۔

پس حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ہو کر کہتے ہیں: یارسولؐ اللہ! کیا اللہ تعالیٰ آپ کی آلؑ میں سے حضرت قائمؑ کو غیب کردے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اس کے بعد اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرُونَ

"اور خدا صاحبانِ ایمان کو چھانٹ کر الگ کرنا چاہتا تھا اور کفار کو مٹا دینا چاہتا تھا"۔ (سورہ آل عمران: آیہ ۱۴۱)

اے جابر! یہ حکمِ خدا ہے اور اس کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اس کا سبب بندگانِ خدا کی نگاہوں میں مشخص نہیں ہے۔ تم شک میں مت پڑو کیونکہ سرِّ الٰہی میں شک کرنا کفر ہے۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۳۲)

محمد بن عثمان عمری روایت کرتے ہیں: ہم چالیس کے قریب لوگ حضرت ابا محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ انہوں نے اپنے فرزند ارجمند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

میرے بعد یہ (حضرت مہدیؑ) تمہارے امام اور میرے جانشین ہیں، پس میرے بعد ان کی اطاعت کرنا، انہیں اپنی جان سے عزیز رکھنا، اگر تم لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا تو تمہارا دین برباد ہو جائے گا، لیکن آج کے بعد تم لوگ انہیں نہیں دیکھ پاؤ گے۔ اس کے بعد ہم ان کی خدمتِ اقدس سے رخصت ہو گئے۔ اس واقعہ کو کوئی زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ ابا محمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت واقع ہو گئی۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۴۸۱)

حضرت وصی الاوصیاء

آئندہ عہد، عہدِ رسالت مآبؐ ہے
آئندہ وقت رجعتِ مہدیؑ جناب ہے
لوگو! بہت ہی سہل ہے مہدیؑ کی بازیافت
پہچان یہ ہے پسرِ بوترابؑ ہے
(مظہر عباس)

عبایہ بن ربیع، جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں سید المرسلین ہوں اور علیؑ سید الاوصیاء ہیں۔ میرے بعد میرے اوصیاء بارہ افراد ہوں گے، ان میں پہلے حضرت علیؑ اور آخری حضرت قائم مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف ہوں گے۔

جناب سلیم بن قیس ہلالی، جناب سلمان فارسیؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: میں رسولؐ خدا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام آپؐ کے زانو پر تشریف فرما ہیں، پیغمبرؐ خدا ان کے رخسار چوم رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: تم سردار ہو، سردار اور آقا کے فرزند ہو، سردار کے بھائی ہو، تم امامؑ ہو، امامؑ کے فرزند ہو اور امام کے بھائی ہو۔ تم حجت ہو، حجت کے بیٹے ہو اور حجت کے بھائی ہو اور نو حجتوں اور اماموں کے باپ ہو کہ ان میں سے نواں حضرت قائم مہدیؑ ہو گا۔ (فرائد السمطین، ج ۲، ص ۳۱۶۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۴۲۱)

ابی نعیم حافظ، ابن عمر کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: جناب

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت مہدیؑ تشریف لائیں گے تو ایک فرشتہ ان کے سر سے صدا دے گا کہ یہ مہدیؑ ہیں اور خدا کے خلیفہ ہیں، پس انہی کی اطاعت کریں۔ (مفاتیح الحجۃ فی ترجمہ ینابیع المودۃ، ب ۷۸)

شیخ سلیمان بلخی معروف کتاب "فرائد السمطین" میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: جو صاحب تقویٰ نہیں ہے اس کا کوئی مذہب نہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ باعظمت وہ ہے جو صاحب تقویٰ ہو۔ اس کے بعد فرمایا:

میری اولاد میں سے کنیزوں کی سردار (حضرت نرجسؑ) کے بیٹے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے وجودِ مقدس سے ہر قسم کے ظلم و جور کو ختم کر دے گا، وہ ایسے ہوں گے کہ لوگ ان کی ولادت کے بارے میں شک کریں گے۔ جب وہ غائب ہوں گے اور جب ان کا ظہور ہوگا تو زمین ان کے نورِ مقدس سے نورانی ہو جائے گی، وہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کی میزان نصب کریں گے اور ہر ایک کے بارے میں حکم کریں گے، وہ طی الارض ہوں گے (یعنی زمین ان کی مٹھی میں ہوگی)، ان کا سایہ نہیں ہوگا۔ منادی آسمان سے ندا دے گا، تمام اہلِ زمین سنیں گے کہ وہ کہے گا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ حجتِ خدا (صاحب العصر والزمان) کا خانۂ خدا میں ظہور ہو چکا ہے، اس کے بعد حق چونکہ ان کے ساتھ ہے، لہٰذا ان کی پیروی کریں۔

ارشادِ قدرت ہے:

إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ (سورہ شعراء: ۴)

"اگر ہم چاہتے تو آسمان سے ایسی آیت نازل کر دیتے کہ ان کی گردنیں خضوع کے ساتھ جھک جاتیں"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ (سورہ ق: ۴۱)

"اور اس دن کو غور سے سنو جس دن قدرت کا منادی (حضرت

اسرافیلؑ) قریب ہی کی جگہ سے آواز دے گا“۔

ایک اور جگہ پر قرآن کہہ رہا ہے:

یَومَ یَسمَعُونَ الصَّیحَۃَ بِالحَقِّ ذٰلِکَ یَومُ الخروج

”جس دن صدائے آسمانی کو سب بخوبی سن لیں گے اور وہی دن قبروں سے نکلنے کا دن ہے“۔ (سورہ ق:۴۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت امام مہدیؑ کے مقتدی

قَالَ السُّدّی : یَجتَمِعُ المَھدِیُّ وَعِیسٰی بنُ مَریَمَ فَیَجِیُٔ وَقتُ الصَّلٰوۃِ ، فَیَقُولُ المَھدِیُّ لِعِیسٰی: تَقَدَّم ، فَیقُولُ عِیسٰی : اَنتَ اَولٰی بِالصَّلاۃِ ، فَیُصَلِّی عِیسٰی وَرَاَئَہُ مَامُومًا (مفاتیح الجنہ، ب ۷۸۔ دلائل الامامۃ، ص ۲۳۴)

”جناب سُدی کہتے ہیں: جب حضرت امام مہدیؑ اور حضرت عیسٰیؑ ایک جگہ پر اکٹھے ہوں گے، نماز کا وقت ہو جائے گا، حضرت امام زمان حضرت مہدی علیہ السلام، حضرت عیسٰی علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ آپ نماز پڑھائیں۔ اس وقت حضرت عیسٰیؑ کہیں گے نہیں آپؑ نماز پڑھانے کے مجھ سے زیادہ لائق اور سزاوار تر ہیں۔ اس کے بعد وہ حضرت مہدیؑ کی اقتداء کریں گے“۔

لوحِ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا

رَوٰی مُحَمَّدُ بنُ یَعقُوبَ الکُلَینِی عَن جَابِرِ بنِ عَبدِاللّٰہِ الاَنصَارِی قَالَ دَخَلتُ عَلٰی فَاطِمَۃَ عَلَیھَا السَّلَام وَبَینَ یَدِیھَا لَوحٌ فِیہِ اسمَاءُ الاَوصِیَاءِ مِن وُلدِھَا فَعَدَدتُ اِثنٰی عَشَرَ اٰخِرُھُمُ القَائِمُ ، ثَلَاثَۃٌ مِنھُم مُحَمَّدٌ وَاَربَعَۃٌ مِنھُم

عَلِیٌّ (اعلام الوریٰ، ص ۳۸۹)

ثقۃ الاسلام جناب یعقوب کلینیؒ حضرت جابر بن انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: میں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، ان کے سامنے ایک لوح (تختی) تھی جس پر ان کی اولاد میں سے اوصیاء کے اسماء درج تھے۔ میں نے انہیں گنا تو وہ بارہ تھے کہ ان میں سے آخری حضرت قائمؑ تھے، میں نے اس میں تین کے نام محمد اور چار کے اسماء علی دیکھے"۔

حضرت مہدیؑ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے دل کا سکون

حافظ ابونعیم سے روایت ہے کہ وہ علی بن بلال سے اور وہ اپنے پدر گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: میں رسولؐ خدا کی خدمت اقدس میں اس وقت حاضر ہوا، جب دنیا سے رحلت کرنے والے تھے۔ حضرت زہراء علیہا السلام ان کے سرہانے تشریف فرما تھیں اور گریہ کر رہی تھیں۔ جب حضرت زہراء علیہا السلام کے رونے کی صدا بلند ہوئی تو پیغمبرؐ خدا نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

اے میری پیاری بیٹی! آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ شاید آپؐ کے بعد آپ کی اُمت ہمیں دھوکہ نہ دے اور ہمارے حق کا خیال نہ کرے۔

حضرتؐ نے فرمایا: اے میری لاڈلی! کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ خداوند متعال نے مجھے منتخب کیا اور رسالت پر مبعوث کیا ہے، پھر آپؑ کے شوہر نام دار کو منتخب کیا اور میری طرف وحی نازل فرمائی کہ میں آپ کا ان کے ساتھ نکاح کروں۔

اے فاطمہؑ! اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا، اس کے مہدیؑ، حسنینؑ کی اولاد سے ہوں گے، ان کا اس وقت ظہور ہوگا جب دنیا ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی طرف فتنہ و فساد ہوگا۔ بعض لوگ بعض لوگوں حم نہیں کریں گے، بوڑھا بچے پر

رحم نہیں کرے گا اور بچہ بوڑھے کی تعظیم نہیں کرے گا۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے فرزند کو ظاہر کرے گا جو ضلالت و گمراہی کے قلعوں اور حق سے غافلوں کے دلوں کو فتح کرے گا، آخری زمانہ میں دین خدا کے لیے یوں قیام کرے گا جیسے میں نے کیا ہے۔ (فصول المہمہ، ص ۳۱۴-۳۱۵۔ منتہی الآمال، ص ۱۲۱۵)

روزِ عاشورا، روزِ ظہورِ مہدیؑ

مرحوم شیخ مفیدؒ حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:
جس سال میں حضرت قائم علیہ السلام ظہور کریں گے وہ طاق (۱، ۳، ۵......) ہوگا۔
وہ روزِ عاشورا جس دن حضرت امام حسینؑ شہید کیے گئے قیام کریں گے، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ہفتے کا دن روزِ عاشورا کے مصداق ہے۔ حضرت قائم آلِ محمدؐ نے ظہور کیا ہے، وہ رکن اور مقام کے درمیان کھڑے ہیں، ان کی دائیں طرف حضرت جبرائیل علیہ السلام کھڑے کہہ رہے ہیں: اَلْبَیْعَةُ لِلّٰهِ، "اے لوگو! آؤ اور خدا کی خاطر قائم آلِ محمدؐ کی بیعت کرو۔ ان کے شیعہ طی الارض کرتے ہوئے ان کی خدمت میں مشرف ہو کر بیعت کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے وجودِ ذی جود سے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیا ہے جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی تھی۔

عاشورا اور حضرت امام مہدیؑ کے اشک

حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ اپنے جد بزرگوار حضرت سید الشہداءؑ اور ان کے باوفا اصحاب کے سوگ میں مسلسل آنسو بہاتے ہیں اور خداوند متعال سے ظہور کی اجازت طلب کرتے ہیں تاکہ تاریخ کے مظلوم ترین افراد کا بدلہ لے سکیں، خاص کر اپنی والدہ ماجدہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا، اپنے جد بزرگوار حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر کیے جانے والے ظلم و ستم کا بدلہ لیں، انہیں جب بھی ان کا غم اور دکھ یاد آتا ہے تو جان سوز گریہ وزاری کرتے ہیں۔ امام زمان علیہ السلام کا یہ گریہ ان کے ظہور اور ظالموں اور ستم گروں سے تاریخ کی مظلوم ترین ہستیوں کا بدلہ لینے تک جاری رہے گا۔

زیارتِ عاشورا کے جن جملات میں ذکر ہوا کہ حضرت مہدی علیہ السلام، حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا بدلہ لیں گے، زیارتِ عاشورا کے وہ جملات درج ذیل ہیں:

أَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبَ ثَارِي (كُمْ) مَعَ إِمَامٍ هُدًى نَاطِقٍ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ

"اور مجھ کو انتقام طلب کرنے والا بنا دے، امام، ہادی، ظاہر، حق کے ساتھ بولنے والے کے ساتھ"۔

زیارتِ عاشورا میں ایک اور مقام پر پڑھتے ہیں:

أَنْ يَرْزُقَنِي طَلَبَ ثَارِكَ مَعَ إِمَامٍ مَنْصُورٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ

"مجھے توفیق دے آپؑ کے خون کا بدلہ لینے کی، اہلِ بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امام منصور کے ساتھ"۔

لفظ منصور کا معنی ہے جس کی مدد کی گئی ہے اور یہ حضرت امام زمانہؑ کے القاب میں سے ایک لقب ہے جیسا کہ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے: مَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا ...... إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا "جو مظلوم قتل ہو وہ منصور ہے"۔ (سورہ اسراء، آیت ۳۳)

گویا امامِ زمانہؑ بھی مظلومیت کے ساتھ قتل ہوں گے

شیعیانِ اہلِ بیت جمعہ کی ہر صبح کو قرآن کی پیروی کرتے ہوئے دعائے ندبہ میں امام زمان علیہ السلام کو منصور کے لقب سے یاد کرتے ہیں:

أَيْنَ الْمَنْصُورُ عَلَىٰ مَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْهِ وَافْتَرَىٰ (دعائے ندبہ)

"وہ جس کی ہر ظلم اور افتراء باندھنے والے کے مقابلے میں مدد کی جانے والی ہے"۔

حضرت مہدی منتقمِ خونِ حسینؑ

آئے گا ایک دن وہ زمانے کے سامنے
لینا ہے منتقم کو وہ بدلہ حسینؑ کا

بالآخر وہ دن آئے گا جب آئمہ اطہار علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی دعائیں مستجاب ہوں گی۔ چودھویں کا چاند طلوع ہوگا۔ حضرت زہراء علیہا السلام کے شکستہ پہلو (علی مرتضیٰ کے سراقدس پر لگنے والی مسموم ضرب) امام مجتبیٰ کے جگر کے ٹکڑوں اور شہدائے کربلا کے خون کا انتقام لے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے:

ثُمَّ كَشَفَ لَهُم عَنِ الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِن وُلْدِ الْحُسَيْنِ، فَسَرَّتِ الْمَلَائِكَةُ بِذَلِكَ وَرَأَوا أَحَدَهُم قَائِمًا يُصَلِّي، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: بِهَذَا انْتَقِمُ مِنهُم (دلائل الامامہ طبری، ص ۲۳۹۔ علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۶۰)

"خداوند متعال نے ان کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ اٹھا لیا اور انہیں امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے آئمہ کو دکھایا، فرشتے انہیں دیکھ کر مسرور ہوئے، ان میں سے ایک ہستی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مشغول تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ قائمؑ ان (امام حسینؑ کے قاتلوں) سے انتقام لے گا"۔

کی شود یارب امام منتظر مہدی بیاید
آن ولی اللہ غایب از نظر مہدی بیاید
دیگر اے دست دعا بر گیر دامان اجابت
تا زمان گیرد شتاب و زود تر مہدی بیاید

"اے پالنے والے، حضرت امام منتظر مہدی عجل اللہ فرجہ کا ظہور پرنور کیا ہوگا۔ وہ اللہ کے ولی جو نظروں سے غائب ہیں، کب تشریف لائیں گے۔ اے بارگاہِ الٰہی میں اٹھنے والے ہاتھ دامنِ اجابت و قبولی پکڑ تاکہ وقت جلد گزر جائے اور مہدی موعود ظہور فرمائیں"۔

محبانِ امامؑ کی نگاہ میں یَالَثَارَاتِ الحُسَینؑ

جو بھی انقلاب ہوتا ہے اس میں انقلابیوں کے مطالبات، ان کے درمیان ہم آہنگی پائے جانے کی نشاندہی کرتے ہیں اور انہیں ایک ہی سمت لے جاتے ہیں۔ جب حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ کا ظہور پُرنور ہوگا تو اس وقت امامؑ کی خواہشات اور تمناؤں کے مطابق آپؑ کے محبوں کا مطالبہ یَالَثَارَاتِ الحُسَین (اے خونِ حسینؑ کا بدلہ لینے والو) ہوگا۔

روایت میں یوں ہے:

اَلَّذِی یَظْهَرُ فِی بَیتِ اللّٰهِ الحَرَامِ ذِی الاستَارِ وَیُنَادِی بِشُعَارِ یَالَثَارَاتِ الحُسَینؑ ، اَنَا الطَّالِبُ بِالاَوْتَارِ ، اَنَا قَاسِمُ کُلِّ جَبَّارِ

''وہ جن کا ظہور بیت الحرام (خانہ کعبہ) میں ہوگا اور مطالبہ یَالَثَارَاتِ الحُسَینؑ اے خونِ حسینؑ کا بدلہ لینے والو ہوگا۔ فرماتے ہیں: میں ہوں بے گناہ بہائے جانے والے خون کا انتقام لینے والا اور ظالموں اور جابروں کو شکست فاش دینے والا''۔

روزِ عاشورا بہت سے ملائک حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے آئے، لیکن انہیں فرزندِ رسولؐ کی مدد کرنے کی اجازت نہ ملی۔ وہ بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت ان کے دوستوں اور مددگاروں میں سے ہوں گے۔ ان کا بھی وہی نعرہ ہوگا جو حضرت امام زمان علیہ السلام کا مطالبہ ہوگا۔

ثامنِ آلِ محمدؐ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

وَلَقَد نَزَلَ اِلَی الاَرضِ مِنَ المَلَائِکَةِ اَربَعَةُ الآفٍ لِنَصرِهِ فَوَجَدُوهُ قَد قُتِلَ ، فَهُمْ عِندَ قَبرِهِ شعثٌ غُبرٌ اِلٰی اَن یَّقُومَ القَائِمُ فَیَکُونُونَ مِن اَنصَارِهِ وَشُعَارِهِم : یَالَثَارَاتِ الحُسَین (امالی صدوق، مجلس ۲۷، دلائل الامامۃ طبری، ص ۲۳۹)

"حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لیے چار ہزار فرشتے نازل
ہوئے لیکن جب وہ (کربلا میں) پہنچے تو اس وقت حضرت ابا عبداللہ
الحسینؑ شہید ہو چکے تھے، پس وہ اس وقت سے غم و اندوہ کی حالت
میں آپؑ کی قبر مطہر کے پاس باقی ہیں۔ جب حضرت قائمؑ ظہور
فرمائیں گے وہ ان کی مدد کریں گے اور ان کا مطالبہ اور شعار
یَالِثَارَاتِ الحُسَین، اے خونِ حسینؑ کا بدلہ لینے والو، ہوگا"۔

حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ اور انتقامِ حسینؑ

اگر چہ جس وقت حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ ظہور فرمائیں گے تو تمام ظالموں سے مظلوموں کا بدلہ لیں گے لیکن جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سوگ تمام انبیاء اور اولیائے خدا کے عظیم ترین مصائب میں سے ہے ان کا بھی مطالبہ ہوگا کہ شہدائے کربلا کا انتقام لیا جائے۔ نیز در حقیقت حضرت امام مہدی موعود عجل اللہ فرجہ کا ظہور تحریک کربلا کا تسلسل اور اس کی تکمیل ہے، کیونکہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے قیام اور حضرت مہدی موعود عجل اللہ فرجہ کے قیام کے درمیان ایک گہرا اور عمیق ارتباط ہے۔ حضرات آئمہ علیہم السلام نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امام حسین علیہ السلام اور ان کے باوفا اصحاب کا انتقام لینے کی دعا کی ہے۔ حضرت امام زمان علیہ السلام کے القاب میں سے ایک لقب منتقم ہے، ہم نے یہ کئی بار پڑھا ہے جو شہدائے کربلا کا انتقام لیں گے وہ حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ ہیں۔ بہت سی آیات و روایات میں اس نکتے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَن قُتِلَ مَظلُومًا فَقَد جَعَلنَا لِوَلِیِّهٖ سُلطَانًا فَلَا یُسرِف
فِی القَتلِ اِنَّهٗ کَانَ مَنصُورًا (سورہ اسراء:۳۳)

"جو مظلوم قتل ہوتا ہے ہم اس کے ولی کو بدلہ کا اختیار دے دیتے
ہیں، لیکن اسے بھی چاہیے کہ قتل میں حد سے آگے نہ بڑھ جائے کہ
اس کی بہرحال مدد کی جائے گی"۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آیہ شریفہ میں مَن قُتِلَ مَظلُومًا حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (ینابیع المودۃ، ص ۵۹۰۔ کافی، ج ۸، ص ۲۵۵۔ بحار، ج ۴۴، ص ۲۱۷-۲۱۹)

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ مَن قُتِلَ مَظلُومًا هُوَ الحُسَینُ بنُ عَلِیٍّ قُتِلَ مَظلُومًا وَنَحنُ اَولِیَاؤُهُ، وَالقَائِمُ مِنَّا اِذَا قَامَ طَلَبَ بِثَارِ الحُسَین (تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۲۹۰)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اس آیت سے مراد حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام ہیں کہ جو مظلوم قتل ہوئے ہم ان کے خون کے وارث ہیں۔ قائمؑ ہم میں سے ہوں گے جو امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے کے لیے قیام کریں گے۔

کتاب "ناسخ التواریخ" میں اسی حدیث کے ذیل میں مذکور ہے:

فَیُقتَلُ حَتّٰی یُقَالَ قَد اَسرَفَ فِی القَتلِ وَقَالَ : اَلمَقتُولُ الحُسَینُ وَوَلِیُّهُ القَائِمُ ، وَالاِسرَافُ فِی القَتلِ اَن یُقتَلَ غَیرُ قَاتِلِهِ ، اِنَّهُ کَانَ مَنصُورًا فَاِنَّهُ لَا یَذهَبُ مِنَ الدُّنیَا حَتّٰی یَنتَصِرَ بِرَجُلٍ مِن اٰلِ رَسُولِ اللّٰهِ یَملَاُ الاَرضَ قِسطًا وَعَدلًا کَمَا مُلِئَت جَورًا وَظُلمًا (ناسخ التواریخ، ج ۱، ص ۲۶۸)

"لوگوں کو اس طرح سے قتل کرنا کہ کہا جائے کہ اس نے حد سے زیادہ قتل کیے ہیں اور کہا: امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب شہید کیے گئے ہیں، جب کہ ان کے خون کے وارث حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ ہیں۔ قتل میں اسراف یہ ہے کہ ان کے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا بے شک حضرت امام حسین علیہ السلام منصور ہیں، پس وہ دنیا سے نہیں جائیں گے یہاں تک کہ آلِ رسولؐ کا ایک

شخص ان کی مدد کرے گا۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کر دیں
گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی"۔

معروف و مشہور کتاب "کافی" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

لَو قَتَلَ اَھلَ الاَرضِ بِہٖ مَا کَانَ سَرَفًا (ناسخ التواریخ، ج ا، ص ۲۶۹)

"اگر قائم آلِ محمدؐ (جو کہ امام حسینؑ کے ولی الدم یعنی خون کے وارث ہیں) زمین پر موجود تمام لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی خون خواہی میں قتل کر دیں تو بھی آپؑ نے اسراف نہیں کیا"۔

امام مہدیؑ کی پہلی گفتگو

حضرت ابی جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہم اہلِ بیتؑ میں سے منصور قائم (کہ جن کی خدا نصرت فرمائے گا) کی مدد کی جائے گی اور ان کی تائید کی جائے گی۔ واضح مدد اور نصرت کے ساتھ اور زمین میں چھپے ہوئے خزانے ان کے لیے ظاہر ہو جائیں گے۔

ان کی حکومت و سلطنت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوگی، ان کے وسیلہ سے حق تمام پر غالب ہو جائے گا، زمین کا کوئی حصہ بنجر وغیرہ آباد نہیں ہوگا، تمام زمین آباد ہو جائے گی"۔

میں نے کہا: یابن رسولؐ اللہ! آپؑ کے قائم کب ظہور فرمائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: جب مرد عورتوں کی طرح ہو جائیں گے اور عورتیں مردوں کی مانند ہو جائیں گی۔ مرد مرد پر اکتفا کرے گا اور عورت، عورت پر اکتفا کرے گی۔ ذوات فروج، سروج پر سوار ہوں گے۔ یعنی جھوٹی گواہی قبول ہوگی اور سچی گواہی کو رد کر دیا جائے گا۔ لوگ ریاکاری کی وجہ سے حقیر اور پست ہو جائیں گے، زنا عام ہوگا، سودی معاملات عام ہوں گے۔

سفیانی، شام سے اور یمانی یمن سے خروج کرے گا۔ آلِ محمدؐ کا ایک نوجوان خانہ

کعبہ میں رکن اور مقام کے درمیان قتل ہوگا۔ اس کا نام محمد بن الحسن النفس الزکیہ ہے، آسمان سے ایک ندا آئے گی کہ حق ان اور ان کے شیعوں کے ساتھ ہے۔ پس جب ہمارے قائمؑ ظہور کریں گے ان کی پشت مبارک خانہ کعبہ کی طرف ہوگی، ان کے اردگرد ۳۱۳ اصحاب ہوں گے، ان کی گفتگو کا آغاز آیہ کریمہ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ہود، آیہ ۸۶) ''اللہ کی طرف سے ذخیرہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم صاحب ایمان ہو'' سے ہوگا۔ اس کے بعد فرمائیں گے وہ بقیۃ اللہ میں ہوں، میں تمہارے اُوپر خدا کی حجت اور اس کا خلیفہ ہوں۔

ہر کوئی ان پر یوں سلام بھیجے گا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابَقِيَّةَ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ ان کے اردگرد ۱۰ ہزار لوگ اکٹھے ہوجائیں گے، زمین پر صرف اور صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت ہوگی۔ تمام بت جلا دیے جائیں گے۔ یہ سب کچھ ایک طویل غیبت کے بعد ہوگا۔ (کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۶۰-۳۶۱)

ظہور کے بعد امام مہدیؑ کا اعلان

اَلَا يَااَهْلَ الْعَالَمِ اَنَا الْاِمَامُ الْقَائِمُ ، اَلَا يَااَهْلَ الْعَالَمِ اَنَا الصَّمْصَامُ الْمُنْتَقِمُ اَلَايَا اَهْلَ الْعَالَمِ اِنَّ جَدِّيَ الْحُسَيْنِ قَتَلُوْهُ عَطْشَانًا ، اَلَا يَااَهْلَ الْعَالَمِ اِنَّ جَدِّيَ الْحُسَيْنِ طَرَحُوْهُ عُرْيَانًا ، اَلَا يَااَهْلَ الْعَالَمِ اِنَّ جَدِّيَ الْحُسَيْنِ سَحِقُوْهُ عُدْوَانًا (الزام الناصب، ج ۲، ص ۲۸۲)

اے دنیا والو! جان لو کہ امام قائمؑ میں ہوں۔

اے دنیا والو! آگاہ ہو جاؤ کہ انتقام لینے والی تلوار میں ہوں۔

اے دنیا والو! سمجھ لو کہ میرے جدِّ بزرگوار امام حسینؑ کو ان لوگوں نے پیاسا شہید کیا۔

اے دنیا والو! جان لو کہ میرے جد بزرگوار حسین علیہ السلام کو زمین پر عریاں چھوڑ دیا گیا۔

اے دنیا والو! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے جد بزرگوار حسین علیہ السلام کو (بدترین) دشمنی کی وجہ سے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا"۔

یہ وہ جملات ہیں جو حضرت امام حجت بن الحسن علیہ السلام ظہور کے وقت ادا فرمائیں گے۔ دنیا والوں کو اپنے ظہور کا سبب بتائیں گے اور اپنا تعارف اس عنوان سے کروائیں گے کہ میں تمام مظلوموں خاص کر، اہلِ بیت علیہم السلام کے خون کا انتقام لوں گا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا خوبصورت کلام بھی اسی مطلب کو واضح کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اَمَا وَاللّٰهِ لَاُقْتَلَنَّ اَنَا وَاَبْنَايَ هٰذَانِ وَلَيَبْعَثَنَّ اللّٰهُ رَجُلًا مِنْ وُلْدِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ يُطَالِبُ بِدِمَائِنَا (غیبت نعمانی، ص۱۴۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱ ص ۱۱۲)

"خدا کی قسم! میں اور میرے دونوں بیٹے شہید ہوں گے، اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں میری اولاد میں سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا جو ہمارا انتقام لے گا"۔

ابن شہر آشوب نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند امام سجاد علیہ السلام سے فرمایا:

خدا کی قسم! میرا خون اس وقت ٹھنڈا ہوگا جب اللہ تعالیٰ حضرت مہدیؑ کو مبعوث کرے گا اور وہ میرے انتقام میں ستر ہزار (۷۰ ہزار) فاسقین و کافرین کو قتل کریں گے۔ (گویا انتقام صدیوں بعد بھی لیا جا سکتا ہے اور فاسقین کی آئندہ نسلوں سے بھی انتقام ممکن ہے جو اپنے آبا کے نقش قدم پر اور دشمنیٔ اہلِ بیتؑ پر قائم ہوں گے۔ یہ بھی مراد لی جا سکتی ہے کہ یہ انتقام رجعت کے دور میں دوبارہ اٹھائے جانے والے دشمنانِ حسینؑ سے ہوگا)

ظہورِ امامؑ کے لیے خوبصورت دعا

دعائے ندبہ حضرت بقیۃ اللہ کے منتظرین کے لیے ایک خوبصورت ترین دعا ہے جو

ہر جمعہ کی صبح کو اشکبار آنکھوں کے ساتھ بڑے سوز و گداز سے امام حجت ابن الحسن علیہ السلام کے ظہور پُرنور کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ انتہائی خوبصورت انداز میں دعا مانگی جاتی ہے کہ ''اے پروردگار! مظلوموں خاص کر حضرت سید الشہداء علیہ السلام اور ان کے اصحاب باوفا کا انتقام لینے والے کو بھیج''۔ ہم دعائے ندبہ میں پڑھتے ہیں:

اَینَ الحَسَنُ ، اَینَ الحُسَینُ ، اَینَ اَبنَاءُ الحُسَینِ...... اَینَ الطَّالِبُ بِذُحُولِ الاَنبِیَاءِ وَاَبنَاءِ الاَنبِیَاءِ ، اَینَ الطَّالِبُ بِدَمِ المَقتُولِ بِکَربَلَاء

''کہاں ہیں حسنؑ، کہاں ہیں حسینؑ، اور کہاں ہیں اولادِ حسینؑ...... کہاں ہے انبیاءؑ اور اولادِ انبیاءؑ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے والا، کہاں ہے شہید کربلا کے خونِ ناحق کا مطالبہ کرنے والا''۔

مشہور و معروف کتاب ''بحارالانوار میں ہے کہ جب حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ خونِ خدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی روح ملکوتی سے دردِ دل کا اظہار کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

فَلَئِن اَخَّرَتنِی الدُّهُورُ وَعَاقَنِی عَن نَصرِكَ المَقدُورُ لَاَندِبَنَّ عَلَیكَ صَبَاحًا وَمَسَاءً ا وَلَا بكِیَنَّ عَلَیكَ بَدَلَ الدُّمُوعِ دَمًا (بحارالانوار، ج ۹۱، ص ۳۲۰۔ پارہ توشہ، ص ۹۶)

''پس اگرچہ روزگارِ زندگی نے مجھے تاخیر میں ڈال دیا ہے اور آپؑ کی مدد کرنے سے روک دیا ہے، لیکن میں صبح و شام آپؑ پر نوحہ کناں ہوں اور آنسوؤں کی بجائے خون روتا ہوں''۔

تکیال المکارم میں ہے:

اِنِّی لَادعُوا لِمُؤمِنٍ یَذکُرُ مُصِیبَةَ جَدِّیَ الشَّهِیدِ ثُمَّ یَدعُولِی بِتَعجِیلِ الفَرَجِ وَالتَّاییدِ

"میں اس مومن کے لیے دعا کرتا ہوں جو میرے جد شہید کی مصیبت کا تذکرہ کرتا ہے اور میرے ظہور کی تعجیل اور تائید کی دعا کرتا ہے"۔

امام زمانؑ کا حضرت سید الشہداءؑ کے زخموں بھرے بدن پر سلام

سلام اُس کے دریدہ بدن پہ مہدیؑ کا
جسے پلایا نہ پانی نبیؐ کی اُمت نے
وہ جس کی کاٹیں رگیں دشمنوں نے تیروں سے
وہ جس پہ گریہ کیا چشم ہائے فطرت نے
(مظہر عباس)

حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں سب سے زیادہ بقیۃ اللہ الاعظم متاثر ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ ہر صبح و شام اپنے جدِ بزرگوار کے مرقد مطہر پر حاضر ہو کر فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُغَسَّلِ بِدَمِ الْجِرَاحِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُجَرَّعِ بِكَاسَاتِ الرِّمَاحِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَقْطُوعِ الْوَتِينِ

"سلام ہو ان پر جنہیں ان کے زخموں کے خون سے غسل دیا گیا، سلام ہو اُن پر جنہیں تیروں اور تلواروں کے جام میں شہادت کا شربت پلایا گیا، سلام ہو اُن پر جن کی رگیں دشمنی کے تیر سے کاٹی گئیں"۔

اَلسَّلَامُ عَلَى الْبَدَنِ السَّلِيبِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الثَّغْرِ الْمَقْرُوعِ بِالْقَضِيبِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الرَّأْسِ الْمَرْفُوعِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الشِّفَاهِ الذَّابِلَاتِ

"سلام ہو اس برہنہ بدن پر کہ جس سے لباس لوٹ لیا گیا، سلام ہو ان دانتوں پر جنہیں خیزران (بید) کی چھڑی سے مارا گیا۔ سلام ہو

اس پر جسے نیزے پر بلند کیا گیا، سلام ہو اُن ہونٹوں پر جو پیاس سے خشک ہو چکے تھے"۔

اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَعْضَاءِ الْمُقَطَّعَاتِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى الرُّؤُوسِ الشَّامِلَاتِ ، اَلسَّلَامُ عَلَى النِّسْوَةِ الْبَارِزَاتِ

"پارہ پارہ اعضاء پر سلام ہو۔ ان سروں پر سلام جنہیں نیزوں پر بلند کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا۔ سلام ہو ان مخدرات پر جنہیں قیدی بنا کر در بدر لے جایا گیا"۔ (الحوادث والوقائع، ج ۳، ص ۳۰۵-۳۰۷)

"ہم بھی دشت کربلا کے ان گلابی پھولوں پر درود و سلام بھیجتے ہیں خاص کر اس ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے جسم پر کہ حضرت زمان علیہ السلام اپنے ظہور تک جس کے سوگ میں ماتم کناں ہیں"۔

کتاب "دلائل الامامہ" میں فضل بن جعفی سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت اباعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جب ہمارے قائمؑ آلِ محمدؐ ظہور کریں گے تو زمین ان کے پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی، لوگ سورج کی روشنی سے بے نیاز ہو جائیں گے، دن رات ایک جیسے ہو جائیں گے اور تاریکی ختم ہو جائے گی۔

امامِ زمانؑ ماتمیوں کے ہمراہ

سید بحرالعلوم سے نقل ہوا ہے کہ مرحوم سید بحرالعلوم عاشورا کے دن کچھ طلاب (طالب علموں) کے ہمراہ عزاداروں اور ماتمیوں کے استقبال کے لیے گئے۔ جب وہ کربلا کے نزدیک بمقام "طویریج" جو سینہ زنی اور سوگواری میں مشہور تھا، پہنچے تو جونہی وہ ماتمیوں کے قریب جاتے ہی اپنے اجتماعی و دینی مقام و مرتبے اور بڑھاپے کے باوجود اپنا عمامہ اور عبا اُتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور سینہ زنی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ علامہ کے ہمراہ جو علماء اور طلاب تھے انہیں روکنے کی کوشش کرتے رہے لیکن کامیاب نہ ہو سکے حتیٰ کہ

ان میں سے بھی کچھ علماء اور طلبہ ان کے ہمراہ سینہ زنی میں مشغول ہو گئے۔

آخرکار سوگواری اور سینہ زنی کا پُردرد مرحلہ اختتام پذیر ہوا اور سید بزرگوار لباس پہن کر اپنے گھر لوٹ آئے۔ ان کے ایک قریبی شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ کس وجہ سے لباس اُتار کر ماتمیوں کے ساتھ مل کر سینہ زنی میں مشغول ہو گئے تھے؟ تو سید بحرالعلوم نے جواب میں فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ جب میں سوگواروں اور ماتمیوں کے قریب پہنچا تو اچانک میری نگاہ دلوں کے محبوب، کعبۂ مقصود حضرت امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف پر پڑی کہ آپؑ برہنہ سر اور پاؤں، اشکبار آنکھوں کے ساتھ ماتمیوں کے درمیان کھڑے اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم میں ماتم کر رہے ہیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور بے اختیار سوگواروں اور ماتم داروں کے درمیان جا کر دلوں کے محبوب اور کعبۂ مقصود کے حضور میں ماتم اور عزاداری میں مشغول ہو گیا۔ عرضِ احوال بقولِ شاعر:

پردۂ غیب کبریٰ کو ہٹایئے مولاؑ / دستگیری کو ہماری چلے آیئے مولاؑ

منتظر ہیں سبھی مظلوم تمہارے آقاؑ / ظلم سے قومِ محمدؐ کو بچایئے مولاؑ

ظلمتِ دہر کے اسباب ہیں باطل کے دیئے / مشعلِ نورِ خداوندی جلایئے مولاؑ

شرک و الحاد کے طوفان سے بچا کر ہم کو / گلشنِ اُلفت توحید سجایئے مولاؑ

کر کے نابود زمانے سے سقیفے کے نشاں / بستیاں اہلِ مودت کی بسایئے مولاؑ

دورِ رجعت ہی میں ممکن ہے غریبوں کا ملاپ / اکبرؑ و صغریٰؑ کو جلدی سے ملایئے مولاؑ

دشت میں گونج رہی ہے یہ سکینہؑ کی صدا / میرے معصوم کو حُرمل سے بچایئے مولاؑ

مظہر خدمتِ سادات ہو لحہ لحہ
مظہر عباس کی توقیر بڑھایئے مولاؑ

❁❁❁

